

71 سینچری نمبر

عراق سیریز

فیس ایک ڈیج

منظر کا سیم ایل

عراق سیرت

تکینچری نمبر

فیس آف دیٹھ

منظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین! سلام مستون!

میرا سوال ناول پیشہ کی فکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کسی بھی اویس کے لئے وہ لمحہ یقیناً غمزدہ و افسانہ کا لمحہ ہوتا ہے جب وہ سوال ناول تحریر کرنا ہے کیونکہ سو ناولوں کا اس کی زندگی میں ہی شائع ہو جانا دنیا بھر میں چھپنے ہوئے گا کہوں کر وٹروں قارئین کی طرف سے اس کی حقیقی صلاحیتوں کی پسندیدگی کا ایسا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے جس کے مقابلے میں دنیا کے تمام نغمے، ایوارڈ اور سرٹیفکیٹ بیچ ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس کا سر بے اعتبار رب کائنات کے سامنے جھک جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کرم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے یہ عزت بخش دے۔ یہ اسی کی بخشی ہوئی توفیق اور اسی کا کرم ہے کہ آج میں انسانی غمزدہ مبالغہ کے ساتھ اپنا سوال ناول آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

اپنے پہلے ناول سے لیکر سوال ناول قیس آف ٹیچر، تحریر کردہ نغمے مجھے تخلیقی طور پر ایک طویل سفر طے کرنا پڑا ہے۔ ایک ایسا سفر جس میں ہر قدم پر آپ کی پسندیدگی، آپ کی ستائش اور آپ کی داد و تحسین نے مجھے حوصلہ بخشا اور مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کی توقعات اور بلند معیار پر ہمیشہ پورا کرتا رہا۔ آپ یقین کیجئے اس طویل تخلیقی سفر میں آپ کے مشورے، آپ کی تنقید اور آپ کی آراؤں نے میری قدم قدم پر راہنمائی کی اور مجھے جانتی ادب میں

اس ناول کے تمام اہم مقامات پر کردار و واقعات اور پیش کردہ محرکات نفسی و فنی ہیں کسی قسم کی بزدلی یا کمی و کثافت محض تعادیل ہوگی جس کے لئے بیشتر مصنف بہت زیادتی و تیر و تار سے گزرنا

ناشران ————— اشرف قریشی
 ————— روضہ قریشی
 محمد یونس
 مولانا

منظور، لازوال اور لافانی کہانیاں تخلیق کرنے میں ہر روز مدد دی۔ اس کے لئے میں آپ سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سختی و غیرت سے آف ڈیوٹی ایک ایسی کہانی ہے جس میں عمران اور سیرٹ سروں کی پوری ٹیم نے اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں کا بھرپور اہتمام کرنا دکھایا ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جو یقیناً صدیوں بعد صحت و قسط اس پر ابھرے گا اور جو باسوی ادب میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول آپ کے مدیر کو اور بلند کر دے گا۔

والسلام
منظر حکیم ایم اے

فضیلا میں غلابا ہاں کھانا ہوا جہاز ایک ہولناک دھماکے سے بارہ منزلہ عمارت سے ٹکرایا۔ اور اس کے ساتھ ہی ارد گرد کے پورے علاقے میں جیسے قیامت برپا ہو گئی۔ انسانی چیخوں کے ساتھ ساتھ انسانی اعضا بھی ہتھکوں کی طرح فضا میں بکھر گئے۔ عمارت کی دو منزلیں بھی مکمل طور پر تباہ ہو گئیں۔ اور جہاز میں موجود مسافروں کے ساتھ ساتھ جہاز کے کچھ بے ہوشے برزوں نے بھی اطراف کے پورے علاقے کو موت کی ہولناک گرفت میں لے لیا۔ یہ عمارت ایک مصروف بازار میں واقع تھی اور چوں کہ یہ واقعہ اچانک اور آنا تھا ہوا تھا۔ اس لئے کسی کو ہرج بھگنے کی مہلت ہی نہ مل سکی۔ اور عمارت کے ارد گرد سینکڑوں لاشیں بکھرتی چلی گئیں۔ تباہ ہونے والی عمارت کے بلے نے جہاز کے بلے سے زیادہ قیامت خیز تباہی مچائی۔

اور جب موت نے اپنے شکار آبادی میں سے جن کے لئے اور علاقے پر پھیلنے والی دھول اور گرد کچھ چڑھ گئی تو پولیس کی ایمر پوائنٹس گاڑیوں کے سائرنوں نے پورے علاقے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور موت کی دہشت سے کبھے ہوئے قسمت سے زندہ بچ جانے والے لوگ جب باہر نکلے تو اس قدر تباہی کو دیکھتے ہی ان کے حلق سے بے اختیار جھینٹ نکل گئیں۔ عمارت کے دونوں سائیڈوں میں بازار اور سڑکیں لاشوں اور زخمیوں سے اٹے پڑے تھے۔ مرد۔ بوڑھے۔ جوان۔ عورتیں اور معصوم بچوں کی لاشیں اور ان کے کٹے ہوئے اعضاء یوں بکھرے پڑے تھے کہ اچھے اچھے مضبوط دل بھی اس ہولناک اور دہشتناک قریب منظر کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو گئے۔

ادھر اس قدر تباہی۔ اس قدر ہولناک تباہی۔ ادھر غضب ہو گیا۔ پولیس چیپ میں سے اترنے والے پولیس کمشنر نے بے اختیار بر بڑا تے ہوئے کہا۔

اس کے سخت چہرے پر بھی دہشت اور خوف کے آثار پھیل گئے تھے۔

”یہ کیا ہو گیا مسٹر سلام۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ ادھر یہ کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ ایک لمبی کار سے اترتے ہوئے ایک اور عہدہ آرمی نے تقریباً دو تے ہوئے لمحے میں کہا۔

یہ سیکرٹری وزارت داخلہ واجد علی تھے۔ جن کی رہائش گاہ وہاں سے فقط بے ہی فاصلے پر تھی۔ اور شاید اسی لئے اعلیٰ حکام

میں سے وہ سب سے پہلا موقع پر پہنچے تھے۔

جناب۔ یہ ہولناک تباہی ایک مسافر جہاز کے عمارت سے ٹکرانے سے ہوئی ہے۔ جناب۔ واقعی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ پولیس کمشنر سلام نے کہا۔

اور پھر آہستہ آہستہ تقریباً پورا شہر ہی اس علاقے کے گرد اٹھ پڑا۔ زخمیوں اور لاشوں کو ہسپتالوں میں پہنچایا جانے لگا۔ اور جہاز اسی کے باہرین نے اگر دیکھ کر بکھرے ہوئے جہاز کے ٹکڑوں کو سینٹینا شروع کر دیا۔ اخباری نمائندے اپنی اپنی اخباروں کو چورسین پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ جب کہ ٹیلی ویژن سیمروں نے اس ہولناک اور قیامت خیز منظر کو محفوظ کرنا شروع کر دیا۔

یعنی شاہدوں کے بیانات قلم بند ہونے شروع ہو گئے۔ اور ان لوگوں کو سنبھالنا جلنے لگا جن کے عزیز واقارب اس ہولناک تباہی کا شکار ہو گئے تھے۔

جہاز نے دارالحکومت کے بین الاقوامی ایئر پورٹ سے چند لمحوں پہلے ہی پرواز شروع کی تھی۔ اور پھر فضا میں بلند ہوتے ہی اس نے نمایاں کھائی شروع کر دیں۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بلڈنگ سے ٹکرایا اور خوف ناک تباہی کا آغاز ہو گیا۔

یہ یقیناً کوئی تخریبی کارروائی ہے۔ دہشت گردی کی ہولناک واردات ہے۔ غرہ آف سیٹیٹ نے صحتی لمحے میں کہا۔

”بالکل۔۔۔ لیکن ابتدائی احتیاط کے لئے پولیس کا اقدام ضروری ہے۔ میں دفتر جاکر سیکرٹ سرورس اور ملٹری سیکرٹ سرورس دونوں کو ان ممبروں کی جلد اور جلد تلاش پر نامور کر دیتا ہوں“
 واجد علی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

لیکن جناب۔۔۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اتفاقی ہو۔
جہاز کسی فنی خرابی کی وجہ سے گر کر عمارت سے ٹکرایا ہو۔ اگر
تجزیہ کار روانہ کی جاتی تو جہاز فضا میں ہی دھمکے سے پھٹ
جاتا۔ جب کہ عینی شاہدوں کے مطابق جہاز قتل بانیاں گھاتا
ہو یا نیچے گرا۔ اور عمارت سے ٹکرانے کی بنا پر پچشتا۔۔۔ سیکورٹی
نہ راجہ نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بہر حال حتمی فیصلہ تو تحقیق کے نتائج آنے پر ہی معلوم ہو گا۔ لیکن ابھی ہمیں پریس میں خیریں کا روادانی کا شبہ ظاہر کرنا ہو گا تاکہ حکومت پر کوئی الزام نہ آ سکے۔ خستہ آف سٹوٹ نے کہا۔

”لیکن جناب! اخبارات یہ بھی تو پوچھ سکتے ہیں کہ مخدومی کا رد وانی کرنے والے کون لوگ ہیں اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟“

سیکرٹری غار جہ شاید اپنی رائے پر ہی اڑے ہوئے تھے۔

”یہ بعد کی باتیں ہیں اور اس صاحبِ ابھی تو بات صرف شب کی حد تک ہی محدود ہے۔ سیکرٹری داخلہ نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ مڑ کر تیزی سے اپنی کار کی طرف

”جی ہاں۔۔۔ مظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اصل واقعات تو تحقیق کے بعد ہی سامنے آئیں گے۔ اور آخر واقعی یہ کوئی تختہ ہی کا رووائی ہے تو مجرموں نے یقیناً انتہائی جنگ دلی کا مظاہر کیا ہے۔ ایسے مجرموں کو کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔“ سیکرٹری وزارت داخلہ واجد علی نے سخت لہجے میں کہا۔

اسی واقعہ تک محدود نہیں رہے گی۔ اس لئے ہمیں خود ایسے
معاذ اللہ اختلافات کرنے چاہئیں کہ اس جیسا اور کوئی واقعہ پیش نہ
آ سکے۔ شہر کے میزبانوں کے کہنا۔

ہاں کل۔۔۔ یہ بہت غرومی ہے۔ پولیس کمشنر۔ آپ
لپٹنے عملے کو ہدایات دے دیں کہ وہ پورے شہر میں پھیل جائیں
اور ہر لمحے چوکنار ہیں۔ کسی مشکوک آدمی کو چپکے بغیر
چھوڑا جائے۔۔۔ واجہ علی نے قریب کھڑے پولیس کمشنر
سے فیی طلب ہو کر کھانا لے لیتے ہیں کہار۔

اور پولیس کمشنر ایس۔ سہرکھٹے ہوئے تیزی سے اپنی جیب کی طرف لپکے تاکہ ان ہدایات کو عملے تک منتقل کیا جاسکے۔

میرے خیال میں ایسی واردات میں طوفان عام مجرم نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی ایسے مجرم پولیس کے بس کا روگ جوتے ہیں۔ ایسے مجرموں کی تلاش کے لئے سپیکٹریل تجزیوں کو حرکت میں لانا ہو گا۔ — خورشید آف سیٹھ نے کہا۔

ہوئی آواز مشین سے نکل کر کمرے میں پھیل گئی۔

۱۳

یہ بار محاف کیا جا رہا ہے۔ آئندہ محتاط رہنا۔ باس
کہا۔

یہیں۔ یہیں۔ میں محتاط رہوں گا سر۔
ہم اس نے جلدی سے کہا۔ اس کے بچے میں اطمینان کی
لک نمایاں ہو چکی تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ چند مزید ایسے اقدامات کرنے کے بعد
مل مشن کا آغاز کیا جائے تاکہ دہشت اعلیٰ حکام اور عوام
مذہبوں کو پوری طرح گرفت میں لے لے۔ باس نے
بند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

یہیں۔ یہیں۔ آپ حکم کریں سر۔ رام داس
مذہب باند بچے میں بغیر کسی اعتراض کے جواب دیا۔

فادرن فیکٹر کا قتل ہماری لسٹ میں شامل ہے۔ سمجھے۔
ن ڈی کا پیش ایجنٹ کل تہہ ہارے دفتر میں پہنچے گا۔ تم نے
سے فادرن فیکٹر کے دفتر۔ رہائش گاہ اور ان کی مصروفیات
پوری تفصیل مہیا کرنی ہے؟ باس نے کہا۔

شیک ہے باس۔ حکم کی تعمیل ہوگی باس۔
ہم داس نے جواب دیا۔

وہ کل صبح دس بجے پہنچے گا۔ کوڈ فیس آف ڈیوٹی ہوگا۔
دس کے۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی سکرین پر دوبارہ جھلکے سے ہونے
درج ہو گئے۔ اور رام داس نے ایک طویل سانس

باس۔ ہولناک تباہی۔ کم از کم ایک ہزار اف
ہلاک ہوئے ہوں گے اور اس سے دو گئے زخمی۔ رام د
نے مذہب باند بچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اعلیٰ حکام کا کیا رد عمل تھا۔ باس نے پوچھا۔
"وہ تجزیہ کار واپسی کا شہرہ کر رہے ہیں۔ پولیس کو جو کچھ
دیا گیا ہے۔ اور پیش سیکرٹ سروس اور ملٹری سیکرٹ سروس
کو بھی فعال کیا جا رہا ہے۔ میں نے پروگرام کے مطابق اتنا
عادتے کا رنگ دینے کی کوشش کی لیکن وہ تجزیہ کار پرو
کے شہرہ پر بعد ہیں۔ رام داس نے جواب دیا۔

یہ کیا ہے۔ انہیں ایسا سوچنا ہی چاہیے۔ ایسا سوچ
ایک فطری بات ہے۔ تم نے عام رائے کے مخالف رائے
کر غلطی کی ہے۔ ایسے موقعوں پر ایسی رائے دینے والے
خود مشکوک ہو جاتے ہیں۔ نقاب پوش نے گرفت پ
میں کہا اور رام داس کا چہرہ یہ سنتے ہی یک لخت زرد
گیا۔

مگر باس۔ میں نے تو واقعے کی سنگینی کم کرنے کے
یہ رائے دی تھی۔ رام داس نے گھبرائے ہوئے
میں کہا۔

ایسے واقعات کی سنگینی اتنی آسانی سے کم نہیں ہو کر
رام داس۔ یہ چون کہ تہہ ہارے پہلی غلطی ہے۔ اس نے تہ

لیتے ہوئے مشین کا بیٹن آف کر دیا۔

”آج شاید باس نے زندگی میں پہلی بار غلطی معاف کی ہے۔
درند میرا تو خیال تھا کہ آج آخری وقت آپہنچا۔“ رام دلا
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر میز کی دروازے سے اس نے ایک پیڈنگال کر باہر را
اور جیب سے قلم نکال کر اس نے کل پیشکش ایجنٹ کو دیا
جلنے والی رپورٹ تیار کر فی ضرورت کو دی۔ اس کا ذہن
تھا کہ دفتر اور پائش گاہ کی تفصیلات وہ یہیں تیار کرے۔
باقی خاندان مندرجناب صدر یعنی صاحب کی مصروفیات کل د
سے معلوم کرے کہ وہ رپورٹ میں شامل کر دے گا۔ اسے
پیشکش سیکرٹری سے کل کی عام مصروفیات کا بخوبی علم تھا کہ
وہ جانتا تھا کہ اس ہولناک واقعے کے بعد شاید کل کی عام
مصروفیات منسوخ ہو جائیں۔ اور کوئی غلط بات رپورٹ
میں شامل کرنے کا مطلب دردناک موت کی صورت میں ہم
نکل سکتا تھا۔

ابھی اس نے آدمی رپورٹ ہی لکھی تھی کہ کمرے میں ت
سٹی کی آواز گونج اٹھی۔ اور رام داس یہ آواز سنتے
چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے باغ بڑھا کر میز کے کنارے
اندرونی طرف موجود بیٹنوں میں سے ایک بیٹن دبا دیا۔ او
دروازے کے قریب موجود ایک اور مشین چل پڑی۔ اس
اوپر لگی ہوئی سکریں روشن ہو گئی۔ سکریں پر ایک نوجوان

تصویر ابھرائی۔

”ییس۔۔۔ احمد علی کیا بات ہے؟“ رام داس نے
اس بار انتہائی سہکنا نہ بچے میں کہا۔

”وزیر غلام صاحب نے ایک گھنٹے بعد ہنگامی
میٹنگ کال کی ہے۔ اور آپ کو اس میں شامل ہونا ہے۔“
احمد علی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور کسے؟“ رام داس نے کہا اور بیٹن آف کر کے اس
نے میز پر رکھا ہوا قلم بند کر کے جیب میں ڈالا اور پیڈ کو دوبارہ
میز پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

کے ہاڑ کے نیچے وہاں کے تصور تک ذکر کرتا تھا۔ بربک لگاتے ہی
 عمران نے کار کو بیک کیا اور اُسے واپس زیرِ اکرا سنگ پر
 کھڑا کر دیا۔
 اُسی لمحے ایک ٹریفک سپاہی تیزی سے عمران کی کار کی طرف
 بڑھا۔

”ادھر سائیڈ میں لے آئیے کار۔۔۔ ٹریفک سپاہی نے بڑے
 کڑخت بلجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیوں۔۔۔ مم۔۔۔ میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟“
 عمران نے انتہائی خوف زدہ انداز میں منکلائے ہوئے کہا۔ اس کا
 انداز ایسا تھا جیسے سپاہی کی شکل دیکھتے ہی خوف سے اس کا
 رواں رواں کانپ اٹھا ہو۔

”ادھر لے آؤ گاڑی۔۔۔ یہ گاڑی چوری کی ہے؟“
 سپاہی کچھ زیادہ شیر ہو گیا۔

اور عمران نے بڑے ہبے ہوئے انداز میں کار ایک طرف
 کر کے روکی۔

”پچ۔۔۔ پچ۔۔۔ چوری کی۔۔۔ سنتری جی۔۔۔ مم۔۔۔ مم
 میں نے چوری نہیں کی۔۔۔ اس نے مجھے چوری کیا ہے؟“
 عمران بڑی طرح ہلکھار رہا تھا۔

”باہر آؤ۔۔۔ ابھی پتہ چل جائے گا کہ کس نے کسے چوری کیا
 ہے۔ میرا نام نادہ ہے نادہ۔۔۔ میں تو شکل سے ہی چوروں کو
 پہچان لیتا ہوں۔۔۔ سپاہی نے اپنی بڑی بڑی موچکوں پر

ٹریفک سنگل کی سرخ بتی جلتے ہی عمران نے پوری قوت
 سے بربک پیڈل دبا دیا۔ اور اس کی کار کے ٹائر ایک
 زوردار پیچ مار کر مڑک گئے سینے سے چرٹ گئے۔ یہ اس لئے
 ہوا تھا کہ پہلے عمران کا خیال تھا کہ وہ چوک کر اس کر چلے گا۔
 لیکن ابھی اس کی کار زیرِ اکرا سنگ سے ذرا ہی آگے بڑھی
 تھی کہ سنگل کی سرخ بتی جل اٹھی۔ عمران جا بھتا تو سرخ بتی کے
 باوجود چوک کر اس کر سکتا تھا لیکن اس نے کبھی ایسا نہ کیا تھا
 ٹریفک کے قوانین پر سختی سے عمل درآمد وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔
 کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ ذرا سی جلد ہی بعض اوقات ناقابلِ تلافی
 جانی نقصان کا باعث بن جاتی تھی۔ اور عمران جو ملکی سلامتی
 کے مجرموں کو اتنی آسانی سے ہلاک کر دیتا تھا جیسے کوئی چٹکی میں
 مچھر کو مسل دے۔ لیکن عام حالات میں وہ ایک بلی کو بھی کار

بڑے فخریہ انداز میں ہاتھ پھیلتے ہوئے کہا۔

عمران نے بڑے سستے ہوئے انداز میں کار کا دروازہ کھولا وہ اس وقت اپنے مخصوص ٹیکسی گھرباس میں تھا۔ چونکہ آج کل اس کے پاس کوئی ٹیکسی نہ تھا۔ اس لئے ہوٹل گدی کا شغل کرتا پھر رہا تھا۔ اب بھی وہ کسی اچھے سے ہوٹل میں جا کر دوپہر کا کھانا کھانا چاہتا تھا کہ سپاہی نے اسے چوک پر دھر لیا۔ اور ظاہر ہے عمران بھلا افسر بن گئے ایسے مواقع کہاں ملتے تھے جانے دیتا تھا۔ اس لئے اس نے بھی بے داغ اداکاری کا آغاز کر دیا اور سپاہی کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے اس نے بین الاقوامی کارچوروں کے سرعے کو پکڑ لیا ہو۔

عمران کے باہر نکلتے ہی اس نے جلدی سے عمران کا بازو پکڑ لیا۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ عمران کا دسے نکل کر فرار ہو جلتے گئے۔

”ارے ارے۔۔۔ میرا بازو۔۔۔ ارے تمہارا ہاتھ بے پلاس ہے۔۔۔ ادا۔۔۔ ادا۔۔۔ میری پڈی ٹوٹ جائے گی۔“ عمران نے تقریباً دو دینے والے لمحے میں کہا۔

”نادرخان کی پکڑ سے بڑے بڑے سودا نہیں نکل سکے۔“ کیسے نکل جاؤ گے پٹنوز سے؟ نادرنے بڑے استہزاء سے انداز میں کہا اور عمران کو بازو سے پکڑے چوک کی ایک سڑک کی طرف بڑھنے لگا جہاں دو اور سپاہی بھی موجود تھے، عمرا

کو اس طرح گھسیٹ کر لے دیکھ کر پیدل گزرنے والے تجسس اور دل چسپی کی وجہ سے چوک پر اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔

”کیا بات ہے نادرخان۔۔۔ اس بے چارے کو کیوں اس طرح پکڑ کر لادے ہو؟“ چوک پر کھڑے ہوئے ایک سپاہی نے نادرخان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اسلم خان۔۔۔ یہ کارچور سے۔۔۔ کارچور۔۔۔ بہت بڑا کارچور۔“ نادرخان نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

اور کارچور کا سنتے ہی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ دلوں اکٹھے ہونے والے لوگ بھی بڑی طرح چوک پڑے۔ اب وہ سب حیرت سے عمران کی شکل دیکھ رہے تھے جس کے عجیب و غریب ٹیکسی گھرباس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کی کیفیات بھی عجیب تھیں۔ اچانک خوف کی ایک آفتاب سی اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں خوف کے نمایاں تاثرات تھے۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں کارچور نہیں ہوں چور کارچور؟“ عمران نے گلے لگاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چور کار۔۔۔ وہ کیا ہوتا ہے؟“ دوسرے سپاہی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کابل اور شہر کو کہتے ہیں۔ ڈیڈی مجھے ہی کہتے ہیں۔“ عمران نے سہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے کام چور کہو۔ چور کار کیا ہوتا ہے؟“ دوسرے سپاہی نے اپنی قابلیت کی پوری طرح نمائش کرتے

ہوئے کہا

”کام چور۔ ارے ہاں۔ واقعی ڈیڈی پری کہتے ہیں۔ میں
منفردی جی۔ جڑے کی زبان ہے غوطہ کھا جاتی ہے ویسے ایک
بات ہے بزرگ کہتے ہیں گہرائی میں موتی جوتے ہیں۔ اس لئے غوطہ
گہرا ہونا چاہیے۔ عمران کی زبان چل پڑی۔ اب وہ چوک پر
ایک کافی بڑے مجمع کے درمیان ہیرو بنا کھڑا تھا۔
”ایسے سیدھی طرح بات کر۔ لیا وہ قابلیت بھاڑنے کی
کوشش کی تو ایک تھپڑ میں بتیسی نکال دوں گا۔“ نادر خان
نے خوشخوار بلبے میں کہا۔

”بب۔ بب۔ بابا۔ تم شاید ڈیفنل سپیشلسٹ
ہو۔ واہ۔ کیا صدری نسخہ ہے، سالمہ بتیسی باسٹ۔ عمران
نے سہم کر کہا۔ اور مجمع اس کی بات سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔
”تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔“
نادر خان اب مجمع پر امٹ پڑا۔ لیکن لوگ بھلا اس قدر دلچسپ
موقع ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔

”نادر خان۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ کار چور ہے۔ مجھے
تو یہ کوئی احمق سا نوجوان نظر آتا ہے۔“ دوسرے سپاہی
نے نادر خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بالکل بالکل جناب۔ غافل احمق۔ سچا نے سرکار کیسے
انہیں درد می پہناتا دیتی ہے۔“ عمران نے بڑے غوص بھرے
انداز میں سر ملاتے ہوئے کہا۔

اور اس بار مجمع کے حلق سے ٹکٹے والے قبیلے اس قدر زوردار
ہتے کہ ارد گرد کا علاقہ گونج اٹھا۔ وہ عمران کا اشارہ بخوبی سمجھ گئے
تھے۔ نادر خان کے تو جیسے تن بدن میں آگ جگ گئی۔ اس نے بڑی
تیزی سے ہاتھ تھامیا۔ وہ شاید پوری قوت سے عمران کو تھپڑ مارنا
چاہتا تھا لیکن عمران انتہائی پھرتی سے نیچے جھکا اور نادر خان کا تھپڑ مٹا
ہوا ہاتھ پوری قوت سے اپنے ساتھی سپاہی کے گال پر پڑا۔
چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی نادر خان کا ساتھی جھنچھا ہوا زمین
پر جا گرا۔

”اچھا اچھا۔ تو آپ بتیسی نکھو رہے ہیں۔“ دیکھوں نکلی
ہے، کیسی ہوتی ہے۔“ عمران نے تھپڑ تھاکر گرے ہوئے
سپاہی پر تیزی سے جھکے ہوئے کہا۔

اور مجمع کے قبیلوں نے اس بار تو شاید ساری ٹریفک ہی
روک دی۔ ہر شخص تیزی سے ادھر ہی دوڑا ہوا آ رہا تھا۔
نادر خان بالگوں کی طرح کبھی عمران کو دیکھتا اور کبھی زمین پر پڑے
ہوئے اپنے ساتھی کو جسے اب عمران اٹھا رہا تھا۔ اس کی
شانید سمجھ میں اب تک نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔
نیچے گرا ہوا اسپاہی جیسے ہی اٹھا اس نے پہلے تو منہ بھر کر
نادر خان کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور پھر وہ یوں اس
کی طرف لپکا جیسے اُسے کچا ہی چبا جائے گا۔

”ارے ارے۔“ یہ کیا۔ ٹریفک کے محافظ اگر آپس میں
ہی ایک سیڈ ٹکٹ کرنے لگے تو ٹریفک کون کنٹرول کرے گا؟

عمران نے دوسرے سپاہی کے درمیان میں آکر اُسے روکتے ہوئے کہا۔ اس کا اتنا نالایسا تھا جیسے وہ یہاں بطور مجرم نہیں بلکہ بیچ بچاؤ کرانے آیا ہو۔

”یہ کیا جو رہا ہے۔ کیوں مجمع اکٹھا کیا ہوا ہے؟“
ایچانک ایک دھماکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور پھر مجمع پیرتا ہوا ایک ٹریفک سارجنٹ وٹاں پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

نادر خان نے مجھے تعظیم دلا ہے۔
دوسرے سپاہی نے دو دینے والے انداز میں شکایت کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن جناب۔ نادر خان تو ڈیٹل سپیشلسٹ ہے۔ وہ شاید ان صاحب کی بتیسی باہر نکال رہے تھے۔ ویسے جناب بڑا اچھا نسخہ ہے۔ نہ ہی انجکشن لگانے کی ضرورت۔ نہ ادواؤں کی۔ نہ سرسری کرنی پڑی۔ بس ہاتھ گھمایا اور بتیسی باہر۔“
عمران نے سارجنٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔
”کیا کہتے ہو۔“
نادر خان کیا بات سے۔ کیا اسی لئے تہہ پادی ڈیوٹی میں نے یہاں لگائی تھی۔“
ٹریفک سارجنٹ عمران کو جھاڑ کر نادر خان پر چڑھ دوڑا۔

”بچ۔ جناب۔ یہ کارچور ہے۔ میں اسے پکڑ لیا۔ میں اسے تھپڑ مار رہا تھا کہ یہ نیچے جھٹک گیا اور میرا ہاتھ اسلم خان کو لگا۔ جناب میرا قصور نہیں ہے۔“
نادر خان کی ساری

پچھے خانی غائب ہو چکی تھی۔ اور اب وہ بڑے مسکے سے بلبے میں بات کر رہا تھا۔

”کارچور۔ کون کارچور۔ کسے پکڑ لائے تھے؟“
ٹریفک سارجنٹ کارچور کا سنتے ہی سارا اچھکڑا بھول گیا۔ وہ حیرت سے مجمع کو دیکھ رہا تھا۔

”یہ جی۔ یہ شخص کارچور ہے۔“
نادر خان نے جلدی سے عمران کا بازو پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”یہ۔ یہ کارچور ہے۔ کیوں؟“
ٹریفک سارجنٹ حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔

جس نے بڑے مطمئن انداز سے نادر خان کا ہاتھ پر سے جھٹک دیا تھا۔

”ان سے ہی پوچھیں جناب۔ کبھی مجھے کارچور کہتے ہیں کبھی کام چور۔“
عمران نے بڑے مصحوم سے بلبے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نادر خان۔ تم کیسے کہتے ہو یہ کارچور ہے؟“
ٹریفک سارجنٹ نے نادر خان سے پوچھا۔ اُسے شاید عمران کی شکل دیکھ کر اس کے کارچور ہونے کا یقین نہ آیا تھا۔

”جناب۔ اس نے ٹریفک سگنل توڑنے کی کوشش کی تو میں نے اس کی کار ایک طرف لگوائی۔ اس نے خود ہی تسلیم کیا کہ کارچوری کی ہے۔“
نادر خان نے لہجے ہوئے بلبے میں کہا۔

کہاں ہے وہ کار؟ — ٹریفک سارجنٹ نے کہا۔

”ادھر۔۔۔ دوسری طرف کھڑی ہے جناب۔۔۔“ نادرخان نے جواب دیا۔

”کاغذ کہاں ہیں؟ — ٹریفک سارجنٹ نے اس بار عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کاغذ۔۔۔ کاغذ تو شیشی کی دکان پر ہوتے ہیں۔ آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم؟ — عمران نے بڑے معصوم سے ہنسنے میں کہا۔ اور مجمع ایک بار بھرتس پڑا۔

”سیدھی طرح بات کرو۔ میں گاڑی کے کاغذات پوچھ رہا ہوں۔“ ٹریفک سارجنٹ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”گاڑی کے کاغذات۔۔۔ وہ تو سہ کار کے پاس ہوں گے۔“ مم۔ مم۔ میرا کیا تعلق؟ — عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”سہ کار کے پاس کیا مطلب۔ کیا یہ سہ کاری گاڑی ہے؟ — ٹریفک سارجنٹ نے بڑی طرح چوکتے ہوئے کہا۔ اور اب مجمع بھی حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔

”تہہ گاڑی سہ کاری ہوتی ہے جناب۔ آخر حکومت نے حکمہ دیوے بنایا کس لئے ہے؟ — عمران نے میدھا سادھا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”حکمہ دیوے کیا بک رہے ہو؟ — ٹریفک سارجنٹ نے بڑی طرح الجھ کر کہا۔

”آپ ابھی گاڑی کے کاغذات پوچھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے۔۔۔“ یل گاڑیاں حکمہ دیوے چلاتا ہے۔ میں تو نہیں چلاتا کہ ان کے کاغذات میرے پاس ہوں؟ — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اس بار مجمع کے جھگڑوں نے آسمان سر اٹھایا۔

”تم۔ تم۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تمہاری یہ برأت؟ — ٹریفک سارجنٹ بڑی طرح بھڑکیا۔

”آہستہ بولئے جناب۔۔۔ میں شریف شہری ہوں۔ آپ کی طرح باوردی ملازم نہیں ہوں کہ افسروں کی بھانڈیں کھاتا ہوں۔ میں تو بھاریوں کی بجائے ان کے پھل کھاتا ہوں۔“ عمران نے اس بار سچاٹ لہجے میں کہا۔ اور مجمع میں دلی دبی ہنسی ابھرنے لگی۔

”نادرخان۔۔۔ اسلم خان۔۔۔ جھگاوان کو۔۔۔ دفعہ کرو۔ سب کو۔۔۔“ ٹریفک سارجنٹ نے مجمع کی ہنسی پر ہانگی ہونے ہوئے کہا۔

”سب کو۔۔۔ یعنی مجھے بھی اجازت ہے۔ پہلے بھی بڑی دیر ہو گئی ہے۔“ عمران نے مڑتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھہرو۔۔۔ تم کہاں جا سکتے ہو۔ مجھے واقعی تم کوئی بہت بڑے مجرم نظر آ رہے ہو۔“ ٹریفک سارجنٹ نے بڑے غصیلے انداز میں عمران کا بازو پکڑتے ہوئے جبراً کہہ دیا۔

”یعنی میں مجرم ہوں نہیں۔ نظر آتا ہوں۔ واہ۔ کیا

خوب مجرم شناسی ہے۔ آپ کو متحسین مجرم شناسی ملتا ہے؟
 عمران نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔
 "کار کے کاغذ کہاں ہیں۔ جلد ہی بتاؤ۔ ورنہ ابھی جیل بھیج دو
 گا۔" ٹریفک سارجنٹ نے کہا۔
 "کار کے کاغذ کمال ہے۔ اب کاغذ کی کار بھی بننے لگے
 ہے۔ مگر بننا ب۔ میری کار تو بوسے سے بنی ہے۔ کار کا لو
 پیش کر سکتا ہوں۔" عمران نے معصوم سے بچے میں کہا۔
 "اوہ۔ تم بہت گھبرائے ہو۔ ٹریفک ہے۔" دیکھتے
 تھانے۔ ٹریفک سارجنٹ نے اُسے غور سے دیکھتے
 کہا۔

"گھبرا گئے ہو۔ کمال ہے۔ ابھی مجرم لگ رہا تھا
 اب گھبرا گئے لگ گیا ہوں۔" تھوڑی دیر بعد اونچا لگنے لگور
 پھر چوڑا لگور کا..... عمران کی زبان پل پڑی
 اور مجمع کی ہنسی ایک بار پھر سنارٹ ہو گئی۔
 "شٹ اپ۔ تم ضرورت سے زیادہ بکواس کرنے
 عادی ہو۔ چلو تھانے۔ وہاں جا کر دیکھو گا تمہاری زبان
 کتنی چلتی ہے۔" ٹریفک سارجنٹ نے غصے کی شدت
 سے بڑی طرح بڑتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس۔
 بڑی پھرتی سے اپنا سر وں ریو اور نکال لیا۔
 "اے۔ بڑا خوب صورت ریو اور ہے۔" و
 دکھانا تو۔ عمران نے ایک لحنت انتہائی معصوم سے بچ

لہا اور ایک جھگے میں اس نے ہاتھ بڑھایا تو دوسرے ریو اور
 اس کے ہاتھ میں تھا۔ ٹریفک سارجنٹ ایک لمحے کے لئے
 نورشند رہ گیا لیکن دوسرے لمحے وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ اس کے
 ساتھ ساتھ ٹاؤرخان اور اسلم سپاہی جو اب کھڑے نماشا دیکھ
 رہے تھے۔ عمران کے ہاتھوں میں ریو اور دیکھ کر بڑی طرح
 گھبرا کر پیچھے کی طرف ہٹے۔ مجمع بھی گھبرا گیا۔ ان سب کا خیال
 تھا کہ ابھی عمران فائرنگ کرتا ہوا فرار ہو جائے گا۔ لیکن دوسرے
 لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے بھئی کی بھئی رہ گئیں جب عمران نے
 بڑے معصوم سے انداز میں ہاتھ میں تھا ہوا ریو اور واپس ٹریفک
 سارجنٹ کے ہاتھ میں دے دیا۔

"تم آخر ہو کیا چیز؟" ٹریفک سارجنٹ اب پوری طرح
 بچ ہو چکا تھا۔
 "یہ تم نے پہلی بار کام کا سوال کیا ہے مسٹر ٹریفک سارجنٹ؟
 اچانک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ اور ساتھ ہی اس کے چہرے پر
 موجود احمقانہ ابشار انتہائی باوقار سنجیدگی میں تبدیل ہو گئی۔ اور
 یہ تبدیل اس قدر حیران کن تھی کہ ٹریفک سارجنٹ اور مجمع یکجہت
 دم بخود ہو کر رہ گئے۔
 عمران نے حیب سے ایک کار ڈونگا لیا اور اُسے ٹریفک سارجنٹ
 کی طرف بڑھا دیا۔

"لو پڑھ لو۔" تاکہ وہیں معلوم ہو کہ تم کس پر ریو اور نکال دیا۔
 دیکھا
 رہے تھے۔ عمران نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔ دھکا
 لئے تھے۔

اور یوں لگتا تھا جیسے وہ کار کو دھکا نہ لگا رہے ہوں نہ پچانسی پہ چڑھنے جا رہے ہوں۔ غلام پر ہے وہ تو اپنے آپ کو عوام میں بلند تر کوئی چیز سمجھتے تھے۔ ورنہ تو یہ بھی ٹریفک پولیس کے خلاف میں شامل ہے کہ وہ عوام کی خدمت کے لئے کوئی دقیقہ فراموش نہ کریں۔

عمران کی کار دیکھتی ہوئی جب چوک کر اس گر گئی تو عمران نے بڑا شارٹ کر دیا۔ اس کے خیال میں اتنا ہی کافی تھا۔ کار شارٹ ہوتے ہی ٹریفک سارجنٹ اور دونوں سپاہی عمران سائیڈ پر آئے اور انہوں نے ایک بار پھر اسے سیلوٹ مار کارڈ ایسی جگہ ٹریفک سارجنٹ کے ماتھے میں دبا ہوا تھا۔

سنو سے کتنے پڑھے ہوئے ہوئے۔ عمران نے جگہ بدلتے ہوئے ٹریفک سارجنٹ سے پوچھا۔

سر۔ ایف۔ اے پاس ہوں سر۔ ٹریفک سارجنٹ نے جھکاتے ہوئے کہا۔

پھر تو تھوڑی بہت انگریزی پڑھے ہی لوگے۔ اب میرے بار کے بعد کارڈ کو غور سے پڑھنا۔ اس پر انسپکٹر جنرل آف پولیس نہیں بلکہ انسپکٹر جنرل آف پبلک ٹکھا ہوا ہے۔ اور پوچھو اور پبلک سے درمیان جو فرق ہے وہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ایک جھٹکے سے کارڈ آگے بڑھا دی۔ اس نے بیک مرر میں دبا کر ٹریفک سارجنٹ نے بوکھلا کر ماتھے میں کپڑے ہونٹے کا

دیکھا اور دوسرے لمحے وہ یوں اچھلا کہ جیسے اس کے پیروں تلے چھٹ پڑا ہو۔ بیک مرر میں دور سے بھی اس کا جھوٹا ہوا ہنرہ صاف نظر آرہا تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ اب وہ اسے ہیوی موٹر سائیکل کی طرف دوڑ لگائے گا۔ اور پھر انتقام کی آگ میں تپ کر اس پر چڑھ دوڑے گا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ جب تک وہ اس کے پاس پہنچتا وہ ایسے موٹر کے خریبہ رانا دس میں پہنچ چکا ہوگا۔ چنانچہ اس نے مسکرا کر کار کی رفتار دیرینہ کم کر دی وہ دل ہی دل میں ٹریفک سارجنٹ اور سپاہیوں کی حالت زاد پر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ یہ ایسی چوٹ تھی جو شاید انہیں عمر بھر یاد رہے گی۔

ہوا۔ ایئر کنڈیشن ڈبے کے کوئے بھی مسافروں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ ایئر کنڈیشن ڈبے تقریباً ٹرین کے وسط میں تھا۔ نوجوان بریٹ کیس مٹیالے تیزی سے مشین کے لیٹرین کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑی پھرتی سے بریٹ کیس کو دائر ٹینک کے پیچھے ڈبے کی دیوار کے درمیان خلا میں پھنسا دیا اور پھر برقی رفتار سے باہر آگیا۔ لیٹرین کا دروازہ بند کر کے اس نے جیب سے ایک مڑا ہوا کیل سا نکالا اور اس کے لاک میں ڈال کر اسے مخصوص انداز میں گھما دیا۔ ٹرین ابھی اسٹیشن کے آخری حصے پر تھی، اور دور سے اسٹیشن پر کھڑے ہوئے لوگ اپنے اپنے عزیز واقارب کو ہاتھ جلاہا کر اوداع کہہ رہے تھے۔ جب کہ ٹرین کے ہر دروازے اور کھڑکی سے لوگ باہر کو نکلے ہوئے تھے اور وہ سب بھی ہاتھ جلاہا کر اپنے عزیز واقارب کو سلام کر رہے تھے۔

غیر ملکی نوجوان لیٹرین کا دروازہ لاک کر کے تیزی سے دوسری طرف کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اُسی لمحے ٹرین کی رفتار ہلکا کھا کر تیز ہونے لگی۔ لیکن غیر ملکی نوجوان انتہائی پھرتی سے نیچے اتر کر کچھ لمحے ٹرین کے ساتھ ساتھ دوڑتا رہا پھر گریگا۔ اس طرف چوں کہ لوگ کھڑکیوں اور دروازوں میں موجود نہ تھے۔ اس لئے وہ رکنے کے بعد اس وقت تک کھڑا رہا جب تک ٹرین کا آخری ڈبہ نہ کھل گیا۔ وہ اب جاتی ہوئی ٹرین کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ موجود تھی۔ اس

سچے ایکسپریس لیٹرین داران حکومت کے بیٹے دیو۔ اسٹیشن پر آکر رکی تو سب کھیلوں افراد ٹرین سے اترے اور اس میں سوار ہوئے۔ یہ مملکت بھاشا نہ کی مین ٹرین تھی۔ پر ہر وقت بے پناہ ریشں دھتا تھا۔ اور اس وقت بھی عام حالات کی طرح ٹرین کا ہر ڈبہ غورتوں اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ خاص طور پر پشاور کلاس کے ڈبوں میں جن کی تعدد خاصی تھی۔ مسافروں کا اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ

بہت تھی۔ ٹرین کے آگے بڑھنے کا وقت ہوا تو کارڈ نے جھنڈی دو اور ٹرین روانگی کی دسل دے کر آہستہ آہستہ کھینے لگی۔ اسی اس کے ایئر کنڈیشن ڈبے کے سامنے کھڑا ایک غیر ملکی نوجوان جس کے ہاتھ میں ایک بریٹ کیس تھا۔ بیک کر ڈبے میں دا

بار صلح افزاوشین گنیں سنبھلے خاموش کھڑے ہوئے تھے۔
 انہوں نے ان دونوں سے کوئی بات نہ کی۔ اور وہ دونوں
 برآمدے سے ہوتے ہوئے درمیان فی راہ داری میں بڑھتے گئے۔
 اور راہ داری کے آخر میں ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ
 کر وہ رک گئے۔ دروازہ بند تھا۔ ڈمایوہ نے ہاتھ اٹھا کر
 دستک دی۔
 تیس۔ تم ان کا۔ اندر سے ایک غراتی ہوئی آواز
 سنائی دی۔

اور اس کے ساتھ ہی جس طرح میکا کی انداز میں بھاگ نکلا
 نا اسی طرح کمرے کا دروازہ بھی کھلتا چلا گیا۔ اور وہ دونوں
 جیسے جیسے سر جھکائے اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ
 تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بڑی سی میز کے چاروں طرف ایک
 ٹی بڑی موچکوں اور تیسے تہہ اور سڈول جسم کا غیر ملکی بیٹھا ہوا
 تھا۔ اس کے چہرے پر انتہا درجے کی سخت غمگینی تھی۔
 میکا رپورٹ ہے۔ غمگینی نے عزتے ہوئے کہا۔
 اور۔ کے سر۔ برہت تیس رکھنے والے نے انتہائی
 ٹوہ پائے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 کتنا وقت لگایا تھا۔ غیر ملکی نے عزتے ہوئے

پوچھا۔

آدمے گھنٹے کا۔ اسی نے جواب دیا۔
 جس نے پہلے جواب دیا تھا۔

کے بعد وہ لاپتہ کر کے اسٹیشن میں داخل ہوا اور اطمینان
 سے چلتا ہوا گیٹ سے باہر آگیا۔ پارکنگ میں کھڑی سیار
 رنگ کی کار کے ساتھ ایک غیر ملکی فوجان بڑی بے چینی کے
 عالم میں اُسے آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔
 کیا رہا مائیکل کا۔ کار کے قریب کھڑے فوجان نے
 بے چین ہجے میں آنے والے سے پوچھا۔
 "کامیابی؟" مائیکل نے مسکرتے ہوئے کہا اور کار
 دروازہ کھول کر اندر چلے گیا۔

پوچھنے والا سر ملتا ہوا جلدی سے ڈرائیوگ سیٹ پر بیٹھا
 اور دوسرے لمحے کار ایک جگہ سے آگے بڑھ گئی۔
 "کسی کو شبہ تو نہیں ہوا؟" ڈرائیور نے بے چین
 ہجے میں پوچھا۔

"شبہ۔ ان احمقوں کو کیا شبہ ہو سکتا ہے؟"
 مائیکل نے طنز پر ہجے میں جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے سر ہلاتے
 ہوئے گاڑی رفتار تیز کر دی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد گاڑی ایک رہائشی کلاؤڈ
 میں داخل ہوئی۔ اور پھر ایک وسیع و عریض کوئٹی کے
 گیٹ پر جا کر رک گئی۔ ڈمایوہ نے مخصوص انداز میں تین بار بار
 دیا تو میکا کی انداز میں بھاگ نکلا چلا گیا۔ اور ڈرائیور کا دانا
 لیتا چلا گیا۔ برآمدے کے سامنے بڑے سے پورچ میں اس نے
 کار روٹی اور پھر دونوں ہی نیچے اتر آئے۔ برآمدے میں

"حفاظتی انتظامات"—باس کا لہجہ بدستور درخشت تہ
 "یشرین کا درد دانہ لاک کر دیا ہے۔ اب وہ آسانی سے کھو
 نہیں جاسکتا جس ڈبے میں وہ رکھا گیا ہے وہ یشرین کے
 وسط میں ہے۔ اور پوری یشرین ہی اس سے اثر انداز ہوگئی"
 اسی نوجوان نے سر جھٹکاتے ہوئے جواب دیا۔
 "کوئی تعاقب—کوئی شبہ"—غیر ملکی نے اس
 بار قدرے نرم لہجہ میں بات کی۔

دیا۔ اور کہے۔ جاؤ۔۔۔۔۔ غیر ملکی نے کہا۔
اور وہ دونوں ہر جھپکائے واپس مڑے اور مڑے تے
باہر نکل گئے۔۔۔۔۔ دروازہ ان کی پشت پر بند ہو گیا۔ دروازہ
بند ہوئے ہی غیر ملکی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی
اور پھر باس نے پاس مڑے تے ایک بڑے سے ریڈیو کا
سوئچ آن کر دیا۔۔۔۔۔ ریڈیو سے بھاشانہ کی وہی موسیقی سنائی
دے رہی تھی۔ باس خاموش بیٹھا گھڑی کو دیکھتا رہا۔ اس کے
خیال کے مطابق ٹرین کو روانہ ہونے آدھے گھنٹے سے زیادہ
وقت ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ اور پھر اچانک موسیقی بند ہوئی۔ اور
انڈسٹر کی آواز ابھری۔

”میں بڑے افسوس سے یہ خبر دے رہے ہیں کہ ابھی بخاریہ در پہلے شیر ایک پرسیں ٹرین کو جو دارالحکومت سے روانہ ہوئی

قی خوف ناک حادثہ پیش آ گیا ہے۔ یہ حادثہ دارالحکومت ریولے
 شیش سے بیس میل دور راجوکا اسٹیشن کے قریب پیش آیا
 ہے۔ ٹرین جیسے ہی راجوکا ریولے اسٹیشن کے آؤٹر
 فٹل کے پاس پہنچی، ایک خوف ناک دھماکا ٹرین کے درمیانی
 بے میں ہوا۔ اور اس کے بعد پوری ٹرین کے ٹرے
 نمایں کھڑے چلے گئے۔ ایک محتاط انداز سے کئے مطابق
 ۱۰ کم پانچ سو سا فرط لاک اور دوسرا سے زائد زخمی ہوئے
 ہیں۔ اعلیٰ حکام اور امدادی ٹرینیں موقع پر پہنچ گئی ہیں۔
 زخمیوں کو قریبی ہسپتالوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حکام
 مطابق یہ خوف ناک حادثہ ٹرین کا روانی کا نتیجہ ہے مزید
 تحقیقات جاری ہیں۔

اور اس اعلان کے بعد خزانہ میں موسیقی شروع ہو گیا۔ اور
اس نے مسکراتے ہوئے ریڈیو کا سوئچ آف کر دیا۔ اس
بھرے پر ایسا گھبراہٹیاں تھا جیسے اتنے افراد کی طاقت
اس کی کسی انتظامی جس کو کیمن اپنی ہو۔ وہ بھوکے
پرستے کی طرح چند لمحے بیٹھا دانت ٹکراتا رہا۔ پھر اس نے
خبر پڑھا کہ میرٹھ ریڈیو اسٹیشن فون اسٹی طرف کھسکایا اور ریپور
ڈاکر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دئے۔

”یہیں — کالینچ سپیکنگ — رابطہ قائم ہوتے
 دو دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔
 ”ٹارگٹ نمبر ۲ منصوبے کے مطابق مٹ ہو گیا ہے۔ اب

قدمات کی پورٹ ملتی رہے۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔
 "کرنل شریف۔ لیکن اس سے پہلے اس کا نام ہمیں
 نہیں بتایا گیا۔" چارلس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "اس وقت کرنل شریف ملک سے باہر تھا۔ اور اس کی
 اسپ کی ابھی کوئی توقع نہ تھی۔ لیکن شاید سوانی جہاز کے
 حادثے کے بعد اسے جنگی طود پر واپس بلا لیا گیا ہے۔ وہ
 آج صبح ہی واپس آیا ہے۔" آرنلڈ نے جواب دیا۔
 "اگر وہ تیز طراد اور ذہین آدمی ہے تو مشن سے پہلے اس کا
 ماتمہ کیا جانا ضروری ہے۔" چارلس نے کہا۔
 "میرا خیال ہے ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ
 سی بی کے ہمارے لئے خطرہ ثابت ہونے لگا تو پھر اس کا ماتمہ
 یا جاسکتا ہے۔ اور اس کا ماتمہ کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔
 بول کہ اس کا چیت اسسٹنٹ کیپٹن تمیز الدین ہے۔ کیپٹن
 نیری کہا جاتا ہے انتہائی عیاض ٹائپ آدمی ہے اسے آسانی
 سے بلیک میل کر کے کرنل شریف کا ماتمہ کرایا جاسکتا ہے۔"
 آرنلڈ نے جواب دیا۔

"بہر حال تم پوری طرح ہوشیار رہنا۔ اس کے متعلق بھی ہمیں
 وقت پر پولیس ملنی چاہیے۔" ہم مشن کے آغاز سے پہلے اس
 اس میں موجود ہر خطرہ کو دور کر دینا چاہتے ہیں۔ اور کیپٹن تمیزی
 دور بیان میں لاسے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کام ہم خود کر
 لیتے ہیں۔ اس کے لئے سہارے کی ضرورت نہیں۔ تم صرف

"اور کے۔ اگر ایسا ہو جائے تو مشن کی کامیابی اور زیادہ
 قریب ہو جائے گی۔" آرنلڈ نے جواب دیا۔
 "یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ بھاشانہ کے لوگ ہمارا مقابلہ نہیں
 کر سکتے۔ یہ ابھی ہماری ذہانت اور کارکردگی سے سیکڑوں
 سال پیچھے ہیں۔ تم بس اتنا کر دو کہ حکام اور عوام کے رد عمل
 سے ہمیں برابر مطلع کرتے رہو۔ تاکہ ہم اس کے مطابق اپنے
 مشن کو آگے بڑھا سکیں۔" چارلس نے کہا۔
 "بلیک ہے باس۔ ویسے میرا خیال ہے کہ سوانی جہاز
 کے حادثے کے بعد اب ٹرین کے اس خوف ناک حادثے
 نے پورے بھاشانہ کو مارا کر رکھ دیا ہے۔ اور شاید صدر
 مملکت کوئی جنگی میٹنگ کال کریں۔" آرنلڈ نے توقع
 ظاہر کرتے ہوئے کہا۔
 "اگر ایسا ہو سب آرنلڈ۔ تو ہمیں اس میٹنگ کی مکمل
 کارروائی سے باخبر ہونا چاہیے۔" چارلس نے تیز لہجے
 میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ ٹیپ شدہ کارروائی آپ تک
 پہنچ جائے گی۔ میں نے سب کچھ سوچ کر پہلے ہی منصوبہ بندی
 کی ہوئی ہے۔ مجھے بس یہاں کی سیکورٹی سروس کے
 چیف کرنل شریف سے خطرہ ہے۔ کیوں کہ کرنل شریف
 خاصا تیز طراد اور ذہین واقع ہوا ہے۔ میں نے اس کی
 نگرانی کے لئے آدمی چھوڑ دیئے ہیں۔ تاکہ اس کی کارکردگی اور

۴۲
کرنی شریف کا حدود اور جہت یاد دینا۔ باقی کام چنگی بجاتے میں ہو جائے گا۔ چارلس نے زور دے کر کہا۔
”ٹھیک ہے باس۔ میں آپ کو بتا دوں گا۔ ویسے وہ اتنے بھی تیرمطرا آدمی نہیں ہے کہ ہم سے مقابلہ کر سکے۔ اس لئے اگر کے متعلق زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں۔“ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”پریشانی۔ اور ڈی۔ ایف کو۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو ڈی۔ ایف کو پریشان کرنے والا ابھی اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی ہم نے کبھی پیدا ہونے دیا ہے۔ بہر حال محتاط رہنا ضروری ہے۔ اور۔۔۔ گڈ بائی؟“ چارلس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے پہرے پر گھبرے المیہ خان کے آٹا رہنمائی تھے۔

بھاشا نے سیکرٹ ممبرس کے جیڈ کو آرٹر کے آپریشن روم میں ایک بڑی سی میز کے نیچے ایک بھاری جسم اور درمیلے قد کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ کسی ملٹاگ کی طرح سو جا ہوا تھا۔ آنکھوں سے شدید پریشانی اور الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ جڑ سے پہنچے ہوئے تھے۔ اور وہ بار بار اپنی منٹھیاں پیچ کر سامنے موجود میز پر گئے برسنا شروع کر دیتا۔ اس کے چہرے کے عضلات یوں پھٹک اٹھتے جیسے اس پر اچانک رشتہ کی بیماری کا اٹیک ہو گیا ہو۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد لیکن سڈول جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔ نوجوان کے جسم پر بہترین قریش کا سوٹ تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ٹھوڈی ٹوکیٹی تھیں۔ پہرے سے سخت گیرمی عیاں تھی۔
”کیا رپورٹ ہے کیپٹن تیرنزی۔“ کچھ پتہ چلا۔۔۔ کرسی کے

جیسے بیٹھے ہوئے شخص نے کتے والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کچھ بہتر نہیں چل رہا کرنل۔ اعلیٰ درجہ کی بات ملے ہے کہ ٹرین کے ایئر کنڈیشن ڈبے میں انتہائی خوف ناک بم رکھا گیا ہے۔ اور یہ بم دروازے کے قریب ہی لیٹرین میں رکھا گیا ہے۔ یہ سب کچھ راستے میں مسافروں نے شکایت کی تھی کہ لیٹرین کا دروازہ لاک ہے باوجود کوشش کے نہیں کھل سکا۔“ کیپٹن تیززی نے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”باکاریلوے اسٹیشن پر انکو انری کر فی تھی۔“ انفر کسی نے کسی نے ان لوگوں کو فزور دیکھا ہوگا جنہوں نے یہ بم رکھا ہے۔“ کرنل نے متنباتے ہوئے کہا۔

”میں نے وہاں بھی انکو انری کی ہے۔ لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو اس کے متعلق کچھ بتا سکے۔“ کیپٹن تیززی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”صورت حال انتہائی گزرا ہے کیپٹن۔ اعلیٰ درجہ سخت پریشان ہیں۔ ان تحریکی کا ردوائیوں کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اور ظاہر ہے اس قدر خوف ناک تحریکی کا ردوائیاں بے مقصد نہیں کی جاتیں۔“ مجھ پر زبردست وباؤ پڑ رہا ہے۔ کہیں ان کے مقصد کو تلاش کروں۔“ کرنل نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن کوئی جواب دیتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی گرجت آواز سے بچ اٹھی۔ کرنل نے رسیور اٹھایا۔

”چیت آف سیکرٹ سروس کرنل شریف سپیکنگ۔“
کرنل نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”ہائس۔“ میں واجد بولی رہا ہوں۔ میں نے باکاریلوے اسٹیشن کے ایک ایسے قلعی کو ڈھونڈھ نکالا ہے۔ جس کا بیان ہے کہ اس نے ایک آدمی کو ٹرین چلتے وقت لیٹرین میں گھستے دیکھا تھا۔ ایئر کنڈیشن بوگی کی لیٹرین میں۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ایک غیر ملکی نوجوان تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا بریٹ کیس بڑا ہوا تھا۔ وہ بریٹ کیس سمیت لیٹرین میں گھستا چلا گیا۔ اگر آپ کہیں تو میں اس قلعی کو مجید کو انٹرے آؤں گا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو۔“ کرنل شریف نے تیز لہجے میں پوچھا۔ واجد کی رپورٹ سے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔

”میں ریلوے اسٹیشن سے ہی بولی رہا ہوں جناب۔“
واجد نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ تم دین رکو۔“ میں اور کیپٹن تیززی وہیں آ رہے ہیں۔ یہ ایک اہم کلیو ہے۔“ کرنل شریف نے کہا۔ اور پھر دوسری طرف سے کوئی جواب سنے بغیر اس نے رسیور کو پٹل پر رکھا۔ اور ایک جھکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آؤ کیپٹن۔“ واجد نے واقعی اہم کلیو تلاش کی ہے۔“
کرنل شریف نے کہا۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی

حرف بڑھ گیا۔ کیپٹن تمیزی بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔

اور چند لمحوں بعد ان کی کار تیز رفتار سی سے ریوے اسٹیشن کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”غیر ملکی نوجوان سے تو یہی مطلب نکلتا ہے کہ ان تجزیہ کاروں کو آپ کے پیچھے کوئی غیر ملکی تنظیم کام کر رہی ہے۔“ کیپٹن تمیزی نے جوڈرائنگ سیدٹ کے ساتھ والی سیدٹ پر بیٹھا تھا۔ ڈرائیو بنگ کرتے ہوئے کرنل شریفین سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ لیکن اب یہ وضاحت ضروری ہے کہ قلی کسے غیر ملکی کہہ رہا تھا۔ کیا وہ کسی ہمسایہ ملک کا باشندہ تھا یا کسی یورپی ملک کا۔“ کرنل شریفین نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور کیپٹن تمیزی نے بھی اثبات میں سر ہلادیا۔

فقوڑی دیر بعد ان کی کار دارالحکومت باکا کے خوبصورت اور وسیع و عریض ریوے اسٹیشن کے پورچ میں جا کر رک گئی اور کرنل شریفین اور کیپٹن تمیزی دونوں ہی باہر اتر آئے۔ اسی لمحے برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ایک لمبا ترنگا نوجوان ان کی طرف لپکا۔

”کہاں ہے وہ قلی۔“ کرنل شریفین نے آنے والے سے پوچھا۔

”وہ انکوائری روم میں بیٹھا ہوا ہے۔ بلاؤں اُسے آنے والے نے پوچھا۔“

”ہاں۔ بلاؤں اُسے۔“ کرنل شریفین نے ادھر ادھر

دیکھتے ہوئے کہا۔ اور واجد تمیزی سے واپس مڑ گیا۔

”یہاں راستے میں بات کرنے کی بجائے ہمیں کسی ریٹورنٹ کے فیملی کین میں بیٹھ جانا چاہیے۔“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔ ”نیکس ہے۔“ بارگرا ریٹورنٹ ٹھیک رہے گا۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔ تم اور واجد اس قلی کو لے کر وہیں آ جاؤ۔“ کرنل شریفین نے کہا اور پھر وہ تمیزی سے قدم اٹھاتا دائیں طرف بڑھنے لگا۔

بارگرا ریٹورنٹ اسٹیشن کی حدود کے اندر ہی ایک خوبصورت اور جدید ریٹورنٹ تھا۔ جسے ابھی حالی ہی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ کرنل شریفین قدم بڑھاتا ایک بڑے فیملی کین کی طرف بڑھتا گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ کین میں جا کر بیٹھا۔ ویٹر اس کے سر ہو گیا۔

”ابھی جاؤ۔“ جب میرے ساتھی آجائیں گے پھر بلا لوں گا۔“ کرنل شریفین نے انتہائی کثرت لہجہ میں کہا۔ اور ویٹر اس کا ہنسنے ہی کا دن دہلنے واپس مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد ہی کیپٹن تمیزی اور واجد ایک ادھیڑ عمر قلی کو ہمراہ لے گئے کین میں داخل ہوئے۔ قلی خاصا سہما ہوا تھا۔ شاید واجد نے اُسے بتا دیا تھا کہ وہ کون ہیں رقی نے اندر آتے ہی بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

”واجد۔“ تم باہر ٹھہرو۔ اور خیال رکھنا کہ کہیں ہمارے گرائی تو نہیں ہو رہی۔“ کرنل شریفین نے واجد سے

مناطوب ہو کر کہا۔ اور واجد سر ملاتا ہوا کہیں سے باہر نکل گیا۔
”بیٹھ جاؤ۔ اور سغو۔۔۔ اگر تمہارے دل میں اپنے وطن
کی محبت موجود ہے تو سب کچھ سچ بتانا۔۔۔“ کرنل شریف نے
ادھر سے قلی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔۔۔ میں سچ بتاؤں گا جو کچھ میں نے دیکھا ہے۔
قلی نے مودبانہ بیچے میں کہا۔ اور پھر کرنل کے سامنے والی کرسی
بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ جب کہ کپٹن تمیزی نے اس
کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ لی۔

”تمہارا نام کیا ہے۔۔۔“ کرنل شریف نے قلی کو غور سے
دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جناب۔۔۔ میرا نام اسلام الدین ہے۔ میں کسان کالونی
میں رہتا ہوں۔ اور گزشتہ دس سالوں سے یہاں قلی کا کام کرتا
ہوں۔“ قلی اسلام الدین نے از خود اپنا پورا تعارف کر لیا
ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اب تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا۔“
کرنل شریف نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”جناب۔۔۔ میں یہاں آکر دیکھنے آیا۔۔۔“ کرنل شریف نے
مسافروں کا سامان رکھا۔ انہوں نے مجھے سونے کا نوٹ دیا۔
میرے پاس رہ گئی نہ تھی۔ اس لئے میں اپنا بیج ان کے حوالے
کر کے اُسے تڑوٹے چلا گیا۔ بڑا نوٹ تڑوٹے تڑوٹے مجھے دیر
ہو گئی۔ چنانچہ جب میں ڈبے کے پاس پہنچا تو گاڑی چل پڑی تھی

میں نے دیکھا کہ ایک لمبا سا نوجوان جو غیر ملکی تھا۔ ہاتھ میں بریف کیس
اٹائے چلتی گاڑی پر چڑھ گیا۔ اور جناب سیدھا لیٹرین میں
گھس گیا۔ میں بھی اوپر چڑھا اور میں نے اپنے مسافر کو بٹکا یا رقم
دے کر جلدی سے اس سے اپنا بیج لیا۔ اور چوں کہ گاڑی
چل رہی تھی۔ اس لئے میں فوراً واپس آ گیا۔ بس جناب میں
نے یہی دیکھا ہے۔“ اسلام الدین نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

”تم واپس اُسی دروازے سے اترے تھے جہاں وہ لیٹرین تھی
یا کسی اور دروازے سے اترے تھے۔“ کرنل شریف نے
چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

”اُسی دروازے سے جناب۔ اس وقت لیٹرین بند تھی۔
قلی نے جلدی سے جواب دیا۔

”اچھا۔ اس کا علیہ اور لباس کی تفصیل بتاؤ۔ لیکن دیکھو
سرچ کر بتانا۔“ کرنل شریف نے کہا۔

اور قلی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بڑی تفصیل سے
علیہ اور لباس کی تفصیلات بتا دیں۔

”اس کے بعد تم نے اُسے دیکھا۔“ کرنل شریف نے
پوچھا۔

”نہیں جناب۔۔۔ پھر میں نے اُسے نہیں دیکھا۔“ قلی
نے جواب دیا۔

”اب اگر اُسے دیکھ لو تو پہچان سکتے ہو۔“ کپٹن تمیزی

نے پہلی بار سوال کیا۔

”جناب۔ بالکل پہچان لوں گا۔“ قلی نے بڑے باوقار
لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ ایک بار پھر سوچ لو کہ جو کچھ تم نے بتایا ہے۔ وہ
درست ہے۔“ کرنل شریف نے اس بار قدرے سخت
لہجے میں کہا۔

”بالکل جناب۔ بالکل سچ ہے جناب۔“ قلی نے
جواب دیا۔ البتہ کرنل شریف کی بات میں کراس کی آنکھوں میں
حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”ماٹھ اٹھا لو۔ تم ہمیں احمق سمجھتے ہو۔“ اچانک
کرنل شریف نے جیب سے دیوالور نکال کر قلی پر تان لیا۔ اس
کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ کیپٹن تیزی کے چہرے پر
یہ سوجش دیکھ کر حیرت کے تاثرات ابھر اُٹے تھے۔ لیکن اس نے
بھی جلدی سے دیوالور نکال ہی لیا۔

”تم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔“ قلی نے نہ صرف
بوکھلا کر ماتھ اٹھالے تھے بلکہ وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس
کے چہرے پر شدید ترین خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

”تمہارے بیان کے مطابق جب تم ڈبے کے پاس پہنچے تو
وہ غیر ملکی اور چرچہ رہا تھا۔ اور پھر وہ سامنے والی لیٹرین میں
گھس گیا۔ تم اس کی پشت پر تھے۔ تم تو اس کا چہرہ دیکھ ہی نہ
سکتے تھے۔ پھر تم نے اتنی تفصیل سے اس کا حلیہ کیسے بتا دیا

تمہاری بتائی ہوئی تفصیل سے تو یوں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے تم اُسے
سامنے بٹھا کر کسی گھنٹے دیکھتے رہے ہو۔“ بولو۔ کیوں تم نے
یہ جھوٹ بولا ہے۔ دیکھو۔ اگر اب ہمیں احمق بنانے
کی کوشش میں کی تو یہیں ڈھیر کر دوں گا۔“ کرنل شریف نے
پھاڑ کھٹنے والے لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن تیزی یوں سر ہلانے
لگا جیسے کرنل شریف کی عقل مندی کی داد دے رہا ہو۔

”بچ۔ جناب۔ میں نے جھوٹ نہیں بولا جناب۔ لیٹرین
کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے ایک لمحے کے لئے مڑ کر دیکھا
تھا جناب۔ اور میں نے اس کا چہرہ دیکھ لیا تھا جناب۔ اور

جناب میں قلی ہوں۔ مجھے مسافروں کے چہرے یاد رہتے ہیں
جناب۔ میں نے قطعی جھوٹ نہیں بولا جناب۔“ قلی نے
بڑی طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور کرنل شریف نے چند
لمحے اُسے غور سے دیکھنے کے بعد دیوالور واپس جیب میں ڈال لیا
کیوں کہ قلی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سچ کہہ رہا
ہے۔

”ہوں۔“ ٹھیک ہے جاؤ۔“ کرنل شریف نے کہا اور
قلی یوں تیزی سے مڑ کر باہر نکلا جیسے اگر اُسے ایک لمحے کی بھی
دیر سوجھی تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

”گتے تو آپ نے خوب نکالا تھا باس۔“ کیپٹن تیزی
نے بھی دیوالور زیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”وہ نوجوان لازماً گاڑی سے اترتا ہو گا۔ کیوں کہ یہاں سے چلنے

کے بعد گاڑی حادثے کے مقام تک کہیں بھی نہیں رکی اور وہ خود اپنی جان پر نہیں کھیل سکتا۔ لہذا اسے بتایا کہ اس ہونے سے پہلے وہ لڑائی چیتے اترنا ہوگا۔ اسی لئے اس نے لیٹرین کو لاک کر دیا تھا تاکہ ہم پھٹنے سے پہلے کوئی اُسے چیک نہ کر سکے۔ اور ایسی صورت میں اُسے فائیس جلتے ہوئے ضرور دیکھا گیا ہوگا۔ تم ایسے کرو کیپٹن۔ کہ حلیہ بنا کر تمام قلیوں اور ریلوے کے عملے سے پوچھ گچھ کرو۔ کوئی نہ کوئی ضرور معلومات دہیا کرے گا۔
کرنل شرفین نے اچھے ہوئے کہا۔

”بھیکس ہے سر۔“ کیپٹن تیززی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”تمام سیکرٹ سروس کو یہ حلیہ بتا کر شہر میں پھیلادو جہاں اس جیلے کا کوئی آدمی فکر آئے اس کی سختی سے نگرانی کی جائے اور مجھے رپورٹ خود اپنی پائی جائے۔“ کرنل شرفین نے تیزز بے میں کہا اور پھر تیززی سے قدم اٹھانا کہیں سے باہر نکل کر کینے کے بیرونی ٹھیک کی طرف بڑھنا گیا۔

عمران نے ٹریفک سارجنٹ سے جان چھڑا کر رانا گاؤس میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ اب ٹریفک سارجنٹ بغیر کچھ سوچے سمجھے اس پر چڑھ دوڑے گا۔ کار پورچ میں روک کر دھینچے اترتا تو براہ راست سے میں کھڑے جوزف اور جوانان کے چہرے مسرت سے کھل اُٹھے۔ عمران غصے و جوش کے بعد ادھر آیا تھا۔

”ہاں بھیا۔“ بلیک ٹائیگرز کی جوڑی کا کیا حال ہے؟
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس۔“ جوڑی ادا اس ہے؟ جوزف نے منہ ہلکتے ہوئے کہا۔

”تو بھیر میں تمہاری جگہ جیلے کی جوڑی کیوں نہ لے آؤں۔ کہ

اداس بھی نہ ہوگی اور خرچہ بھی بچ جائے گا۔ اسے ڈرمون کے حساب سے شراب پی جلتے ہو۔ اور پھر بھی جو ڈی اداس ہے کیوں؟ عمران نے کاٹ کھلنے والے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ ہم ناکارہ ہو گئے ہیں۔ باس۔ جو ذن دی گریٹ جس سے سرکنڈوں کا سانپ بھی خوف زدہ رہتا تھا بے کار ہو گیا ہے۔ باس۔ اب اڑتی ہوئی چیل بھی مجھے دیکھ کر غوطہ نہیں کھاتی۔ باس۔ اب دلدل کا سرخ مینڈک بھی مجھ سے بہتر ہو گیا ہے۔ وہ اچھل تو لیتا ہے۔ جو ذن نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”یہ تو گیا کام سے۔ اسے تو میں اب سرخ مینڈک سے کشتی لڑنے اور اڑتی چیل کے پر گھٹنے اور سرکنڈوں کے سانپ کا زہر لانے کے لئے واپس افریقہ بھیج دیتا ہوں۔ تم بتاؤ جو انا تم کیا کہتے ہو۔ عمران نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”باس۔ آپ چاہے جو کچھ کہیں میں اپنی بے کاری سے تنگ آ گیا ہوں۔ ماسٹر کلرڈ کا جوانا۔ جو زندگی کو بھرپور انداز میں گزارنے کا عادی تھا۔ اب ماسٹر عمران کا جو نیربشنگے بعد سوائے جھایاں لینے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ جوانا نے بھی جڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تم دونوں نے میرے خلاف سازش تو نہیں کر لی۔ ایک ہی سہمی بول رہے ہو۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر۔ آخر آپ ہمیں کیوں بے کار پال رہے ہیں۔ کچھ کام کرنے دیجئے۔ جوانا نے کہا۔ جو ذن خاموش ہی رہا۔ شاید وہ ان کی دھمکی سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔
 ”کیوں کام کرنا چاہتے ہو۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”باس۔ اپنے مخالفین کی فہرست میرے ہاتھوں میں ہے کیجئے۔ اور پھر دیکھئے جو انا کس طرح ان مخالفین کو جہنم میں دھکلتا ہے۔ جوانا نے اشتیاق سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اس کی غصوں میں ایک لحنت چمک اُبھر آئی تھی۔
 ”اس وقت تو میرا سب سے بڑا مخالف جو ذن ہے۔

عمران نے آنکھیں نیچاتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں ماسٹر۔ ایسے نہیں۔ اصلی مخالفین کے نام بتاؤ؟ جوانا نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اب تم مجھو رگرتے ہو تو سنو۔ میں تم دونوں کو ایک کام بتاتا ہوں۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ضرور بتاؤ ماسٹر۔ ضرور بتاؤ؟ جوانا نے چپکتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں شہر کے ہر کیف بار روم اور ہوٹل میں جاؤ۔ اور وہاں جا کر ایسے بڑے مجرموں کی ٹوہ لگاؤ جو غیر قانونی کاموں میں ملوث ہوں۔ تم زیر زمین دنیا میں اینٹاگر وپ بتاؤ۔ بلیک ڈیٹھ گروپ۔ اور خوب ادھم مچاؤ۔ بس اتنا کام کرنا کہ جب

بیٹہ گئے۔

دل چپنی نہ لی۔

اور تھوڑی دیر بعد عمران کی کار رانا ہاؤس سے نکل کر کیٹھ شانی لاک کی طرف دوڑنے لگی۔ عمران چوں کہ خار غ تھا۔ اس لئے بس تماشا دیکھنے کے لئے وہ ایسی حرکتیں کر رہا تھا۔ کیٹھ شانی لاک کا انتخاب بھی اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ ماسٹر شانی لاک کتنے کی دم ہے۔ وہ آسانی سے سیدھا ہاؤس جگا اور ابھی خاصی تفریح رہے گی۔ تھوڑی دیر بعد کار کیٹھ شانی لاک کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ اور عمر سمیت وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

ٹھیکاً سب سے بائیں۔ اب آپ ہمارے کام میں مدد نہ کریں اور دیکھیں کہ بلیک ڈیوٹ کیا کرتی ہے۔ جو انا نے بڑے تحیر آمیز نظروں سے کیٹھ کے دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

دیر ہجرت دیر ہجرت۔ اتنی جلدی کی ضرورت نہیں۔ پناہ گاہ پر کام۔ ابھی تو صرف شانی لاک کو دھکی دو گئے اسے سیدھا بوجھنے کا نوٹس دو گئے۔ اس کے بعد کارروائی شروع ہو گئی۔ اور یہ کنٹارٹ میں کرادیتا ہوں۔ عمران نے کہا۔

اور کیٹھ کے گریٹ میں داخل ہو گیا۔ کیٹھ واقعی زیر زمین دنیا کے افراد سے بھر پڑا تھا۔ وہ سب شراب پیئے اور اونچے اونچے طبقے لگنے میں مصروف تھے۔ چوں کہ یہاں ہر ٹاسپ کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے کسی نے جوزف اور جو

عمران انہیں لئے ہوئے سیدھا کاروٹری کی طرف بڑھ گیا۔ کاروٹری البتہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ خود قد و قامت اور کل و صورت سے لڑکا نظر آ رہا تھا۔ اس کی کبھی آنکھیں عمران اور انا پر مچی ہوئی تھیں۔

ماسٹر گھانچو۔ کہاں ہے وہ تمہارا استاد شانی لاک؟ ان نے کاروٹری کے قریب پہنچتے پہنچتے بڑے موخرانہ انداز میں پایا۔

میراثام وکی ہے۔ گھانچو نہیں۔ اور ماسٹر کا نام ادب لا۔ مجھے۔ ورنہ زبان نکال کر تھیلی پر دھروں گا۔

نظرین وکی نے انتہائی کرخت لہجہ میں کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ جو انا کا لباس پاؤٹری سے آگے بڑھا۔ اور وکی یوں اچھل کر کاروٹری کے اوپر بڑھا جو انا کی کرسیوں پر جاگرا جیسے وہ کوئی معمولی سا بنا ہو۔

تمہاری یہ جرات۔ کہ تم بلیک ڈیوٹ کے سامنے گستاخی سے نہ کرو۔ جو انا کی دھڑاڑ سنائی دی۔

دیر ہجرت وکی کے گرنے سے میراثام ایک کرسی کے ٹوٹنے کے ساتھ جو انا کی دھاڑنے پورے بال کو ایک لمحے کے لئے خود کو دیا۔ وہ سب حیرت سے عمران۔ جو انا اور ان کو دیکھ رہے تھے۔ وکی نیچے گرتے ہی چیخا ہوا لٹکھڑا

۶۱
 بچے جاگرا۔ جو زن کا زور دار ہر کسی سے تھوڑے کی طرح آگے
 بڑھتے ہوئے دکی کے چہرے پر پڑا تھا۔ دکی نیچے گرتے ہی
 جلی کی سی تیزی سے اٹھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سیدھا
 پڑا۔ جو ان کی لات حرکت میں آئی۔ اس نے اس انداز میں
 ہنستے ہوئے دکی کے پیٹ میں ٹھوکر مار دی تھی جیسے فٹ بال کا
 لٹلائی لاگ پیٹ لگا تھا۔ اور واقعی دکی جیسا بھاری
 ہر کم جو ان کسی فٹ بال کی طرح فضا میں اڑتا ہوا بال کے آخری
 تارے پر موجود میز پر جاگرا۔ اس کے حلق سے اس قدر
 دردناک چیخیں نکل رہی تھیں کہ پورا بال گونج اٹھا تھا۔ لیکن وہ
 نیچے گرنے کے بعد نہ اٹھ سکا۔ بلکہ چند لمحے پھر کھٹکے کے بعد وہیں
 درخش پر ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

سنو۔ میری بات غور سے سنو۔ اب بلیک
 ڈیٹھ اس شہر کی مالک ہے۔ جس نے بلیک ڈیٹھ کی مرضی کے
 بغیر کوئی جرم کیا۔ تو پھر بلیک ڈیٹھ اسے موت کی سزا دے
 گی۔ اور وہ شخص دوسرا سا سنو سے لے سکے گا۔
 جو ان کے قدم پھیل کر چھینے ہوئے کہا۔

یہ کیا شور ہے۔ کون ہو تم؟ اچانک کہنے کے
 ایک لمحے سے ایک نور دار دھاڑ سنائی دی۔ اور سب لوگوں
 انظر اس ادھر دو گئیں۔ دروازے پر ایک گینڈے جیسی
 مہارت کا مالک شخص کھڑا تھا۔ اس نے گلے میں سرخ رنگ
 اور مال باندھا ہوا تھا۔ اور چہرے پر غزروں کے بے شمار

۶۲
 ہوا۔ اس کا چہرہ انتہائی غضب ناک ہو گیا تھا۔ چہرے کے عقد
 غصے کی شدت سے پھر کھٹکے لگ گئے تھے۔

بال میں موجود کئی گینڈے نما نوجوان بیروں سے رلیا لو۔
 نکلے تیزی سے ان تینوں کی طرف بڑھنے لگے۔

”نظر دو۔ انہوں نے دکی پر پانچ اٹھا یا ہے اور دکی
 بتائے گا کہ ان کے بازو کتنے لمبے اور سلامت رہتے ہیں۔“
 دکی نے دھاڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا
 ”بڑے خوب صورت فخرے بولتے ہو۔ کہیں تقریر
 اداکاری کرتے رہے ہو۔“ عمران نے اس کی بات کا نہ
 اڑاتے ہوئے کہا۔

”اس کی شکل دیکھی ہے۔ بلیک ڈیٹھ کے مقابلے پر آ
 والے کی شکل ذرا غلط دیکھی۔ جو ہے عینی شکل ہے۔ اور بات
 رہا ہے بلیک ڈیٹھ سے۔“ جو ان کے یوں منہ بناتے تھے
 کہا جیسے دکی واقعی چوہا ہو۔ حالانکہ دکی خاصا لمبا چوڑا جلد
 تھا۔ اور اس کے بازوؤں کی پھڑکی ہوئی فٹیلیاں تھیں
 تھیں کہ اس میں خاصا دم خم ہے۔ لیکن ظاہر ہے جو ان
 ساتھ تو اس کا کوئی جوڑ نہ تھا۔

”تم مجھے چوہا کہہ رہے ہو تم۔“ دکی نے جھپٹے
 کہا اور پھر تیزی سے اچھل کر وہ جو ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر
 سے پہلے کہ وہ جو ان تک پہنچتا۔ جو زن نے ایک ڈ
 بڑھایا اور دوسرے لمحے دکی بڑی طرح چٹخا ہوا پشت سے کر

نشانات تھے۔ یہ ماسٹر شانی لاک تھا۔ دارالنگہ موت کا مشہورۃ
عندہ۔

"اوسے ماسٹر شانی لاک — تم کہاں تھے — بھائی
تو ڈھونڈا ڈھونڈا کر پاگل ہو گیا تھا — اچانک عمرا
یوں بے تاب نہ انداز میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جیسے
مہ توں بعد کسی عزیز سے مل رہا ہو۔

"اوہ — عمران صاحب آپ — لیکن یہ دکی کو کیا
یہ میزیں کیوں ٹوٹی پڑی ہیں؟ — شانی لاک نے سرچ
ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔
"ماسٹر — یہ جیسی یہاں آئے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو
ڈیوڈ کجہ زبہ ہیں۔ یہ انہوں نے دکی کو مارا ہے؟
ایک نوجوان نے جو دو وارے کے قریب کھڑا تھا۔ دھڑ
بجھے ہوئے بیٹے میں کہا۔
"بیک ڈیوڈ — کیا مطلب؟ — شانی لاک نے
سے جو زف اور جمانا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کالی موت — مجھ سے پوچھو میں
کا تر جان ہوں؟ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ جو بھی ہیں — لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ کیسے شانی
میں موت بھی سرھٹکا کر داخل ہوتی ہے؟ — اچانک شا
لاک نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ا
سے تیزی سے ریوالور نکال لیا۔ اب ٹال میں موجود

شخص کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے انہیں یقین
ہو کہ اب کالی موت یقیناً خود موت کا شکار ہو جائے گی۔ کیوں
کہ وہ شانی لاک کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ ہر بات
کرنے سے پہلے گولی چلائے گا عادی ہے۔

"لیکن جیسے ہی شانی لاک کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا ایک
دھماکہ ہوا اور ریوالور شانی لاک کے ہاتھوں سے اڑتا ہوا دور
جاگرا — عمران نے بڑے اطمینان سے ہاتھ اوپر اٹھا کر ہاتھ
میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نالی سے نکلتے دھوئیں کو زور سے
پھونک مار دی۔

"ان کھلونوں کو رہنے دو شانی لاک — آج تو صرف تعارفی
تقریب منعقد ہو رہی ہے۔ یہ دونوں صاحبان تم سے واقف
نہ تھے — چنانچہ میں تعارف کرانے ان کے ساتھ آگیا ہوں؟
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شانی لاک کا چہرہ تیزی طرح بگڑ گیا تھا۔ اب وہ بڑی کینہ تود
ظروں سے ان عینوں کو دیکھ رہا تھا۔
"تم کیا چاہتے ہو؟ — شانی لاک نے ہونٹ کاٹے
وئے کہا۔

"سن او پڑے شانی لاک — میرا نام جوانا ہے اور یہ
میرا ساتھی ہے جو زف — اور ہم دونوں کا نام ہے بلیک ڈیوڈ
— اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب کم از کم دارالنگہ موت
ن کوئی مجرم باقی نہ رہے گا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم اس شہر

کے سب سے بڑے کتے ہو۔ بھونکنے والے کتے۔ تم کان کھول کر سن لو کہ اب بد معاشی نہیں چلے گی۔ اب اگر ہمیں معلوم ہوا کہ تم کسی جرم میں ملوث ہو تو تمہاری ہڈیاں توڑ کر تمہاری لاشیں کسی کوڑے کے ڈرم میں پھینکوا دی جائے گی۔ جو انانے انتہائی سرد اور انتہیک آمیز سب سے شافی لاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گھوٹیوں سے اڑا دو ان کالے کتوں کو۔ مار دو بھوا ڈالو۔“ اچانک شافی لاک نے بری طرح چیخے ہوئے کہا اور بال میں پھیلے ہوئے اس کے مسلح ساتھیوں نے جلد ہی سے دیوالوں کے رخ ان تینوں کی طرف کئے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی گولی چلاتا جو ان بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور دو سگے دروازے پر کھڑا ہوا شافی لاک بری طرح چیخے ہوئے مڑا۔ پلک بھینکے میں وہ جواٹک جوڑے سینے سے لگا ہوا تھا۔ جو انانے ایک بازو اس کی گردن کے گرد ڈال کر اُسے یوں اٹھا کر سینے سے لگایا ہوا تھا جیسے اس کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔

”خبردار۔“ اگر کسی نے گولی چلائی تو یہ کتنا ابھی دم توڑ دے گا۔ جو ان کی زوردار دھاڑ سے پورا بال گونج اٹھا تھا جب کہ جوزف اور عمران دونوں کے ہاتھوں میں دیوالورچیک رہے تھے۔ اور وہ پوری طرح ارد گرد پھیلے ہوئے شافی لاک کے مسلح ساتھیوں سے چونکا نظر آ رہے تھے۔

”انہیں دیوالور پھینکے کا حکم دو مچر کی اولاد۔“ جو انانے اپنے بازو کو زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ اور شافی لاک جو اپنے آپ کو اس کے بازو کی گرفت سے چھڑانے کے لئے جو ان کی پنڈلیوں پر ٹھوکریں اور اس کے پیٹ میں کہنیاں مار رہا تھا۔ زوردار جھٹکا لگتے ہی کسی دم کٹی پھینکی کی طرح ٹوٹنے لگا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ رک جاؤ۔ پھینک دو۔“ اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا اور اس کے ساتھی حیرت سے بت بے کھڑے رہے۔

”تم نے اپنے ہاس کا حکم نہیں سنا۔“ اچانک عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فریگ دیا۔ اور ایک نوجوان کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا فرخس پر جا گرا۔ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی باقی افراد نے تیزی سے دیوالور پھینک دیئے۔

ان کے دیوالور پھینکے ہی جو انانے اپنا بازو کھول کر سینے سے لگے گینڈے نما شافی لاک کو آگے کی طرف دھکیلا اور جیسے ہی شافی لاک منہ کے بل نیچے کی طرف نیچے گرنے لگا جو انانے انتہائی تیزی سے جھک کر اس کے دونوں پیر کوڑے اور اس کے ہاتھ جیسے ہی اوپر کو اٹھے۔ لیچم شمیم شافی لاک جو انانے کے ہاتھوں میں کسی بکری کے بچے کی طرح اٹھا لٹکا ہوا تھا۔

”اب اگر جرم کیا تو تھانگیں چیر کر پھینک دوں گا۔“

جوانانے اس کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں موڑتے ہوئے کہا۔

اور اس معمولی سے جھٹکے سے بھی شائی لاک کے حلقے سے فرج ہونے والے جانور کی طرح غرغراہٹ بھگنے لگی۔ اور جوانانے اُسے جھٹکا دے کر آگے کی طرف اچھال دیا۔

”آؤ جوزف۔ آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔“

جوانانے کہا اور پھر وہ یقینوں تیزی سے مرط کر دروازے سے باہر نکل آئے۔

”واہ۔۔۔ بڑی خوب صورت تعارفی تقریب رہی بیک ڈیوڈ کی۔“ عمران نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”آپ دیکھیں تو سہی ماسٹر۔۔۔ دو روز بعد پورا شہر بلیک ڈیوڈ کا نام سنتے ہی سجدے میں گر پڑا کرے گا۔“ جوانانے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

عمران نے کار اسٹارٹ کی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اُسے آگے بڑھاتا۔ اچانک ایک سائیکسٹ سے ایک دہلیپٹا سا نوجوان دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا۔

”دیکھئے دیکھئے۔ میری بات سنئے۔“ نوجوان نے گھبراتے ہوئے لہجے میں ہاتھ ہٹا کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا بات ہے بھئی۔ کیا سیڈٹ میں دردمنہ۔“ قبض ہو گی۔ گل قدم کھاؤ۔ ٹھیک ہو جاؤ گے۔“ عمران نے کار

آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”آپ کا نام عمران ہے نا۔۔۔ علی عمران۔“ نوجوان نے رپ آکر تیز لہجے میں کہا۔

”جی۔۔۔“ ناں باپ نے رکھ دیا ہے۔ میرا کوئی تصور نہیں ہے۔ عمران نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”جناب۔۔۔ سو پر فیاض آپ کے دوست ہیں۔ انہیں کسی نے گولی مار دی ہے۔ میں انہیں پکڑ دیا ہوں۔ میں اس کے پیچھے آیا ہوں۔ لیکن وہ یہاں آکر میرے ہاتھوں سے نکل آیا ہے۔ اور شاید کیٹے میں چلا گیا ہو۔“ نوجوان نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اب کہاں ہے فیاض۔“ عمران نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

”وہ شدید زخمی ہوئے ہیں۔ وہ اب تک تو ہسپتال پہنچ چکے ہوں گے۔“ نوجوان نے کہا۔

”میٹرو کار میں میٹرو۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور بچے بیٹھے ہوئے جوزف نے دروازہ کھول کر اُسے پچھلی سیڈٹ پر نصب کیا۔ اور عمران نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھائی۔

درجندہ کھول میں وہ مرط کر پوچھ چکا تھا۔

”کیا ہوا۔ تفصیل بتاؤ انہیں پکڑ۔“ عمران نے مرط لہجے میں پوچھا۔

”جناب۔۔۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں موٹر سائیکل پر چوک

شاداب سے گزور رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سوپر فیاض کسی شخص بازو سے پکڑے کیسے نشاط سے باہر نکلے۔ وہ بڑے بڑے میں نظر آ رہے تھے۔ جب کہ وہ شخص بھی تیز تیز بول رہا تھا اس سے پہلے کہ میں وہاں پہنچتا۔ اس شخص نے اچانک جھپکا دیا کہ اپنا بازو چھڑا دیا۔ اور دوسرے نے اس نے دیوالی نکالی کہ سوپر فیاض کے سینے میں گولی اتار دی۔ سوپر فیاض چیخ کر سرک پر گرے۔ جب کہ وہ شخص بھاگ کر وہاں موجود ایک کار میں بیٹھا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ وہاں چوک پر چوں کہ کافی لوگ تھے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ وہاں کی بجائے اسے گرفتار کیا جائے۔ میں نے موٹر سائیکل اس کا پیچھا کیا۔ لیکن میں اسے پکڑ نہ سکا۔ پھر کیسے کے قریب پہنچ کر موٹر سائیکل کا پٹرول ختم ہو گیا۔ اور وہ شخص نکل کر میں موٹر سائیکل چھوڑ کر ادھر آیا تاکہ یہاں سے میرا گوارڈ فرم کر دوں کہ آپ کیسے سے شکستے ہوئے دکھائی دیئے۔

انسپکٹر فیاض نے تیز تیز بجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ یہ انسپکٹر جان بوجھ کر موتح سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ کیوں کہ ایسے موقعوں پر یہ لوگ مجرم سے سامنے آنے سے کتراتے ہیں۔ اور اب سوپر فیاض کے ساتھ نمبر بنانے کے لئے وہ عمران کا سہارا لے رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے وہ کیا کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار چوک شاداب پر کیسے نشاط کا

منے پہنچ گئی۔ وہاں پولیس موجود نظر آ رہی تھی۔ عمران نے کار کی اور تیزی سے نیچے اترا آیا۔ اسی لمحے انسپکٹر واسطی اسے کیسے کے اندر سے نکلتا اور کھائی دیا۔

”اوہ۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ پولیس انسپکٹر واسطی عمران کو دیکھ کر چمکتے ہوئے کہا۔ مجھے انسپکٹر فیاض نے بتایا ہے کہ سوپر فیاض کو کسی نے گولی دی ہے۔ عمران نے کار سے اتر کر قریب آتے ہوئے انسپکٹر فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ انسپکٹر فیاض نے۔ لیکن انہیں کیسے معلوم ہوا۔۔۔ انسپکٹر واسطی نے چمکتے ہوئے پوچھا۔

”میں یہاں سے گزور رہا تھا۔ میرے سامنے اس شخص نے فیاض کو گولی ماری ہے۔ میں اس کے تعاقب میں گیا۔ بان کیسے شافی لاک کے قریب میری موٹر سائیکل کا پٹرول ختم ہو گیا اور مجرم ہاتھ سے نکل گیا۔ وہاں عمران صاحب نظر کے توں نے ان سے ذکر کیا۔ کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ عمران صاحب نے فیاض کے دوست ہیں۔ انسپکٹر فیاض نے راحت کرتے ہوئے کہا۔

”تم بتاؤ فیاض کا کیا حال ہے۔ بعد میں تفتیش کرتے ہوں۔ عمران نے تیز بولے میں انسپکٹر واسطی سے کہا۔ وہ خطرے سے باہر ہیں۔ گولی ان کی پسلیوں میں لگی تھی۔

رکے اُسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”سہو بلیک ڈیٹھ کے پاس۔ پہلا کیس پہنچ گیا ہے۔ سوپر فیاض کو گولی مارنے والا شافی لاک تھا۔ اور اب اُسے اس کی پوری سزا ملنی چاہیے۔“ عمران نے سرد ہلچے

میں کہا۔
”شافی لاک نے۔۔۔ اوہ۔۔۔ پھر تو واقعی اس کی موت آئی۔“ جو اٹانے چوٹکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ موت نہیں۔ صرف سزا۔ بلیک ڈیٹھ لے پاس کسی کو مارنے کے اشتیارات نہیں۔ صرف سزا۔ بس قدر چاہو ہونا ک سزا دو۔ لیکن زندگی بہر حال قائم رہنی چاہیے۔ کیوں کہ کسی کو اس طرح مارنا قانون کی خلاف ورزی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن پاس۔ موت کے علاوہ کسی کو کیا سزا دی جاسکتی ہے۔“ جو اٹانے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”اس کی تمام ہڈیاں توڑ کر سرنگ پر پھینک دو۔ چہرہ گاڑ دو۔ کان کاٹ دو۔ ناک اڑا دو۔ کوئی اور لی چسپ اور سنسنی خیز سزا دو۔ لیکن جان سے تم نے ہیں مارنا۔“ عمران نے کہا۔

اور اسی دوران وہ رانا ٹاؤن کے گھیسٹ پر پہنچ گیا۔
”تم دونوں نیچے اتر دو۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ کل مجھے شافی لاک کی سزا کی خبر ملنی چلی ہے۔“ عمران نے سرد ہلچے میں

انہیں فوری طور پر ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ اور اب وہ خطرے کے باہر ہیں۔ لیکن انسپکٹر فیاض صاحب۔ آپ اس آڈ کو جانتے ہیں جس نے گولی مار دی تھی؟“ انسپکٹر واسطی نے انسپکٹر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔ میں اُسے نہیں جانتا۔ دراصل میں ابھی تھوڑے دن ہوئے تعینات ہوا ہوں۔“ انسپکٹر فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”وہ شافی لاک تھا۔“ کینے شافی لاک کا مالک۔ یہاں سب لوگ اُسے جانتے ہیں۔ میں اُسے گرفتار کرنے جا رہا ہوں۔“ انسپکٹر واسطی نے کہا۔

”شافی لاک۔۔۔ اوہ۔۔۔ وہ تو سوپر فیاض کا بڑا دوست تھا۔ کوئی خاص بات ہی ہوگئی ہوگی۔ بہر حال اگر واقعی یہ ہے تو پھر اب اس کا دیل مٹا نکالی ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہ ملے گا تو نہیں۔ بہر حال مجھے تو جانتا ہے انسپکٹر واسطی نے کہا۔

”فلیک ہے۔ جاؤ۔“ عمران نے کہا۔ اور واپس اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔

”کیا ہوا پاس۔ سوپر فیاض بچ گئے۔“ جو زون نے اشتیاق آمیز ہلچے میں پوچھا۔

”ہاں۔ وہ بچ گیا ہے۔“ عمران نے کار اشارت

کہا اور جوت اور جوا نامہ سر ملاتے ہوئے نیچے اتر گئے۔
 عمران نے کار آگے بڑھائی۔ اب وہ ہسپتال جا رہا تھا تاکہ
 سوپر فیاصل سے مل کر اصل صورت حال کا پتہ چلائے۔ کیوں
 کہ اُسے یقین تھا کہ کوئی خاص بات ہی درمیان میں ہو گی۔ ورنہ
 عام حالات میں تو شانی لاک جیسے خنڈے بھی سمجھے جاتے۔ کہ
 ایشی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کو اس طرح سر راہ گوئی ماننے کے
 کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔ اور وہ اُسی خاص بات کا ہی
 پتہ چلا چاہتا تھا۔

ہکاشاک کہلے کے دار الحکومت باک میں قیامت
 کا سماں تھا۔ ہر شخص شدید ترین پریشانی کے عالم میں
 سہا ہوا تھا۔ موت نے باکا کو اس بُری طرح سے گھیر لیا تھا کہ
 کہیں چلے پناہ نظر نہ آ رہی تھی۔ شہر سے ملحقہ ڈیم کو تباہ
 کر دیا گیا تھا اور پانی کے خوف ناک دھبے دار الحکومت پر
 چڑھ دوڑے تھے۔ ہمارے شہر میں خطے کے سائمن
 بچ بسے تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سب سے نیچی آبادیوں
 کو فوراً گھر چھوڑ کر اونچی جگہوں پر جانے کی ہدایات دی جا رہی
 تھیں۔ شہر کو فوج نے سنبھال لیا تھا۔ اور لوگ افراتفری
 کے عالم میں دوڑ رہے تھے۔ پورے شہر کے عرق آب ہوئے
 کا شدید قطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ پھلی آبادیاں پانی میں ڈوب
 چکی تھیں۔ سینکڑوں ہزاروں افراد پانی میں ڈوب چکے تھے۔

شخص کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کسی کو سمجھ نہ آتی تھی کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کون کر رہا ہے۔ پہلے ہوائی جہاز کا خوف ناک حادثہ اس کے بعد سپرائیکسپریس ٹرین کی تباہی اور پھر ڈیم کی تباہی نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ حالات اب جوئے شروع ہو گئے تھے۔ عوام اور پریس حکومت کے خلاف ہو گئے تھے۔ کہ جو اس قدر خوف ناک تباہی کے باوجود اصل حالات کا بھی پتہ نہ چلا سکتی تھی۔

صدر مملکت نے شہر کے حالات سنبھالتے ہی جمیع ٹاپ سیکرٹ جنگامی میڈنگ طلب کر لی تھی۔ اور اس وقت پریذیڈنٹ ہاؤس کے خفیہ میڈنگ ہال میں ملک کے تمام اعلیٰ حکام منہ بٹھائے موجود تھے۔ ان سب کے چہروں سے شدید پریشانی ٹپک رہی تھی۔ سیکرٹ سروس کا سربراہ کرنل شریف بھی ایک سائیڈ پر موجود تھا۔ لیکن وہ بھی بیٹھا ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اسی لئے دروازہ کھلا اور بجاشانہ کے صدر اندر داخل ہوئے۔ ان کا چہرہ لٹکا ہوا تھا آنکھیں سو جی ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے جنگامی حالات کی وجہ سے وہ ساری رات سوئے کے ہوں گے۔

صدر مملکت کے استقبال کے لئے میڈنگ میں موجود تمام اعلیٰ حکام اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ صدر مملکت نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر وہ خود بھی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گئے۔ آج کی میڈنگ موجودہ پدیا ہونے والے خوف ناک حالات پر غور کرنے کے لئے بلائی گئی ہے۔ تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ

پانی کی سطح مسلسل بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اور لاکھوں افراد جو اونٹنے علاقوں میں پہنچے تھے۔ اب انہیں بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ کہاں جاسکتے تھے۔ پورا شہر انفرافرنی کا شکار ہو چکا تھا۔ اور ڈیم کی مرمت جنگامی بنیادوں پر جا رہی تھی۔ فوج کا انجینئرنگ شعبہ جیلے نو جوانوں کی مدد سے پانی سے جنگ لڑ رہا تھا۔ لیکن پانی کی خوف ناک طاقت کے سامنے وہ بے بس نظر آ رہے تھے۔ حکومت نے جنگامی حالات کا اعلان کر دیا تھا۔ پانی کے ساتھ مسلسل جنگ کی جا رہی تھی۔ فوج کی بے پناہ نفری کو اس عجیب و غریب جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ اور پھر تقریباً آٹھ لکھ ٹنوں کی زبردست اور جان توڑ کوششوں کے بعد ڈیم کی مرمت کا کام مکمل ہو سکا۔ اور پانی مزید بلند ہونا ختم ہو گیا۔

اس کے بعد شہر کے حالات کو سنبھالا جانے لگا۔ زمینوں کو ہسپتالوں میں غبی امداد دی جانے لگی۔ لاشیں نکال نکال کر انہیں اجتماعی قبروں میں دفن کیا جانے لگا۔ بے گھر لوگوں کو سنبھالا جانے لگا۔ غرضیکہ پورا شہر ایک ایسی انفرافرنی کا شکار ہو چکا تھا۔ کہ جس کا حل آسان نظر نہ آتا تھا۔ کمزوروں روپوں کی جاتیہ ادیں تباہ ہو چکی تھیں۔ اور پھر عوام اور فوج نے مل کر پوری رات امدادی کارروائیاں جا رہی رکھیں تو وہ دوسری صبح جا کر شہر کے حالات پر سکون ہوئے۔ یہ ایسی خوف ناک قیامت تھی کہ جس نے ہر

ان کے سامنے رکھی ہوئی میز پر موجود سمرخ رنگ کے شلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ یہ ایمر جنسی فون تھا اور انتہائی ایمر جنسی کے بغیر اس پر کسی کو بات کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے اس طرح میٹنگ کے دوران بول بڑے پر بال میں موجود ہر شخص چونک پڑا۔ صدر مملکت کا چہرہ ایک لحظہ زور دیر گیا۔ کیوں کہ اس وقت ایمر جنسی کال کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ملک پر کوئی اور قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ لیکن بہر حال اب فون تو سننا ہی تھا صدر مملکت نے باقاعدہ بڑھا کر رسدورا نکال لیا۔

”یس۔ صدر مملکت نے ہونٹ بیچنے ہوئے پوچھا۔“
”سہ۔ کافرستان کے پرائم منسٹر آپ سے فوری طور پر بات کرنا چاہتے ہیں۔“ دو سری طرف سے ان کے پی۔ ایس کی آواز سنائی دی۔

”کافرستان کے پرائم منسٹر۔ اودہ۔ بات کراؤ۔“
صدر مملکت نے برسی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”ہیلو ہیلو۔ میں اشور چند بول رہا ہوں۔“ پرائم منسٹر کافرستان۔ چند لمحوں بعد ہی کافرستان کے پرائم منسٹر کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

”یس۔ گورنر سیکنگ۔ پریذیڈنٹ بھاشانہ۔“
صدر مملکت نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے ابھی ابھی آپ کے دارالحکومت پر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر ملی ہے۔ میری اور میرے عوام کی طرف سے دلی ہمدردی

آخر ملک پر یہ قیامتیں کیوں اچانک ٹوٹنے لگ گئی ہیں۔ اور ان کے پیچھے کون لوگ ہیں اور وہ کیا چاہتے ہیں۔ میں کرنل شریف سے پوچھوں گا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ براہ راست ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو تماشہ کر دیں جو ان حالات کے ذمہ دار ہیں۔“ صدر مملکت نے سخت لہجے میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”جناب صدر۔ میں اور میری ٹیم تیزی سے کام کر رہی ہے۔ لیکن مجرم انتہائی ہوشیار اور کامیابی نواز ہے۔ وہ کوئی گلیو اپنے پیچھے نہیں چھوڑے۔ اور نہ ہی ان کی کوئی ایکشن رینج نظر آرہی ہے۔ سبھی وہ ہوائی جہاز کراہتے ہیں کبھی ٹرین اڑاتے ہیں اور کبھی ڈیم۔ بہر حال اب ملک کی تحقیقات کے مطابق اتنا معلوم ہوا ہے کہ ان تحریکی کا دارو پائوں کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ ہے۔ کیوں کہ ٹرین کی تباہی کا ذمہ دار شخص جس نے ایک بریف کیس میں بم بند کر کے ایئر کنڈیشن بوگی کی لیٹرین میں رکھا تھا اس کے متعلق پتہ چلا ہے کہ وہ غیر ملکی قتلہ کسی یورپی علاقے کا باشندہ ہے۔ کرنل شریف نے کسی سے اٹھ کر انتہائی مؤکد بانہ لہجے میں کہا۔

”یورپی مجرم۔ لیکن یورپی مجرموں کو ہمارے ملک سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ ہمارا ان سے کیا تعلق۔“ صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل شریف کوئی جواب دیتے۔ اچانک

قبول فرمائیے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم سیدیکل ٹیم اور امدادی سامان جو ہم سے ہو سکے بھجوا دیں گے۔ ایثار و ہمدردی پہلے میں کہا۔

اور۔۔۔ تھینک یو۔۔۔ ہمدردی کے لئے بے پناہ شکریہ۔ ہم آپ کی اور آپ کے عوام کی انسان دوستی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ ہمارے عظیم سمجھاتے ہیں۔ ہمیں آپ کی انسان دوستی پر فخر ہے۔ لیکن حالات کو سنبھال لیا گیا ہے۔ فوری طور پر امداد کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ ایک بار پھر میری اور میرے عوام کی طرف سے اس ہمدردی پر شکریہ قبول فرمائیے۔۔۔ صدر مملکت نے سیاسی زبان استعمال کرتے ہوئے کہا۔

حالات کہ بھاشانہ اور کافرستان کے درمیان کافی طویل عرصے سے تعلقات انتہائی کشیدہ چلے آ رہے تھے۔ کافرستان چاہتا تھا کہ کسی طرح بھاشانہ کو کافرستان میں شامل کر دیا جائے کیوں کہ کافی سال پہلے جب کہ بھاشانہ پاکیشیا کا ایک بڑا صوبہ تھا بھاشانہ کے ایک سیاسی لیڈر نے کافرستان کے ساتھ سازش کر کے عوام کو پاکیشیا کے خلاف بغاوت کا دیا تھا۔ اور پھر کافرستان کی مدد سے بھاشانہ کو پاکیشیا سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس وقت بھی کافرستان کا یہی منصوبہ تھا کہ پاکیشیا سے بھاشانہ کو علیحدہ کر کے کافرستان میں شامل کر دیا جائے۔ لیکن اس کے لئے بین الاقوامی دباؤ سے بچنے کے لئے اس نے سیاسی طریقہ استعمال

کیا تھا کہ پہلے بھاشانہ کو علیحدہ آزاد مملکت قرار دیا جائے۔ اور جب حالات پر سکون ہو جائیں تو پھر بھاشانہ کے صدر کی طرف سے جو سیاسی لیڈر تھا جس نے اس سازش میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ اسے کافرستان میں مدغم کرنے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ لیکن بھاشانہ کے عوام ذہنی طور پر کافرستان کے خلاف تھے۔ انہوں نے اس خوف ناک سازش کی بوسہ گھڑ لی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس سیاسی لیڈر کو جو آزاد مملکت بھاشانہ کا پہلا صدر تھا کہ اس کے پورے کہنے سمیت گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔ اس طرح کافرستان کا یہ منصوبہ فوری طور پر کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ پھر حالات تیزی سے بدلتے گئے۔ اور بھاشانہ کے عوام کو معلوم ہو گیا کہ پاکیشیا سے علیحدگی نے انہیں فائدے کی بجائے نقصان پہنچایا ہے۔ اور وہ کافرستان میں خود ناک سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور پھر پاکیشیا نے بھاشانہ کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ بہترین تعلقات قائم کر لئے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پاکیشیا نے انتہائی تیز رفتاری سے ترقی کی تھی۔ جب کہ بھاشانہ میں ترقی کی رفتار بھی خاصی سست تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں قدرتی آفات۔ قحط۔ خشک سال بھی اکثر وارد ہوتی رہتی تھی۔ اس سے پہلے ایسی صورتحال میں پاکیشیا اپنے وسائل سے بھاشانہ کو بھرپور اور فوری امداد دے دیا کرتا تھا۔ اور صورت حال بہتر ہو جاتی تھی۔ لیکن اب ایسی بات نہ تھی۔ اب سب کچھ انہیں اپنے وسائل سے کرنا ہوتا تھا۔

اور ان کے وسائل انتہائی محدود تھے۔ اور کافرستان کے ساتھ ان کے تعلقات ہمیشہ آہستہ آہستہ کشیدہ ہوتے چلے جاتے تھے۔ کیونکہ کافرستان کے حکام کی نظر میں بھاشا نہ پر لگی ہوئی تھیں۔ اور وہ بھاشا نہ میں مختلف سازشیں کر رہے تھے۔ تاکہ کسی طرح بھاشا نہ کے عوام کو کاسگر حکومت کے خلاف بغاوت کرائی جائے۔ اور پھر خود دش صورت حال کا بہانہ بنا کر بھاشا نہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہی حالات تھے کہ کراکل کافرستان سے تعلقات انتہائی کشیدہ تھے جب کہ پاکیشیا کے ساتھ تعلقات میں روز بروز گہرائی آتی جا رہی تھی۔ اور اب تو یہ مطالبہ خواہاں زور پکڑ گیا تھا۔ کہ بھاشا نہ کی پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن قائم کی جائے تاکہ دونوں برادر ملک ایک باپھر اکٹھے ہو سکیں۔ یہ مطالبہ عوام اور مختلف سیاسی حلقوں پر اس قدر زور پکڑ گیا تھا کہ اب حکومت بھی اس پر غور کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ لیکن کافرستان کے حلیف سسرپاؤدروسیا اس کی شدید مخالفت کر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایکریسیا بھی جو ایک اور سپر پاور تھی۔ اچھا براہمنش تھا۔ لیکن اندرون خانے وہ بھی پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کی مخالفت کر رہا تھا۔ اور دونوں سپر پاور کی طرف سے مسلسل یہ دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ بھاشا نہ نہ صرف پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کا خیالی چھوڑ دے بلکہ اس کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات بھی منقطع کر لے۔ لیکن بھاشا نہ کے عوام کی طرف سے حکومت پر مسلط

دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑی اور بااثر سیاسی جماعت بھاشا نہ لیگ جسے عرف عام میں بی۔ ایل۔ پی۔ پارتی کہا جاتا تھا سب سے زیادہ دباؤ ڈال رہی تھی۔ یہی وجوہات تھیں کہ بھاشا نہ اور کافرستان کے درمیان بس رسمی سے تعلقات رہ گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے بھاشا نہ کے صدر نے فوری طور پر امداد لینے سے سیاسی انداز میں انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ صدر جانتے تھے کہ عوام انتہائی تکلیف کے باوجود کافرستان کی طرف سے کوئی امداد قبول نہ کریں گے۔

”مسٹر ریڈیڈنٹ۔ ہمیں آپ کے ملک میں ہونے والے واقعات پر گہری تشویش ہے۔ کیوں کہ بہر حال آپ ہمارے ہمسایہ ہیں۔ کافرستان کے وزیراعظم الشیچند نے اس بار سیاحت لیے ہیں کہا۔

”مشورین کاشیکر۔ ایسا تو اکثر ہوتا رہتا ہے۔ بہر حال جلد ہی صورت حال واضح ہو جائے گی۔ صدر مملکت نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مسٹر ریڈیڈنٹ۔ ہمسایہ ملک ہونے کے ناطے میں آپ ملک ایک اطلاع پہنچانا چاہتا ہوں۔ ہمارے سیکرٹ سرورس نے ٹاپ سیکرٹ اطلاع دی ہے۔ کہ ان واقعات کا تعلق آپ کی حکومت پر بی۔ ایل۔ پی۔ پارتی کے اس دباؤ پر ہے کہ بھاشا نہ کی پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن قائم کی جائے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ آپ کی سیاسی بصیرت اس دباؤ کے تحت نہ آنے گی لیکن

اس کے باوجود آپ کو اس سلسلے میں محتاط رہنا چاہیے ۱۱
وزیر اعظم نے سرور ایچ میں کہا۔ اور وزیر اعظم بات سی کر صدر
مملکت بریلی طرح جو ٹک پڑے۔

”اوه۔ آپ کی یہ اطلاع ہمارے لئے انتہائی حیرت انگیز
ہے۔ یہ تو ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مترادف
ہے۔ اس امر کا فیصلہ تو ہم نے خود کرنا ہے کہ ہم کیا کریں اور
کیا نہ کریں۔ اس سلسلے میں کسی دوسرے کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا
پھر یہ تحریری کارروائیاں کیوں کی جا رہی ہیں۔ اور اہم بات
یہ ہے کہ کون کر رہا ہے۔ صدر مملکت نے انتہائی برہم
ہجے میں کہا۔

”جناب پریذیڈنٹ۔ اسی بات کا کھوج لگانا تو آپ کی
حکومت کا کام ہے کہ ایسا کون کر رہا ہے۔ بہر حال ہم
مک جو اطلاع پہنچی تھی وہ ہم نے آپ تک نیک نیتی سے پہنچا
دی۔ اور اگر آپ چاہیں تو ہم ان تحریری کارروائیاں کر سکتے
ہیں۔ واولوں کا کھوج لگانے کے لئے اپنی سیکرٹ سروس آپ کی
سیکریٹ سروس کی امداد کے لئے روانہ کر دیں۔ وزیر اعظم
نے سپاٹ ایچ میں کہا۔

”بے حد شکریہ۔ ہماری سیکریٹ سروس جلد ہی ان
مجرموں کا کھوج لگائے گی۔ آپ کی پیش کش پر ہم نے حد
مشکور ہیں۔ صدر مملکت نے ہونٹ کاٹے ہوئے کہا۔
”جناب پریذیڈنٹ صاحب۔ بین الاقوامی اور علاقائی

صورت حال تو آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ آپ کی سیاسی بصیرت
کے ہم دلی سے قائل ہیں۔ آپ ہمارے ہمسائے ہیں جب کہ
پاکستان آپ سے کافی دور ہے۔ آپ کے ملک کی سیاسی پارٹی
بی۔ ایل۔ وراصل پاکستان کی شد پر کنفڈریشن کا شوشہ چھوڑ رہی
ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ آپ اس پارٹی کے دباؤ کے
تحت پاکستان سیکرٹ سروس کی امداد قبول کر لیں۔ ایسی
صورت میں ہمیں دلی تکلیف پہنچے گی۔ وزیر اعظم کا فرستان
نے اس بار قدرے سرور ایچ میں کہا۔

”آپ کا شکریہ۔ اول تو ایسی کوئی بات نہیں۔ اور
اگر ایسا مسئلہ کبھی درپیش بھی آیا تو یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ ہمارے
ملک کا مفاد کس میں ہے۔ صدر مملکت نے اس چھی چھٹی
دھمکی پر بڑی مشکل سے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ آپ اپنا مفاد بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں بھی
بہر حال آپ کا مفاد عزیز ہے۔ شکریہ۔ اب سمجھئے
اجازت۔ گڈ بائی گا۔ وزیر اعظم کا فرستان نے ایک
بار پھر اپنی غیہ دھمکی دوہرائی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو
گیا۔

صدر مملکت نے ایک چٹکے سے رسیور کرپٹل پر دکھا۔ ان
کا چہرہ غصے اور برہمی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ چند لمحے
خاموش رہے۔ اس کے بعد انہوں نے میڈیگ کے شرکا سے
مخاطب ہو کر کہا۔

”ابھی ابھی کافرستان کے وزیر اعظم صاحب نے یہ اعلان دی ہے کہ ان تحریکی کا ردوائیوں کا تعلق بھاشانہ اور پاکیش کے کنفدریشن کی تجویز سے ہے۔ آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟“ صدر مملکت کا اچھا ابھی تک برہم تھا۔ جناب صدر۔ اگر اس پہلو پر سوچا جائے تو صورتحال خاصی اچھ جاتی ہے۔ جیسا کہ کرنل شریف صاحب نے انکشاف کیا ہے کہ مجرم سفید فام ہیں۔ اور ابھی تک ان کی طرف سے کوئی مطالبہ بھی سامنے نہیں آیا۔ وہ بھی مسلسل تحریکی کا رد وائیاں کئے چلے جا رہے ہیں۔ اگر ان تحریکی کا رد وائیاں کا تعلق کنفدریشن کے امکان فی منصوبے سے ہوتا تو بجائے تحریکی کا رد وائیاں کرنے کے ہم پر سیاسی دباؤ ڈالا جاتا۔ اس نے میرا خیال ہے کہ ایسی بات نہیں ہو سکتی۔ وزیر خارجہ نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ کنفدریشن کے اس منصوبے سے اگر کسی کو ٹھیکہ اپن کر سکتی ہے تو وہ کافرستان ہو سکتی ہے۔ یا اس کا حلیہ رو دینا۔ لیکن تحریکی کا رد وائیاں کرنے والے تو سفید ہیں؟“ سیکرٹری وزارت دفاع نے کہا۔

”ایک اور پہلو پر بھی غور ہونا چاہیے۔ دونوں حکومتیں ان تحریکی کا رد وائیاں کے لئے کسی بین الاقوامی مجرم تنظیم کی امداد بھی حاصل کر سکتی ہیں تاکہ وہ براہ راست علوت نہ ہوتے پائیں؟“ وزیر دفاع نے کہا۔

”جناب۔ ایک ملک اور بھی ہے جو اس محلے میں علوت ہو سکتا ہے۔ اور وہ ہے اسرائیل۔ وہ کافرستان کا بھی حلیہ ہے۔ اور ابھی کیا کا بھی۔ اور دوسرے بھی وہ لوگ مسلم ممالک کے اتحاد کے دشمن غیر ایک ہیں؟“ ایک اور صاحب نے اٹھ کر کہا۔

”میرا خیال ہے جناب۔ ابھی ایسا سوچنا قبل از وقت ہے۔ جب تک مجرموں کی طرف سے کوئی مطالبہ سامنے نہ آئے یا ان کا کوئی واضح ٹیڈنل جلتے۔ فی الحال ہمیں اپنی پوری توجہ فوجوں کی گرفتاری پر مرکوز کر دینی چاہیے۔“ سیکرٹری آف سٹیٹ نے کہا۔

”کافرستان کے وزیر اعظم نے ہماری سیکرٹ سروس کی امداد کے لئے اپنی سیکرٹ سروس بھیجے گی ابھی آخر کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہم نے کسی بھی مرحلے پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کی تو اس بات کو وہ اپنی سیکرٹ سروس کی توہین سمجھیں گے۔“ صدر مملکت نے دھانخت کر تے ہوئے کہا۔

”جناب۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرنا ہمارے توہین ہے۔ ہماری سیکرٹ سروس خود ہی ان مجرموں پر قابو پانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے اس پہلو پر سوچا بھی نہ جلتے؟“ کرنل شریف نے غور ہی اٹھ کر کہا۔

"لیکن کرنل صاحب — مجرم جس تیز رفتار سی ہوں انکے تحریری کارروائیاں کئے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہماری سیکریٹ سرورس کی کارکردگی اتنی تیز رفتار نہیں ہے۔ اگر مجرم اس وقت پکڑے گئے جب پورا ملک تباہ ہو گیا تو پھر اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ صدر مملکت نے اس بار انتہائی گرفتار رہے ہیں کہا۔

"جناب — مجرم ابھی تک چھپے ہوئے ہیں۔ غائب ہے وہ اپنا مشن لے کر آئے ہیں اور پہلے سے تمام انتظامات کر کے آئے ہوں گے۔ اب ان کو گرفتار کرنے کے لئے ہم تفتیش ہی کر سکتے ہیں۔ علم نجوم کی مدد سے تو ان کے نام دیتے۔ ہمیں معلوم نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اس میں بہر حال وقت تو لگے گا۔ اگر آپ کسی اور ملک کی سیکریٹ سرورس کو امداد کے لئے بلوا بھی لیں تو انہیں بھی تو وقت چاہیے؟ کرنل شہر لینے جواب دیا۔

"اچھا۔ آپ کتنا وقت ان مجرموں کی گرفتاری کے لئے لینا چاہتے ہیں؟" صدر مملکت نے دو ٹوک جواب دیا۔ "کونسی تاریخ تو مقرر نہیں کی جاسکتی، بہر حال ہماری تو کوشش ہے کہ ہم جلد از جلد مجرموں کو گرفتار کر لیں۔ ہمارا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے تک ہم ان مجرموں کے خلاف کوئی واضح کیلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتیں گے؟" کرنل شہر لینے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ میں آپ کو ایک ہفتہ مزید

دیتا ہوں۔ اور مجھے انتہائی فخر ہو گا۔ اگر ہماری سیکریٹ سرورس مجرموں کو گرفتار کرے۔" صدر مملکت نے کہا۔

"جناب صدر — مزید تحریری کارروائیوں سے بچنے کے لئے ہمیں اہم ترین اور حساس مقامات کی انتہائی کڑی نگرانی کرنی ہوگی؟ سیکریٹری داخلہ نے اللہ کر کہا۔

"ہاں۔ اس کے لئے میں نے احکامات پہلے ہی جاری کر دیئے ہیں۔ فوج اہم ترین مقامات کی کڑی نگرانی کرے گی۔ جب کہ پولیس فورسز اور ملٹری اینٹی جیس بھی ان مقامات کے گروہ بندی رہے گی تاکہ مشکوک افراد کو پکڑا جاسکے۔ اب یہ میسنگ برتات کی جاتی ہے۔ ایک ہفتہ بعد اگر ضرورت محسوس ہوئی تو دوبارہ میسنگ بلائی جائے گی۔" صدر مملکت نے کہا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے اٹھتے ہی سب افراد بھی اٹھ اٹھا کھڑے ہو گئے۔

"مسٹر حسین — آپ میرے چیمبر میں تشریف لائیں۔ ایک ضروری گفتگو کرنی ہے۔" صدر مملکت نے وزیر خارجہ سید حسین احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وزیر خارجہ کے سر ہلاتے ہی وہ تیز قدم اٹھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

میسنگ کے باقی شرکار کے جانے کے بعد وزیر خارجہ سید حسین احمد صبح سے آخر میں میسنگ روم سے نکلے۔ اور پھر سید سید پرینڈنٹ چیمبر کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے پہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اجازت لینے پر وہ جب چیمبر میں داخل ہوئے تو صدر مملکت کو انہوں نے انتہائی پریشانی

کے عالم میں اپنے چیمبر میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔

”مسٹر جین احمد۔ حالات بے حد خراب ہیں۔ اندرون بھی اور بیرون بھی۔ میں نے میٹنگ میں تو بات نہیں کی۔ لیکن وزیر اعظم کا فرستان کی دھمکی اس سلسلے میں انتہائی واضح ہے۔ اور یہ سارا پکڑو افسی کنفنڈریشن کے سلسلے میں چلا یا جا رہا ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھا ہوں۔ کا فرستان کا پتا تو ان تحریکی کا روٹینوں میں ضرور ہے۔ اب آپ بتائیں کیا کیا جائے؟“

صدر مملکت نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ صورت حال انتہائی پیچیدہ ہے۔ عوام کا واضح رجحان پاکیشیا کے ساتھ کنفنڈریشن کی طرف ہے۔ اور حکومت پاکیشیا سے بھی اس سلسلے میں انتہائی بات چیت مکمل کر لی گئی ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر تم پیچھے ہٹے تو اندرون کی طور پر عوام بگڑ جائیں گے اور پاکیشیا کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات کو خالصتاً چھکا پہنچے گا۔ اور مسئلہ صرف پاکیشیا کا نہیں بلکہ مکمل اسلامی ملک کا ہے۔ کیوں کہ پورے اسلامی ملک کی بھی یہی رائے ہے کہ کنفنڈریشن جو جانی چاہیئے۔ اگر ایسا ہو تو ہم بین الاقوامی طور پر تہوارہ جائیں گے۔“ وزیر خارجہ نے ٹھوس پہلو میں کہا۔

”تو پھر اس کا کوئی حل بتائیے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔“ صدر مملکت نے بے بسی سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ مجرم جو یقیناً انتہائی اہمیت میں ہیں۔ چاروی سیکرٹ سروس کے سین کا روگ نہیں ہیں میں اس سلسلے میں لازماً کسی نہ کسی سے امداد حاصل کرنی ہوگی۔ اگر یہ ان مجرموں کو گرفتار کر لیں تو پھر معاملہ سیدھا ہو سکتا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ اسے دے دیتے ہوتے کہا۔“

”بھروسے امداد حاصل کی جائے۔ وزیر اعظم کا فرستان نے اجازت دے دی ہے کہ اگر ہم نے پاکیشیا سے اس سلسلے میں امداد حاصل کی تو وہ کوئی بڑا اقدام کر سکتے ہیں۔ اور کا فرستان سیکرٹ سروس کو بلا نا تو دشمن کے ہاتھ میں اپنی مکمل فینے کے مترادف ہے۔“ صدر نے کہا۔

”جناب۔ اسی دھمکی میں ہی یہ سارا راز نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سارے کھیل میں کا فرستان کا اہم کردار ہے۔ اور انہیں اگر خطر ہے تو صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس سے۔ کیوں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کارکردگی بے پوری دنیا واقف ہے۔ پہلے بھی آپ کو معلوم ہے کہ فلسطینی ہتھیاروں کے سرائیل نے اسرائیل سے انتقام لینے کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کی تھی۔ اور انہوں نے اسرائیل سے ایسا بھیا تک انتقام لیا تھا کہ وہ آج تک اپنے زخم جانتے چر رہے ہیں۔ اسی طرح کا فرستان کے خلاف بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس نے انتہائی کامیاب کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے اگر انہیں خطرہ ہے تو صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس

”اس کیلئے گولڈن جوبلی خبر ناکا بل غیر مجرم اور موت کا دھم“ پڑھئے۔

سے وزیر خا رجہ نے کہا۔ ان کے بچے میں بے پناہ جوش
چھلک رہا تھا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ
کافرستان ایک بڑا ملک ہے۔ وہ کسی بھی بہانے سے چار
ساتھ کوئی ایسا قضیہ چھیڑ سکتے ہیں کہ ہم بے پناہ نقصان اٹھا
لیں۔ پھر دوسیا بھی اس کا حلیف ہے اور ایکرمیا بھی
درپردہ اس معاملے میں اسلامی ہلاک کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر
صورت میں ہم پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کس طرح امداد کے
بلا سکتے ہیں۔ ہمیں خود ہی اس مسئلے کو ٹھٹھانا ہوگا؟
صدر مملکت نے جواب دیا۔

”جناب۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ ایسے مجرم بہانہ
سیکرٹ سروس کے بس کا لوگ نہیں ہیں۔ ہمیں کچھ کرنا
گرمیرے خیال میں اگر یہ صورت حال پاکیشیا کے چیف آف
سیکرٹ سروس کے سامنے رکھ دی جائے تو وہ یقیناً اس
کوئی بہتر حل نکال لے گا۔“ وزیر خا رجہ نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔ تو پھر یہ ذمہ داری بھی آپ
اٹھائیں۔ آپ پاکیشیا کا خفیہ دودھ کریں اور اس الجھن کا کوئی
حل نکال کر لائیں جس سے ہم اس الجھن سے صحیح طور پر باہر
سکیں۔“ صدر مملکت نے جواب دیا۔

”بھیک ہے جناب۔ میں اس دورے کے انتظامان
کرتا ہوں۔ پاکیشیا کے سیکرٹری وزارت خا رجہ سر سلطان

برے ذاتی دوست ہیں۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔
وزیر خا رجہ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر صدر مملکت سے
بازت لے کر وہ چیمبر سے باہر نکل گئے۔



ایک بڑے کمرے کے درمیان رکھی ہوئی میز کے گرد چار
راد چینگے ہوئے تھے۔ جب کہ پانچویں کرسی خالی پڑی ہوئی
تھی۔ چاروں افراد فیملی تھے اور ان کے چہروں پر گہری سنجیدگی
ہمیشہ رہتی۔ یہ چاروں اسرائیل کی انتہائی خفیہ ایجنسی فیس آف
ایٹم جسے عرف عام میں ایٹم۔ ڈی کہا جاتا تھا کے مختلف شعبوں
کے انچارج تھے۔ ڈی اسرائیل کی ایسی تنظیم تھی۔
جن کا کام دوسرے ملکوں میں خوف ناک قسم کی تخریب کارروائیاں
لانا تھا۔ ایسی تخریبی کارروائیاں جن سے پورے ملک کا نظام
آہرہ بالا ہو کر رہ جائے۔ اسرائیل نے یہ تنظیم ایک خصوصی مقصد

کے لئے تیار کی تھی۔ اور اس کا ہرگز انتہائی چھان بین کے بعد اور کڑے
امتحانات کے بعد اس تنظیم میں شامل کیا گیا تھا۔ اور اس کے
بعد اسے اس قدر سخت ٹریننگ دی گئی تھی کہ یہ تنظیم صحیح معنوں
میں فیس آف ڈیوٹی یعنی موت کا چہرہ بن چکی تھی۔ جب بھی اس
اپنے کسی مخالف ملک کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا وہ الین ڈی
حرکت میں لانا اور توجہ ہمیشہ اس کے حق میں ہی رہا تھا۔ الین ڈی
کی فائل تیزی سے شاندار کارناموں سے بھر جاتی جا رہی تھی۔ او
اب تو الین ڈی نے اپنی اہمیت اور حیثیت اس حد تک قائم
کے تھی کہ الین ڈی کے الفاظ کو کامیابی کے مترادف سمجھا جاتا
اور خاص طور پر جب سے الین ڈی نے ایکریمیا جیسی سپر پاور کے
خلات اس کے صدر کو جیل میں لے کر ان کا نامہ سدا انجام دیا
تھا اس وقت سے الین ڈی دنیا بھر کی تنظیموں سے باغی بن
گئی تھی۔ ویسے تو ایکریمیا اسرائیل کا زبردست حلیف تھا۔
لیکن ایک بار اس کے ایک صدر نے اسرائیل کی بجائے
مشرق وسطیٰ کے اسلامی ملک کی درپردہ مدد کی شروعات کر
دی تو اسرائیلی حکام نے فیصلہ کیا کہ اس سے پہلے کہ صورت حال
جگڑ جائے۔ ایکریمیا کے صدر کو اقتدار سے ہٹا دیا جائے۔ اور یہ شاید
دنیا کا سب سے مشکل اور کٹھن کام تھا۔ کیوں کہ امریکہ کی خفیہ
تنظیمیں اس قدر باخبر تیز اور با وسائل تھیں کہ الین ڈی کی
سرگرمیاں وہاں عام حالات میں کام نہ دے سکتی تھیں۔ لیکن الین
ڈی نے اس زبردست چیلنج کو قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد

یہ۔ ڈی نے ایک نیا لاکھ عمل اپنایا اور اخباری نمائندوں کے
دب میں صدر کے خلاف ایک ایسا اسکینڈل کھڑا کر دیا کہ پوری
یکریمیا رائے عامہ صدر کے خلاف ہو گئی۔ اور آخر کار صدر
اقتدار سے ہٹا ہی پڑا۔ حالانکہ یہ سارا اسکینڈل الین ڈی کا
غیب دیا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے اس مہارت سے یہ
اسکینڈل کھڑا کیا تھا کہ صدر کی کوئی وضاحت ایکریمیا عوام کو مطمئن
نہ کی اور الین ڈی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے
شاندار کارنامے نے اسرائیلی حکام کی نظر میں اس کی اہمیت
بار بار بلند کر دی تھی۔ اور وہ سوچنے لگ گئے تھے کہ
یہ ڈی کی مدد سے وہ ایک روز پوری دنیا پر پھیلی ہوئی یہودی
ظلفت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

چند محوں بعد ہی بال کمرے کا بقیہ دروازہ کھلا۔ ایک لمبے قد
بستہ دل جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کی ڈھیلی ڈھیلی ہونچھوں
اس کے بھاری چہرے کو اور زیادہ بھاری اور نفوت ناک بنا
تھا۔ یہ الین ڈی کا سربراہ کرنل چارلس تھا۔ دنیا کا
اہوا ایجنٹ۔ جن کا نام ہی درشت پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔
نل چارلس لڑائی بھڑائی کے فن میں انتہائی ماہر ہونے کے
علاوہ خطرناک حد تک ذہین اور چالاک واقع ہوا تھا۔ وہ
بے پناہ ذہانت سے مشکل سے مشکل سچو شہنشاہ کو اس طرح کنٹرول
رہا تھا کہ اس کی ذہانت کو دشمن بھی تسلیم کر لینے پر مجبور
ہو جاتے تھے۔

کرنل چارلس۔ تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھا اور پانچویں
خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میز کے گرد بیٹھے ہوئے چاروں افراد اور
کرنل چارلس کی طرف ہی دیکھ رہے تھے جیسے وہ اس کے بول
کے منتظر ہوں۔ لیکن کرنل چارلس باری باری ان سب کو
عقباتی نظروں سے جانچنے میں مصروف تھا۔
"میجر ہارسن۔ آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"
کرنل چارلس نے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پریشان۔ نو باس۔ پریشانی کیسی۔ سب
اور کے سے۔" اس آدمی نے چونک کر جواب دیا۔
"کیپٹن کالبرج۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ میجر ہارسن
پریشان نہیں ہے؟" کرنل چارلس نے ایک دہلے پتلے نو
سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ البتہ وہ ضرورت
زیادہ سنجیدہ ضرور ہیں۔" میجر ہارسن کے ساتھ بیٹھے
نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میجر ہارسن تو رہتے ہی سنجیدہ ہیں۔ یہ کوئی نئی بات تو نہ
میجر ہارسن کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک بھاری جسم کے آد
نے کہا۔

"میجر آرنلڈ۔ آپ کی بات بھی درست ہے۔ بہر حال
ایسا ہی احساس نجا اس لئے میں نے پوچھ لیا۔" کرنل
سنہ سکتا ہے ہم نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں باس۔ دراصل میں آئندہ مشن کے
رے میں سوچ رہا تھا۔ کیوں کہ مجھے اطلاعات ملی ہیں کہ بھاشاند
سیکڑت سرویس نکاحیت بھاری لائن پر چل نکلا ہے۔ اس نے
تفلی ڈھونڈھ نکالا ہے جو میں میں ہم رکھنے کا عہد تھا۔ اور
اس نے اس آدمی کا تفصیلی حلیہ کرنل شریعت تک پہنچا دیا ہے جس
لے یہ ہم دکھا تھا۔ اور اب پوری سیکڑت سرویس آگے تلاش
ہوئی پھر رہی ہے۔" میجر ہارسن نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

"اے۔ یہ تو واقعی سنجیدہ ہونے والی بات ہے۔ پھر آپ
نے کیا کیا؟" کرنل چارلس نے چونکے ہوئے کہا۔
"وہ آدمی اصل میں تو میرے ہی گروپ کا تھا جس نے ہم دکھا تھا
وریں نے عارضی طور پر اسے آپ کی کوشش پر بھیج رکھا تھا۔ چنانچہ
اطلاع ملے ہی میں نے اسے گولی مار دینا زیادہ بہتر سمجھا۔ تاکہ
میرے لئے اس کی شکل گم ہو جائے۔" میجر ہارسن نے
ان اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ جیسے اس نے اپنے گروپ کے
دہی کو قتل کرنے کی بجائے کسی ضرور دساں کی مرے کو ہلاک کر دیا
ہو۔

"مجھے آپ کی ذہانت سے یہی امید تھی۔ مشن کی خاطر
رسم کی قربانی ہمارا مانگو ہونا چاہیے۔ لیکن آپ مطمئن رہیں
میری شہریت ہمارے متعلقے میں بچے۔ وہ زندگی بھر بھی
دشمن کو تار رہے تو ایف ڈی کا راستہ نہیں کاٹ سکتا؟"

کرنل چارلس نے جسے ٹھوس اور بااعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن میرا نظریہ کچھ اور ہے۔ ایک اور آدمی نے جو اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا اچانک بات کرتے ہوئے کہا۔
”ایک دفعہ مسٹر رابرٹس کھل کر بات کیجیے۔“
کرنل چارلس نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”کرنل شرافت بے حد تربیت یافتہ جاسوس ہے۔ اس نے ایک یمنی الشی ٹیوٹ آف کو منالوجی میں باقاعدہ تربیت لی ہوئی ہے۔ اور اس کا دماغ کا ریکارڈ شاندار ہے۔ اس نے ہم پر اس طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔“ رابرٹس نے جواب دیا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ ہم اسے نظر انداز نہیں کر رہے۔ آرٹلڈ ان کی انگریزی کر رہے ہیں۔ یہی وہ ہمارے خطرے کا باعث بنا ہم اسے فوراً ہی اس سے جٹا دیں گے۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”ہاں۔ میرے خیال میں اب آئندہ مشن کے لیے میں تفصیلات ملے گی جہاں تک جو ابتدائی ٹارگٹس ہم نے ہاں کئے ہیں ان کا بھرپور اور فوری فائدہ اٹھایا جاسکے۔“
کلپرچ نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس میٹنگ کا اصل مقصد یہی ہے کہ اب ہمیں وہ مشن کا آغاز کر دینا چاہیے۔ آپ کو اب تک اس مشن۔“

مسد میں اس نے بریف نہ کیا گیا تھا کہ ہمارے لئے یہ تین ٹارگٹس بٹ کرنا انتہائی ضروری تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ آپ اس مسئلے میں اپنی پوری توجہ صرف کر دیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ ہم اپنے منصوبے کے مطابق انتہائی کامیاب رہے ہیں۔ اب وہ گیا اصل مشن تو میں اس کی تفصیلات آپ کو بتا دیتا ہوں۔ تاکہ اسے مشن کو ذہن میں رکھ کر کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”ہم سن رہے ہیں ہاں۔“ باقی چاروں ممبروں نے ایک آواز ہو کر کہا۔

”جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ پاکیشیا اسلامی بلاک کا لیڈر ہے۔ وہ جدید ترین ٹیکنالوجی پر پوری مہارت رکھتا ہے۔ اور

یہ ٹیکنالوجی دیگر اسلامی ممالک کو سپلائی کرتا رہتا ہے۔ اس طرح اسرائیل کا پوری دنیا پر پوری سلطنت پھیلنے کے عظیم منصوبے میں رکاوٹیں پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ اب ایک نئی بات سامنے آئی ہے کہ بھاشا نے جو کسی زمانے میں پاکیشیا کا ایک بڑا صوبہ تھا۔

اب اسے روسیا اور کیریمیا۔ اسرائیل اور افغانستان نے ایک عویل سازش کے تحت پاکیشیا سے علیحدہ کیا تھا دوبارہ پاکیشیا کے ساتھ شامل ہونے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔“

کرنل چارلس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
”کیا بھاشا نہ پاکیشیا میں مدغم ہونا چاہتا ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو ایک آزاد ملک ہے۔“ آرٹلڈ نے کہا۔

”معلم ہونے کی بات نہیں۔ گواصل مقصد یہی ہے وہ پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پاکیشیا ایک بار پھر بہت زیادہ طاقت ور ہو جائے گا اور کافرستان کے ساتھ ساتھ اسرائیل کو بھی شدید ترین نقصانات پہنچانے کے قابل ہو جائے گا۔ اور اس کی بین الاقوامی پوزیشن بھی بہت طاقتور ہو جائے گی۔ چنانچہ اسرائیلی حکام نے اس سلسلے میں کافرستانی حکام سے بات چیت کی تو کافرستانی حکام نے بھی اس خدشے کا اظہار کیا۔ اطلاعات کے مطابق حکومت بھاشا نے اس سلسلے میں اصولی طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ یہ کنفڈریشن ہوگی۔ اس کے لئے انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی ہے۔ اور ایک بااثر سیاسی جماعت کو اس مشن پر لگا دیا ہے کہ وہ اسے عامہ کو اس منصوبے کی حمایت میں تیار کرے۔ یہ سیاسی جماعت جسے بی۔ ایل پارٹی کہا جاتا ہے۔ اس معاملے میں خاصی تیز رفتاری ثابت ہوئی ہے۔ اور یہ بھی اطلاعات ملی ہیں کہ پاکیشیا کی طرف سے بھی اس جماعت کو تعاون حاصل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ بھاشا کے صدر گوہر الرحمن ذہنی طور پر اس کنفڈریشن کے حامی ہیں۔ چنانچہ جسے حد سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایف۔ ڈی کو اس منصوبے کے خلاف حرکت میں لایا جائے ویسے تو کافرستانی سیکرٹ ایجنسیاں بھی یہاں کام کر سکتی تھیں۔ لیکن چون کہ کافرستان کے براہ راست ملوث ہونے پر بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ اس لئے یہ خیال ترک کر دیا گیا۔

ایف۔ ڈی پر یہی انحصار کر لیا گیا۔ اور اس طرح ایف۔ ڈی بھاشا پہنچ گئی۔ چون کہ یہاں اسرائیل کا سفارت خانہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے کافرستانی سفارت خانہ جاری مشن پر بھیجا گیا ہے۔ اور یہاں ایف۔ ڈی کے لئے ابتدائی تیاریاں بھی کافرستانی سفارت خانے نے ہی پوری کی ہیں۔ ایف۔ ڈی نے کامنصوبہ بنایا گیا کہ ایف۔ ڈی۔ اسے بھاشا میں لگا سارایسی نوٹ ناک تحریکی کارروائیاں کرے گی کہ پورے ملک کے عوام اور اپنی حکام پر ہی طرح ہو سکے۔ اس کے بعد اس کا ایک نمبر عوام میں یہ پروپیگنڈا پھیلا دے گا کہ اگر پاکیشیا کے ساتھ کنفڈریشن کی گئی تو پورے ملک کو تباہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد بی۔ ایل پارٹی کے عہدے داروں کو چون چن کر قتل کر دیا جائے گا۔ ایسے اخبارات کے ذخائر تباہ کر دیئے جائیں گے۔ جو کنفڈریشن کے حق میں ہوں گے۔ ایسے سیاست دانوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا جو کنفڈریشن کے منصوبے پر عمل پیرا ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں تحریکی کارروائیاں جاری رکھی جائیں گی تاکہ حکومت بھاشا نہ پر مسلسل اور خوف ناک دباؤ ڈالا جائے۔ اور جب تک اس منصوبے کے ترک کر دینے کا واضح طور پر اعلان نہ کر دیا جائے یہ کام جاری رکھا جائے گا۔ اور اگر سب سے آخر میں ضرورت پڑی تو حکومت کا تختہ الٹ کر ایسی پارٹی کو برسرِ اقتدار لایا جائے گا جو کافرستان اور اسرائیل کے حق میں ہوگی اور پاکیشیا کی دشمن ہوگی۔ اس طرح

یہ منصوبہ نہ صرف ہمیشہ کے لئے اپنی موت مر جائے گا بلکہ اگر
 بھی کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکے گی کہ وہ اس لائن پر سوچ بھی سکے
 چنانچہ اپنے منصوبے کے مطابق ابتدائی تین ٹارگٹس جنٹ کر کے
 میں کامیاب ہو گئی ہے۔ دوا کی چہاڑ کا حادثہ پھر مسافر
 کی تباہی اور آخر میں ڈیم کا اڑدینا۔ ان تینوں منصوبوں
 مطلوبہ نتائج حاصل ہوئے ہیں اور پورے ملک کے عوام زبردست
 پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ایک نامعلوم سا خوف مہم
 خاری ہو چکا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حکام بھی ہر می طرح کو کھل گئے
 کا فرستانی حکومت کے ذہن میں ایک خدشہ تھا جس کی میں
 بھر پور انداز میں مخالفت کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پاکیشہ
 سیکرٹ سروس اگر ایف۔ ڈی کے مقابلے پر آگئی تو ایف۔ ڈی
 کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ حالانکہ ایسا سوچنا بھی
 ہے۔ لیکن امرائیلی حکام بھی کا فرستانی حکام کی طرح پاکیشہ
 سیکرٹ سروس سے خوف زدہ تھے۔ کیوں کہ اس سے قبل
 اسرائیل کی دیگر ایجنسیاں پاکیشہ سیکرٹ سروس سے ٹھکرانے
 ناکام ہو چکی ہیں۔ چنانچہ پہلے یہ طے ہوا کہ پاکیشہ سیکرٹ
 سروس کو ان کو اپنے ہی ملک میں انجھالنے کے لئے کا فرستان
 اپنی کوئی نیم پاکیشہ ایجنسی دے۔ لیکن کا فرستانی حکام نے
 اس منصوبے پر عمل درآمد سے انکار کر دیا۔ کیوں کہ ان کے لفظ
 سے سوائے ان کی نیم کے نقصان کے اور کچھ حاصل نہ ہونا تھا۔ اور
 وہ اپنے آدمی اس طرح ضائع کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس کے

امرائیلی حکام نے فیصلہ کیا کہ کوئی امرائیلی نیم بھیجی جائے۔ لیکن
 ستانی حکومت نے اس سلسلہ میں اور تجویز پیش کر دی۔ کہ
 جاشانہ حکومت پر سیاسی دباؤ ڈالیں گے۔ کہ وہ پاکیشہ
 رٹ سروس کی امداد حاصل کرنے سے باز رہیں۔ اس کے لئے
 ای پلاننگ تھی کہ ان ابتدائی تحریکیں کاروباروں کے بعد وہ
 شانہ کے صدر سے بات کر کے انہیں یہ بتائیں گے کہ یہ سب
 ہفتہ ریشن کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ وہ
 اسے مقابلے کے لئے اپنی سیکرٹ سروس کی امداد کی آخر
 میں گئے جسے ظاہر ہے قبول نہیں کیا جائے گا۔ تب جاشانہ
 یہ دھمکی دے دی جائے گی کہ اگر کا فرستانی سیکرٹ سروس
 امداد قبول کرنے سے انکار کرے بعد اس نے پاکیشہ سیکرٹ
 سروس کی امداد حاصل کی تو کا فرستان اسے اپنی توہین سمجھے
 گا۔ اور اس کے سنگین نتائج جاشانہ کو بھگتنے پڑیں گے۔
 جاشانہ کی سیاسی پوزیشن ایسی ہے کہ وہ کھلی کر کا فرستان کے
 غلبے میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ اس طرح وہ پاکیشہ سیکرٹ
 سروس سے امداد حاصل کرنے سے باز رہیں گے۔ اور اگر اس
 کے باوجود بھی جاشانہ نے پاکیشہ سیکرٹ سروس سے امداد
 حاصل کی تو پھر کا فرستان براہ راست اقدام کر کے صورتحال
 کو مزید خراب کر دے گا۔ چنانچہ ہمارے مجبراً داس نے
 ہدایات خارجہ میں سیکرٹری ہے یہ اطلاع دی ہے کہ صدر حکومت
 نے ایک ہنگامی میٹنگ کال کی ہے۔ اس میٹنگ کے

دوران کا فرستان کے وزیر اعظم نے صدر کو امیر جنسی کال کر کے برلیٹ کر دیلے ہے۔ اور اس کے بعد صدر مملکت اور وزیر خزانہ کی علیحدہ میٹنگ بھی ہوئی۔ اور وزیر خزانہ ایک خفیہ دورے پر پاکیشیا جا رہے ہیں؟۔ کمرل چارلس نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”باس۔ وزیر خزانہ پاکیشیا کے خفیہ دورے پر کیوں جا رہے ہیں۔ جب کہ یہاں ملک میں حالات انتہائی مختروم ہیں؟۔ کمرل پرچ نے کہا۔

”اس کے متعلق دو نظریات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ وزیر خزانہ نے خفیہ دورے پر جا رہے ہیں کہ وہ پاکیشیا کے حکام معبود کریں کہ وہ ایسا بیان جاری کریں۔ جس سے کنفڈرینٹ ناممکن ہو جائے تاکہ بھاشانہ کے عوام مطمئن ہو سکیں کہ کنفڈرینٹ سے انکار بھاشانہ نے نہیں کیا بلکہ پاکیشیا نے کیا ہے۔ اس طرح جی۔ ایل پاری کو بھی خاموش کیا جاسکتا ہے۔ اور دوسرا نظریہ ہے کہ وہ خفیہ طور پر ہمارے خلاف پاکیشیا سیکرٹ سروس کی اہ حاصل کرنے گئے ہیں۔ کمرل چارلس نے کہا۔

”میرا خیال ہے دوسرا نظریہ درست ہوگا۔ کیوں کہ بھاشانہ اتنی جلدی اپنے منصوبے سے باز نہیں آسکتا۔ حکومتی فیصلے اتنی آسانی سے نہیں بدلے جاتے۔ وہ گئی بات پاکیشیا سیکرٹ سروس کی۔ تو میرے خیال میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو خواہ مخواہ جوابنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ انہیں یہاں ہمارے مقابلے

میں آئے دیاجائے۔ پھر انہیں پتہ چلے گا کہ ایف۔ ڈی کی طاقت کتنی ہے۔“۔ کنفڈرینٹ نے کہا۔

”میں نے بھی اس بار ایسی حکام سے یہی کہا تھا۔ بلکہ میں نے تو تجویز پیش کی تھی کہ بھاشانہ کے اس مشن کے آغاز سے پہلے ہم پاکیشیا پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خفیہ کارکن مکمل کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان کے ذہنوں میں واضح شدہ یہ خدشہ ہمیشہ سکے لئے ختم کیا جاسکے۔ لیکن اعلیٰ حکام اس تجویز پر رضامند نہ ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک ایف۔ ڈی۔ اسے پاکیشیا سیکرٹ

سروس کا خاتمہ کرے گا بھاشانہ اور پاکیشیا کی طرف سے کنفڈرینٹ کا باقاعدہ اعلان ہو جائے گا۔ اور اس طرح سارا مشن ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔“۔ کمرل چارلس نے کہا۔

”اگر ایسی بات ہے تو وزیر خزانہ کو اس دورے سے پہلے ہی حکم دیا جاسکتا ہے؟۔“۔ مارٹن نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”وزیر خزانہ کا نام ہٹ لسٹ پر ہے۔ لیکن ابھی اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔“۔ ورنہ بین الاقوامی طور پر بہت بڑا جھگامہ کھڑا ہو جائے گا۔ اور ویسے بھی اس کی ضرورت نہ ہے۔ ہمارے حکام چاہے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے جس قدر بھی خوف زدہ ہوں۔ ہم اذکم ایف۔ ڈی اسے اپنے مقابلے میں کچھ نہیں سمجھتی اس لئے میری یہ دلی خواہش ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں ہمارے مقابلے پر آجائے۔ تاکہ ایک تیر میں دو شکاں کئے جاسکیں۔ ہم اپنا مشن بھی مکمل کر لیں گے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس

کو بھی یہاں دفن کیا جائے گا۔^{۱۰۴} کرنل چارلس نے کہا۔

”جہاں تک میرا خیال ہے، بھاشا نے حکومت اس قدر اچھی نہیں چوسکتی کہ وہ کافرستان جیسے بڑے اور طاقت ور ملک کی طرف سے واضح دھمکی کے باوجود پائیک شیا سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرنے کا سوچے گی۔ وزیر خارجہ کا دورہ یقیناً اس کنفڈریشن کے خاتمے کے سلسلے میں ہو گا۔“ — رابرٹ نے کہا۔

”جو کچھ بھی ہو گا بہر حال سامنے آجائے گا۔ ہمیں اب اپنے مزید اقدامات کا جائزہ لینا چاہیے۔ تاکہ ہم پوری توجہ سے اس اہم مشن کو کامیاب کر سکیں۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اب کنفڈریشن کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بی۔ ایل یا ریڈیو کے ذریعہ ان کے اہم عہدے داروں کا قتل شروع کر دیا جائے اس کے بعد اخبارات کے ذریعہ کی تباہی اور ساتھ ہی کوئی بڑا بجلی گھر بھی اڑا دیا جائے۔ تاکہ بھاشا نے حکومت اور عوام کو پوری طرح جھکا دیا جائے۔“ میجر مارسن نے کہا۔ اور پھر کرنل چارلس سمیت سب نے اس بات کی تائید کر دی۔ اور اس کے بعد وہ ان اقدامات کی تفصیل طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔

کرنل شریف ہونٹ بیٹے انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاٹے جا رہا تھا۔ اس کی نظر اس تو مشرک پر جمی ہوئی تھیں لیکن اس کا ذہن ان مجرموں کی طرف ہی لگا ہوا تھا۔ جنہوں نے بھاشا نے میں ایسی قیامت برپا کر دی تھی کہ ہر شخص بڑی طرح پریشان ہو چکا تھا۔ اور ڈیم کی تباہی کے بعد جب بی۔ ایل پارٹی کے چند عہدے داروں کو دن و رات سے قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خوف ناک دھماکے سے ایک بڑے اخبار کا دفتر اڑا دیا گیا تو پبلک بڑی طرح اٹھٹی۔ اب ہر طرف حکومت کے خلاف ہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ حکومت مجرموں کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ حکومت کی مخالفت پارٹیاں ایسی صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ اور وہ حکومت کے خلاف عوام کے جذبات کو اور زیادہ مشتعل

کرتی جا رہی تھیں۔ اور پھر آج صبح تو بات کھل کر سامنے آگئی تھی۔ پورے شہر میں ایسے پمفلٹ تقسیم کئے گئے تھے جس میں ان تخریبی کارروائیوں کی ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے یہ کہا گیا تھا۔ کہ جب تک حکومت بھاشا نہ پاکیزہ کیا کے دہلیاں کنفڈریشن کے منصوبے کے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کا اعلان نہیں کر دیتی اس وقت تک یہ کارروائیاں جاری رہیں گی۔ پمفلٹوں کے نیچے صرف دو الفاظ درج تھے ڈی۔ ایف۔ اب بنگلے یہ ڈی۔ ایف کیا بلا تھی اور یہ کون لوگ تھے۔ پمفلٹ میں البتہ اس قدر ضرور درج تھا۔ کہ چون کہ کنفڈریشن بھاشا نہ کے عوام اور اس کی آزادی سے غداروں کے مترادف ہے۔ اس لئے اس کے خاتمے کا اعلان ضروری ہے۔ ان پمفلٹوں نے عوام کو ایک نیا موضوع دے دیا اور اس کے بعد تو خوف سے سبھ ہوئے عوام نے کھل کر حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ بھاشا نہ کو تباہی سے بچانے کے لئے وہ کنفڈریشن کے خیال سے باز آجائے۔

”کرنل مشریت کو ابھی ابھی کیپٹن تیززی نے اطلاع دی تھی کہ اس نے ایک ایسے مشکوک آدمی کو دیریا فٹ کر لیا ہے۔ جو اس پمفلٹ کیس میں ملوث بتایا جاتا ہے۔ اور یہ آدمی ہوٹل اولنگا میں رہائش پذیر ہے اور غیر ملکی ہے۔ اور یہ اطلاع ملتے ہی کرنل مشریت آندھی اور طوفان کی طرح ہوٹل اولنگا کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

ہوٹل اولنگا کے کمپاؤنڈ میں اس نے جیسے ہی کارموڈ کر پارکنگ میں روکی۔ ایک کار کی اوٹ سے کیپٹن تیززی نکل کر اس کی طرف بڑھا۔

”کیسے شک ہوا۔ اس آدمی پر ٹ۔ کرنل مشریت نے تیز بھی میں پوچھا۔

”ارشاد کی ڈیوٹی اس ہوٹل پر تھی۔ اس نے رات کو اس غیر ملکی کو کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جاتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہنڈل سا تھا۔ جس میں اس کے خیال کے مطابق پمفلٹ تھے۔ ارشد نے چیک کیا تو وہ غیر ملکی اسی ہوٹل کی دوسری منزل کے کمرہ نمبر پچیس میں رہائش پذیر ہے۔ اس کا نام ڈیوڈ ہے اور وہ دلیرانہ کار میں کا باشندہ ہے۔ اس کے بعد ارشد نے ڈاکو سے کام لیا اور وہ ہوٹل کی ایکسچینج میں چلا گیا۔ جہاں اس نے آپریٹر کی مدد سے وہ کالی سن لی جو اس ڈیوڈ کے کمرے میں پہنچے۔ کسے تھوڑی دیر بعد ڈاکو کٹ لائن پر کی۔ اور جس میں اس نے کسی کو صرف اتنا کہا کہ وہ ٹھیک ٹھاک پہنچ گیا ہے اور سب ٹھیک ہے۔ اس کے بعد ارشد اس کی ٹھکانی کو تار مار۔ لیکن نہ صرف اس کے بعد کوئی اس سے ملنے آیا اور نہ ہی وہ کہیں گیا۔ چنانچہ اس نے مجھے اطلاع دی اور میں نے یہ اطلاع آپ تک پہنچا دی۔ کیپٹن تیززی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ آؤ۔ اگر اس کے کمرے سے وہ ہنڈل مل

نے جواب دیا۔

”ہوں۔۔۔ سنو۔۔۔ ہم اندر جا رہے ہیں۔ کوئی مداخلت نہ ہو۔ ورنہ تم بھی گرفتار ہو سکتے ہو۔ یہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے۔ سمجھے؟“ کرنل شریف نے انتہائی حکمانہ لہجے میں کہا۔ اور ویشر لکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”اوہ جناب۔۔۔ میں تعاون کروں گا جناب۔۔۔ کوئی مداخلت نہ ہو گی۔“ ویشر شاہد کرنل شریف کے لہجے اور ملکی سلامتی کے مسئلے کا سن کر گھبرا گیا تھا۔ اور کرنل شریف نے سر ہلاتے ہوئے دروازے پر در سے دستک دی اور اس کا دوسرا ہاتھ کوٹ کی جیب کے اندر موجود ریو اور کے دستے پر جما ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑا ہوا کیپٹن تمیزی بھی پوری طرح چوکنا نظر آ رہا تھا۔

”کون ہے؟“ اندر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”پولیس۔۔۔ دروازہ کھولیے۔“ کرنل شریف نے انتہائی حکمانہ لہجے میں کہا۔

”پولیس۔۔۔ اوہ۔۔۔ پولیس کا میرے ساتھ کیا کام؟“ اندر سے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ایسی آوازیں ابھرنی لگیں جو کوئی بیڈ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ رہا ہو۔ دوسرے لمحے چٹنی کھلی۔ اور دروازہ کھلتے ہی ایک لمبا تڑکھانہ غیر ملکی دروازے پر نظر آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ جیسے وہ کبھی

ہلے تو سمجھو بات میں گئی۔“ کرنل شریف نے کہا۔ اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کمرے کے مین گیٹ میں داخل ہو گئے۔ ڈال تقریباً خالی پڑا ہوا تھا۔ اکا دکا لوگ دیبا موجود ٹائٹے میں مصروف تھے۔ وہ دونوں سیدھے لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ اور چند لمحوں بعد وہ دوسری منزل کے کمرہ نمبر پچیس کے سامنے پہنچ گئے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ کرنل شریف نے تھک کر کمرے کے مین گیٹ سے دیکھا لیکن دروازے کے سامنے پڑے ہوئے پردے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔

”کون ہیں آپ۔۔۔ اور کیوں تھک رہے ہیں؟“ اجانک ایک گرفت سی آواز دونوں کو سنائی دی۔ اور وہ چونک کر مڑے۔ اس منزل کا ڈیوٹی ویشر سخت نظروں سے انہیں گھور رہا تھا۔

”پولیس۔۔۔ کرنل شریف نے کوٹ کی جیب سے بیج نکال کر ویشر کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ اور ویشر کا چہرہ ایک لمحت ڈھیل پڑ گیا۔

”اوہ۔۔۔ سو ہی سہ۔۔۔ میرے لائق کوئی خدمت؟“ ویشر نے اس بار مودوبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ مسافر کب سے یہاں ٹھہرا ہوا ہے؟“ کرنل شریف نے کمرہ نمبر پچیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ ڈیوڈ صاحب۔ ایک مہنتہ تو ہو گیا ہے جناب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ بھاری شپ دیتے ہیں۔“ ویشر

ہند سے جاگا جو۔ اس کے جسم پر شب خوانی کا لباس تھا۔ اور وہ حیرت بھری نظروں سے کرنل شریفین اور کیپٹن تمیزی کو دیکھ رہا تھا۔

کرنل شریفین نے پھرتی سے ریو اور نکال اور پھر اُسے دھکیلتا ہوا کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ کیپٹن تمیزی نے اس کی پیروی کی۔ اس کے ہاتھ میں بھی ریو اور نظر آ رہا تھا۔ ”ہاتھ اٹھا کر منہ دیوار کی طرف کر لو۔ اور سنو۔ اگر ذرا بھی غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“ کرنل شریفین نے غزاتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیوں؟ کیا کیا ہے میں نے؟“ ڈیوڈ نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ شاید اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ ”جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“ کرنل شریفین نے انتہاء کرخت لہجے میں کہا۔

اور ڈیوڈ نے ہونٹ پیچھے ہوئے دونوں ہاتھ سر سے بلند کر لئے۔

”یہ زیادتی ہے۔ میں اپنے سفارت خانے سے احتجاج کروں گا۔“ ڈیوڈ نے دانت جیسے ہوئے کہا۔

”اگر موقع ملے تو ضرور کریڈٹ فی الحال گھوم جاؤ۔ اور میں گولی چلا دوں گا۔“ کرنل شریفین نے سخت لہجے میں کہا۔

اور ڈیوڈ اس کی بات سن کر دیوار کی طرف گھوم گیا۔

”اسی طرح دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے رہو۔ اگر مٹنے کی کوشش کی تو انجام اچھا نہ ہوگا۔“ کرنل شریفین نے قدم بڑھا کر اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کا ریو اور والا ہاتھ بجلی کی سی تمیزی سے حرکت میں آیا۔ اور ریو اور کا دستہ پورے قوت سے ڈیوڈ کی کھوپڑی پر پڑا۔ اور ڈیوڈ اچہ کی آواز نکالتا ہوا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کرنل شریفین نے اس کے نیچے گرتے ہی بڑی پھرتی سے جیب سے کپ ہتھکڑی نکالی۔ اور فرشس پر پڑے ہوئے ڈیوڈ کے دونوں بازو اس کی پشت پر لئے آکر ہتھکڑی اس کی کلائیوں میں ڈال دی۔ یہ پڑا ہے بنڈل جناب؟“ کیپٹن تمیزی کی اشتیاق سے بھرپور ساز و ساز سنا دی۔ وہ وارڈ درب کھول کر دیکھ رہا تھا۔

”کہاں ہے؟“ کرنل شریفین نے تمیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔

اور کیپٹن تمیزی نے ہاتھ بڑھا کر وہ بنڈل اٹھالیا۔ بنڈل اخبار میں باقاعدہ بندھا ہوا تھا۔ اس کا ساکڑ بالکل پمفلٹ جیسا تھا۔ کیپٹن تمیزی نے اور بندھا ہوا اخبار پھاڑا۔ اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ لٹک گیا۔ کیوں کہ بنڈل کے اندر پمفلٹ کی بجائے ایک کاروبار سی فارم تھا۔ یہ کنٹرولکٹ فارم تھا۔ جس کے ذریعے فزموں کو ان کے آرڈر پر مال سپلائی کیا جاتا تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو کنٹرولنگ فٹ فارم ہے۔۔۔ کنٹرول شریفین نے کہا۔

”میں بائیں۔۔۔ دور سے پمفلٹ ہی لگتا تھا؟ کیپٹن تمیزی نے ڈھیلے پلے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو واقعی زیادتی ہوئی ہے۔۔۔ کنٹرول شریفین نے منہ بٹاتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ سکرلمے کسی خیال کے ذہن میں آتے ہی وہ چونک بڑھا۔

”کیپٹن۔۔۔ پورے کمرے کی تلاشی لو۔ شاید کام کی کوئی چیز مل جائے۔۔۔ کنٹرول شریفین نے کیپٹن تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور کیپٹن تمیزی نے سر ملا تے ہوئے ہاتھ میں پکڑا ہوا فارمولہ کا بنڈل میز پر رکھا اور کمرے کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا۔

”کیپٹن تمیزی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

نے اثبات میں سر ملا دیا۔

”اسے ہوش میں لاؤ۔ اب یہ خود تلے گا کہ اس کا تعلق ایسی۔ ایف سے ہے یا نہیں؟۔۔۔ کنٹرول شریفین نے کرنٹ پلے میں کہا۔

اور کیپٹن تمیزی نے آگے بڑھ کر فرش پر اوڑھ بٹے ہوئے ڈیوڈ کو اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھایا۔ اور پھر اس کے چہرے پر زوردار پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ چند پتھر کھانے لگے

بعد ڈیوڈ نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔ وہ متوحش نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ کنٹرول شریفین نے ریو اور حبیب میں ڈال کر ایک باریک دھار کا پتھر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

”ڈی۔ ایف سے تمہارا کیا تعلق ہے مسٹر ڈیوڈ؟

کنٹرول شریفین نے کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔ جب کہ کیپٹن تمیزی ریو اور ہاتھ میں پکڑے ڈیوڈ کی پشت پر موجود کھڑا تھا۔

”ڈی۔ ایف۔۔۔ یہ کیا ہوتی ہے۔ میں کسی ڈی۔ ایف کو نہیں جانتا۔ اور تم نے مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ آخر تم کو کون اور کیا چاہتے ہو؟۔۔۔ ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہمارا تعلق عزرائیل کے ڈیپارٹمنٹ سے مسٹر ڈیوڈ۔ اگر تم اپنی زندگی بچا نا چاہتے ہو تو جو ہم پوچھیں اس کا صحیح جواب دے دو۔ دوسری صورت میں تمہاری دونوں آنکھیں ایک لمحے میں حلقوں سے باہر آجائیں گی۔ یہ ٹرانسمیٹر دیکھ رہے ہو

یہ تمہارے بریف کیس کے خفیہ خانے سے ملے ہیں۔
کرنل شریف نے خفیہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے
کہا۔

فرانسسٹر۔ اور بریف کیس کے خفیہ خانے سے۔ بکواس
نہ میرے پاس ایسا بریف کیس ہے جس کا خفیہ خانہ ہو اور نہ ہی
میرا کسی ٹرانسمیٹر سے کوئی تعلق ہے۔ میں تو انجینئر ہوں۔
اور یہاں ایک فرم سے ایک بڑے کنٹرول پر بات کرنے
آیا ہوں۔ ڈیوڈ نے جواب دیا۔

کیس فرم سے۔ کرنل شریف نے پوچھا۔
"لارسن اینڈ کمپنی کو رمال روڈ پر اس کا دفتر ہے۔ انہوں نے
یہاں کی حکومت سے ایک بڑا بند بنانے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اور
میں نے اس کی ڈیزائننگ کرنی ہے۔ ڈیوڈ نے تیز لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم منہ اندھیرے سے بندل اٹھا کر کہاں سے آئے تھے؟"
کرنل شریف نے کہا۔

"بندل۔" اودہ یہ بندل تو کنٹرول فرم سے لارسن
اینڈ کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر لارسن کی کوٹھی پر لٹکایا تھا۔
میں اس میں مدعو تھا۔ واپسی پر انہوں نے یہ بندل مجھے
دیا کہ میں اسے ویسٹرن کارپوریشن بھجوا دوں تاکہ اگر۔۔۔ شہر انڈیا
ویسٹرن کارپوریشن میں ہمارے فرم کو منظور ہوں تو یہ کنٹرول فرم سے
ہو سکیں۔ ڈیوڈ نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب

دیتے ہوئے کہا۔ اب وہ بالکل مطمئن نظر آرہا تھا۔ اس کا انداز
ایسا تھا جیسے وہ کسی ڈرائنگ روم میں بیٹھا دوستوں سے
باتیں کر رہا ہو۔

"تمہارا کیا خیال ہے بھاشا میں اتنی جگہ کنٹرول فرم
ایک ہی ہوتا ہے یا اس کا پورا بندل ہوتا ہے؟" کرنل شریف
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جناب۔ بہت بڑے بند کا کنٹرول ہے۔ ہمارے
فرم سے کم از کم سوچاں کے قریب انجینئر اور دیگر ماہرین آئیں
گئے۔ اور قانون کے مطابق ہر ایک کو کنٹرول فرم سے ملنا
ہوگا اس لئے یہ بندل بھیجا جا رہا ہے۔ ڈیوڈ نے بڑا سا
منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"نکمرے میں پہنچ کر مرنے کے خون کیا تھا؟" کرنل شریف
نے ایک اور پہلو پر بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے لارسن صاحب سے بات کی تھی۔ انہوں نے کہا
تھا کہ دارالحکومت کے حالات مخدوش ہیں۔ اس لئے
میں ہوٹل پہنچ کر ان سے بات کروں تاکہ انہیں تسلی رہے؟"
ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"تمہاری سب باتیں بڑی مناسب ہیں اور تمہاری وضاحتیں
بہی ٹھیک ہیں۔ لیکن یہ ٹرانسمیٹر کسی خانے میں فٹ نہیں
ہو رہا۔ اس لئے میں آخری موقع دے رہا ہوں تمہیں۔ صرف
تین بج گئیں گے۔ اس کے بعد تمہاری ایک آنکھ باہر ہوگی۔"

بہتر یہی ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دو۔ کرنل شریف نے اپنا ہنک بگڑے ہوئے ہونے میں کہا۔
 لیکن اس سے پہلے کہ ڈیوڈ کوئی جواب دیتا۔ کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ اور کرنل شریف اور کیپٹن تیزنی چونک کر مڑے۔
 یہاں کیا ہو رہا ہے۔ خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی۔ دروازے میں موجود ایک پولیس انسپکٹر نے چیخے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں سروس ریوالتھ تھا۔ اس کے ساتھ ایک ادھیر عمر آدمی تھا جس نے سوٹ پہنا ہوا تھا۔ کرنل شریف کو اس دیر کی بھی جھلک برآمدے میں نظر آ گئی۔ جس سے انہوں نے کمرے میں داخل ہونے سے قبل بات کی تھی۔

ادھر آؤ انسپکٹر۔ میسرے پاس آؤ۔ کرنل شریف نے انسپکٹر کو دیکھتے ہی حکمانہ لہجے میں کہا۔
 "خبردار ریوالتھ جیک دو پہلے۔ جلدی کرو۔ ورنہ گولی چلا دی جا۔" انسپکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 اور کرنل شریف نے ہاتھ میں رکھ دیا ہوا خنجر میز پر رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کیپٹن تیزنی کو بھی اشارہ کیا۔ اس نے بھی ریوالتھ ایک طرف رکھ دیا۔
 "خنجر صاحب۔ یہ آپ کے ہوش کا انتقام ہے۔ یہ غنڈے یوں دن و رات مجھے لوٹنے آگئے ہیں۔"

اپنا ہنک ڈیوڈ نے چمچتے ہوئے کہا۔
 لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے زوردار چیخ نکل گئی۔ کرنل شریف نے گھوم کر پوری قوت سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔
 "خبردار۔" انسپکٹر نے آگے بڑھ کر چمچتے ہوئے کہا۔
 "سٹاپ اب یوں نانس۔ اسٹاپ سیکرٹ سروس۔" کرنل شریف نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔
 اور انسپکٹر سیکرٹ سروس کا سنتے ہی بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کرنل شریف نے جیب سے اپنا مخصوص کارڈ نکال کر آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ اور انسپکٹر نے گھبرا کر باقاعدہ سیلوٹ کر دیا۔ انسپکٹر کے ساتھ آنے والا ادھیر عمر آدمی جوشادہ ہوش کا خنجر تھا۔ اب برسی طرح گھبرا گیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔
 "ادھ۔" سروسی سر۔ مجھے تو خنجر صاحب نے فون کیا تھا کہ کمرے میں مسافر یہ تشدد کیا جا رہا ہے۔ انسپکٹر نے ہکلتے ہوئے کہا۔
 "اس آؤ کے بیٹھے۔ ویٹر نے ریوالتھ دی ہوگی۔ مالان کہ میں نے اسے پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ وہ مداخلت نہ کرے۔"
 کرنل شریف نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
 "میں مجرم نہیں ہوں یہ مجھ پر زیادتی ہے۔ پلیز خنجر صاحب۔"

میرے سفارت خانے فون کریں۔ یہ مجھ پر زیادتی ہو رہی ہے۔
ڈیوڈ نے چپکے ہوئے کہا۔

”شٹ آپ۔۔۔ اب میں دیکھوں گا کہ تم ہمیں انٹرنیشنل
کہانیاں سنا کر کیسے ملتے ہو؟۔۔۔ کرنل شریف نے کہا۔
”۔۔۔ میری مدد کی ضرورت ہو تو۔۔۔“

”تم جا سکتے ہو۔۔۔ اور اس منیجر کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اور سنو
منیجر۔۔۔ اگر مزید کوئی مداخلت کرنے کی کوشش کی تو
کمرے کے کھڑے ہوٹل سیل کردوں گا۔۔۔ دفع ہو جاؤ؟
کرنل شریف نے کہا۔

”یس۔۔۔ یس۔۔۔ منیجر نے پہلی بار زبان
کھولتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں اٹے قدموں تیزی سے
دروازے سے باہر نکل گئے۔

”کیپٹن۔۔۔ دروازہ بند کرو۔۔۔ کرنل شریف نے
کیپٹن تیزی سے کہا۔ اور کیپٹن تیزی سے سر ملاتا ہوا دروازے
کی طرف بڑھا۔

”اسی لمحے ڈیوڈ کے منہ سے غرغراہٹ کی عجیب سی آواز نکلی
اور کرنل شریف اور کیپٹن تیزی اس کی طرف مڑے۔

”اوہ۔۔۔ اس نے تو زہر ملا کیپول چا لیا؟۔۔۔ کرنل
شریف نے تیزی سے اس کا جڑا پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن
ڈیوڈ کا جسم ایک جھٹکے سے بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس کی

آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ منہ سے نیلے رنگ کا مادہ ہونٹوں کے کناروں
سے بہہ رہا تھا۔ اور اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ ہمیں اب تک پکڑ دے رہا تھا۔ ہم نے
صحیح آدمی پر ہاتھ ڈالا تھا۔“ کوشش۔۔۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوتا
کہ اس کے دانتوں میں زہر ملا کیپول ہے۔۔۔ کرنل شریف
نے متاسف سے پوچھا۔

”اس کا مطلب ہے یہ ڈنمی۔ ایف خامی خوف ناک تنظیم ہے۔
درہ عام تنظیموں کے افراد اس طرح اپنی جان پر نہیں کھیل جاتے؟
کیپٹن تیزی نے کہا۔

”ظاہر ہے۔۔۔ بہر حال اس کمرے کی ایک بار پھر مکمل تلاشی
ہو۔ میں اس لارن اینڈ کمپنی کا پتہ کروں۔۔۔ کرنل شریف
نے کیپٹن تیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور خود اس نے فلی فون
کا ریسیور اٹھا کر اکو انری کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
چند لمحوں بعد ہی اسے جواب مل گیا۔ کہ اس نام کی کوئی فرم دارالحکومت
میں نہیں ہے۔

”کمرے میں اور کچھ نہیں ہے جناب۔۔۔ کیپٹن تیزی نے
بھی تھوڑی دیر بعد اپنی ناکامی کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

”اب ایک ہی گھورہ گیا ہے۔۔۔ اگر وہ فون نہ معلوم ہو
جلے جس پر ڈیوڈ نے بات کی تھی تو بات آگے بڑھ سکتی ہے؟
کرنل شریف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”شاید اس آپریٹر سے معلوم ہو سکے جو ایس جی میں موجود تھا۔“

بالکل اسی طرح جس طرح ایک ٹوٹے ہوئے پال رکھا ہے
نکام نہ کاج۔ لمبی تختوں میں مل رہی ہیں۔ آراستہ فلیڈر
ہیں۔ گاڑی مفت۔ پٹرول مفت۔ ٹیلی فون فری
ہوٹلوں میں کھانے پینے کا بل فری۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیوں۔ مفت کیوں۔ ہم بھی تو اپنی جان بھینچ رہے
پھرتے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
”اُسی لمحے ٹریفک سگنل سبز ہو گیا تو صفدر نے کار کو آگے
بڑھانے کی بجائے سائیڈ پر کیا۔ اور پھر ایک سائیڈ روڈ
پر اس نے گاڑی دوڑانا شروع کر دی۔“
”ارے کیا ہوا۔ ادھر کیوں چل پڑے۔“

کیپٹن شکیل نے حیران ہو کر کہا۔
”میں ذرا ان مفت خوردوں کی چیکنگ کرنا چاہتا ہوں۔ اور
دونوں کے چہرے بتا رہے ہیں کہ یہ کسی خاص مشن پر نکلے ہیں
صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔“
اور پھر سائیڈ روڈ سے اس نے کار دوسری سڑک پر گھما دی
اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک اور چوک پر گھوم کر جب پہلی والی
سڑک پر آیا تو جوڑف اور جواما کی کار ان سے ٹھوڑے فاصلے پر
آگے دوڑ رہی تھی۔

”مشن کیا ہوگا۔ بس بیٹے بلائے جا رہے ہوں گے۔
خدا کی پناہ۔ یہ جوڑف تو شاید اب تک ایسا اتنی شہر اب

بکا ہوگا یعنی دارالحکومت کے سارے شہرانی مل کر بھی نہ پائی سکے ہوں
تھے۔“ کیپٹن شکیل نے منہ بندتے ہوئے کہا۔ اور صفدر
بے اختیار خنس پڑا۔

”اچھا چھوڑو۔ تم بات کر رہے تھے کہ ہم جان بھینچ رہے
پھرتے ہیں۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے مومنوع بدل دیا۔

”تو اور کیا۔ ہم ان دونوں کی طرح بہر حال مفت خورد
تو نہیں۔“ کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ویسے کیپٹن۔ گزشتہ کچھ عرصے سے میں اپنے آپ کو
اب مفت خورد ہی سمجھنے لگا ہوں۔ کیس تو سارا اٹھکتا دیتا ہے
عمران۔ اور ہم کیا کرتے ہیں۔ بس کسی کی نگرانی نہ کی۔ کسی کا
تعاقب نہ کیا۔ کوئی چھوٹی موٹی معلومات حاصل کر لیں۔ اللہ
اللہ خیر رکھا۔“ صفدر نے کہا۔

”بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ واقعی سیکرٹ سروس اس
عمران کے سامنے مخلوق ہو کر رہ گئی ہے۔ ہم دونوں یا مس جو گیا
تو چلو آنا کچھ بھی کر دیتے ہیں۔ تنویر۔ صدر بھی۔ جو ان نگرانی
یہ کیا کرتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ عمران کو اول تو کسی کی امداد کی
مزدور ہی نہیں پڑتی۔ اگر پڑتی بھی ہے تو اس نے اپنا علیحدہ اسسٹنٹ
رکھا ہوا ہے۔ ٹائیگر۔ وہ اس سے کام لے لیتا ہے۔ ہمیں تو
کیس کے خاتمے کا ہی پتہ چلتا ہے اور بس۔“ کیپٹن شکیل
نے کہا۔

”ارے۔ یہ تو کیسے شافی لاک کے سامنے رکھ گئے ہیں۔“

واقعی بہارِ خیال درست ہے۔ یہ پینے پلانے ہی شکے ہیں۔
 صفر نے کار کو ایک طرف روکتے ہوئے کہا۔
 ”وہ تو پینے پلانے رکے ہیں۔ لیکن تم نے کار کیوں روک دی ہے۔“
 کیپٹن شکیل نے کہا۔
 ”میرے ذہن میں ایک اور بات آئی ہے۔ عمر ان کا دوسرا سوپر فیاض زخمی ہو کر ہسپتال پہنچ گیا ہے۔“
 سحاب دارانگو صحت کے مشہور چندھنے شانی لاک نے اُسے سر راہ گولی مار دی ہے۔ ایسی پوزیشن میں ان دونوں کا خاص طور پر کیٹھ شانی لاک پر آکر کوئی خاص وجہ رکھتا ہے۔ ورنہ ایسے کیٹھ اور بارانا باؤس کے قریب بھی موجود ہیں۔“
 صفر نے کار روک کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔
 ”یہ کیسے ہوا۔ بہتہیں کیسے الملاح علی۔“
 کیپٹن شکیل نے چونک کر کار سے نیچے اترتے ہوئے پوچھا۔
 ”مجھے جو لیا نے بتایا تھا۔ وہ وہاں سے گزری تھی۔ جب سوپر فیاض کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا۔“
 صفر نے کہا۔
 ”اور تیز تیز قدم اٹھاتا کیٹھ شانی لاک کی طرف بڑھنے لگا۔“
 ابھی ان دونوں نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے۔ کہ اچانک کیٹھ کے اندر سے تیز اور مسلسل فائرنگ کی آواز سنائی دینے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں اچانک خوف ناک جنگ شروع ہو گئی ہو۔
 ”اوہ۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ ان دونوں نے اچھے ہوئے کہا۔“

اور پھر ان دونوں نے کیٹھ کی طرف دوڑ لگا دی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچے۔۔۔ جو زف اور جوانا دوڑ کر کیٹھ سے باہر نکلے۔ جوانا نے ایک آدمی کو کاندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں بکڑی ہوئی مشین گن سے وہ مسلسل دروازے کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ جب کہ جو زف بھی کار کی طرف اٹھتے قدموں دوڑتا ہوا مشین گن سے فائرنگ میں مصروف تھا۔ خوف ناک اور کھلی فائرنگ کی وجہ سے سرک پر شدید آفراتفری مچ گئی اور سرک پر چلنے والی ٹریفک تیزی سے متروک ہوئے لگ بھگ۔ لوگ آٹیس ڈھونڈنے لگے۔ اور کچھ صفر اور کیپٹن شکیل کے دیکھتے ہی دیکھتے جو زف اور جوانا نے کاندھے پر موجود آدمی کو کار میں پھینکا۔ اور وہ دونوں کار میں چھپنے لگے۔ جوانا مسلسل فائرنگ کرتے جا رہا تھا۔ دوسرے لمحے کار ایک جھگ سے آگے بڑھی۔ اور پھر ویران اور سنسان سرک پر انتہائی تیز رفتار سے دوڑتی گئی۔
 ان کے آگے بڑھ جانے کے بعد کیٹھ میں سے چند مسلح افراد تیزی سے باہر نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالتھے انہوں نے جو زف اور جوانا کی کار پر فائرنگ کی کوشش کی۔ لیکن ان کی کار خاصی دور جا چکی تھی۔ اور پھر وہ سب تیزی سے پارکنگ اہموجود دو کاروں کی طرف بڑھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں آریس ریوالتوں برداروں سے لمبی سونہیں جو زف اور جوانا کی کاروں کے نیچے دوڑ پڑیں۔

”ارے ہاں۔۔۔ اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ نزدیکوں ہے
ریونی۔ بات کرو۔ میں رفتار آہستہ کر رہا ہوں“
صدر نے کہا۔

اور اس بار اس نے واقعی رفتار آہستہ کر لی۔ کیفے والوں کی
دونوں کا دین ان کے آہستہ ہونے ہی زن کی آواز سن نکلتی تھی
ان کے پاس سے جو کہ آٹھے بڑھتی تھیں رجبہ جو زف کی سیاہ
پیراہن خد سے ٹاٹنے پر دوڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چون کہ
بڑک پھلے چوک سے نکلی کہ ایک مضامین قصبے کی طرف جاتی تھی۔
اس لئے اب اس پر ٹریفک خاصا کم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دیو اور
بردار دونوں کی کاروں اور جو زف کی کار کے درمیان صرف چند
میٹر کا ریں تھیں۔

”کیپٹن شکیل کالنگ جوزف ادور“
کیپٹن شکیل نے اس دوران ٹرانسمیٹر آن کر کے جو زف کو کال
کرنا شروع کر دیا۔

”ریس۔ بلیک ڈیٹھ سپیکنگ ادور“۔ دوسری
زف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز تو جو زف کی
ہی تھی۔ لیکن اب جو خاصا بدلہ آوا تھا۔ کیپٹن شکیل اور صدر
دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
”بلیک ڈیٹھ۔ کیا مطلب۔ جو زف۔ میں کیپٹن
شکیل ہوں رہا ہوں ادور“۔ کیپٹن شکیل نے اس بار
نکتہ ابجے میں کہا۔

”آؤ شکیل۔ یہ تو کوئی لمبا ہی معاملہ ہے“
صدر نے کہا۔ اور وہ دونوں تیزی سے واپس دوڑتے ہوئے
اپنی کار کے پاس پہنچے۔ اور چند لمحوں بعد ان کی کار بھی تیز
رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی ریو اور برداروں کی کاروں کے تعاقب
میں دوڑنے لگی۔
”یہ پکڑ کیا ہو سکتا ہے۔ کیپٹن شکیل نے دانت
بھینچے ہوئے کہا۔
”وہ تمہارے الزام کو شاید دھونے کی کوشش کر رہے ہیں
کہ وہ عفت خورے ہیں کام نہیں کرتے۔“ صدر نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے ایک سیٹیلٹ پر پیر
کا دباؤ اور بڑھا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ان دونوں کاروں کے بالکل عقب میں
پہنچ گئے۔ جو ان کے سامنے جو زف اور جو ان کی کار کے پیچھے
گلی تھیں۔ اور پھر ایک جگہ راستہ ملتے ہی صدر راہنہ تیزی رفتاری
سے ان دونوں کاروں کو گراں کر کے آگے بڑھ گیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو۔ ان کے پیچھے دوڑنا کہ پتہ چلے کہ کیا ہو
رہا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔
”میں ان سے پہلے تو زف سے بات کرنا چاہتا ہوں“
صدر نے کہا۔

”ارے۔۔۔ ٹرانسمیٹر تو جو زف کی گاڑی میں بھی ہوگا۔ اس
پر بات کر لو۔“ کیپٹن شکیل نے اچانک چونکے ہوئے کہا۔

میں جانا ہوں شکیل صاحب۔ لیکن اس وقت میری جوت نہیں بلیک ڈیجھ بول رہا ہوں دوسری بلیک ڈیجھ جوت بھی میرے ہمراہ ہے۔ اور آپ نے کال کیوں کی ہے اور جوت کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔۔۔ یہ کوئی نیا چکر ہے۔ بہر حال بتھ کسے کیفے شادی لاک سے اٹھا کر کے لے جا رہے ہو۔ کیفے کے غنڈوں کی دو کاریں تمہارے تعاقب میں ہیں اور۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔“

”شادی لاک کا اسسٹنٹ کر امر ہے چار سے پاس۔۔۔ نے اس سے شادی لاک کا پتہ پوچھنا ہے۔ اور میں معلوم ہے کہ کاریں چار سے تعاقب میں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کی کار بھی ان کے پیچھے آرہی ہے۔ ہم نے آپ کو کیفے کے پاس دیکھا تھا۔ صفدر صاحب بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ لیکن بلیک ڈیجھ سے ٹکرانا ان غنڈوں کے پس کی بات نہیں۔ سمر کل چوک کے بعد دیکھنا ان کا کیا مشر ہو تا ہے ذرا دباں تک پہنچ لیں اور دوسری طرف سے جوت کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”یہ کوئی نیا ہی چکر ہے۔ بلیک ڈیجھ والا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ٹرانسمیٹر آف کر تے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔“
”خاصا دل چپ چکر معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال دیکھتے ہیں صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

اب جوت کی کار سمر کل چوک سے گھوم کر ان کی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔ جب کہ غنڈوں کی دونوں کاریں اب چوک سے قریب پہنچ رہی تھیں۔ صفدر نے جان بوجھ کر اپنی کار کی رفتار آہستہ کر لی تھی۔ اور چند لمحوں بعد دونوں کاریں بھی چوک پر نوڑ کاٹ کر ان کی نظروں سے غائب ہو چکی تھیں۔

چند لمحوں بعد جیسے ہی ان کی کار چوک پر پہنچی انہوں نے دُور سے دو خوف ناک دھماکے سنائی دیئے۔ اور پھر جیسے ہی ان کی کار گھوم کر سیدھی چلی انہوں نے دونوں کاروں کو سمر کل کے کنارے الٹی پڑی ہوئی دیکھا۔ الٹی کاروں میں سے ایک اور بڑا دارغٹھنے محل ٹھکل کر دوڑے تھے۔ اسی لمحے سائیڈ میں موجود ذخیرے سے مشین گن چلنے کی تڑتڑاہٹ سنائی دی۔ اور آواز الفری میں بھاگتے ہوئے کسی غنڈے کے پیچھے ہونے کی سن کر پر ڈھیر ہو گئے۔ صفدر نے انتہائی تیزی سے اپنی کار کو سائیڈ میں گھمایا اور پھر جیسے ہی اس نے بلیک لگا کر کار کو سمر کل پر دو اور خوف ناک اور کان بھلا دھماکے ہوئے۔ اور الٹی پڑی کاروں سے آگ کے شعلے بلند ہوئے اور اس کے ساتھ ہی جیسے ارد گرد آگ اور کاروں کے جلتے ہوئے پرندوں کی بارشیں ہو گئی۔ اگر صفدر بروقت کار کا رخ نہ موڑتا تو یقیناً یہ دھماکے عین اس وقت ہوتے جب کہ صفدر کی کار ان کاروں کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔ اس کے بعد جو

ہونا تھا وہ تو ظاہر تھا۔

سرک پر ڈھیر ہونے والے اور دو تین بجاتے ہوئے غنڈے اس آگ کی لمبیٹ میں آگئے۔ اور پھر انہوں نے جلتے ہوئے شعلوں کی طرح اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی ان کے کپڑوں کو آگ بکڑ چکی تھی۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوبارہ ڈھیر ہو گئے۔ اسی لمحے ذخیرے سے جوزف اور جوآنا کی کاربرآمد ہوئی۔ اس کا رخ اسی طرف تھا جہر صفدر اور کمیشن شکیل کی کاربھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ انہیں دیکھتے۔ کارسائیں کو جواز دے دیا تھا کہ ان کے قریب سے تھکتی تھی۔ البتہ جوزف نے کھڑکی میں سے ہاتھ نکال کر اُسے یوں لہرایا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔ دیکھا بلیک ڈیوٹیک کا کارنامہ۔

”کمال ہے۔ یہ دونوں تو یوں دندنا تے پھر رہے ہیں۔ جیسے اس ملک میں کوئی قانون ہی نہ ہو۔ جسے چاہا اغوا کر لیا جسے چاہا مار ڈالا۔“ کمیشن شکیل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ کوئی اور ہی چکر ہے کمیشن۔ اس کے پیچھے لائن اعماران کا ہاتھ ہے۔ ورنہ یہ دونوں ایسے کھلے عام دہشت گردی نہیں کر سکتے۔“ صفدر نے کار موڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر جب وہ چوک پر پہنچے تو جوزف اور جوآنا کی کار دور دور تک کہیں نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ بنائے کسی سرک پر آگئے تھے۔ صفدر نے چند لمحے کار چوک پر آہستہ کی۔ اس کے بعد اس نے شہر کی طرف جاتے والی سرک پر کار کا رخ موڑ دیا۔ جس سرک پر یہ

باری کارروائی ہوئی تھی۔ وہ چون کر زیادہ تر سسٹان ٹری ہتی تھی۔ اس لئے فوری طور پر تو پولیس کے دہان پہنچے کا خطرہ نہ تھا۔ لیکن بھی تو ہو سکتا تھا کہ کوئی کارروائی سے گزرنے اور انہیں بھی اس حادثے میں ملوث سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ اب وہ جلد از جلد اس بل سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جوزف اور جوآنا شانی بل کے اسٹینٹ کوٹے کر سیدھے رانا پلاؤس پہنچیں گے وہ رچا جتا تو رانا سیر پر ان سے گفتگو کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے درسی پر دو گرام بنالیا تھا۔ وہ اس سارے چکر سے پہلے ایک ٹوکو ملے کر نکالنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد جیسے وہ جہازات دے۔ چنانچہ شہر میں پہنچتے ہی اس نے کار ایک پبلک بوتھ کے قریب روک دی۔

”میں ذرا ایک ٹوکو سے بات کر آؤں۔“ دیکھیں وہ بلیک ڈیوٹیک کے متعلق کیا کہتا ہے۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ارکا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ جب کہ کمیشن شکیل وہ چل بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھوں میں بلی سی بیزاری کے تاثرات نظر آتے لگ گئے تھے۔

صفدر نے کسے ڈال کر ایک ٹوکو کا نمبر لگایا۔

”ایکس ٹو بی۔“ رابطہ قائم ہونے ہی دوسری طرف سے مخصوص آواز سنائی دی۔

”صفدر بول رہا ہوں جناب۔ ایک اطلاع ہے صفر صفدر نے موڈ بان لےجے میں کہا۔ اور پھر اس نے جوزف اور جوآنا

کی ساری کارروائی کے ساتھ ساتھ ان کا بطور ایک ڈیجیٹل ہاتھ کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیا۔

”یہ عمران کا ہی کوئی نیا شوشہ ہو سکتا ہے۔ ریا پھر جوت اور جو انہی کے کار بیٹھے بیٹھے تنگ آ گئے ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کی کارروائیاں شروع کر دی ہوں گی۔ ایکس ٹونے نرم لہجے میں کہا۔

”ان کے متعلق کوئی ہدایت دیا انہیں ان کے حال پر دیا جائے۔“ صفدر نے پوچھا۔

”اگر یہ منگروں۔ غنڈوں۔ بد معاشوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ ہماری لائن کا کام نہیں ہے۔“ ایکس ٹونے جواب دے کر فرمایا۔ ”لیکن سہ۔ ایک درخواست ہے۔“ اچانک صفدر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”درخواست کیسی درخواست۔“ ایکس ٹونے کا ہلکا سا ایک لخت کرخت ہو گیا۔

”سہ۔ ابھی ابھی کیپٹن شکیل سے بھی بات ہو رہی تھی۔ اودھاتی ممبران کا بھی یہی خیال ہے کہ آج آج سیکرٹ سروس بے کار ہوئی جا رہی ہے۔ سارے کیس عمران کے ہی نمائندے ہیں۔ یا پھر اس کا اسٹنٹ ٹائیگر ساتھ ہوتا ہے اس سے ممبروں میں بدولی سی پھیلتی جا رہی ہے۔ اس نے درخواست ہے کہ سیکرٹ سروس کو دوبارہ فعال ہونے کا موقع

پہنچے۔“ صفدر نے ہونٹ چلبے ہوئے آخر بات کہہ

دی۔ ”مجھے پہلے ہی عمران نے رپورٹیں دی ہیں کہ تم لوگوں نے اس سلسلہ میں عمران سے بھی اکثر جھگڑا کیا ہے۔ اور بعض شہر کے دوران ممبرز کا رویہ انتہائی غلط تھا کہ انہوں نے عمران سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ خاص طور پر جو لیانے اس سلسلہ میں کئی بار احمقانہ باتیں کی ہیں۔ لیکن میں اس لئے

موش ربا تھا کہ بعض کیسز کی صورت عالی ایسی تھی کہ جس میں عمران بغداد حاصل کرنا ضروری تھا۔ ورنہ حکم کے باوجود عدم تعاون فارسی کے مترادف ہو جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک ہمارے کسی کیسز کا سزا ہوتی ہے۔“ ایکس ٹونے لہجے میں اس قدر زہر آہٹ عود کر آئی تھی کہ صفدر کے جسم میں بے اختیار سردی کی لہریں دوڑنے لگیں۔

”سہ۔ ہمارا مقصد عدم تعاون نہیں۔ ہم صرف غافل ہونا چاہتے ہیں سہ۔“ صفدر نے جھکتے ہوئے کہا۔

”میرے نزدیک ملک کی سلامتی اور اس کے مفادات کا تحفظ ہماری مخالفت یا بے کارگی سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ جس کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے۔ لے لیا جائے۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس وقت تو ان کیسز ایسے سامنے آئے ہیں کہ جس میں اگر ساری سیکرٹ سروس کو حرکت میں لے آجائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جو مشن عمران چند روز میں پورا کر لیتا ہے اسے کئی ہفتے لگ جاتے۔ اور

اور اس دوران ملک میں توڑ پھوڑ یا ہلکی سلامتی کے تحفظ کا خدشہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے تمہیں حرکت میں نہیں لانا گیا۔ اور یہ نے صرف عمران سے ہی کام لے لیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں سیکرٹ سرورس جس ہمیشہ کے لئے بے کار ہو کر رہ گئی تھی۔ لوگ انتظار کرو۔ کسی بھی وقت کوئی ایسا کیس سامنے آ سکتا ہے کہ اس کے بعد تمام فرصت کے لمحات کو تیرے ہونے والے ایک نام نے اس بار قدر سے نرم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ دیئے سر۔۔۔ یہ بلیک ڈیٹھ والے چکر بھی شاید کسی کیس کے سلسلہ میں ہو۔ اور عمران اس کیس کو بالابالاسی ٹھکانا چاہتا ہو۔۔۔ صفدر نے ایکسٹو کے نرم لہجے سے شہ پر گرا کر کہا۔

"سوچ سمجھ کر بات کیا کرو صفدر۔۔۔ میں ایسی احمقانہ بات برداشت نہیں کیا کرتا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ عمران جس کیس کا کام کرنا ہے اس کا علم مجھے نہیں ہو سکتا۔ اور وہ بالابالاسی بلا۔۔۔ کچھ کر لیتا ہے۔ ایکسٹو کا لہجہ ایک بار پھر سخت ہو گیا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔۔۔ میرا یہ مطلب نہ تھا۔" صفدر نے سب سے ہونے لہجے میں جواب دیا۔ واقعی اس سے حماقت ہو گئی تھی۔

"آئندہ محتاط رہنا۔۔۔ دوسری طرف سے سرور لہجے میں کہ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

اور صفدر نے رسی پر رکھ کر چٹائی پر آئے والا پسینہ آستین

ہ صاف کیا اور پھر پبلک ہونے سے باہر آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ٹھیک ہوا۔۔۔ خاصی لمبی بات ہو گئی تھی۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ ابھی خاصی جھاڑ سنی ہو گئی تھی۔۔۔ صفدر نے سکرانے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ایکسٹو سے ساری گفتگو کی

فعلیل کیپٹن شکیل کو سنا دی۔ یہ اچھا ہوا کہ ہم نے ایکسٹو کے کان میں بات ڈال دی۔ اب وہ یقیناً ہم سے کام لے گا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سر ہٹے ہوئے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟۔۔۔ صفدر نے کار کو آگے بڑھاتے دے کہا۔

"پروگرام کیا ہو جائے۔ کہیں چل کر تفریح کرتے ہیں؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"عمران کے فلیٹ پر نہ چلا جائے ذرا اُسے ٹیولیں کر یہ بلیک رزید وال کیا حکم ہے۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"اس میں بھی کوئی نرج نہیں۔۔۔ ویسے تمہارے ذہن میں ایک ڈیٹھ چپک سی گئی ہے۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ عمران

سے ملنا بھی تو تفریح میں ہی شامل ہے۔" کیپٹن شکیل نے سکرانے ہوئے جواب دیا۔

اور صفدر نے سر ہٹاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ کنگ روڈ پہنچ گیا۔ اور اس نے کار عمران کے فلیٹ کے سامنے روک دی۔ اور پھر کار سے اتر کر وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔ اور صفدر نے ہاتھ بٹھا کر کال ہیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ اور سلیمان دروازے پر کھڑا نظر آیا۔

”اوہ صفدر صاحب۔ آپ۔۔۔ سلیمان نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

سلیمان عمران کے ساتھیوں میں سے صرف صفدر اور کیپٹن شکیل کا ہی احترام کرتا تھا۔ کیوں کہ وہ دونوں وقت سنجیدہ رہتے تھے۔

”عمران ہے اندر۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا: ”جی ہاں۔۔۔ بیٹھے دروازے پر۔۔۔ سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

”درہ ہے میں۔ کیا مطلب ہے۔۔۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ کیپٹن شکیل نے بھی حیرت سے آنکھیں جھپکائی تھیں۔

”آپ خود ہی مطلب پوچھ لیجئے۔ مجھ سے تو گزشتہ ایک ہفتے سے بول چال ہی بند ہے۔۔۔ سلیمان نے منہ بندتے ہوئے کہا۔ اور دروازہ بند کر کے وہ تیز قدم اٹھاتا باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

”عمران اور اس کی چوڑھی بھی خوب ہے۔۔۔ بچے بردہ میں دونوں۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جیسے ہوئے کہا۔ صفدر نے صرف سر ملانے پر ہی اکتفا کیا اور دونوں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ دوسرے لمحے وہ دروازے پر ہی ٹھٹھک کر رک گئے۔ کیوں کہ ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھا عمران واقعی کسی نئی بیوہ ہونے والی عورت کی طرح بچکیاں لے کر رو رہا تھا۔

”کیا ہوا عمران صاحب۔ کیا کوئی محبوبہ فوت ہو گئی ہے؟ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ بھگوڑے بھائی تم۔۔۔ ارے غضب ہو گیا۔ میں لڑ گیا۔ تباہ ہو گیا۔ برباد ہو گیا۔ ارے بھگوڑے بھائی۔۔۔ بس کچھ نہ پوچھو۔ مجھے جی بھر کر رونے دو۔“ عمران نے آنسو بہائی ہوئی آنکھیں اٹھاتے ہوئے انتہائی گلوگیر لہجے میں کہا۔ اور ایک بار پھر زور زور سے رونا شروع کر دیا۔

”میرا خیال ہے رونا بھی صحت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ میں نے حال ہی میں کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ اس سے دل میں گداز بھی پیدا ہوتا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کدال۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔ دل میں کدال پیدا ہو گیا تو دل تو کھودا جائے گا۔ پھر اس میں گھاس پھوس اگ آئے گی۔ اور گھاس میں سانپ ریگنے لگیں گے۔ زہریلے سانپ۔۔۔ ارے غضب ہو گیا۔ سانپ تو کاٹتے بھی ہیں۔“

دیکھ لیتا ہوا اندر آ رہا تھا۔

”اچھا۔ تو میں شوے بہار رہا ہوں۔ میں اپنی مجھ سے زندگی میں سب سے بڑی غلطی ہوئی ہے کہ ایک عالم فاضل جگہ نشی فاضل قسم کا باورچی رکھ لیا ہے۔“ — عمران نے انھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”صفر صاحب! ان سے کہہ دیں۔ مجھ سے بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہماری بول چال بند ہے۔“
سلیمان نے صفر سے مخاطب ہو کر کمرخت لیجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی چائے کی دو پیالیاں بنا کر صفر اور کوپٹن شکیل کے سامنے رکھ دیں۔ عمران کو اس نے جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔

”عمران کے لئے چائے نہیں بنائی۔“ کوپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سامی جناب۔ میں آپ کی عزت اپنی ذاتی جیب سے کر رہا ہوں۔ میری ذاتی جیب مفت خوروں کے لئے نہیں ہے۔“ سلیمان نے بڑا سمانہ بناتے ہوئے کہا۔

”سلیمان ڈیر۔ اسے ظالم کب تک مجھ سے ناراض ہو گئے۔ دیکھو تمہارے بچہ میں میرا درو کر کیا حال ہو گیا ہے۔ تم کب سے اتنے کٹھور ہو گئے ہو۔“ عمران نے اچانک ٹھیکڑ عاشقانہ لہجے میں کہا۔

”جب تک آپ ان کانے حبشیوں کو مجھ پر فوقیت دیتے رہیں

عمران نے ایک لحفت و ناموقوف کرتے ہوئے پہلے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو تیزی سے ٹٹک چو گئے تھے۔

”آخر اس قسم کی حرکتیں کرنے سے آپ کو کیا ملتا ہے؟“
صفر نے سامنے کھڑے پر بیٹھے ہوئے قدرے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”سلیمان نے میرے رونے کی آواز سن لی ہے؟“
عمران نے آگے بڑھ کر بڑے سرگوشیا نہ لہجے میں صفر سے پوچھا۔

”اُسی نے تو ہمیں بتایا ہے کہ صاحب بیٹھے دو رہتے ہیں اور میری بول چال ایک ہفتے سے بند ہے۔“ صفر نے جانتے ہوئے کہا۔

”اور اس کے باوجود وہ مجھ سے سہمہ ردی کرنے نہیں آیا۔ غضب خدا کا۔“ آج کل ملازموں کا خون بھی سفید ہو گیا ہے بالکل سفید۔“ عمران نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”ملازموں کا خون سفید نہیں ہوا بلکہ مالکوں کے اندر خون ہی نہیں رہا۔ پہلے مالک ہوتے تھے جو ملازموں کی خوشنودی کی خاطر اپنا خون بہا لے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ اور آج کل کے مالک بس شوے بہا نا ہی جانتے ہیں۔“

اُسی لمحے سلیمان کی آواز دروازے سے سنائی دی۔ وہ ٹرائی

گئے : سلیمان نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔
اور صفد کے علق سے بے اختیار تہقہہ نکل گیا۔ اس
جگہ کے کا پس منظر اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔
"توبہ توبہ۔۔۔ کالے جیشوں کو تم پر فوقیت۔۔۔ کیسے
ہو سکتا ہے، تم میرے پیارے سلیمان ہو۔ اور وہ تو جین کالے
ان سے مہار کیا مقابلہ؟" عمران نے سکرانے ہوئے
کہا۔

"جی ہاں۔۔۔ اسی لئے میں سارا دن باورچی خانے میں
گھسا اپنا دلی جلا کار بتا ہوں۔ اور وہ دونوں رانا کا دوس میں
پڑے شرا میں پی پی کر ایٹھتے رہتے ہیں۔" سلیمان
نے کہا۔

"یہ مہار ہی غلط فہمی ہے سلیمان۔ آج کل وہ ایٹھتے
نہیں پڑ رہے۔ بلکہ غنڈوں سے لڑتے پھر رہے ہیں۔ ابھی
تھوڑی دیر پہلے انہوں نے دس بارہ آدمی مار ڈالے ہیں۔
دو کاریں تباہ کر دی ہیں۔" صفد نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ ماہ۔۔۔ آپ کے منہ میں گھٹی ٹسکر۔ اب وہ
ضرور پچھانسی چڑھیں گے۔ رخس کم جہاں باگ۔ آپ نے مجھ پہلے
کیوں نہیں بتایا؟" سلیمان نے اچانک خوش ہوتے ہوئے
کہا۔ اور جلد ہی سے ایک چائے کی پیالی بنا کر عمران کے
سلسلے رکھ دی۔

"صاحب۔۔۔ غلطی معاف۔۔۔ آپ نے اچھا کیا کہ انہیں

پچھانسی پر چڑھانے کا سامان کر دیا۔ میں تو باورچی خانے میں ہی
بھٹا۔" سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر شرابی
دیکھنا تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت
جیسے آبشار کی طرح بہہ رہی تھی۔
"یہ کیا جگر جلا دیا ہے تم نے۔" اسے مارویلا ہے ان کالے
بھتنوں نے۔ عمران نے سلیمان کے جانے کے بعد
خیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اب ہمارے سامنے بننے کی ضرورت نہیں ہے عمران صاحب
تم تو خود آپ سے ہی پوچھتے آتے ہیں کہ یہ بلیک ڈیٹے کا کیا
چکر ہے؟" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بلیک ڈیٹے۔۔۔ اوہ۔۔۔ تو کیا ذاتی وہ دونوں بلیک
ڈیٹے بن گئے ہیں۔" اسے میں نے تو سوچا تھا چلو یہ دونوں کام کاج
کچھ نہیں کرتے۔ ان کے تدو قاصت سے ہی قائمہ اٹھایا
جائے۔ کچھ دہشت ڈالی جائے۔ کچھ آمدنی کا ذریعہ
بنے۔ لیکن یہ کاریں تباہ کرنا اور آدمی مارنے کا کیا چکر
ہے؟" عمران نے منہ ملتے ہوئے کہا۔ اور صفد نے
تفصیل بتا دی۔

"اچھا۔۔۔ توبہ بات ہے۔ تم نے مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔
آج کل میں بھی پر ہوں۔ اس لئے میری جگہ وہ میرے دوست
سو پر نیاض کا انتقام شافی لاک سے لیتے پھر رہے ہیں؟"
عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے ماں جو یوں نے مجھے بتایا تھا کہ شانی لاک نے سو پر فیاض پر حملہ کیا تھا۔ کیا چکر تھا؟" صہد نے چائے کی چمکی لیتے ہوئے کہا۔

"سو پر فیاض شانی لاک کی محبوبہ لے اڑا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ شانی لاک سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔ بے وفائی برداشت نہیں کر سکتا؟" عمران نے جواب دیا۔

"بے وفائی کی تو اس کی محبوبہ نے۔ اور گولی اس نے مار دی سو پر فیاض کو۔ یہ کیا بات ہوئی؟" کیپٹن جھکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ تم اتنا بھی نہیں جانتے۔ کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا تھا۔ عمران نے کہا۔ اور صہد اور کیپٹن شکیل دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی مینز پر پڑا ہوا شیلی فون زوردار آواز سے بچ اٹھا۔ اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"ییس۔ تاجران بلدی چونا۔ عمران۔ صہد۔ اور شکیل سیکنگ۔" عمران نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔

"عمران۔ فوراً میرے پاس کو بھٹی پر پہنچو۔ آٹے از ایمر حسی۔" دوسری طرف سے سرسطان نے کہا۔

"سورمی جناب۔ بلدی کی کاشاک عثم جو گیل ہے۔ اور چونا بغیر بلدی کے بے کار ہے۔ عمران نے منہ بنا تے ہوئے جواب دیا۔ لیکن دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا

تھا۔ عمران نے بڑا سادہ بناتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"کس کا فون تھا؟" صہد نے پوچھا۔ وہ چون کر فاصلے پر تھے اس لئے وہ سر سلطان کی آواز نہ سن سکے تھے۔

"یار۔ ایک کام کرو گے۔ پلیز۔ دیکھو انکار نہ کرنا۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"انکار کا کیا مطلب۔ آپ کام بتائیں؟" صہد نے اُسے اس طرح سنجیدہ ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

"اپنی زبان ناک کی ٹو سے لگا کر دکھاؤ؟" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" صہد نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم لگاؤ تو سہی۔ ابھی بات بھی بتاتا ہوں؟" عمران اُسی طرح سنجیدہ تھا۔

"بس بس۔ احمق بننے کے لئے ہم یہ رہ گئے ہیں؟" صہد نے جھپٹتے ہوئے کہا۔

"تم کو کہہ رہے تھے کہ انکار نہیں ہو گا پھر؟" عمران نے اس بار لغییلے لہجے میں کہا۔

"اب آپ نے کام ہی ایسا بتایا ہے؟" صہد نے کہا۔

"صہد صاحب۔ میرا خیال ہے عمران صاحب اب ہمیں یہاں سے بھگنا چاہتے ہیں۔ فون پر کسی نے بلایا ہو

گاتے۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واہ۔۔۔ اسے کہتے ہیں عقل مندی۔ کمال ہے اللہ تعالیٰ نے کیا دماغ ویسا ہے۔ یا رستم معنی حل کیا کر دیا۔ دی کے انعام دینے والے پر دگراموں میں شرکت کیا کرو۔ خواہ مخواہ معمولی سی خزاہ کے لئے ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے ہو۔ لمبی کمائی ہوگی۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اُسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ اور عمران نے فون کو گھوڑتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔۔۔ تاجر ان چونا بلدی۔ عمران۔۔۔ صفدر اور شکیل سپیکنگ۔ عمران نے اس بار بلدی چوٹے کو بدل کر چونا بلدی کر دیا تھا۔

”اٹ اڑ ایک سو۔۔۔ صفدر کو رسیور دوڑا۔ دوسری طرف سے بلیک زیمو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”ارے۔۔۔ یہ کہاں سے ٹپک پڑا۔ کوئی بڑا ہی پنجابی گتہ ہے۔۔۔ عمران نے یوں مائیک پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ جیسے اُسے خطرہ ہو کہ مائیک سے کوئی سانپ باہر نکل آئے گا۔ اور رسیور صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

”تمہارا باس۔۔۔ میرا نہ بتانا۔ خواہ مخواہ اور کوئی حسیبت ڈال دے گا۔۔۔ عمران نے اُسی طرح مائیک پر ہاتھ رکھے ہوئے سرگوشیاں انداز میں کہا۔ اور صفدر نے مسکراتے ہوئے رسیور اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

”یس۔۔۔ صفدر بول رہا ہوں۔۔۔ صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”صفدر۔۔۔ تم اور کیپٹن شکیل دونوں چیرنگ کراس کے پہلے چوک پر پہنچو۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں۔۔۔ وہاں سے سرخ رنگ کی جدید ماڈل کی ایک کار گزرے گی جس کی جھٹ کا رنگ سفید ہوگا۔ تم نے اس کا انتہائی ہوشیار سی سے تعاقب کرنا ہے۔ اور پھر مجھے رپورٹ دو۔ کہ یہ کار کہاں جاتی ہے۔ سمجھے۔۔۔ ایکس ٹو نے کہا۔

”یس۔۔۔ پس۔۔۔ بیکسی کیا کوئی نیا کیس شروع ہو چکا ہے۔۔۔ صفدر نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”مشاہد۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور صفدر نے رسیور کریشل پر رکھا۔ اور کیپٹن شکیل کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

”اے اے۔۔۔ وہ میرا کام۔۔۔ وہ ناک کی نوک اور دہ زبان۔۔۔ عمران نے بجنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

”ایسے کام تم ہی کر سکتے ہو۔۔۔ ہم فالتو نہیں ہیں۔ آؤ شکیل۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے برہنہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ جب دروازہ بند ہونے کی آواز عمران کے کانوں میں پہنچی تو عمران نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کئے۔

”ایک ٹو“۔ دوسری طرف سے بلیک زبرد کی آواز سنائی دی۔
 ”یہ کس کار کا تھا قب کیا جا رہا ہے جناب بلیک زبرد صاحب؟“
 عمران نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ دراصل سر سلطان نے مجھے فون کیا تھا کہ وہ عمران سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔ لیکن عمران کے ٹیلیفون میں صفدر اور گیکین شکیل موجود ہیں۔ اس لئے شاید عمران کو آنے میں دیر ہو جائے۔ ہم ان دونوں کو چلتا کر کے عمران کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ میں نے فون کر کے ان کو ایک خواہ مخواہ کا کام بتا دیا۔ اب یہ کھڑے انتظار کرتے رہیں گے سرخ کار کا کہتا۔ بلیک زبرد نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”اور اگر وہاں سے ایسی کوئی کار گزر رہی تھی تو۔۔۔ اور اُسے چلا بھی کوئی محترمہ رہی ہو تو۔۔۔ عمران نے منہ ہلستے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔۔۔ آپ کا رشتہ بھی جو ادوں گا؟“
 بلیک زبرد نے کہا۔

”رشتہ۔۔۔ واہ۔۔۔ رشتہ مجھ سے زیادہ عزیز ہے تمہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رشتہ وہاں پہنچ جائے اور میں وہاں بیٹھا سلیمان کے خوجے بہتار ہوں۔ تم مجھے ہی سمجھا دینا۔“
 عمران نے کہا اور بلیک زبرد بے اختیار ہنس پڑا۔

”اچھا۔۔۔ فی الحال تو آپ سر سلطان کے پاس پہنچیں۔ وہ جی بے تاب نظر آتے ہیں۔ اور شاید وہاں ان کے پاس کوئی اور غیر متعلق صاحب بھی موجود ہیں۔۔۔ بلیک زبرد نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مگر ان کی صاحب زادہ کی شادی تو ہو گئی۔ اب میں وہاں جا کر کیا کروں گا۔۔۔ ہاں البتہ وہ غیر متعلق صاحب کوئی رشتہ سے کر آئے ہوں تو اور بات ہے۔“ عمران نے ہر اسامہ ہنستے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی کسی ملازمہ کی شادی کا فیصلہ کر لیا ہو۔۔۔ بلیک زبرد نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوسے باپ رہے۔۔۔ آہستہ بولو۔۔۔ سلیمان نے سن لیا تو ایک بار تکراراً عرض ہو جائے گا۔ پہلے بڑی مشکلی سے بول چال شروع ہوئی ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر بلیک زبرد کی بات سننے بغیر اس نے رسیور رکھا اور اٹھ کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ سر سلطان کی بے ثباتی واقعی غیر معمولی تھی۔ ورنہ وہ اتنے چکر میں کبھی نہیں پڑتے کہ بلیک زبرد کو فون کر کے ممبر کو وہاں سے ہٹا دے اس کا مطلب تھا کہ کوئی امیر جنسی پیدا ہو چکی ہے۔ اور ظاہر ہے امیر جنسی پیدا ہونے کے بعد اس کی پرورش کی ذمہ داری تو عمران کے ہی ذمہ تھی۔ چنانچہ اب وہ جلد از جلد سر سلطان تک پہنچنا چاہتا تھا۔

کو سی بھیلے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شاید سپروائزر تھا۔ ان دونوں کو یوں اندر آتے دیکھ کر سپروائزر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

کرنل شریف فرام سیکرٹ سروس تھے۔ کرنل شریف نے سپروائزر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اؤہ۔۔۔۔۔ میں سہ۔۔۔۔۔ حکم فرماتی ہے:۔۔۔۔۔ سپروائزر سیکرٹ سروس کا سنتے ہی بولکھلا گیا۔

رات کو یہاں ڈیوٹی پر کون تھا۔۔۔۔۔ کرنل شریف نے پوچھا۔

”آصف ہی تھا جناب۔۔۔۔۔ بس اب اس کی ڈیوٹی ختم ہوئی جو نے والی ہے۔۔۔۔۔ کیوں جناب۔۔۔۔۔ کیا کوئی شکایت ہے جناب۔۔۔۔۔ سپروائزر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔۔۔۔۔ بس کچھ معلومات چاہتیں تھیں۔۔۔۔۔ کرنل شریف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سپروائزر کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

”آصف۔۔۔۔۔ سپروائزر نے مشین سے اٹھ کر آئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور خود قدم بڑھاتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”میں سہ۔۔۔۔۔ نوجوان نے چونک کر مڑتے ہوئے پوچھا۔

”یہ سیکرٹ سروس کے کرنل شریف ہیں۔ تم سے کچھ معلومات چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ میں تمہارا کام سنبھال لیتا ہوں تم ان سے

کرنل شریف اور کیپٹن تمیز می دو سہری منزل سے اتر کر نیچے پالی میں پہنچے اور پھر سید سے ٹیلی فون ایکس چینج والے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے پر ایک باوردی ورنان بیٹھا ہوا تھا۔ اور دروازے کے اوپر داخل المظاہرین داخلہ ممنوع ہے کا بورڈ بھی نصب تھا۔

دروازہ کھولا۔ پولیس۔۔۔۔۔ کرنل شریف نے کرخت لہجے میں ورنان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ورنان پولیس کا لفظ سنتے ہی بولکھلا کر نہ صرف کھڑا ہو گیا بلکہ اس نے پھرتی سے دروازہ بھی کھول دیا۔ کرنل شریف اور کیپٹن تمیز می اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے اندر دو سولائٹوں کا ایک ایکس چینج موجود تھا۔ اور وہاں صرف دو آدمی تھے۔ ایک مشین کو آپریٹ کر رہا تھا جب کہ دوسرا ایک طرف میز

کامل تعداد کر دیتے۔ سپروائزر نے کہا۔
اور آصف نے سر پر چڑھا ہوا اسپیکر فون اتار کر سپروائزر
کے حوالے کیا اور کرسی سے اٹھ گیا۔ اس کی جگہ سپروائزر
نے سنبھال لی۔

”میں سر۔۔۔ فرمائیے۔۔۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟
آصف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں ان دونوں سے مخاطب ہو
کر کہا۔

”ضلع منہ اندھیرے کمرہ نمبر پچیس کی دوسری منزل کے
مسٹر ڈیوڈ نے کال کی تھی کیا تمہیں یاد ہے۔۔۔“ کرنل شریفین
نے کہا۔

”او۔۔۔ ہاں۔۔۔ پولیس کا ایک آدمی بھی یہی کال چیک
کرنے یہاں آتا تھا۔ میں نے گیسے وہ کال سنا دینی تھی؟“
آصف نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ کال کس نمبر پر کی گئی تھی۔ ہمیں وہ نمبر چاہیے۔ اور
سنو۔ انکار مت کرنا۔ ہمیں خادم ہے کہ وہ ڈائریکٹ کال
تھی۔ لیکن ہمیں وہ نمبر چاہیے۔ یہ اسم مسند ہے ملکی سلامتی
کا۔۔۔“ کرنل شریفین نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے
کہا۔

”او۔۔۔ سر۔۔۔ آپ سپروائزر صاحب سے پوچھ لیں۔
ڈائریکٹ کال ہم صرف سن سکتے ہیں اس کے علاوہ ہمیں اور
کچھ علم نہیں ہو سکتا۔ آٹو میٹک لائن پر کال ملتی ہے۔ تو

ہمیں نمبر کا علم نہیں ہو سکتا۔۔۔ آصف نے جواب دیا۔
”ناکوئی صورت اس نمبر کو ٹریس کرنے کی۔۔۔“ کرنل
شریفین نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”سو ری سہ۔۔۔ اگر کوئی بوقی تو یقیناً میں آپ کو بتا دیتا:
آصف نے جواب دیا۔ اور کرنل شریفین اس کے چہرے کے
تاثرات دیکھ کر بھی سمجھ گیا کہ وہ سچ بولی رہا ہے۔

”او۔۔۔ کے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔“ کرنل شریفین نے کندھے
اچکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تعین تک یہ کہہ کر بیردنی دروازے کی
طرف مڑ گیا۔

یشی غون ایکس پیچ والے کمرے سے نکل کر وہ جیسے ہی
بال میں پہنچے۔ اچانک وہی ویٹر جو دوسری منزل پر ان سے
بھرایا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی تیزی سے ان کی طرف مڑھا۔

”جناب۔۔۔ مسٹر ڈیوڈ جی۔ دروازے سے نکل گئے ہیں۔ ان
کا انداز انتہائی مشکوک تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بتا دوں؟“
ویٹر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور کرنل شریفین اور کیپٹن تیزی بوں آنکھیں پھاڑ کر ویٹر کو
دیکھنے لگے جیسے اس کے سر پر سیڑجنگ نکل آئے ہوں۔

”کیا ہک رہے ہو۔۔۔ وہ تو مر چکا ہے۔ ہم اس کی لاشیں
کمرے میں چھوڑ آئے ہیں؟“ کرنل شریفین نے انتہائی کڑخت
لہجے میں کہا۔

”مر چکا ہے۔۔۔ نہیں جناب۔۔۔ آپ کے جلنے کے

کچھ دیر بعد مسٹر ڈیوڈ باہر نکلے۔ میں اس وقت ڈیوٹی روم کی کھڑکی میں تھا۔ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور پھر وہ لفٹ کی طرف بڑھنے کی بجائے فائر گیٹ کی طرف بڑھتے گئے۔ انہیں اس طرف جانا دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ اور میں نے سوچا کہ انہیں اس جگہ سے روک دوں۔ لیکن میرے ڈیوٹی روم سے نکلنے تک وہ فائر گیٹ کھول کر دوسری طرف موجود سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ جب میں ان سیڑھیوں پر پہنچا وہ ایک ٹیکسی پر بیٹھ رہے تھے۔ ان کے اس طرح جانے پر میں حیران ہو کر واپس ان کے گھر سے آیا تو ان کا تمام سامان ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔ دیر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

ادھر کرنل شریف اور کیپٹن تمیزی کو یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بھرے چوک میں ان کے سروں پر جوتوں کی بارش ہو رہی ہو۔ وہ سیکورٹ سروس کے چیف اور ڈپٹی چیف بنے پھرتے تھے اور ان کا حال یہ تھا کہ مجرم اتنی آسانی سے انہیں مرنے کا دھوکہ دے کر خراب ہو گیا۔

”اس کے ساتھ میں کچھ تھا۔“ کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
”جی ہاں۔ ایک ہنڈل سا تھا۔ جیسے اس میں بہت سے کاغذ ہوں۔ اس کا اوپر کا اخبار قد سے پھٹا ہوا تھا۔“ ویٹر نے جواب دیا۔

”کیپٹن۔“ عتم نے صرف اوپر والا کاغذ دیکھا تھا۔ یا سارا ہنڈل کھولا تھا۔“ کرنل شریف نے اچانک ایک۔

بنا آتے ہی مرکز تمیزی سے پوچھا۔
”صرف اوپر والا کاغذ ہی دیکھا تھا۔“ کیپٹن تمیزی نے قد سے شرمندہ سے بولے میں کہا۔

”اوہ۔“ غضب ہو گیا۔ اہم کلیو ہاتھ سے نکل گیا دیر سی بیڈ۔“ کرنل شریف کا چہرہ غصے اور ہرجملہ جٹ سے سیاہ ہو گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اپنی اور کیپٹن تمیزی دونوں کی بوٹیاں اپنے ہی ہاتھوں میں ڈالے۔

”جناب۔“ ڈیوڈ صاحب کوئی بہت بڑے مجرم تھے۔“
دیش نے جوا، دونوں کی جگہ سی ہوئی سکلیں غور سے دیکھ رہا تھا بول پڑا۔

”اوہ۔ ہاں۔ بہت بڑا۔ یہ تباہیاں جو ملک پر نازل ہو رہی ہیں یہ اسی جگہ کا مجرم تھا۔“ کرنل شریف نے ہونٹ کھائے ہوئے کہا۔

”جناب۔ میں ایک فون نمبر آپ کو بتا سکتا ہوں۔“
ڈیوڈ صاحب اکثر اس نمبر پر فون کر کے نامیہ میں آنے والی باتیں کرتے رہتے تھے۔ شاید یہ نمبر آپ کے کام آجائے۔“
ویٹر نے کہا۔

”اوہ اچھا۔“ جلدی بتاؤ۔“ کرنل شریف نے چونکتے ہوئے کہا۔

”تھری سکس تھری سکس۔“ میں نے اتفاق سے چیک کر لیا تھا جناب۔“ ویٹر نے وضاحت کرتے ہوئے

پروڈیوٹر پر نظر پڑتے ہی اس نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔
جوٹلی کے چن گیسٹ سے نکل کر وہ جلدی سے کارنگک پہنچے۔
ڈرائیوٹک سید کرمل شریف نے سنبھال لی۔ کیدپن تیز
ساتھ والی سید پر براجمان ہو گیا۔

کرمل شریف نے کار اسٹارٹ کی اور اسے کہا وہ ڈرائیو
سے باہر لے آیا۔ میٹر کی پروکارڈ وڑاتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا
کر ویش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ ویش بورڈ
کے ایک خانے میں سے سبز رنگ کا ٹیپ بل اٹھا۔

”یس۔ ایس۔ ایس۔ ہبیڈ کو آرڈر اٹنڈنگ اور“
چند لمحوں بعد ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔
”کرمل شریف سپیکنگ۔ کتنے ممبرز ہبیڈ کو آرڈر میں موجود
میں اور“ کرمل شریف نے جھکمان لہجے میں کہا۔
”سارے ممبرز موجود ہیں سوائے ارشد حسین کے اور“
دوسری طرف سے جواب ملا۔

”اوکے۔ ان سب کو فوراً شیپن آباد کی کوٹھی نمبر بارہ پر
بھیج دو۔ سب کو پوری طرح چوکانا اور مسلح ہونا چاہیے۔ اس کوٹھی
پر ریڈ کرنا ہے۔ میں اور کیدپن تیز دی وٹاں پہنچ رہے ہیں۔
جلدی۔ اور رینڈ آل۔“ کرمل شریف نے ہدایت دیتے
ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔
”کیا آپ اس کوٹھی پر پاور ریڈ کرنا چاہتے ہیں۔“ کیدپن تیز
نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

کہا۔ مگر کرمل شریف اس کی باقی بات سے بغیر تیزی سے کاؤنٹر
طرف دوڑنا لگا۔ اس نے کاؤنٹر پر پڑا ہوا فون جلدی سے اپنے
طرف کھسکا یا اور پھر رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر
دیئے۔ کاؤنٹر میں حیرت سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر
کیدپن تیز دی اور ویٹر بھی کاؤنٹر کے پاس پہنچ گئے۔

میلو اگوا آرمی۔ میں کرمل شریف ٹیٹ آف سیکرٹ سوز
بول رہا ہوں۔ کرمل شریف نے باقاعدہ اپنا تعارف
کراتے ہوئے کہا۔

”میں۔۔۔ حکم فرمائیے سر۔۔۔ دوسری طرف سے
آپریٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
”فون نمبر تھری سکس تھری سکس کی نوکیشن بتاؤ۔ جلدی۔
کرمل شریف نے کہا۔

”ایک منٹ سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور پھر
چند لمحوں بعد جواب ملا۔

”سر۔۔۔ فون نمبر تھری سکس تھری سکس۔ ٹچن آباد کی
کوٹھی نمبر بارہ کا ہے۔ ڈاکٹر سبطین احمد کے نام پر جناب
اگوا آرمی آپریٹر نے جواب دیا۔

”او۔۔۔“ کرمل شریف نے جواب دیا۔ اور رسیور
کو ٹیل پر رکھ کر وہ تیز دی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑا۔
”آؤ کیدپن۔۔۔ اوہ تھینک یو ویٹر۔ تھینک یو۔“

کرمل شریف نے مڑتے ہوئے پہلے کیدپن تیز دی سے کہا اور

”ہاں۔۔۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ مجرموں کی تباہ کاریاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ اور ہم صرف دوڑتے پھر رہے ہیں۔۔۔ کرنل شہر لیفٹ کے کہا۔
 ”لیکن اس طرح تو مجرم ہو کر شہید ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کوئی بہت بڑا سنٹر تو نہ ہو گا کہ پوری ٹیم گرفتار ہو جائے۔ ہمیں ان کی خفیہ نگرانی کرنی چاہیے تھی۔۔۔ کیپٹن تیزری نے سر ملائے ہوئے کہا۔

”ہونا تو ایسا ہی چاہیے کیپٹن۔۔۔ لیکن اب نگرانی کا وقت نہیں رہا جس اعلیٰ حکام کو مطمئن کرنے کے لئے فوری طور پر ایک بڑا ایکشن سامنے لانا چاہتا ہوں تاکہ وہ کسی حد تک مطمئن ہو جائیں۔ کہ ہم واقعی کام کر رہے ہیں۔۔۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر یہی صورتحال رہی تو اعلیٰ حکام شاید کسی اور ملک کی سیکرٹ سروس کی امداد طلب کر لیں گے۔ اور ہمارا اہتمام کرپٹ جمیڈ کے لئے ختم ہو جائے گا۔۔۔ کرنل شہر لیفٹ نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ واقعی ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ویسے سر۔۔۔ اگر کوئی اور سیکرٹ سروس آگئی تو پھر۔۔۔ کیپٹن تیزری نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

”تو پھر اُسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا ہو گا۔ ہم خفیہ طور پر ان کی مخالفت کریں گے۔ کیوں کہ ان کی کامیابی ہمیں ہمیشہ کے لئے نکتہ بنا دے گی۔۔۔ کرنل شہر لیفٹ نے فیصلہ کن پہلے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔ ایسا ہی ہونا چاہیے کیپٹن تیزری نے سر ملائے ہوئے کہا۔
 اور اس کے بعد گارڈیں خاموشی چھا گئی۔ شاید دونوں ہی اپنے اپنے خیالات میں مگن ہو گئے تھے۔

وانہی انتظامات کے طور پر عمارت کے گرد انتہائی طاقتور سرچ
میں نصب کی گئی تھیں۔ اور مسلح پارٹی دیگر عمارت کے اندر
چھپے ہوئے ہوئے چھپنا انداز میں موجود تھے۔ عمارت کے باہر
میں کچھ خصوصی دستہ پہلے پر موجود تھا۔ ان کے ساتھ
رہائی و کرک بھی موجود تھے۔ سب پارٹی و کرک کے پاس جدید ترین
سلاح تھیں جن کے لئے حکومت نے خصوصی پریمٹ جا رہی کرانے
تھے۔ چون کہ بی۔ ایل پارٹی کا حکومت پر بے پناہ اثر تھا۔

یہ لئے پریمٹ جا رہی کرانے جانے میں انہیں کوئی مشکل پیش
آئی تھی۔ ایک طرف بارگنگ بنائی گئی تھی۔ جہاں اس
سم کے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ دہلی پولیس کا ایک
ایسا خصوصی دستہ تعینات کیا گیا تھا جسے انٹی ہم اسکوڈ کہا جاتا
تھا۔ اس دستے کے پاس ایسے جدید ترین آلات تھے جو کسی
جہاز کے بم کو چیک کرنے اور پھر اسے فوری طور پر ناکارہ کر
سکتے تھے۔ ہر علاقہ چیئر مین کو ایسے خصوصی کارڈ جا رہی کئے
گئے تھے جن کی نقل تیار نہ کی جاسکتی تھی۔ اس کے علاوہ خصوصی کوڈ
بھی مخصوص کئے گئے تھے جو علاقہ چیئر مین کو ذاتی طور پر بتائے گئے
تھے۔ اور جن سے کسی غیر آدمی کا واقف ہو جانا ناممکن تھا۔

کیا بڑے گریڈ پر پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار خود موجود تھے۔ جب
آنے والے چیئر مین سے خصوصی کوڈ پوچھ کر اور کارڈ چیک کر کے
اُسے اندر جانے کی اجازت دیتے تھے۔ اس دوران ان کی
لوگر کا تفصیلی چیک اپ کیا جاتا تھا۔ اور اس کے بعد کارڈ کو اندر

گھر سے سرخ رنگ کی اینٹوں سے بنی ہوئی شان دار
عمارت اس وقت یوں روشن ہو رہی تھی جیسے دہلی کوئی بہت بڑا
نکلشن ہو رہا ہو۔ چاروں طرف سرچ لائٹیں لگائی گئی تھیں اور
عمارت کے کمپاؤنڈ کا چپہ چپہ تیز روشنی میں جگمگا رہا تھا۔ عمارت کے
اندرونی بل میں ترتیب سے کرسیاں سجی ہوئی تھیں اور سامنے
سیٹج بنایا گیا تھا۔ یہ عمارت بھاشا کی سب سے بااثر سیاسی
پارٹی بی۔ ایل پارٹی کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ اور آج اس عمارت
میں پورے بھاشا میں پھیلے ہوئے بی۔ ایل کے علاقہ چیئر مینوں کا
ایک اجلاس منعقد کیا جا رہا تھا۔ یہ اجلاس ملکی صورت حال پر
غور کرنے کے لئے پارٹی کے صدر جناب رشید الرحمن اور جنرل
سیکرٹری مسیح الدین نے طلب کیا تھا۔ اس اجلاس کو
مجموعوں کی نوڈ سے بچانے کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے

کو اور زیادہ کرخت بنا دیا تھا۔ اس غیر ملکی کے اندر آتے ہی کہاؤند
میں موجود دسوں افراد چوکنے جو گئے۔ ان کے اندر مستعدی کی
لہریں دوڑ گئی۔

”سب انتظامات مکمل ہیں۔۔۔ غیر ملکی نے ان کے قریب
پہنچ کر کرخت بلجے میں کہا۔

”میں باس۔۔۔ ہم کام کے لئے تیار ہیں صرف سگنل کا
انتظار ہے۔۔۔ ایک آدمی نے مؤدبانہ بلجے میں جواب دیا۔

”سنو۔۔۔ انتظامات انتہائی سخت ہیں۔ ہمیں ایسے انداز
میں کام کرنا ہوگا کہ سارا کوئی آدمی پکڑا بھی نہ جائے اور پوری عمارت

بھسم ہو کر رہ جائے۔ یہ ساری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔۔۔ کیوں
کر یہی ایک ایسی یادنی بات ہے جو ہمارے مشن کے خلاف کام کر رہی ہے۔

ادریہ ان کی بد قسمتی کی انتہا ہے کہ انہوں نے پوری پارٹی اُسے حلقہ
چیمبرینوں کا اجلاس بلا لیا ہے۔ آج کی کارروائی کے بعد پوری

پارٹی کو کام و نشان ختم ہو کر رہ جائے گا۔۔۔ باس نے سرد
بلجے میں کہا۔

”آپ بے فکر ہیں باس۔۔۔ ایف ڈی ایکشن گروپ کے
لئے یہ انتظامات انتہائی اطمینان ہیں۔ کامیابی بہر حال ہمارے قدم

اُسے گی۔۔۔ اُسی آدمی نے جواب دیا جو شاید ان دس افراد
ناظم کا انچارج تھا۔

”بھیسے ہی اجلاس شروع ہوگا۔ تم نے کارروائی کا آغاز کر دینا ہے
نولی سی کو تاہی بھی ناقابل برداشت ہوگی۔۔۔ باس نے

پارکنگ میں جلسے کی اجازت ملنی تھی۔ کہاؤند گیٹ کے بعد
جب آنے والے اندرونی ہال کے دروازے پر پہنچے تو وہاں
صدر رشید الرحمن اور سیکرٹری جنرل مسیح اندرسن بذات خود
موجود تھے جو ایک بار اس بات کی تسلی کرتے تھے کہ ان کے والدین
ان کی پارٹی کا حلقہ چیمبرین ہے۔

اس قدر خصوصی انتظامات کے بعد سب اپنی اپنی جگہ پوری
طرح مطمئن تھے کہ مجرم اس اجلاس کے خلاف کسی قسم کی

کارروائی نہ کر سکیں گے۔۔۔ اس کے باوجود ڈپٹی پریذیڈنٹ
کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ پوری عمارت میں گھوم کر سب وکر کو

بقاعدگی سے چیک کرتا رہے کہ وہ پوری طرح چوکنے میں یا نہیں
عمارے سے دوسو گز دور ایک ٹنگ سی لگی ہیں واقع ایک

بڑے سے مکان کے اندر دس افراد موجود تھے۔ وہ ایک
ایک کر کے اس مکان میں داخل ہوئے تھے۔ ان سب نے عام

سے سوٹ پہن رکھے تھے۔ اور وہ سب شکل و صورت سے
بہا شاندہ کے ناظر طبعی نے تعلق رکھنے والے گئے تھے۔ ان سب

کے ہاتھوں میں برلیٹ کیس تھے۔ اور وہ اس عمارت کے
بڑے کمپائڈنٹ میں خاموش کھڑے تھے۔ ان سب کی نظریں

مکان کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔۔۔ تھوڑی دیر بعد
دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ایک طویل القامت اور سڈول جبہ

کا مالک غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ
پہنا ہوا تھا۔ اور اس کی بڑی بڑی مونچھوں نے اس کے چہرے

سہجائے جوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی ہوگا۔" انچارج نے

جواب دیا۔
 "او۔۔۔۔۔۔ میں آپریشن روم میں جا رہا ہوں۔ آپریشن
 گنٹل تہیں بروقت مل جائے گا۔ کالریج اندر ہے نا۔۔۔۔۔۔ باس
 نے پوچھا۔
 "نہیں۔۔۔۔۔۔ وہ کافی دیر سے اندر موجود ہیں۔" انچارج

نے جواب دیا۔
 "اوہ باس۔۔۔۔۔۔ ہوتا ہوا عمارت کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ
 گیا۔ برآمدے سے گزر کر وہ ایک دروازے پر رکا۔ اور اس
 نے باقیہ انچارج مخصوص انداز میں دستک دی۔ دوسرے
 لمحے دروازہ کھل گیا۔ اور باس اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا
 کمرہ تھا، جس کے درمیان میں ایک بڑی سی مشین موجود تھی۔ وہ
 مشین پر بے شمار رنگوں کے چھوٹے بڑے بلب تیزی سے چل رہے
 تھے۔ سامنے والی دیوار پر ایک خاصی بڑی سکرین
 روشن تھی جس کے پانچ حصے صاف نظر آرہے تھے۔ ان میں سے
 چار حصوں پر عمارت کی چاروں سمتیں واضح طور پر نظر آرہی تھیں
 جب کہ درمیان میں بڑے حصے میں عمارت کے اندرونی پائل سکا
 منظر نظر آ رہا تھا۔ جس میں جلے کا انتظام کیا گیا تھا۔ پائل میں
 موجود تقریباً تین چوتھائی نشستیں پر بوکلے تھیں۔ اور مزید انفر
 اندر آرہے تھے۔

کمرہ کا لریج گٹ۔۔۔۔۔۔ تم نے وہ پوائنٹس کو بڑی مناسب جگہوں
 پر فٹ کیا ہے۔۔۔۔۔۔ باس نے سکریں کو دیکھتے ہی مشین کے
 سامنے کھڑے غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ کام کل ہی ہو گیا تھا باس۔۔۔۔۔۔ میں نے اس ٹینٹ
 ہاؤس کے آدمی کی جگہ لے لی تھی جسے اس عمارت میں کرسیاں
 ٹینٹ اور سرچ لائٹیں نصب کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ اور
 پھر میرے لئے ویڈیو انکس کی تنصیب کو فی مشکل کام نہ رہا تھا۔
 غیر ملکی نے جو کالریج تھا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "ایکشن گروپ کا منصوبہ چیک کر لیا ہے۔" باس
 نے پوچھا۔

"نہیں باس۔۔۔۔۔۔ بڑا بے داغ اور کامیاب منصوبہ ہے۔
 آپ دیکھیں گے کہ کس طرح آسانی سے ہم اس مشن میں کامیاب
 ہوتے ہیں۔" کالریج نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 اور باس سر ہلاتا ہوا ایک طرف پڑھی ٹکری پر بیٹھ گیا۔ اس کی
 نظریں درمیان میں سکریں پر مچی ہوئی تھیں۔ پائل اب تقریباً بھر چکا
 تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد پائل کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا
 اور جلے کی کارروائی کا آغاز کر دیا گیا۔ صدر اور جنرل سیکرٹری
 نے اپنی اپنی نشستیں سنبھال لیں۔

کالریج نے دروازہ بند ہوتے ہی مشین کے دائیں کونے پر
 جگے ہوئے ایک ہینڈل کو زور سے نیچے کی طرف کیا۔ اور پھر
 ایک جھپکے سے واپس کر دیا۔ یہ ایکشن گروپ کو حرکت میں لے آئے

پرائیونٹ گروپ کے دونوں افراد ہی ڈرامہ مکمل رہے تھے۔ وہ
 چوں کہ مقامی میک اپ میں تھے اور بھاشانہ میں انگریزی بولنا
 بڑے لوگوں کی شان سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے انہیں زبان بدلنے
 کا بھی مسئلہ نہ تھا۔ اور پھر انہیں گروپ کی کامیاب اداکاری نے
 دیکھتے ہی دیکھتے حالات کو ان کے حق میں پلٹ دیا۔ مین گیٹ
 سے دونوں افراد اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ جب کہ
 چاروں سمتوں سے جانے والے ادھر ادھر پولیس کے ساتھ گھومتے
 ہوئے حفاظتی انتظامات کا یوں جائزہ لے رہے تھے جیسے وہ واقعی
 حفاظتی انتظامات کو چیک کر رہے ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ
 سر بلا بلا کر یوں اطمینان کا اظہار بھی کر رہے تھے جیسے انہیں
 انتظامات بے حد پسند آ رہے ہوں۔ ان کے ہاتھوں میں
 بریف کیس موجود تھے۔ اور ظاہر ہے سیکورٹ سروس کے ارکان
 تسلیم کئے جانے کے بعد انہیں بریف کیس چیک کرنے کے لئے
 نہ کہا گیا۔ اور پھر باس کے دیکھتے ہی دیکھتے ان سب نے اپنی
 گھڑیوں پر نظریں ڈالیں اور پولیس اور پارٹی وکرز کے ساتھ بات
 کر کے وہ سب اپنے اپنے بریف کیس کھولنے لگے۔ بریف
 کیس کے اندر جدید قسم کی مشینری موجود تھی جسے انہوں نے خفیہ
 ٹی وی ٹرانسمیٹر چیک کرنے کا بتانا تھا۔ مین گیٹ سے اندر
 جانے والے یہ ٹی وی ٹرانسمیٹر مال کے مین دروازے کی چکنگ
 میں مصروف تھے جب کہ سمتوں میں موجود افراد بیرونی چکنگ میں
 مصروف تھے۔ بریف کیس سے ان سب نے تاریں نکال کر

کا سگنل تھا۔ اس کے چہرے پر تذہب کے آثار نمایاں ہو گئے۔
 عمارت کے حفاظتی انتظامات خالصتہً جدید انداز میں کئے گئے تھے۔
 اور اگر انہیں گروپ اس مشن میں ناکام ہو گیا یا اس کا کوئی آدمی
 گرفتار ہو گیا تو پھر ایف۔ ڈی کے بڑے مشن کو ناکامی سے کوئی
 ڈبچا سکتا تھا۔ اس لئے باس کی فراخ پیشانی پر لا شعوری
 طور پر شکنوں کا جال سا پھیل گیا تھا۔ کاربن بھی مشین کے
 سامنے سے ہٹ کر باس کے ساتھ رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔
 کیوں کہ اب سوائے سکریں پر انہیں گروپ کی کارکردگی دیکھنے
 کے اُسے بھی اور کوئی کام نہ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی دونوں چونک کر سیدھے ہو گئے۔ کیوں
 کہ سمٹیں ظاہر کرنے والی چاروں سکریں پر انہیں گروپ کے
 دو دو آدمی نظر آنے لگ گئے تھے۔ جب کہ دو آدمی مین
 کپاؤنڈ گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ سمتوں والے افراد پولیس اور مسلح
 پارٹی وکرز کے ڈسٹے میں تھے۔ اور وہ ان سے یوں بات چیت
 کر رہے تھے جیسے کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو۔ باس جانتا تھا کہ اس
 وقت ان سب نے اپنے آپ کو بھاشانہ سیکورٹ سروس کا ممبر
 ظاہر کیا ہے۔ ان کے پاس مصنوعی شناختی کارڈ موجود تھے۔
 اور وہ حکومت کی طرف سے ان کے حفاظتی انتظامات کی چیکنگ
 کے لئے آئے تھے۔ باس کو معلوم تھا کہ سیکورٹ سروس
 والے عام طور پر اپنی شناخت ظاہر نہیں کراتے۔ اس لئے پولیس
 اور پارٹی وکرز انہیں پہلے سے نہ جانتے ہوں گے۔ مین کپاؤنڈ

دیواروں اور دروازوں سے چٹائیں اور برلیٹ کیس کی مشینری کو آگ کر دیا۔ اور باس کے چہرے پر پراسر اسی مسکرانہٹ لٹاری ہو گئی۔ تین چار منٹ تک مختلف جگہوں پر تاروں کے آگے گئے ہوئے باکسر سے بیرونی دیواریں اور اندرونی عمارت کی دیواروں کے کچھ کمریوں اور دروازوں کو چیک کیا جاتا رہا۔ ان سب کے ساتھ پارٹی ڈور کے اور مسلح پولیس کے دستے بڑے چوکنے انداز میں گھوم رہے تھے۔ لیکن باس کو ان سب پر بڑی ہی طرح ترس آ رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ان پس ماندہ لوگوں کو کیسے غلام ہو سکتا تھا کہ جینگ کے بہانے دیواروں اور دروازوں کے رخنوں میں جدید قسم کا وائر لیس ڈائنامیٹ بھرا جا رہا تھا۔ یہ انتہائی باریک بیناں تھیں جو دیوار کے رخنوں میں اس طرح اندر گھس جاتی تھیں کہ جب باکسر کو جیسا جاتا تو وہ نظر نہ آتی تھیں۔ چار پانچ منٹ تک یہ بارودی مصالحہ دیواروں کے دروازوں اور کچھ کمریوں کے رخنوں میں بھرے جانے کے بعد ایکشن گروپ نے برلیٹ کیس واپس بند کرنے شروع کر دیئے۔ وہ اب ان سب کو اطمینان سے دیکھ رہے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ کہیں نہ ہی کوئی بم ہے اور نہ ہی کوئی ایسا اثرات مشیر جو یہاں کی کارروائی کو کسی اور جگہ منتقل کر سکتا ہو۔ اور ان کے حفاظتی انتظامات انتہائی بے درخ ہیں۔ باس کو پولیس اور پارٹی ڈور کے چہرہ پر ایکشن گروپ کی بات چیت کے بعد پھٹکنے والے اطمینان پر سنبھلی آ رہی تھی۔ اور وہ سوچ

رہا تھا کہ بھلا الٹ۔ ڈی جیسی تنظیم کا مقابلہ یہ سادہ لوح لوگ آخر کس طرح کر سکتے ہیں۔

ایکشن گروپ کے ارکان اب سب کا شکریہ ادا کر کے واپس چور سے نکلے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب ایک ایک کر کے سڑکیوں سے غائب ہو گئے۔

یہ قسم نے اچھا کیا کالہرچ۔ کہ پہلے ڈائنامیٹ نہیں لگایا ورنہ وہ لازماً چپک ہو جاتا۔ باس نے مسکراتے ہوئے کالہرچ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی چٹائی پر موجود پریشانی کی نشانیں اب صاف ہو چکی تھیں۔

"پہلے میں نے ہی سوچا تھا کہ ٹیٹ ڈاؤس کے ملازم کے روپ میں بارودی سرنگیں نصب کر دوں۔ لیکن پھر میں نے سوچا۔ کہ جو سکتا ہے جلسے سے پہلے جینگ کی جائے تو یہ جلسہ منسوخ بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے بعد کا منصوبہ بنایا تھا۔" کالہرچ نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا۔ اب میں دیکھوں گا کہ اس بی۔ ایل پارٹی کو دنیا کی کون سی طاقت بچا سکتی ہے۔" باس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

میں سڑکیں سے اندر ہال میں ہونے والے جلسے کی کارروائی ان کی نظروں کے سامنے تھی۔ چوں کہ آواز ان تک نہ پہنچ رہی تھی اس لئے وہ صرف مقررین کے اعضاء کی حرکت اور بچنے پھلنے والے گھگھے ہی اندازہ لگا سکتے تھے کہ بڑی دھواں دھار

تقریریں کی جا رہی ہیں۔ اور انہوں نے آوازوں کا کرنا بھی کچھ نہیں تھا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ تمام تقریریں مقامی بجا شائد زبان میں ہو رہی ہوں گی۔ جو انہیں اتنی زیادہ نہ آتی تھی کہ وہ ان کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں اور پھر آواز کے لئے انہیں ایسی مشینری و باں سیٹ کرنی پڑتی جسے گھنگرے جیٹ کر سکتا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ رسک وہ نہ لے سکتے تھے۔

”باس۔ بی۔ ایل پارٹی کے خاتمے کے بعد کیا حکومت کنفیڈریشن کے منصوبے کے خاتمے کا اعلان کر دے گی؟“

کالہرج نے پوچھا۔
”اُسے بہر حال کرنا ہی ہو گا۔“ باس نے مبہم سے جواب دیا۔

”باس۔ ایک سوال میرے ذہن میں ہے۔ میں مینڈنگ میں بھی پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر میں خاموش رہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو پوچھ لوں؟“ کالہرج نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ڈرتے ڈرتے کہا۔

”کون سا سوال۔ پوچھو۔“ باس نے چونک کر کالہرج کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میر۔ اگر حکومت کنفیڈریشن کے منصوبے کے خاتمے کا اعلان کر دے تو ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا اور ہم واپس چلے جائیں گے۔ لیکن بعد میں کسی بھی وقت اگر ایک کنفیڈریشن کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو پھر کیا ہو گا۔ کیا ہمارا یہ مشن اس لحاظ سے

امتحان نہیں ہے۔“ کالہرج نے رکتے رکتے کہا۔

”ہوں۔“ تو تم ایف۔ ڈی اور اسرائیل کے اعلیٰ ترین وافوں کو اجازت سمجھتے ہو۔“ باس کے حلق سے غراہٹ سی نکلی اور کالہرج کا جسم خوف سے جھکے کھانے لگا۔ اُسے باس کے بدلے اہوتے بچے میں اپنی موت صاف نظر آنے لگی تھی۔

”بب۔ جب۔ باس۔ میں نے پہلے.....۔“ کالہرج نے خوف کی شدت سے بھکارتے ہوئے کہا۔

”تم نے ٹھیک سوچا ہے کالہرج۔ یہ سوال ہر ذہین آدمی کے ذہن میں آنا چاہیئے۔ میں نے مینڈنگ میں جان پوچھ کر اس پہلو کو نہ چھوڑا تھا۔ کیوں کہ ایف۔ ڈی کا طریقہ کار یہی رہا ہے۔ کہ وہ مشن کے ابتدائی حصے کو میں مشن ٹاسکر تلبہ جب وہ حصہ مکمل ہو جاتا ہے تو پھر دو سہرا حصہ سامنے لایا جاتا ہے۔ لیکن اب تم نے سوال کر ہی دیا ہے۔ اور ظاہر ہے ایسا ہی سوال باقی ممبروں کے ذہنوں میں بھی لانا آیا ہو گا۔ تو میں نہیں بتا دیتا ہوں کہ اصل صورت حال اور ہے۔ ہم یہاں صرف کنفیڈریشن کے منصوبے کے خاتمے کا صرف اعلان سننے نہیں آئے۔ بلکہ ہمارا اصل مقصد یہاں کی حکومت کو تبدیل کر کے ایسی حکومت لانا ہے جو کہ فرستان اور اسرائیل کی پالیسیوں کی ہم خیال ہو۔ جو بجا شائد کی کہ فرستان کے ساتھ کنفیڈریشن بلکہ اُسے اس میں مدغم کرنے کے منصوبے پر کام کرتی رہے۔ رائے عامہ کو مجبور کر دے اور جب رائے عامہ مجبور ہو جائے تو اس کا

۱۷۴
 مسکین ایک ٹخت تار یک ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس قدر خوف ناک دھماکہ ہوا کہ ان کا کمرہ جیسے زبردست زلزلے کی زد میں آ گیا ہو۔ وہ دونوں ہی دو کھڑا کر فرشتے پر گرے رہ گئے۔ اچھا انتظام کر رکھا ہے تم نے۔ آؤ اب نکل بھی بُری طرح ہٹی۔ لیکن چون کہ وہ زمین میں نصب تھی۔ اسے نیچے نہ گری۔

۱۷۵
 اس خوف ناک اور کان بھاڑ دھماکے کے بعد کئی دھماکوں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ خاموشی طاری ہوتی گئی۔ اور باس اور کالپرچ ایک طویل سانس لینے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ مشین اب خاموش تھی اس کے بطن بچنے والے تمام بلب اب مستقل طور پر تاریک ہو چکے تھے۔

۱۷۶
 ”بی۔ ایل پارٹی تو گئی۔ ہمارا مشن کامیاب رہا۔ آؤ لٹھ اس کی تفصیلات اور رد عمل بتاؤ گے۔ تم اس مشین کو بیہوش کرنا منتقل کرنے کا بندوبست کرو۔“

۱۷۷
 ”باس۔ میں اسے تہہ خانے میں منتقل کر دیتا ہوں۔ یہاں لے جائیں گے۔ کیوں کہ میرا خیال ہے۔ اس خوف ناک تباہی کے بعد اس پورے علاقے کو پولیس اور فوج نے گھیرے میں لے لیا ہے۔“ کالپرچ نے کہا۔

۱۷۸
 ”اوہ یس۔ جلد ہی کرو۔ واقعی مجھے اس کا خیال نہیں رہا تھا۔“ باس نے ہونٹ کلٹتے ہوئے کہا۔ اور کالپرچ نے دوڑ کر سوپر ج بورڈ کے نیچے گئے ہوئے ایک جھوٹا سب دھماکا دینے والا بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے مشین تیزی سے

کے صدر کے سامنے ظاہر نہ کر سکے تھے۔ کیوں کہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ملاقات رسمی حدود تک ہی محدود رہی تھی۔

”یہ پاکیشیا اور بھاشا کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ حسین احمد اس کا فوری تدارک ہونا چاہیے۔“ سر سلطان نے سید حسین احمد سے تفصیل سننے کے بعد کہا۔

”اسی لئے تو میں یہاں تھیں۔ دورے پر آیا ہوں۔ صورت حال بے حد الجھ گئی ہے۔ زبردست تحریکی کارروائیوں کے بعد خوف اور وحشت کی وجہ سے بھاشا کے عوام اس کنفیڈریشن کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا ملک بھی خوف ناک تباہی سے دوچار ہوتا جا رہا ہے۔ ادھر کافرستان کے پرائم منسٹر نے دھمکی دے دی ہے کہ اگر ہم نے پاکیشیا سے کوئی امداد حاصل کی تو اسے وہ اپنی توہین سمجھے گا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کیا کریں اور کیسے کریں؟“ سید حسین احمد نے انتہائی الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

”یہ تو واقعی بے حد پیچیدہ صورت حال ہے۔ آخر آپ نے اس مسئلے میں کیا سوچا ہے؟“ سر سلطان نے پوچھا۔ ”دیکھیں سلطان صاحب۔ ہم کنفیڈریشن کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہم اپنے ملک کی تباہی کسی قیمت پر ایسا نہیں کر سکتے۔ اردو دوسری بات یہ کہ ہمارے ملک کی جغرافیائی صورت حال ایسی ہے کہ ہم کافرستان سے بھی فوری طور پر کوئی جگاڑ پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ کیوں کہ سپر پاور روس یا پوری طرح

سر سلطان نے اس کی نظر میں دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت وہ اپنی کونجی کے ایک خاص کمرے میں موجود تھے۔ ان کے ساتھ بھاشا کے وزیر خارجہ سر حسین احمد موجود تھے۔ وہ آج ہی بھاشا سے انتہائی خفیہ دورے پر پاکیشیا پہنچے تھے۔ اور پاکیشیا پہنچ کر وہ صدر مملکت سے ملنے کے بعد سید سر سلطان کے پاس آئے تھے۔ صدر مملکت نے فون پر سر سلطان کو ان کی خفیہ آمد کی اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا کہ سید حسین احمد انتہائی ناؤک اور اہم مشن پر آئے ہیں۔ ان کی فوری اور پوری طرح امداد کی جائے۔ حسین احمد سر سلطان کے خاص بے تکلف دوست بھی تھے۔ اس لئے سر سلطان کو انہوں نے بھاشا میں ہونے والے تمام واقعات تفصیلی سے بتا دیئے۔ اور ساتھ ہی وہ خدشات بھی جو شاید وہ پاکیشیا

کافرستان کی بیک پر ہے۔ اور دوسری سپر پاور ایگریٹا اس
مباحثے میں خاموش ہے۔ لیکن ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے
کہ وہ بھی دراصل وہی کچھ جانتا ہے جو کچھ روسیاء اور کافرستان
جانتے ہیں۔ ————— حسین احمد نے کہا۔

کہا کہ میں ابھی طرح سمجھتا ہوں۔ لیکن آپ کا اس دورے کا کوئی مقصد تو بہر حال ہوگا۔ اس انجمن کا کوئی حل تو آپ نے ہی سوچا ہوگا۔ مسلمان نے جواب دیا۔

”نہیں سہ سلطان۔۔۔ حالات کچھ اس طرح الجھ گئے ہیں کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی۔ میں یہاں بیٹھا ہوں سبجانے پیچھے میرے خاک پوکیا گزر رہی ہوگی۔ ہم سخت پریشان ہیں۔“

سہ سلطان سخت پریشان۔۔۔ آپ سی کوئی حل نکالیں۔ ورنہ ہمیں ان مجرموں اور دہشت گردوں کے سامنے آفرکار کھٹنے دینے ہی پڑیں گے۔ اور یہ ہمارے لئے بہت بڑا المیہ ہوگا۔“

سہ سلطان اچھٹے کہا۔

”آپ کے حکم کی سیکرٹ سروس کیا کر رہی ہے۔ کوئی کلیو
کوئی کامیابی تھی۔ سر سلطان نے چند لمحے خاموش رہنے
کے بعد کہا۔

دوڑ کر رہا ہے۔ لیکن جناب صدرِ ادریس دونوں ہی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ کرنل شریف اس ٹائپ کے مجرموں کے مقابلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ ہاں البتہ انکشاف اسکریٹروس

ان کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ لیکن اس کا راستہ کافرستان نے روک دیا ہے۔ اب ہم کافرستان سیکرٹ سروس کو تو اپنے ملک میں بلانے سے روکے۔ اور انہیں انکار کرنے کے بعد پاکفیشیا سیکرٹ سروس بھی اب کام نہیں کر سکتی۔ — سر حسین احمد نے کہا۔

”واقعی حالات یہ جدا جدا سمجھے جیسے بہر حال سیکرٹ سروس کے
 بیچے مناسدہ کے کوہلو تباہوں — وہ یقیناً اس کا کوئی حل سوجھنے
 گا۔ سر سلطان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

”چیت کا مناندرہ۔۔۔ سر سلطان مناندرہ سے بات نہیں بنے گی۔ تم براہ راست چیت سے بات کرو۔ اصل ذہن تو چیت ہی ہوتا ہے۔“۔۔۔ سہ حسین احمد نے زور دیتے ہوئے کہا۔

”اس بات کو آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ یہ صرف آپ کا ہی مسئلہ نہیں ہے ہمارا بھی مسئلہ ہے۔“ پاکیشیا کے لئے بھی یہ کنفیڈنشل نیک فال سے۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

لیکن وہ نمائندہ کون ہے۔ کم از کم مجھے یہ پتہ تو چلے :
سردار حسین احمد نے منہ نہاتے ہوئے کہا۔

”اس کا نام علی عمران ہے۔ انتہائی ذہین فوجوان ہے۔ دیکھنے میں احمق اور سچہ لگتا ہے۔“ لیکن یہ صرف اس کا ظاہری روپ ہے۔ جب کہ درحقیقت وہ حد درجہ ذہین اور تیز آدمی ہے۔“

سہ سلطان نے جان پوچھ کر عمران کا مکمل تعارف کرائے ہوئے کہا۔

”سر سلطان مجھے آپ سے یہ امید ملتی کہ اس قدر نازک اور پیچیدہ صورت حال میں آپ ہمارے ساتھ اس قسم کا مذاق رواد رکھیں گے کہ انکس اجماع اور مسخرے سے ایسے پیچیدہ بین الاقوامی اور سیاسی مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ جو اجماع اور مسخرے ہے۔ وہ سنجیدہ نہیں ہو سکتا میں نہیں مانتا۔“ سر حسین احمد نے بڑی طرح جھگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سر حسین احمد آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں کیا آپ مجھے غیر ذمہ دار سمجھتے ہیں۔“ سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ نہیں سر سلطان۔ ایسی بات نہیں۔ اگر میں آپ کو غیر ذمہ دار سمجھتا تو میں آپ کے پاس آنا ہی کیوں۔ لیکن جب آپ خود اسے مسخرہ اور اجماع کہہ رہے ہیں تو.....“

سر حسین احمد نے اٹھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اگر آپ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں تو پھر اس اعتماد کو برقرار رکھیے۔“

مجھے اس پیچیدہ صورت حال کا پوری طرح احساس ہے۔ اگر میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں تو کم از کم میں اسے اس قابل سمجھتا ہوں تب ہی۔“ سر سلطان نے کہا۔ اب وہ سر حسین احمد کو کیا بتاتے کہ وہی اجماع اور مسخرہ ہی دراصل سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ اور اُنسی کی وجہ سے پانچویں سیکرٹ سروس کا نام پوری دنیا میں سر بلند ہے۔

”اور کسے۔“ ٹیٹیک ہے۔ میں اپنے الفاظ پر معذرت خواہ

ہوں۔ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔“ سر حسین احمد نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

اور سر سلطان نے میز پر رکھا جواٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔“ تاجران بلدی جونا عمران، صدر اور شکیل پوٹنگ۔“ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”عمران۔ فوراً میرے پاس کوٹھی پہنچو۔“ اس آواز پر جس نے سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر کریڈل ڈبا دیا۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ عمران کی کبواس شروع ہو گئی تو پھر اسے روکنا محال ہو جائے گا۔

”یہ تاجران بلدی چمکنے کا کیا مطلب ہوا۔ کیا یہ کوئی کوڈ ہے۔“ سر حسین احمد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ چون کر قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے رسیور سے ابھرنے والی آواز ان کے کانوں تک بھی واضح طور پر پہنچ رہی تھی۔

”نہیں۔ کوئی کوڈ نہیں ہے۔ بس ایسے ہی۔“

سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر انہوں نے دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ کیوں کہ عمران کی بات سے وہ سمجھ گئے تھے کہ اس کے پاس سیکرٹ سروس کے ممبر صدر اور کیپٹن شکیل موجود ہیں اور

ظاہر ہے عمران ان کے سامنے اٹھ کر ان سے ملنے کے لئے آئے ہے
 رہا۔ اور ان دونوں کے اٹھ کر جانے میں بچانے کتنا
 وقت لگے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لئے اور قریب سوچی
 اور ایکس ٹوکے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ گو سر حسین احمد
 کے سامنے وہ ایک ٹوکے نمبر گھمانا تو نہ چاہتے تھے۔ لیکن اب
 مجبوری تھی صورت حال ایسی ہی تھی۔ اس کے باوجود انہوں
 نے دوسرا نمبر اس طرح ڈاکل اور سر حسین احمد کے درمیان
 آڑ کی صورت میں رکھ لیا کہ سر حسین احمد اس بات کو محسوس
 بھی نہ کر سکیں اور انہیں نمبر کا بھی صحیح طور پر علم نہ ہو سکے۔
 "ایکس ٹو" چند لمحوں بعد رسیور سے ایکس ٹو کی مخصوص
 آواز سنائی دی اور سر سلطان نے سر حسین احمد کو چمکتے ہوئے
 دیکھا۔

جناب میں سلطان بول رہا ہوں سیکرٹری وزارت
 خارجہ جناب۔ سر سلطان نے جان بوجھ کر اس انداز
 میں بات کرتے ہوئے کہا۔

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا نام سننے ہی بلیک زبرد نے
 اپنی اصل آواز میں بات کرنا شروع کر دینی تھی۔ اب بلیک زبرد
 کو تو نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ سر حسین احمد ان کے قریب بیٹھے
 ہوئے ہیں۔ البتہ اس انداز کے تعارف کے بعد وہ جانتے
 تھے کہ بلیک زبرد فوراً محسوس کر جائے گا کہ سر سلطان کے پاس
 کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس کے سامنے ایکس ٹو کا بھر م قائم

رکنا ہے۔

"میں۔ سر سلطان۔ ایکس ٹو کے لہجے میں اور
 زیادہ وقار جھلک آیا تھا۔ ظاہر ہے بلیک زبرد کو سر سلطان کے
 فقرے اور انداز کی سمجھ آگئی تھی۔ کہ انہوں نے اس قسم کے تعارف
 کی ضرورت کیوں سمجھی ہے۔

"جناب میں نے ایک ضروری کام کے لئے عمران صاحب
 کو اپنے پاس بلوایا ہے۔ لیکن ان کے ٹیلیٹ پر کیپٹن شکیل
 اور صفدر موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی وجہ سے عمران صاحب
 کو آنے میں دیر ہو جائے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو
 نوٹ کر دوں کہ آپ بھی کوئی بندوبست کریں۔ سر سلطان
 نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنے
 سے کسی بہت بڑے رینک کے افسر سے مٹا طلب ہوں۔

"اور کئے۔ ایکس ٹو نے مختصر انداز میں کہا اور اس
 کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور سر سلطان نے طویل سانس
 لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"آپ نے میرے بارے میں کچھ ذکر کر دینا تھا۔ میں نے سنا
 تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ایکس ٹو کہلاتا ہے۔ آج
 سن لیا ہے۔ سر حسین احمد نے کہا۔

"سر حسین احمد۔ ایکس ٹو بے حد مصروف رہتا ہے۔ اس
 لئے وہ ایک لفظ بھی فضول سننے کا روادار نہیں ہوتا۔ اور آپ
 کا سرسٹا ظاہر ہے خاصا طویل گفتگو کا متقاضی ہے۔ یہ بھی میں

دور باتھا کہ وہ مجھے ہی نہ جھاڑ پلاوے کے تم نے میرا وقت ضائع کیوں کیا ہے۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ باقی ایک سو کئے نام دلی بات کا جواب وہ گول کر گئے تھے۔ ظاہر ہے کیا جواب دیتے۔

میں نے ایکٹ کر کیا آپ سے بھی زیادہ با اختیار ہیں۔
سید حسین احمد نے کہا۔

”ابن جناب۔۔۔ یہ ہمارے ملک کے صدر سے بھی زیادہ با افتخار ہیں۔ صدر کو کبھی ان سے بات کرنے وقت خالو ٹام کو دب رہنا پڑتا ہے۔۔۔“ سر سلطان نے کہا اور سر حسین احمد حسرت سے سر ہلا کر رہ گئے۔

اور اس کے بعد ان کے درمیان ایک بار پھر موجودہ صورتحال کے بارے میں گفتگو شروع ہوگئی۔ خاص طور پر ان حالات میں بین الاقوامی سیاسی پوزیشن زیر بحث آئی تھی کیوں کہ دونوں کا یہی تعلق امور خارجہ سے تھا۔ وہ دونوں اس بحث میں اسے اچھے کہ انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔

”استلامِ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب سلطان صاحبِ د
جناب غیر تعلق صاحب — اچانک دروازے سے عمران
کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں بے اختیار چونک پڑے۔
عمران دروازے پر سینے پر ہاتھ رکھے یوں رکوع کے بل جھکا ہوا تھا
جیسے کسی مغل شہنشاہ کے دربار میں کوئی درباری حاضر ہو رہا ہو۔
”تمہارے بات کرو۔ یہ کیا شانہ کے وزیرِ خار جہ جناب

سرخسین احمد ہیں۔ سر سلطان نے جو نکتے ہی سب سے پہلے
سرخسین احمد کو تعارف کروانا ضروری سمجھا تھا۔ کیوں کہ وہ عمران کی
مادت سے ابھی طرح واقف تھے۔

”اچھا۔۔۔ ٹرسمی دور سہارسی قسمت جار کی ہے۔ بہر حال کہیں سے وہ مس تیز صابن کی مانند دھو لے کر گھر کے میں ہے۔“

اس کے جسم پر وہی مخصوص ٹیکنی کلر لباس تھا جو اب تقریباً اس کی یونیفارم بن کر رہ چکا تھا۔ اور چہرے پر چھامقوں کا آبشار پورے زور شور سے بہہ رہا تھا۔

شٹ اپ! سوئی بکواس نہیں چلے گی۔ اوجھڑ بیٹو
 ایک ضروری بات ہے۔ سر سلطان نے لہجے کو ہر ممکن
 مدد تک غصہ بنا تے ہوئے کہا۔

دوسری طرف سرخسین احمدیوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ دنیا کا انشوال عجوبہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں تیزی سے یہ احساس ہوتا جا رہا تھا کہ انہوں نے سر سلطان کے پاس اگر واقعی اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ بھلا یہ جتن آدمی اس قدر پیچیدہ مسئلہ حل کرے گا۔ اب عمران کو دیکھنے کے بعد ان کا رہا سہا شک بھی دور ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اُن تصوری طور پر جوٹ واٹھوں سے کھٹنے لگے۔

”بالکل نہیں چلے گی جناب۔ واقعی شادی سے بڑا ضروری مسئلہ اور کیا جو ممکن ہے۔“ — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے

بڑے مودبانہ لہجہ میں کہا۔
 "شادی۔۔۔ شادی کا کیا مطلب؟" اس بار سر حسین احمد
 نے کہا۔
 "جناب۔۔۔ میں بڑا فرماں بردار قسم کا شوہر ثابت ہوں گا۔
 وہ جسے ہمارسی زبان میں زن پیر۔۔۔ اوہ سووری۔۔۔ جن مرید۔
 اوہ۔۔۔ زبان ایک بار پھر غوطہ کھا گئی۔ جناب کیسا کردوں۔
 اسد میاں نے زبان کو غوطہ کھانے سے روکنے کے لئے فن تیراگی
 سکھایا ہی نہیں۔۔۔ مجبوری ہے۔۔۔ عمران کی زبان حسب
 عادت چل پڑی۔ اور سر حسین احمد ایک نکتہ ایک جھٹکے سے
 اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے سرخ
 پڑ گیا تھا۔

مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی سر سلطان۔ کہ آپ اس
 طرح اس ناؤ کو اور عجیبہ معاملے میں مجھ سے مذاق روا رکھیں گے
 بہر حال یہ مذاق پائیکیشیا کو انتہائی ہرنگا پڑے گا۔ سر
 حسین احمد نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔
 "کیا سمجھاؤ چل رہا ہے مذاق جناب۔۔۔ بے توقیر تھا۔
 اب بڑی مشکل سے ہرجا ہوا ہے۔ پہلے سر کوئی یہی کہتا تھا کہ کیا یہ
 بد ذوقی ہے۔ مستانہ ان کر سکتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ چلیے
 اب ہرجا تو ہوا۔۔۔ عمران نے دیدے پٹناتے ہوئے کہا۔
 اور سر حسین احمد کو بول محسوس ہوا جیسے ان کے تن بدن میں
 آگ لگ گئی ہو۔ انہوں نے اس قسم کی گفتگو کبھی زندگی میں

نہی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملک کے وزیر خراج تھے۔
 اس لئے بے پناہ غصے کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو کنٹرول
 میں رکھا۔ اور صرف پیر پیر کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔
 "آپ کمال کر رہے ہیں سر۔۔۔ جب میں نے آپ کو پہلے بتا
 دیا ہے کہ یہ بظاہر احمق اور مسخروہ دکھائی دیتا ہے۔ پھر بھی آپ اس
 قدر غصہ کھا رہے ہیں۔ تشریف رکھیے۔" سر سلطان نے
 اٹھ کر جلدی سے سر حسین احمد کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں جی ہاں۔ سر سلطان ج کہہ رہے ہیں۔ یہ بظاہر
 والی بات کا خیال نہ کیجئے۔ اور رشتہ منطوق نہ کر لیجئے۔" عمران
 نے بھی مصدوم سے لہجے میں کہا۔
 "یوشٹ آپ۔ کیا رشتہ رشتہ کی بکواس لگا رکھی ہے؟
 سر سلطان اس قدر زور سے دھاڑے کہ آخر میں بے اختیار
 لکھنے لگے۔

"سر۔۔۔ سووری۔۔۔ آخر اس میں اتنے غصے کی کیا بات
 رشتہ کوئی جرم تو نہیں ہوتا۔ ملکوں کے درمیان رشتہ ہوتا
 ہے۔ قوموں کے درمیان رشتہ ہوتا ہے۔ شہروں کے
 درمیان ہوتا ہے۔ جانوروں کے درمیان ہو سکتا ہے۔ تو پھر
 میرے رشتے پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟" عمران نے سہمے
 لہجے میں کہا۔

"عمران۔ اگر اب تم نے بکواس کی تو میں یہاں ابھی خود کشی
 لوں گا سمجھئے۔" سر سلطان نے بے اختیار میز کی درواز

کہوں کر دیوالیہ نکلتے ہوئے کہا۔ ان کی بھینچلا ہٹ اب شاید پورے عروج پر پہنچ چکی تھی۔

خود کشی۔۔۔ اسے ڈیڈ می رے۔۔۔ خود کشی تو عرام ہے جناب۔۔۔ آپ خود کشی کی بجائے ہلکٹ کشی نہیں کر سکتے میرے خیال میں خود کو انگریزی میں ہلکٹ ہی کہتے ہیں۔ بالکل اس طرح انگریزی میں کام ہو جائے گا۔ پھر عرام نہیں جوگا۔۔۔ عمران نے منہ پھٹا ڈرتے ہوئے کہا۔

اور سر سلطان اب عمران کو یوں گھورنے لگے جیسے وہ اب اپنے آپ کو گوئی مارنے کی بجائے عمران کو گوئی مارنے کا ارادہ کر رہے ہوں۔

مم۔۔۔ مم۔۔۔ معافی چاہتا ہوں۔ وہ مجھے کالے چھینٹے بہکا دیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ شاید آپ رشتے کے لئے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔۔۔ عمران نے ہلکٹ کیا ہے ہوئے انداز میں کہا۔

اور سر سلطان چند لمحے کھڑے ہوٹ کا تھتے رہے۔ پھر انہوں نے دیوالیہ روپ میں میز پر رکھ کر قریب کھڑے سر حسین احمد سے مخاطب ہوئے۔ ان کے چہرے پر موت جیسی سختی تھی۔

میں شرمندہ ہوں سر۔۔۔ ذرا آہی آپ کا وقت ضائع ہوا۔ اور آپ کو وقت انٹانی پڑی۔ اگر پانچ شیڈ کی قسمت میں بجائے۔

سے کنفیڈریشن نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ آئیے۔ میں آپ کو بائبرک چھوڑ آؤں۔۔۔ سر سلطان نے سر دیوے میں کہا۔

”دام۔ کیسے نہیں قسمت میں۔۔۔ بزرگ تو کہتے ہیں رشتے آسمانوں پر بٹے جوتے ہیں۔ کنفیڈریشن بھی تو ایک رشتہ ہے۔

اب یہ کافرستان۔۔۔ اسرائیل۔۔۔ روسیاء اور انگریزیا لاکھ سریشیں لیکن یہ کنفیڈریشن تو بہر حال ہو کر رہے گی۔

ابانک عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر موجود حماقت کی تہیں یک نخت غائب ہو چکی تھیں۔ اب اس کے چہرے اور آنکھوں سے حماقت کی آبشار کی بجائے ذہانت کا

دریا بہتا ظاہر ہونے لگا تھا۔ اور سر حسین احمد یوں حیرت سے عمران کو دیکھنے لگ گئے جیسے عمران کوئی بھوت ہو جو روپ بدل سکتا ہو۔ اب کرسی پر وہ چند لمحے پہلے والے احمق کی بجائے

ایک سنجیدہ اور ذہین نوجوان میٹھا نظر آ رہا تھا۔

”مہربان کیسے معلوم ہوا یہ سب کچھ۔۔۔ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران کو سنجیدہ دیکھ کر ان کے چہرے پر ایک نخت نرمی اچھی نختی۔

”کس کو معلوم نہیں جناب۔۔۔ بہر حال فرمائیے کیا حکم ہے۔ لیکن پلیز۔۔۔ اس بات کا خیال رہے کہ وقت بے حد قیمتی چیز ہے۔۔۔ عمران اب ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ تھا۔

نایاب وہ انتظامی کارروائی پر اتر آیا تھا۔

”عمران۔ ایک انتہائی اہم اور پیچیدہ سیاسی مسئلہ سامنے آئے ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم اس کا کوئی نہ کوئی حل سوچ لو گے۔ سر سلطان نے جلدی سے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ

انہیں خطہ تھا کہ عمران کہیں پھر ٹٹری سے نہ اتر جائے۔ سر حسین احمد بھی اب بدلی ہوئی صورت حال کے پیش نظر دوبارہ کسی پر مجبے گئے تھے۔

فرمائیے۔ تفصیل سے بات کیجیے۔ عمران نے کہا۔
اور سر سلطان نے ساری صورت حال بتا دی۔ اس کے بعد سر حسین احمد نے بھی کافرستان کی دھمکی اور پچیدہ صورت حال کا ذکر کیا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے بھاشا نہ سیکرٹ مروس کے چیف کرنل شریف ہیں۔" عمران نے کہا۔

یاں۔ وہی ہیں۔ وہ خوشحال کر رہے ہیں۔ لیکن

سر حسین احمد اپنے ہی ملک کی بڑائی شاید کھل کر نہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے فقرہ مکمل کرنے سے پہلے ہی خاموش ہو گئے۔

"میں سمجھتا ہوں جناب۔ ان کی عادت اور فطرت کو بھی جانتا ہوں۔ وہ پہلے یہاں متحدہ پاکمشیا میں ٹٹری سیکرٹ مروس میں تھے۔ اور اب کافرستان اور روسیہ کی بات کر رہے

ہیں۔ کرنل شریف صاحب یہ نہیں چاہیں گے کہ کوئی اور سیکرٹ مروس وہاں آکر کام کرے۔ عمران نے سر ملائے ہوئے

کہا۔ سر حسین احمد نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مونٹ پینچ کو غائب ہونے دیکھ رہے۔ اور ان کی یہ خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ عمران کی بات سے متفق ہیں۔

"تو پھر اب اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔" سر سلطان نے تشریح سے بڑے لہجے میں کہا۔

سر۔ یہ مسئلہ صرف کنفیڈریشن کے منصوبے تک ہی

محدود نہیں ہے۔ آپ خود سوچیے۔ آج اگر بھاشا نہ یہ اعلان کر دیتا ہے کہ وہ کنفیڈریشن نہیں کریں گے۔ اور وہ تختہ تنظیم ظاہر ہے واپس چل جائے گی اور ایک ماہ بعد اچانک کنفیڈریشن کا اعلان کر دیا جائے تو وہ تنظیم کیا کرے گی۔ عمران نے کہا۔ اور سر

سلطان کے ساتھ ساتھ سر حسین احمد عمران کی بات سن کر محاورہ بنا ہی نہیں بلکہ حقیقتاً کسی سے اچھلی پڑے۔ ان کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اور وہ یوں عمران کو دیکھ رہے تھے جیسے انہیں عمران کی بجائے وہاں اچانک ٹھکان بیٹھا نظر آ گیا ہو۔

"ارے کمال ہے۔ اس بھگوتی طرف تو ہم میں سے کسی کا ذہن گیا۔" سر حسین احمد نے بے اختیار ہنسنے میں

اپنے ساتھ ساتھ روئے پر سخت شرمندہ ہوں۔ آپ کی ذہانت تو بے پایاں ہے۔ سر حسین احمد نے بے اختیار ہنسنے میں

کی داد دیتے ہوئے کہا۔ "اس میں ذہانت کا کوئی حصہ نہیں جناب۔ صرف سوچنے کی بات ہے۔ بہر حال میرا آئیڈیا ہے کہ کنفیڈریشن کو صرف آڈ

کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ فوجیوں کا مقصد حاصل اور

ہے۔ عمران نے کہا۔

"اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔" سر حسین احمد نے

مجھے پورے حالات کا تو علم نہیں۔ صرف آپ کے بتائے ہوئے حالات سے میں یہ اندازہ کر سکتا ہوں کہ یہ تنظیم کوئی مجرّم تنظیم نہیں ہے۔ کئی شہادت کی اس بات پر کہ تین میں ہم نے والا ایسا غیر ملکی تھاجس کا تعلق کا فرستان جیسے ملک سے نہ تھا۔ تو اس سے صاف مطلب ہے کہ یہ تنظیم یقیناً اسرائیل کی کوئی تنظیم یا سرکاری تنظیم ہے۔ اور یہ سب کچھ بھاشانہ کے خلاف خصوصاً اور پاکیزہ اور دیگر اسلامی ممالک کے خلاف عموماً ایک گھبرائی سازش کے طور پر کیا جا رہا ہے۔ اور اس سازش میں کافرستان اسرائیل اور روسیاء شامل ہو گا۔ روسیاء کی کوئی تنظیم اس لئے ملنے نہ آئی ہو گی کہ اس طرح ایکرمیا کو بہر حال مقابلے پر آنا پڑتا۔ چاہے رہا ہی سہی۔ کافرستان ظاہر ہے ملنے آئے نہ تھا۔ دیکھ لے سکتا تھا۔ اب باقی رہ جائے اسرائیل۔ اس کے آسنے ایکرمیا بھی خاموش رہ سکتا ہے اور کافرستان اور روسیاء کا مقصد بھی حل ہو سکتا ہے۔ عمران نے باقاعدہ تجربہ کرتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔ کمال ہے۔ سرد سلطان۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے عمران صاحب کو واقعی غلط سمجھا تھا۔ حالاں کہ میں اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ امور خارجہ اور بین الاقوامی سیاسی صورت حال کا تجربہ یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن واقعی اونٹ جب پہاڑ کے نیچے آتا ہے تب ہی اسے اپنی وقعت کا

احساس ہوتا ہے۔ سرد حسین احمد اب مکمل طور پر عمران کی زیادت کے سامنے حقیر اور ڈال چکے تھے۔ اور سرد سلطان کے چہرے پر فخر کی روشنی نمایاں ہو چکی تھی۔ سرد حسین احمد میں نے غلط نہیں کہا تھا اور یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس کی حقائق بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں؟ سرد سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ مگر عمران صاحب۔ پھر آپ کے خیال میں اس تنظیم کا مشن کیا ہو گا؟“ سرد حسین احمد نے کہا۔

”حکومت کی تبدیلی۔ کسی ایسی باری یا افراد کو میرا اقتدار لے آنا جو بھاشانہ کو کافرستان میں منظم کرنے کا کام کر سکیں؟“ عمران نے جواب دیا اور سرد حسین احمد منہ پھاڑے رہ گئے۔ لیکن کیسے۔ اس کا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے۔ بغاوت ہو گی۔ سرد حسین احمد نے کہا۔

”یہ بات نہیں۔ بہر حال ایسی لابی بھاشانہ کی سیاست میں موجود ہے جو پردہ کافرستان میں ہے۔ پاکیزہ کے مفید دشمن کے خاتمے کے اعلان کے ساتھ ہی یقیناً اسے عامہ حکومت کے خلاف جو جائے گی۔ اور وہ لابی حرکت میں آجائے گی۔ یا پھر اسی طرح تحریکی کا رد و ایساں جاری رہیں گی۔ جہاں تک میرا خیال ہے بھاشانہ کے عام انتخابات بھی قریب ہیں۔ ان تحریکی کا رد و ایسوں کی بنا پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان تحریکی کا رد و ایسوں کے

زور پر اس لڑائی کے حق میں انتہائی جبری کرانے جاتیں۔ یہ بھی ہو سکتے کہ انہی کا فرستائی جتنی بھی قدر شخصیت ہیں ان سب کا ایک ایک کر کے خاتمہ کر دیا جائے۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے: عمران نے صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

”اے واقعی سہ سلطان۔ یہ صورت حال تو اور زیادہ پریشا کن ہے۔ اس کا تو مطلب ہے کہ جو کچھ ہم سمجھ رہے ہیں وہ صرف سطحی ہے۔ اس تخیم کا مشن تو ملک کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہے: مر حسین احمد اب بڑی عرج پریشان ہو چکے تھے۔“

”اے۔۔۔ اب میری سمجھ میں بھی یہ بات آئی ہے کہ آخر کا فرستان کے وزیر اعظم نے کیوں یہ دھمکی دی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو درمیان میں نہ لایا جائے۔ ورنہ انہیں یہ ضرورت پڑتی خاص طور پر ایسا پیغام دینے کی۔“ سر سلطان نے سر ہلکے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ سر سلطان کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ میز پر پڑا ہوا اٹلی ٹون بچ اٹھا۔ سر سلطان نے چونک کر رسیو مارا لیا۔

”یس۔ سلطان سپیکنگ۔“ سر سلطان نے باوقار لہجہ میں کہا۔

”صدر مملکت سے بات کریں جناب۔“ دوسری طرف سے صدر مملکت کے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔ اور صدر مملکت کا نام سن کر عمران حمیت سب چونکا پڑے۔ کیوں کہ اس

وقت صدر مملکت کی براہ راست کال کا مطلب تھا کہ کوئی اہم اور خاص مسئلہ درپیش ہے۔

”جیلو۔“ چند لمحوں بعد صدر مملکت کی گھمبیر آواز رسیو پر ابھری۔

”یس۔“ میں سلطان بول رہا ہوں۔“ سر سلطان نے فوراً ہی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سر حسین احمد آپ کے پاس موجود ہیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”یس۔“ میں۔۔۔ موجود ہیں۔ کیا میں انہیں رسیو دوں؟“ سر سلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔“ بھاشا نے صدر ان سے فوری طور پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے کال کیا تھا کہ میں ان کا رابطہ۔“

حسین احمد سے کرا دوں۔ میرا خیال تھا کہ وہ آپ کے پاس موجود ہوں گے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے چیک کر لوں۔ آپ جو لڈ آن کریں وہ بات کریں گے۔“

صدر مملکت نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔“ سر سلطان نے کہا۔

اور سر حسین احمد اپنا ہونٹ چبا لے گے۔ ان کے چہرے پر ٹیکنوں کا جال سا پھیل گیا تھا۔ ظاہر ہے صدر کی اس کال کا مطلب تھا کہ بھاشا نے کوئی اہم واقعہ ہوا ہے۔

”آپ کے صدر بات کرنا چاہتے ہیں۔“ سر سلطان نے

”اومہ دیر سی سیٹ۔ اومہ واقعی یہ انتہائی دردناک واقعہ ہے۔ اومہ بہتر سرس۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔“

سر حسین احمد نے کہا۔
”ہاں۔ اب بس واپس آجائیے۔ اب حالات ہمارے مفروضے سے باہر چلے جاتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ میں سستی ہو جاؤں۔“ صدر نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جناب۔ اتنی مایوسی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جناب۔۔۔۔۔۔“ سر حسین احمد کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ خروہ کیا ہے۔

”اُسی لمحے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے عمران نے اپنا ٹکٹ سر حسین احمد کے ہاتھ سے سیو رجسٹر لیا۔ سر حسین احمد حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔“

”ہیلو جناب صدر۔ میں پاکستان سیکرٹریٹ سروس کے چیف ایگزیکٹو کا خصوصی نمائندہ ہوں رہا ہوں۔ میرا نام علی عمران ہے جناب۔ کسی بھی حکومت کے لائق یہ بات نہیں کہ وہ مجرموں کے سامنے اس طرح حکومت کا اعلان کر دے۔ اس طرح تو حکومت ایک روز بھی نہیں چل سکتی۔ جناب سر حسین احمد صاحب نے مجھے پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔ آپ حوصلہ رکھیے بولناک واقعے کے متعلق میں نے بھی سن لیا ہے۔ آپ حوصلہ رکھیے اور بجائے مجرموں کے مقصد کا اعلان کرنے کے ان سے مقابلہ کرنے

بڑے سنجیدہ انداز میں رسیور سر حسین احمد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اور سر حسین احمد نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور لے لیا۔ عمران اس دوران آنکھیں بند کئے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ البتہ اس کی فرخ میٹائی پر پہنی ٹشمتیں نمودار ہو رہی تھیں جیسے وہ کسی گھبرائی سوچ میں ہو۔“

”ہیلو۔۔۔۔۔۔“ چند لمحوں بعد ہی رسیور میں بجاشا نہ کے صدر کی مخصوص آواز گونجی۔

”میں سسر۔۔۔۔۔۔ میں حسین احمد بول رہا ہوں۔“

سر حسین احمد نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”سر حسین۔ یہاں غلبہ ہو گیا ہے۔ پورے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کرنا پڑ گیا ہے۔ حالات بے حد بگڑ چکے ہیں۔ بنی۔ ایل۔ بی۔ نے اپنے ملک کے تمام حلقہ جرمینوں کا خفیہ اجلاس بلایا تھا تاکہ موجودہ ملکی صورت حال کا جائزہ لے کر پارٹی پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ اور مجرموں نے پوری عداوت کو ہی ڈانٹا سروس سے اڑا دیا ہے۔ سات سو افریڈ ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے ہیں۔ پوری پارٹی مضمحل ہو گئی ہے۔ پورے ملک میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ آپ فوراً واپس آئیں تاکہ اب مجرموں کے مقصد کا اعلان کیا جاسکے۔ میرے خیال میں اب اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہا۔“ بجاشا نہ کے صدر نے کہا۔

کے لئے قوم کو اجازت دے۔ باقی رہے مجرم تو انہیں ہم پر چھوڑ دیکئے۔
ہم خود ان کا بندوبست کر لیں گے۔ عمران نے انتہائی
سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مشرقی عثمان۔ اچھا ہوا آپ نے براہ راست مجھ
سے بات کر لی۔ حالات انتہائی بدتر ہوئے جا رہے ہیں۔ اور مجھے
یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ کافرستان نے بھاشانہ پھر پورا کیشن
کرنے کے لئے تیار ہی شروع کر دی ہے۔ وہ شاید ہم سب ایک
میں بدامنی اور گردباز کو روکنے کے لئے پولیس ایکشن کا بہانہ بنا چاہتے
ہیں۔ جب کہ مجرموں کے متعلق کوئی کلیو نہیں مل رہا۔ ایسے
حالات میں سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ فوری طور پر
مجرموں کے مقصد کا اعلان جاری کر دیا جائے۔ بعد میں حالات
سنجھنے پر اس کے متعلق مزید غور کر لیا جائے گا۔ میں نے آپ کے
مقررہ صدر سے بھی ابھی بات کی ہے۔ بھاشانہ کے صدر نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ آپ ایک ہفتہ تک اس اعلان کو روکیئے۔ میں
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر مجرم بھاشانہ
قوم کے سامنے پیش کر دیتے جائیں گے۔ اور اگر اسے گستاخی
نہ سمجھا جائے تو میں یہ عرض کر دوں کہ آپ کے اس اعلان کے
بعد ضرورت حال سنبھلے گی نہیں بلکہ اور زیادہ جگہ جلتے گی۔
مجرموں کی سازش بے حد گہری ہے۔ ان کا مشن صرف
یہیں تک ہی محدود نہیں ہے۔“ علی عمران نے بڑے

باوقار لہجے میں کہا۔

”کیا آپ ایک ہفتے کے اندر اس قدر خوف ناک مجرموں کو
پرہیز کئے ہیں۔ نہیں یہ ناممکن ہے۔ اس قدر خوف ناک اور
انتہائی خطرہ میں اتنی جلد ہی گرفت میں نہیں آ سکتیں۔ اور دوسری
بات یہ کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس نے مداخلت کی تو کافرستان
سے بہانہ بنائے گا۔ وہ اس معاملے میں پہلے ہی بڑے واضح
الفاظ میں ہمیں دھمکی دے چکا ہے۔“ بھاشانہ کے صدر نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ میں ذرا دیر سے بات کر رہا ہوں۔ باقی رہی
پاکیشیا سیکرٹ سروس کی مداخلت کا مسئلہ تو پاکیشیا سیکرٹ
سروس ہرگز مداخلت نہیں کرے گا۔ اس طرح کافرستان
کو کوئی بہانہ نہ مل سکے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اگر آپ کو میری
بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔ تو آپ سر سلطان صاحب سے بات کر
لیجئے۔ ہمارے صدر صاحب سے بات کر لیجئے وہ یقیناً آپ
کو میری بات کا یقین دلادیں گے۔“ عمران نے انتہائی
باوقار لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا لہجہ ہی بتا رہا
ہے کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں آپ وہ کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے
میں ایک ہفتہ تک رک جاتا ہوں۔ لیکن آپ کے ذہن میں آخر
طریقہ کار کیا ہے۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”جناب گستاخی معاف۔ طریقہ کار کی وضاحت میں نہیں کر

صدر نے مطمئن ہو کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔
سر حسین احمد نے رسیور کر پڈل پر رکھ دیا۔

”شکر ہے جناب۔۔۔ آخر میں بندھ گئے میں کامیاب ہو ہی گیا
اب تو میرا حنا زہ بھی جائز ہو جائے گا۔ کیوں جناب بیڈ کنک صاحبہ؟
عمران نے ایک بار پھر تنجید کی کوئی فریاد کہتے ہوئے کہا۔ اس کے
چہرے پر دوبارہ حماقتوں کا نقاب چڑھ گیا تھا۔

”آپ بے فکر ہیں جناب۔۔۔ عمران نے اگر ایک ہفتے کا وقت
مقرر کر دیتے تو آپ یقیناً سمجھے مجرموں کے دن گھنے جا چکے ہیں“
سر سلطان نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے سر حسین احمد
سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ایک ہفتہ۔۔۔ چلو ایک ہفتہ بھی گزری جائے گا۔ چلو دن
تو گھنے ہی گئے۔ آج تک جب بھی میری باری آتی تھی۔ ہر ایک کو
گنتی سی بھول جاتی تھی۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے
کہا۔ اور سر حسین احمد حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔ وہ یقیناً
ایک بار پھر الجھن سی محسوس کرنے لگے تھے۔

”اچھا جناب۔۔۔ آپ دونوں تو اب مجھ سے بات سی نہیں
کرتے۔ مجھے اجازت دیجئے میں نے بارات کا انتظام بھی کرنا ہے۔
سو پر فیاض سے کچھ رقم ادھار مانگنی پڑے گی۔ اپنا تو بس یہی
عالی ہے کہ جو کمایا کھایا بلکہ میں نے کمایا اور میرے باورچی نے
کھالیا۔“ عمران نے کہا۔

”ارے۔۔۔ کم از کم یہ تو بتائیے کہ آخر آپ نے کیا سوچا ہے؟“

کتا۔ اس طرح بات مجرم تنظیم تک پہنچ جائے گی۔ بہر حال اس بات
کا یقین رکھیے کہ پاکیشیا سکرٹ سرورس کوئی مداخلت نہیں کئے
گی۔ اس کے علاوہ بھی دیگر ذرائع ہیں جن سے کام لیا جاسکتا
ہے۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”اور سب سے۔۔۔ سر حسین احمد سے میری بات کرائیے؟“

بھاشانہ کے صدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور
عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور مجھے کی صورت میں خاموش
بیٹھے سر حسین احمد کی طرف بڑھا دیا۔

”اوہ۔۔۔ میں سمجھتا تھا۔۔۔ سر حسین احمد نے چونک کر رسیور
پکڑتے ہوئے کہا۔

”آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا ہمیں ایک ہفتہ مزید رک جانا چاہیے۔
جب کہ حالات دوزخ و زجر ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔ بھاشانہ کے
صدر نے سر حسین احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔

در اصل وہ علی عمران کے متعلق سر حسین احمد سے وضاحت
طلب کر رہے تھے۔ لیکن ظاہر ہے انداز سیاسی ہی تھا۔

”بالکل جناب۔۔۔ عمران صاحب سے میری ملاقات ہوئی ہے۔
اور میں سمجھتا ہوں جناب کہ وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک
ہیں۔۔۔ سر حسین احمد نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے یوں شرمناک سر ہٹا لیا جیسے کسی کنواری لڑکی کی بھری
مخمل میں تعریف کر دی گئی ہو۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ بہر حال آپ جلد واپس آجائیے۔ گڈ بائی۔“

سر حسین احمد نے پریشان سے بچے میں کہا۔
 "سوچنا کیا۔۔۔ بات پہنچ جائے گی۔ ایک ہفتہ بعد آپ سے
 ملاقات ہوگی۔ البتہ مولوی کا انتظام آپ کو کرنا ہوگا باقی باقی
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی
 طرف مڑ گیا۔ اور سر حسین احمد حیرت سے۔۔۔ اُسے یوں
 واپس جاتے دیکھتے رہ گئے۔

"آپ بے فکر رہیں جناب۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
 اس کی بات کو بچہ کی ٹیکر سمجھیں۔" سر سلطان نے سر
 حسین احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "حیرت ہے۔۔۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ مگر اس نوجوان کی
 جانب کم از کم میری سمجھ میں نہیں آتی۔" سر حسین احمد
 نے کہا۔
 "آپ ہی کیا۔ اسے آج تک کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔
 سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور سر حسین احمد کا ہنس اچکا کر
 رہ گئے۔

کر نلکے شہر یون نے ٹخن آباد کے پہلے چوک پر ہی کار
 ل دی اور پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے۔ کیسی تیز
 نیچے اتر آیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے آگے بڑھتے
 تھے۔ ان کی نظریں سرک کے دونوں اطراف میں موجود
 ہانسی کوٹھیوں کے نمبروں پر جمی ہوئی تھیں۔ تھوڑی سی
 پر بعد انہیں کوٹھی نمبر بارہ نظر آئی۔ یہ ایک خاص بڑی عمارت
 تھی جس کی دیواریں کسی قلعے کی طرح اونچی تھیں۔ چھانک پر
 اکثر سبیلین کی نیم کھٹ موجود تھی جس کے نیچے ڈگریوں کی لمبی چوڑی
 نگار بھی صاف نظر آ رہی تھی۔ ان کے دباؤ پہنچنے کے چند ہی
 لمحوں بعد چار کاریں آگے چھپے دوڑتی ہوئی دباؤ پہنچیں۔ اور پھر
 ان میں سے سیکرٹ مروس کے ممبران نکلنے لگے۔ ان کی
 مقدار دس کے قریب تھی۔ ان سب کی بغلوں میں موجود اچھا

بلایے تھے کہ انہوں نے کوٹ کے اندر مشین گنیں چھپائی ہوئی ہیں۔
 ”عکم سرہ۔“ ان میں سے ایک نے آگے بڑھتے ہوئے
 کہا۔

”سامنے والی کوٹھی پر دیکھ کر رہا ہے۔ اس کے گرد پھیل جاؤ، دلو
 پر چڑھنے کا سامان اپنے ساتھ رکھنا۔ میں اور کیپٹن تمیز می پھیل
 اندر جائیں گے۔ جب ضرورت ہوگی میں تمہیں واپس کاٹش دے
 دوں گا۔ اس کے بعد کارروائی کا آغاز ہو جائے گا۔“ کرنل شری
 نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ سب سر ملاتے ہوئے چلے
 اور پھر مشرک پاؤں کے وہ تیز می سے کوٹھی کی سائیڈ ٹھکیوں میں گھسے
 چلے گئے۔ وہ چول کہ پہلے سے ہی فن ریٹ کے لئے تیار ہو کر آئے
 تھے۔ اس لئے سب متعلقہ سامان ان کی جیبوں میں موجود تھا۔
 ”آؤ کیپٹن۔“ دیوالور تہار سے پاس ہے نلٹ۔“ کرنل شری
 نے کہا۔

”میں سر۔“ کیپٹن تمیز می نے سر ملاتے ہوئے کہا۔
 اور کرنل شری نے جیسے جیسے وگ بھرنا مشرک پاؤں کے کوٹھی کے پھاٹک
 پر پہنچ گیا۔ پھاٹک بند تھا، اس نے ہاتھ اٹھا کر کال ہیل کے پٹن
 پر انگلی رکھ دی۔ وہ کافی دیر تک اُسے دبا دبا رہا پھر اس نے ہاتھ ہٹ
 لیا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک مقام
 نوجوان نے باہر جھانکا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں
 تھے۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہی باہر قدم رکھنے

نے کہا۔

”مگر دوسرے ہی لمحے چٹاخ کی زوردار آواز گونجی اور نوجوان
 ناہوا پہلو کے بل زمین پر جا کر ل۔“ کرنل شریٹ کا بھرپور
 بچہ اس کے منہ پر پڑا تھا۔

”اسے سنبھالو۔“ کرنل شریٹ نے تیز لہجے میں کہا۔ اور
 دھچک کر اس ذیلی کھڑکی سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ چند
 بل بعد ہی کیپٹن تمیز می بھی اس نوجوان کو اندر دھکیلتا ہوا پہنچ
 ل۔ اس کے ہاتھ میں دیوالور تھا۔ اور نوجوان دیوالور کی وجہ سے
 ہی طرح سہا ہوا تھا۔ کوٹھی بالکل خالی نظر آرہی تھی۔ البتہ پورچ
 ہاؤلڈن کھڑکی ایک نئی کار موجود تھی۔ جب کہ آدمی کہیں نظر
 آ رہا تھا۔

”کہاں ہے ڈاکٹر۔“ کرنل شریٹ نے مڑ کر اس نوجوان
 سے کہا۔

”وہ اندر ہیں جناب۔“ نوجوان نے انتہائی گھبرائے
 لہجے میں کہا۔ اس کا ایک گال سرخ ہو رہا تھا جب کہ اس
 آنکھوں سے دہشت کے آثار نمایاں تھے۔

”اؤ کوں ہے۔“ کرنل شریٹ نے پھاٹک کھلنے والے
 بل میں کہا۔

”اور کوئی نہیں ہے جناب۔“ وہ لاٹبریری میں ہیں جناب۔“
 ان نے دہشت زدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ایک ہی
 پور پھرنے اُسے پوری طرح سیدھا کر دیا تھا۔

لات جمادی۔ وہ آج انتہائی جارحانہ موڈ میں تھا۔ یہ شاید اب تک کی مسلسل ناکامی کا رد عمل تھا۔

کرنل شریف کے لات مارنے ہی دروازے کے دونوں پٹ ایک دھماکے سے کھل گئے۔ وہ شاید اندر سے بند نہ تھے۔

دروازہ کھلتے ہی کرنل شریف ریو اور نکالے اچھل کر اندر داخل ہوا۔

جب کہ پکپک چمپنزی ان کے بعد ارشد کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

”خبردار۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“ کرنل شریف نے اندر داخل ہوتے ہی چیخ کر کہا۔

اور سامنے ایک کونے میں بیٹھا ہوا سفید بالوں اور سفید ڈالھی والا خالصا بوڑھا آدمی جس کی آنکھوں پر سنہرے رنگ کے پتے فریم

والی بڑی نفیس سی عینک موجود تھی۔ عینک کے اندر سے آنکھیں پھاڑے ان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت

کے آثار پھیل گئے تھے۔

”لگ۔ کون ہو تم۔“ بوڑھے نے حیرت اور قدرے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”میں سیکرٹ سروس کا چیف کرنل شریف ہوں۔“

کرنل شریف نے اس کے قریب پہنچتے ہی کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”سیکرٹ سروس کا چیف کیا مطلب۔ کیا سیکرٹ سروس کا چیف اس طرح کسی غمزہ آدمی سے ملے آتا ہے؟“

بوڑھے نے جو شاید اب اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ انتہائی کلمنزیہ

”تو چلو ان کے پاس لے چلو۔ یاد رکھو اگر ڈراہمی غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“ کرنل شریف نے بھی جیب سے ریولور نکالتے ہوئے کہا۔

”لگ۔ کوئی حرکت نہ کروں گا۔“ نوجوان نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ کوئی سیدھا

سادہ سا ملازم لگتا تھا۔ اس نے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی

خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

اور پھر وہ اس ملازم کی رہنمائی میں چلتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ اور قتل ڈرامی دیر بعد ایک راہ داری سے

گزر کر وہ ایک دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

”صاحب اندر ہیں؟“ نوجوان نے مرمر دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”دستک دو۔“ کرنل شریف نے غراتے ہوئے کہا اور نوجوان نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

”کیا بات ہے ارشد۔“ اندر سے ایک لڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”دو صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔“ نوجوان نے ہر کا نام شاید ارشد تھا سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔“ میں آ رہا ہوں۔“ اندر سے دسی لڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

مگر اسی لمحے کرنل شریف نے پوری قوت سے دروازے پر

بھی میں کہا۔

”نیکو اس مت کو بوڑھے کمرنل شریف نے جیتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر بوڑھے کی پتلی سی گردن پکڑ لی اور ایک زوردار جھٹکا دیا۔ بوڑھا بڑی طرح چٹخا ہوا کسی سے اٹھ کر کمرے کے درمیان قالین پر آگرا۔ اس کی عینک اڑ کر کہیں دور جاگری۔ اور عین اُسی لمحے نوجوان نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ مارا اور دوسرے لمحے وہ کپڑاں تمیزی کے ہاتھ سے ریو اور چھینتا ہوا چھپے جھٹ گیا۔“

”خبردار!۔۔۔ نوجوان نے جیتے ہوئے کہا۔

”مگر کمرنل شریف اس نوجوان سے کہیں زیادہ تیز نکلا اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر نوجوان پر فائر کر دیا۔ اور نوجوان جو ابھی ریو اور وال کا تھ سیبہا سی کمرے کا تھا چٹا ہوا اسٹ کر پشت کے بل قالین پر جاگرا۔ گوئی اس کے سینے میں لگی تھی۔ اس کے نیچے گرتے ہی کپڑے تمیزی اس پر جھپٹا اور اس نے اس کے ہاتھ سے نکلنے والا اپنا ریو اور دوبارہ چھپٹ لیا۔

”گگ۔ گگ۔۔۔ تم نے اسے مار ڈالا۔۔۔ عزیز کو مار ڈالا!۔۔۔ قالین پر گرے ہوئے بوڑھے کی آنکھیں یوں پٹی ہوئی تھیں جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے یک لخت اندھیرا چھا گیا ہو۔ اور وہ دیکھنے کے لئے آنکھیں پھاڑ رہا ہو۔ نوجوان صرف چند لمحے ہی تڑپ سکا اور پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔“

”بہار ابھی اُبی حشر ہو سکتا ہے بڑھے۔۔۔ کمرنل شریف

نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔ مگر تم کیا چاہتے ہو۔۔۔ تم تو سیکرٹ سروس کے چیف ہو۔۔۔ بوڑھے نے خوف زدہ بچے میں کہا۔

”تم ڈاکٹر بطنین ہو۔۔۔ کمرنل شریف نے جھک کر ایک بار پھر بوڑھے کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اب بوڑھا اس کے ہاتھوں میں لٹکا بڑی طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ اس کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔ اور اس کا منہ ایسے کھلا ہوا تھا جیسے وہ جبراً سانس لینے کی کوشش کر رہا ہو۔

”شاید اس کی پتلی سی گردن کمرنل شریف کے بھاری پنجے میں اس طرح دب گئی تھی کہ اس کا سانس بند ہو گیا تھا۔ کمرنل شریف نے اُسے دوبارہ کمرے پر پھینک دیا۔ یہ وہ ایسی چیز تھی جس میں آدمی تقریباً لیٹ جاتا ہے اور مطالعے کے لئے خصوصی طور پر تیار کی جاتی ہے۔“

”کمرنل شریف نے اُسے کمرے پر پھینکے ہوئے کہا۔

”بوڑھا چند لمحے تو دونوں ہاتھوں سے بے اختیار اپنی گردن مستار کیا۔ جب اس کا گڑا ہوا چہرہ قدرے درست ہوا تو۔۔۔

”کھلا ہوا منہ بند ہوا۔

”ہاں۔۔۔ میں ڈاکٹر بطنین ہوں۔۔۔ مم۔۔۔ مگر؟

”ڈاکٹر بطنین نے گھٹے گھٹے بچے میں کہا۔

”اور دوسرے لمحے چٹاخ کی آواز اُسے ساتھ اس کے حلق سے

ایک ہی جگہ نکل گئی۔ کرنل شریفین نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا تھا۔

”ہو۔ ڈیوڈ تمہیں کیوں فون کرتا تھا۔ کس تنظیم سے تمہارا تعلق ہے؟“ کرنل شریفین نے ریو انور کی مال اس کی گردن میں کھسکے ہوئے انتہائی گرجت ہوئے میں کہا۔
 ”ڈیوڈ فون تنظیم ملک کیا مطلب۔ میں تو کسی ڈیوڈ کو نہیں جانتا۔“ بوڑھے ڈاکٹر نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔
 ”مگر اسی لئے وہ ایک بار پھر چیخا ہوا وہیں کسی پرسی پیر کئے لگا۔“ کرنل شریفین نے اس بار بھر پور قوت سے تھپڑ مارا تھا۔

”سچ اگل دوڑھے۔“ درز درشہ ریشہ علیحدہ کر دوں گا۔“ بولو یہ کون سی تنظیم ہے جو ملک کو تباہ کر رہی ہے۔ خبردار اگر اب کہا کہ میں کسی کو نہیں جانتا۔“ کچھ بول دو ورنہ۔“ کرنل شریفین نے غرائے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت کی چمک نمایاں تھی۔ انداز ایسا تھا کہ اس بار وہ بوڑھے ڈاکٹر کو کچا ہی چبا جائے گا۔

”مم۔“ میں اس ملک کا معزز شہری ہوں۔ تم اس طرح مجھ پر تشدد نہیں کر سکتے۔ میرا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“ بوڑھے ڈاکٹر نے جواب میں رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”مسنو معزز شہری۔ اس وقت پورا ملک تمہاری نظم کے ماتحت تباہ ہو رہا ہے۔ ہزاروں شہری ہلاک ہو چکے ہیں اور کروڑوں دہشت زدہ ہیں۔ اس لئے تم پر رحم کھانا ملک کے ساتھ نظم ہے۔ میں تم جیسے بڑھے موطوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔“ دو لگا بولنے سے غیر ملکی ڈیوڈ تمہارے نمبر پر فون کرتا رہتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے۔ اور ڈیوڈ کا تعلق مجرم تنظیم سے ہے۔ بات بھی طے ہے۔ چنانچہ اس بار اگر تم نے سیدھی طرح بات کرنے کی بجائے کبواس کی تو اٹا لٹکا کر ناک میں مچھلی چڑھا دوں گا سمجھے۔“ کس تنظیم سے تمہارا تعلق ہے؟“ کرنل شریفین نے انتہائی طنز یہ لہجے میں کہا۔ اس کی تیز نظریں ڈاکٹر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

”میرے فون پر۔“ ادھر یہ ناممکن ہے۔ یقین کرو میرا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو بس مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔“ دیکھ کر ہوں۔ صدر مملکت مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں۔“ بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔

”صدر کا رعب مجھے مدت دو۔ ان سے تو اب تمہاری روح کی ہی ملاقات ہو سکتی ہے۔“ شیک ہے مت بتاؤ ابھی جب تمہارا ریشہ ریشہ علیحدہ ہو گا تو تم خود ہی کبواس کر دو گے؟“ کرنل شریفین نے غرائے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے تیزی سے ریو انور حبیب میں ڈالا۔ اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پتلی دھار کا خنجر نکال لیا۔

سے بوڑھے ڈاکٹر کے چہرے پر ہتھکڑوں کی بارش کرنی شروع کر دی۔ جنہی تھپتھپکھٹے کے بعد ڈاکٹر کے جسم کو حرکت ہوئی۔ اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور مسخ شدہ چہرہ اور زیادہ مسخ ہونے لگا۔ ساتھ ہی اس نے جیٹا شروع کر دیا۔

جنگ بندی کرو یہ جھینس۔۔۔ تہہ تاری جھینس سننے یہاں کوئی نہیں
آئے گا۔۔۔ کمر تل شریف نے ایک بار پھر پوری قوت سے
اس کے گال پر پتھر مارا کرتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھا ڈاکٹر یوں
سہم کر خاموش ہو گیا جیسے چابی بھرا ہوا کھلونا چابی شتم ہو جانے پر
ساکت ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کی آنکھوں سے بے پناہ
دشمت کا اظہار نمایاں تھا۔ اس کا جسم مسلسل جھٹکے
رہا تھا۔

کرتل شریفین نے اس بار خون آلود ذخیر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا کہ تمہارے تعلق سے تمہارا تعلق ہے۔ یو یو

کرنل شریف کے ہاجے میں بھوکے بھڑبھڑتے جیسی غراہٹ تھی۔
 تم مجھے تنہا کا پتہ نہیں۔ مجھے تو جان ہنٹ
 ہے کہا تھا کہ اس کا دوست جو پیغام دے وہ میں تم سے پوچھ لوں
 گا۔ کیوں کہ سفارت خانے میں براہ راست کسی غیر متعلق کا
 خون آٹان کی عزت و وقار کے خلاف ہے۔ بوڑھے ڈاکٹر
 نے بچکیاں لئے اور کمر بستہ ہوئے کہا اور کرنل شریف کی آنکھوں
 میں کامیابی کی جھلک ابھرائی۔

۲۱۲

اب میں دیکھتا ہوں تم میں کتنی جان ہے۔ کنزل شریف نے کہا۔ اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر کچھ کہتا اس کا فنجو والا ہاتھ حرکت میں آیا اور ڈاکٹر سبیلین کی ہولناکی سننے سے کمرہ گونج اٹھا۔ کمنی شریف نے بڑی بے دردی سے بوڑھے ڈاکٹر کا دایاں کان کاٹ ڈالا۔ اس کے تیز خنجر نے بڑی صفائی سے کان کو جسم سے علیحدہ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر شری طرح پھر کتا ہوا ایک تخت کرسی پر بیٹھا ساکت ہو گیا۔ کنزل شریف نے جلدی سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دوسرے لمحے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ ڈاکٹر شرا نہیں تھا بلکہ بے ہوش ہوا تھا۔ اس کے دایاں کان کی جگہ سے خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا۔ جب کہ اس کا کان ایک طرف قائم رہا مگر اڑا اٹھا۔ بوڑھے ڈاکٹر کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بڑی طرح مسخ ہو چکا تھا۔

اس کی پیشانی میں جب تک اس بوڑھے کا پریشانش کمرن تم
اس کو کھنکی کی مکمل تلاش نہ لے ڈالا۔ اور سو۔۔۔ باقی ساقیوں
کو بھی اندر بلاو۔ مگر یہ کاشنہ دینا۔ ورنہ وہ فائرنگ کرتے اور
بہار تے اندر گھس آئیں گے۔ کرنل شریہن نے مرد کو
کیپٹن تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا جو کرنل شریہن کے اس
بے دروازہ تشدد پر خود بھی سہما سہما سا کھڑا تھا۔

”بہتر جناب — کیسٹن تیزی نے تیزی سے کہا۔ اور پھر
مڑکھرونی دروازے کی طرف بھاگ پڑا۔
کرنل شریف نے خنجر کو بائیں ہاتھ میں کھینچا اور پھر انتہائی تیزی سے

تجانب منٹ۔ کون ہے یہ۔ کون شریعت سے باہر ہے اور یہ وہ کرخت کرتے ہوئے کہا۔

ولینٹرن کارمن سفارت خانے کا چیف سیکرٹری ہے۔ میسرہ کلانس فیلیور رہا ہے۔ میرے اس سے بے حد دیرینہ تعلقات ہیں۔ بوڈھے ڈاکٹر نے جواب دیا۔

یہ جان ہنسٹ۔۔۔ کرنل شریف نے کہا۔

”ڈیوڈ نہیں۔ پیغام دینے والے کا نام لارنس تھا۔ میں پیغام بھی ہوتے تھے کہ نوکری نہیں ملی۔ کچھ کرو۔ کبھی یہ کہ رقم کم ہوگئی ہے اور بچو!۔ کبھی یہ کہ میں بیا رہوں کسی اچھے سے ڈاکٹر کا بیٹہ۔“ بس اس قسم کے پیغام ہوتے تھے، جو میں سن کر ڈائری پر نوٹ کر لیتا تھا اور جب باپان جینٹ فون کرتا تھا تو میں پیغام دوہرا دیتا تھا بس۔ بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔

”کہاں ہے وہ ڈائری جس پر تم پیغام نوٹ کرتے تھے؟“

”کئی شریف نے کہا۔“

کہاں ہے وہ؟ اس کی بل پڑم پیغام کوٹ کرے ہے۔
کوئل شیریں نے کہا۔

”میں نے زندگی وداؤ میں ہے

ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا اس کا لہجہ بے حد کمزور تھا۔

سب سے پہلے یہ سچا نہیں ہے۔ سچ نے پوچھا نہیں اس جانی ہنٹ سے کہ وہ کیا

پیغام اس کی معرفت کیوں منتقل ہے۔ ایسے بے ضرر پیغام تو

سفارت خانے میں براہ راست ویٹے جا کر کرنل شمر این نے ہونٹ کھینچے ہوئے کہا ۔

میں نے پوچھا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ لارنس اس کی پرسنل سرکل فریڈ کا بھائی ہے۔ اس کے پاس ایسے نوٹو ہیں جن سے وہ اسے کوئی سی سے نکالوا سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

”سو نہیں۔ شک ہے۔۔۔ چلو اس جان منہٹ کو فون کرو۔“

اور اُسے کہو کہ وہ فوراً تمہاری کوشش پر پہنچے۔ اور سنو۔ کچھ بھی

کہو۔ بہر حال اسے دس منٹ کے اندر یہاں ہونا چاہیے۔ اور اگر

تم نے اُسے کوئی اشارہ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو بڑھے ایک

ایک بدی خوردہ اہل کاٹھ۔۔۔ کرمل تم ریفینے پیہرے ہوئے
توہم کہنا:

پچھلے میں لہا۔
 تم۔ مہر۔ مجھے مافی ملاک۔ مہر اول ڈوب رہا ہے۔

م — م — م — ہے پانی پلوں — سرِ دروں دوپ رہے ہے :
 ڈاکٹر نے ڈوبتے ہوئے مجھے نہیں مں کہا ۔

کہاں ہے پانی؟ — کنز شریف نے ادھر ادھر

دیکھتے ہوئے کہنا۔

ہوئے کہا۔

لیکن بولتے ڈاکٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شاید کافی خون بہہ جانے کی صورت میں جواب دینے کے بھی قابل نہ رہا تھا۔

کرنل شریف اُسے گسیٹا ہوا ہاتھ دوم میں لے آیا۔ اور پھر اس نے سب سے پہلے جگ میں پانی ڈال کر ڈاکٹر کے منہ سے جگ لگا دیا۔ ڈاکٹر یوں پانی پیتے لگا جیسے یہاں اونٹ پانی پیتا ہے۔ اُسی لمحے کرنل کی نعریں ہاتھ دوم میں رکھے ہوئے امیر غنسی میڈیکل باکس پر پڑیں تو اس نے وہ باکس اٹھایا۔

میں تمہارے کئے ہوئے کان کی بندھچ کر دیتا ہوں۔ کہیں اور زیادہ خون بہہ نہ پئے تم آسان موت نہ مر جاؤ۔ کرنل شریف نے بڑے طنز آمیز انداز میں کہا۔ اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے ڈاکٹر کے کان کی بندھچ کر دی۔ البتہ اس دوران وہ ڈاکٹر کی طرف سے کسی بھی رد عمل کے مقابلے کے لئے پوری طرح چوکنا تھا۔ لیکن ڈاکٹر بے خس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بڑی طرح بھجا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر اپنی موت کو قبول کر چکا ہو۔

آؤ اب فون کرو۔ سنو ڈاکٹر۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ صرف ملکی سلامتی کے لئے کیا ہے۔ ورنہ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اب بھی اگر تم جان منٹ کو مسخنے لے آؤ تو میں سمجھوں گا کہ تمہیں صرف استعمال کیا گیا ہے۔ تمہیں اصل صورت حال کا علم نہ تھا۔ اس لئے تم بے گناہ ہو۔ ایسی صورت میں تمہاری جان بخشی کی جاسکتی ہے اور تمہارے محلے کو مزید نہیں

اجالا جائے گا اور ڈاکٹر کم از کم اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو کہ زندگی کے بدلے ایک کان کا سودا کچھ اتنا نہ بھگنا بھی نہیں ہے۔
کرنل شریف نے ڈاکٹر کو بازو سے پکڑ کر ہاتھ دوم سے باہر لے آئے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اُسی لمحے کیپٹن تیزی اندہ داخل ہوا۔

ہاس۔ ہم نے مکمل تلاشی لے لی ہے۔ کوئی مشکوک چیز نہیں ملی۔ کیپٹن تیزی نے کہا۔
شیک ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو لے کر اس کوٹھی میں چھپ جاؤ۔ میں ایک عرصہ کو یہاں بولارہا ہوں۔ ہم نے اُسے زندہ گرفتار کر لیا ہے۔ کرنل شریف نے کہا۔

بہتر۔ کیپٹن تیزی نے کہا اور تیزی سے واپس مر گیا۔

فلو۔ فون کرو۔ بہر حال جان منٹ کو دس منٹ کے اندر اس کوٹھی میں موجود ہونا چاہئے۔ کرنل شریف نے ڈاکٹر کو میز کے قریب رکھی جوئی آفس چیر پر بٹھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور ڈاکٹر نے سب سے پہلے اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ باہر داخل کر کے شروع کر دیئے۔ کرنل شریف بخود ان نمروں کو دیکھ رہا تھا۔ تاکہ بعد ازاں بھی انہیں استعمال کرنا پڑے تو کر سکے۔

یس۔ دیسٹن کارمن ایم بی سی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آڈر سٹانی دی۔

میں ڈاکٹر بیٹھیں بول رہا ہوں۔ جان منٹ صاحب سے

”تمہارا نام جان ہنٹ ہے۔“ کرنل شریف نے آگے بڑھ کر غیر ملکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ میرا نام جان ہنٹ ہے۔ اور میں ویسٹرن کالونیاں میں چیت سیکر ٹری ہوؤں۔ تم لوگ کون جو اور یہ کیا جو رہا ہے؟ جان ہنٹ نے اس بار لہجے بولے ہوئے مضبوط بولتے ہوئے کہا۔

”میں کرنل شریف ہوں۔ بجائے سیکرٹ سروس کا چیت۔ لارنس سے تمہارا کیا تعلق تھا بولو؟“ کرنل شریف نے عزتے ہوئے کہا۔

”لارنس کون لارنس؟“ جان ہنٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مگر دوسرے لمحے اس کے حلق سے جھنجھکی مچی۔ کرنل شریف کا تجربہ اور تبحر اس کے چہرے پر پڑا تھا۔

”جو اس کرتے ہو۔“ ڈاکٹر کہتا ہے کہ وہ لارنس کے پیغام تمہیں دیتا رہتا ہے۔ اور تم کہتے ہو کون لارنس؟“ کرنل شریف نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”سنو جان ہنٹ۔ تم ایک بڑے ملک کے سفارتخانے کے اعلیٰ عہدے دار ہو۔ اس شخص نے جواب دے آپ کو یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیت کہا کرتا ہے۔ مجھ پر شک نہ کرنا اور بے دردانہ تشدد کیا ہے۔ یہ ظالم اور مسافک آدمی ہے۔ میں نے صرف اعلیٰ ڈاکٹر کو فون کر کے آیا ہوں کہ وہ فوراً مع ایملو لنس یہاں پہنچے اور حکام ملک اپنی بات پہنچانے کے لئے تمہارا نام لے دیا تھا۔“

اب تمہیں یہاں بلا لیا ہے۔ یہ تمہیں مار نہیں سکتا۔ قتل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ مجھے مار دے گا۔ اس نے میرے ملازم کو بھی چھو لی مار دی ہے۔ تمہیں میرا انتقام لینا ہے۔ ویسے میرا کسی مجرم تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ جس ڈاکٹر بسطیس کو مجرم کہہ رہا ہے اس نے بجائے ٹوٹیکینا لوجی کے میدان میں دوسری قوموں کے ہم پلہ کھڑے کئے تھے۔ کتنی محنت کی ہے۔ البتہ صدر مملکت کو اچھی طرح علم ہے۔ اگر یہ مجھے مار ڈالے تو تم صدر ملک میرا پیغام پہنچا دینا۔ بس اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔ ڈاکٹر نے بے یقین لہجے میں کہا اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔

”اوہ تم۔“ تمہنے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ میں تمہاری ہڈیاں تو درودوں گا۔“ کرنل شریف غصے سے پاگل ہو کر کسی پریشانی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔

”کرنل شریف۔“ دک جاؤ۔ خبردار اگر تم نے ڈاکٹر پر ہاتھ

اٹھایا۔ میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔“ اچانک جان ہنٹ نے چیختے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں بھی دیکھتا ہوں۔“ میں سیکرٹ سروس کا چیت ہوں۔“ کرنل شریف نے تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔

”سنو کرنل شریف۔“ میں صدر مملکت کے خاص ڈاکٹر کو فون کر کے آیا ہوں کہ وہ فوراً مع ایملو لنس یہاں پہنچے اور اگر تم نے مجھے ڈاکٹر کو کچھ کہا تو یہ تمہارے

ہے کہا۔

”تمہیں اس کے لئے خیال نہ بھگتنا پڑے گا کرنل۔“ ڈاکٹر
ہنٹ نے اس بار انتہائی گزشت بچے میں کہا۔ جب کہ جان ہنٹ
بکند سے اچکا کر رہ گیا۔

”بھگتنا۔ اور مجھے۔“ تم دیکھو تو یہی میں تم دونوں کا کیا
رہتا ہوں۔“ کرنل شریف نے غصے سے پیر پٹختے ہوئے

اسی لمحے کیپٹن تیززی ایک ادھیڑ عمر باوقار سے آدمی کو
اندرو داخل ہوا۔ یہ ڈاکٹر رحمان تھے صدر مملکت کے
ڈاکٹر۔ وہ حیرت سے اس ماحول کو دیکھ رہے تھے۔

مجھے بتایا گیا تھا کہ ڈاکٹر سلطین کو پارٹ ایکس ہوا ہے۔
رحمان نے میز کے قریب کھڑے ڈاکٹر سلطین کی طرف غور
دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر رحمان۔ میرا نام کرنل شریف ہے۔ میں سیکرٹ
ک کا چیف ہوں۔ یہ ڈاکٹر سلطین قومی مجرم سے۔ میں نے اسے
رکڑ لیا ہے۔ پارٹ ایکس والی سبب ہو اس سے۔
مرلین نے ڈاکٹر رحمان سے خفا طلب ہو کر کہا۔

ڈاکٹر رحمان۔ یہ پاگل آدمی ہے۔ اس نے مجھے اور جان
کو گرفتار کر رکھا ہے۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میرا کسی
نظم کے ساتھ منسلک ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔
تم صدر مملکت سے میری بات کرو۔ دیکھو اس نے میرے

حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جان ہنٹ نے تیز بچے میں کہا۔
اور اسی لمحے باہر سے ایمبولینس کے مخصوص سائمن کی آواز
سنائی دی۔ اور اس لمحے ساتھ ہی کئی بھگتے ہوئے قدموں
کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”سر۔ صدر مملکت کے خاص ڈاکٹر رحمان ایمبولینس لے
کر آئے ہیں۔ ہم نے انہیں باہر روک دیا ہے۔ لیکن وہ اندر آنے
پر بضد ہیں۔“ کیپٹن تیززی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

”سر جان ہنٹ کو چھوڑ دو۔ اور ڈاکٹر کیپٹن تیززی۔ ڈاکٹر
سلطین کو باقاعدہ گرفتار کر لو۔ یہ قومی مجرم ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر
رحمان کو اندر لے آؤ۔“ کرنل شریف نے دانت پیستے ہوئے
کہا۔ اور جان ہنٹ کے بازو چھوڑ دینے لگے۔ جب کہ کیپٹن
تیززی نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر سلطین کے بازو
چھپے کی طرف موڑ کر اس کی کلائیوں میں کلپ جھکڑی ڈال
دی۔

”میں اس گرفتاری پر احتجاج کرتا ہوں۔“ ڈاکٹر سلطین ملک
کے انتہائی معزز شہری ہیں۔“ جان ہنٹ نے پر زور بچے
میں کہا۔

”یوشٹ اپ۔ اور تم بھی اپنے آپ کو حراست میں سمجھو۔
سفارتی آداب کی وجہ سے تمہیں جھکڑی نہیں لگائی گئی۔ لیکن
اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہیں بھی گرفتار
کیا جاسکتا ہے۔“ کرنل شریف نے غصے سے دہاتے

علازم کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے اور خنجر سے میرا کان کاٹ ڈالا ہے۔ اور اس نے مجھ بوڑھے پر اس قدر سنگدلائی تشدد کیا ہے کہ اتنا تشدد جانوروں پر بھی نہیں کیا جاتا۔ ڈاکٹر سبطین نے سونے والے بلجے میں کہا۔

”کرنل شریف۔ آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر سبطین تو دی۔ آئی۔ پی۔ میں۔ ہمارے ملک کے انتہائی معزز اور گرامی مجرم کیسے ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر رحمان نے صورت حال کو سمجھتے ہوئے بڑے نرم بلجے میں کرنل شریف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ مجھے سمجھانے والے کون ہیں۔ آپ اپنا کام کریں کون مجرم ہے کون نہیں ہے اس کا فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔ کرنل شریف انشا اسی پر حیرانہ و دوا۔ اسے واصل ڈاکٹر سبطین بے پناہ غصہ تھا کہ اس نے چکر دے کر جان جھٹک کر ہلاک کیا ہے اس طرح اپنے بہادر ویداکر نے کی کوشش کی ہے وہ پوری طرح فیصلہ کر چکا تھا کہ چلے پھریں کیوں نہ ہو وہ اس ڈاکٹر کو جیاد گوار کر لے گا کہ اسے انشا اللہ اس کے جسم کا ایک ریشہ بقیہ نہ رہے گا۔ تاکہ اسے پتہ چلے کہ کرنل شریف کو چکر دینے والے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

”ایسی صورت میں مجھے صدر مملکت سے بات کرنی پڑے گی۔ ڈاکٹر رحمان نے غصیلے بلجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے میز پر رکھے ہوئے شلی فون کی طرف بڑھا۔

کرنل شریف خاموش کھڑا رہا۔ غصہ ہے وہ ڈاکٹر رحمان کو فون کرنے سے تو باز نہ رکھ سکتا تھا۔ وہ باہر جا بھی ایسا کر سکتا تھا۔ ”کہہ کو فون۔ میں سیکرٹ سروس کا چیف ہوں کوئی گھسیارہ نہیں ہوں مجھے۔ کرنل شریف نے دانت پیسے ہونے کہا۔

”ادب کو لکھو ڈاکٹر رحمان کرنل شریف۔ میں بھی کوئی کوچوان نہیں ہوں۔ ڈاکٹر رحمان نے رسیور اٹھاتے ہوئے مڑ کر غصیلے بلجے میں کہا۔

اور پھر اس نے تیزی سے منبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد وہ پی۔ اے کی محفلت صدر مملکت سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے فون پر صدر مملکت کو پوری صورت حال بتانے کے ساتھ ساتھ کرنل شریف کے غیر اخلاقی اور غیر ذمہ دارانہ رویے کی شکایت بھی کر دی۔ فون کرنل شریف کو دو۔ صدر مملکت نے کہا۔ اور ڈاکٹر رحمان کے اشارے پر کرنل شریف نے آگے بڑھ کر رسیور تمام کیا۔

”میں۔۔۔ میں کرنل شریف بول رہا ہوں۔ کرنل شریف نے سپاٹ بلجے میں کہا۔

”یہ آپ نے کیا ہتھکنڈا کھیلے۔ ڈاکٹر سبطین انتہائی معزز آدمی ہیں اور پھر ان کی عمر ایسی ہے کہ وہ مجرم کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ مجھے بتائیے۔“

صدر مملکت نے انتہائی متوجہ رہے ہیں کہا۔

اور کرنل شریف نے جواب میں سول اور انگریز چھاپہ اور پھر وہاں کا بیان کہ اس نے ڈیوڈ کو اس ممبر پر فون کرتے دیکھا ہے۔ اور وہ ننگر ڈاکٹر سبطین کا ہے۔ کی تفصیل کرنل شریف نے بتا دی۔

”کرنل۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے صرف ایک ویٹر کے کہنے پر ڈاکٹر سبطین پر اس قدر تشدد روا رکھا۔ ہو سکتا ہے اس ویٹر نے جھوٹ بولا ہو یا اسے غلط فہمی ہوئی ہو۔ کیا آپ نے مزید تحقیق کی۔ کیا اس ویٹر کی بات سندھیتی۔ کہ آپ نے بغیر کوئی تحقیق کئے ڈاکٹر سبطین پر تشدد شروع کر دیا؟“

صدر مملکت کا جواب انتہائی ملکی پر پہنچ چکا تھا۔

”سہ۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر سبطین مجرموں سے ملا ہو ہے۔ اور میں اس سے ضرور انکوائوں گا۔“ کرنل شریف نے کہا۔

”یوشٹ اپ ٹائننس۔ فوراً ڈاکٹر سبطین کو روکا کرو۔ اگر ملکی حالات خراب پوزیشن میں نہ ہوتے تو میں یقیناً تمہیں ڈسمس کر دیتا۔ لیکن میں تمہیں لاسٹ وارننگ دے رہا ہوں کہ آئندہ اس طرح معذرت افزا پر تشدد کیا تو میں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر تمہیں ڈسمس کر دوں گا۔“ صدر مملکت غصے سے چیخ پڑے۔ اور غصے کی شدت سے وہ اب آپ کی سچلے تم پر اتر آئے تھے۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں رہا کرتا ہوں۔ لیکن اس طرح

میں نہیں کھڑے جاسکتے۔“ کرنل شریف نے واپس پلٹے گئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ لیکن چوں کہ مقابل میں صدر مملکت تھے اس لئے وہ جبہ اپنے آپ کو کنٹرول رکھے ہوئے تھا۔

”تو پھر استعفیٰ دے دیں آپ کیوں یہ عہدہ سنبھالے بیٹھے ہیں ل شریف ملکی حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ اور کی کارکردگی یہی ہے کہ اب تک آپ نے ڈاکٹر سبطین کو مجرم سمجھ غلط تشدد شروع کر دیا ہے۔ وہ بھی صرف ایک ویٹر کے خبر بتانے پر۔ کیا تمہیں کچھ ڈیوڈ بھی پتا ہے آپ نے۔ اور مجھے دو روز کے اندر اندر مجرم چاہئیں۔ سچے آپ۔ ورنہ دہری سیکرٹ سروس کو معطل کر دوں گا۔ کیا فائدہ ایسی سروس کا بت پڑنے پر کوئی کارکردگی شوق کرے؟“ صدر مملکت غصے سے کہتا تھا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ میں آپ کے آرڈر تو نہیں روک سکتا بہر حال میں مجرموں کو گرفتار کر کے دکھاؤں گا۔“ کرنل ہائے سپاٹ بیچے میں کہا۔

”میں دیکھوں گا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ بہر حال ڈاکٹر سبطین کو رہا کر دیں۔ اس الزامی آرڈر۔“ صدر مملکت نے کہا کہ ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

رئیس شریف نے انتہائی غصے انداز میں رسیور کر پٹل پر مذاہمت۔ بے بسی اور غصے سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔

لیکن بہر حال صدر مملکت کے آرڈر کی تعمیل تو لازمی تھی۔
 کیپٹن — کرنل شریف نے دھانسنے کے سے اہواز
 میں کیپٹن تیززی سے مخاطب ہو کر کہا۔
 یس — کیپٹن تیززی نے خود بانہ بلبے میں چلا
 دیا۔

ڈاکٹر سبطین کی جھکڑی کھول دو۔ اور سنو ڈاکٹر سبطین
 یہ نہ سمجھنا کہ کرنل شریف پیچھے ہٹ گیا ہے۔ یہ تو میں نے صوبہ
 صدر مملکت کے احکام کی تعمیل کی ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا۔
 خود کہہ لو گے۔ کرنل شریف نے کیپٹن تیززی کو حکم دے
 ڈاکٹر سبطین سے مخاطب ہو کر کہا۔

فون — کی گھنٹی بجے ہی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے
 اس نے چوک کر رہ گیا۔
 گریس مجرم ثابت ہو جاؤں تو بے شک میری کھال تارہ
 کرنل — ڈاکٹر سبطین نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور کرنل شریف
 صرف ہونٹ چبھ کر خاموش ہو گیا۔ اب وہ زیادہ دیر
 نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ بے عزتی اس کی آج تک نہ ہو
 تھی۔ اب وہ اس لمحے کو چھٹا رہا تھا جب اس نے ڈاکٹر
 کو جان بٹھ کو لانے کے لئے کہا تھا کیپٹن تیززی نے جیسے
 جھکڑی کھولی کرنل شریف یہ سچ بتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف
 بڑھ گیا۔

پیکر کر لیا گیا ہے کہ کال رام داس کی ہی ہے اور کہیں سے
 چلا کر نہیں کی جا رہی ہے۔ چارلس نے پوچھا۔
 یس ہائس — چیکنگ مکمل کرنے کے بعد ہی آپ سے
 اہلیک گیا ہے۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
 اس کے۔ بات کراؤ۔ چارلس نے کہا۔

سمر — رام داس بول رہا ہوں۔ چند لمحوں بعد ہی

ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”یس چیف الین۔ ڈی ایچ ایچ گنگ یو“۔ چارلس نے کہا۔

باقار بچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سرم۔ وزیر خزانہ سر حسین احمد غفیر دور سے پر پائے شہر“۔

پس۔ میں نے کھونچ لگا لیا ہے۔ وہ دہلی پائیکیشیا سیکرٹ سروس کے

اعدا حاصل کرنے گئے ہیں۔ اور سرم۔ میرے اہم آدمی نے

ابھی اطلاع دی ہے کہ صدر مملکت نے بی۔ ایل یارڈ کی مکمل تیار

کے بعد کنفیڈریشن کے منصوبے کے خلاف کارپسڈ کر لیا تھا۔ اور

انہوں نے فوان کر کے پائیکیشیا سر حسین احمد غفیر والیں آئے

بات کی۔ لیکن اس بات حیت کے بعد انہوں نے اچانک

اپنا فیصلہ بدل لیا۔ اور اب وہ قوم سے شیلی ویشن اور ریڈیو

خطاب کرنے والے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں جو ڈرافٹ تیار

کیا ہے۔ اس کے مطابق وہ کنفیڈریشن کے منصوبے کے خلاف

بجائے عوام کو ہماری تنظیم کے خلاف ابھاریں گے۔ اور یہ بھی

ہو جائے کہ اس سلسلہ میں وہ کافرستان اور اسرائیل کی سازش

اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ راستے عامہ کو ہماری تنظیم کے خلاف

مذہبی بنیادوں پر ابھارا جائے۔ رام داس نے تفصیل بتا

ہوئے کہا۔

”صدر نے پائیکیشیا میں جو بات سر حسین احمد سے کی ہے۔

جن کے بعد انہوں نے فیصلہ بدلا ہے اس کی تفصیلات کیا ہیں

کیا پائیکیشیا سیکرٹ سروس نے انہیں ایسا کرنے پر ابھارا ہے۔

بادشاہ کی حکومت نے کوئی بات کی ہے۔ چارلس نے نبیہ

”جناب۔ اس کا ٹیپ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ میں وہ

بیکہ کو آرڈر پہنچا رہا ہوں۔ آپ اسے خود سن لیں۔ وہ ابھی چند سیکنڈ

پہلے پہنچا ہے اس لئے میں گئے نہیں سن سکا تھا۔ رام داس

نے کہا۔

”ٹیکسٹ ہے میں سن لوں گا۔ تمہاری یہ اطلاع اگر اہم ثابت

ہوئی تو تمہیں اس کا گراں قدر انعام دیا جائے گا۔ چارلس

نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بٹھا کر رسیور

لے دیا۔ اور پھر میز کے کنارے پر لٹکا ہوا ایک مین و بادیہ۔ دوسرے

مے دروازہ کھلا اور ایک مسلح دربان نے اندر بھاٹکا۔

”مسٹر کالبرج اور رام برٹ کو بیچ دو۔ چارلس نے حکمانہ

بجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور دربان سر ملٹا ہوا واپس

مڑ گیا۔

چارلس نے میز پر رکے ہوئے انٹر کام کا ٹین و بادیہ۔

”یس۔ ہنری سپیکنگ۔ دوسری طرف سے ایک

آواز سنائی دی۔

”ہنری۔ رام داس کی طرف سے ایک ٹیپ پہنچا گاؤں

فوراً میرے پاس پہنچا دو۔ چارلس نے کہا اور مین و بادیہ

را بٹھ ختم کر دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور کالبرج اور رام برٹ اندر داخل

ہوئے۔

”میں بس تھ۔ ان دونوں نے اس کی میز کے قریب بیٹھ کر

ہوئے کہا۔

”بیٹھو۔ ابھی ابھی رام داس نے ایک اہم اطلاع دی ہے۔ چارلس نے کہا اور اس کے بعد رام داس کی اطلاع کی تفصیل بتا دی۔

”اس سے صاف ظاہر ہے باس کہ ہمارے مقابلے میں پاکیزہ سیکرٹ سروس آرہی ہے۔ کالبرج نے فوراً ہی کہا۔

”ہاں۔ اس اطلاع سے تو یہی آئندہ یاد رکھنا ہے۔ بہر حال صدر بیاضاند کی گفتگو کا ٹیپ رام داس نے بھی ایلے۔ اسے سننے کے بعد اصل صورت حال سامنے آئے گی۔ لیکن یہ پاکیزہ سیکرٹ

سروس آخر ہے کیا چیز۔ جس سے کافرستان کی حکومت تو ایک طرف رہی جا رہی حکومت بھی خوف زدہ ہے۔ آپ یقین کریں

جب اعلیٰ حکام نے میرے سامنے پاکیزہ سیکرٹ سروس کا کارکردگی کے قصیدے پڑھے تو میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں دیوار سے سرخس کر خودکشی کر لوں۔ یہ ستم کی بات نہیں کہ فیس آف ڈیوٹی کے چپٹ کے سامنے ایک پس ماندہ ملک کی سیکرٹ سروس

کے قصیدے پڑھے جاتیں۔ ایسے لوگوں کے قصیدے نہیں شاید فلم ہی نہیں کہ تنظیمیں کیا ہوتی ہیں۔ اور اب یہاں دیکھو بجا

کے صدر کی ذہنی حالت کہ وہ ہمارے مشن کے مطابق کنفیڈنٹ رائٹ کے خاتمے کے اعلان کے لئے تیار ہو گیا۔ ایک

شیا سیکرٹ سروس سے بات کرتے ہی اس نے فیصلہ بدل دیا۔

پاکیزہ سیکرٹ سروس کوئی جادوگر دن کا ڈر ہے۔ جو دو گئے زور پر ایف۔ ڈی کو بے بس کر دے گی۔ چارلس

انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ ٹپ جی۔ پی۔ فائینو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ اور ڈیوڈ کے سربراہ کرنل پیرنگو کو جلتے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسمارٹل کی ایک انتہائی طاقتور تنظیم ٹاپ راک سے بھی

باقف ہوں گے۔ رابرٹ نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہم کہنا چاہتے ہو۔ ان سے کون واقف نہیں ہے۔ یہ اسمارٹل کی طاقتور تنظیمیں ہیں۔ لیکن یہاں ان کے ذکر کا

بامطلب۔ چارلس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ ہمارے تنظیم جب ایک ہیامین مصروف کار تھی فلسطینی کمپوں پر اسمارٹل کی بمباری کا انتظام لینے کی خاطر شاکر سر

نے پاکیزہ سیکرٹ سروس سے امداد حاصل کی اور پاکیزہ سیکرٹ سروس اسمارٹل پہنچ گئی۔ اس کے بعد اسمارٹل میں وہ

خوف ناک تباہی مچی کہ حکومت کو کھلا گئی۔ ڈیم تباہ کر دیئے گئے۔ پل اٹا دیئے گئے۔ پی۔ فائینو کے جیڈ کو آرکائیو پر دن دیا ڈسے حملہ کر کے آئے تباہ کر دیا گیا۔ ریسرچ لیبارٹری اٹا دی گئی۔ اس طرح اس قدر ہولناک تباہ کاری کی گئی کہ جس کی مثال اس سے پہلے نہیں

ملتی۔ اور کرنل ڈیوڈ اور کرنل مہیرج دونوں صرف بے بسی سے

ناچتے رہ گئے اور پاکیزہ سیکرٹ سروس یہ انتظامی کارروائی کر

لہ اس پہلے گولڈن جوبلی نمبر تا قابل تہذیب مجرم اور موت کا رقص پڑھئے۔

کے بغیر کوئی نقصان اٹھائے واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ٹاپ راک کو پائیکشیائی تباہی کے لئے ایک انتہائی خوف ناک مشن پر بھیجا گیا۔ لیکن پائیکشیائی سیکرٹ سروس کے مظلومین میں آکر ٹاپ راک مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اسمرائیل کے اعلیٰ حکام پائیکشیائی سیکرٹ سروس سے کیوں خوف زدہ ہیں۔ رابرٹ نے سنجیدہ پہلو میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے تو اس ساری کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ چارلس نے حیرت سے بڑے پہلو میں کہا۔ "حکام نے ان خبروں کو سنی سے دبا دیا تھا تاکہ کسی قسم کی بدول نہ پھیلے۔ لیکن کرنل ڈیوڈ میرا دوست ہے اس نے مجھے ذاتی طور پر یہ سب کچھ بتایا ہے۔ رابرٹ نے کہا۔

"اُدو۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں پھر تو واقعی مجھے پائیکشیائی سیکرٹ سروس کے بارے میں اپنا نظریہ بدلنا ہو گا۔ اگر تم مجھے پہلے یہ باتیں بتا دیتے تو میں یہاں مشن پر آنے سے پہلے پائیکشیائی جاتا۔ اور خود جاکر پائیکشیائی سیکرٹ سروس سے ان ساری باتوں کا بھرپور انتظام لیتا۔ چارلس نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔ دیکھو اس کے چہرے پر ابھی تک شدید حیرت کے آثار موجود تھے۔ جیسے اُسے رابرٹ کی باتوں کا اب تک یقین نہ آ رہا ہو۔

"ہاں۔ وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہ لوگ یہاں آ رہے ہیں تو یہاں ہم ان سے بھرپور انتظام لے سکتے ہیں۔"

لہٰذا اس کیلئے منظم حکیم ایم۔ اے کا انتہائی دل چاہا ناول "ٹاپ راک" پڑھیے

کارپس نے جواب دیا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم تو ان سے واقف نہیں ہیں۔"

چارلس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ کمرے

کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں

ایک ٹیپ ریکارڈ تھا۔

"ہاں۔ رام داس کی بھیجی ہوئی ٹیپ اس میں موجود ہے۔"

نوجوان نے ٹیپ ریکارڈ ان کے درمیان میز پر رکھتے ہوئے انتہائی

مؤدبانہ پہلو میں کہا۔

"تھیک ہے۔ چارلس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور

نوجوان واپس چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی چارلس نے

ہاتھ پر ہاتھ کر ٹیپ ریکارڈ کا بٹن آن کر دیا۔ اور ریکارڈ سے

بھاشاؤں کے صدر کی آواز نکلنے لگی۔ وہ تینوں خاموش بیٹھے سنتے

رہے۔ جب ٹیپ ختم ہو گیا تو چارلس نے ریکارڈ بند کر دیا۔

"اس کا تو مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس نہیں آ رہی۔"

چارلس نے گنگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ سب چکر ہے۔ سیکرٹ سروس اگر سیکرٹ سروس

کے نام سے نہ آئے گی تو کیا ہو گا۔ آدمی تو وہی ہوں گے۔ اسمرائیل

میں بھی تو یہ لوگ مجرم بن کر آئے تھے۔ رابرٹ نے منہ ہلنے

ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ چارلس نے سر

پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ہلاتے ہوئے کہا۔

”اودہ پاس۔۔۔ اب مجھے یاد آگیا ہے کہ کرنل ڈیوڈ نے علی عمران کا نام لیا تھا۔ یہ اس شہم کا سربراہ تھا۔ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے ہمیں فوری طور پر چوکنا ہونا پڑے گا۔ دو سو تین میسرے ذہنی میں آرہی ہیں۔ یا کو کاخستان۔۔۔ سر دس کے آدمیوں کو غصہ طور پر یہاں بلایا جائے تاکہ وہ لوگ پہچاننے میں جاری مدد کریں۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اس سے جی پٹی۔ فائیو اور ریڈ آدمی کو یہاں طلب کروں۔“

”پاس۔۔۔ چارے لپٹے آدمی زیادہ بہتر رہیں گے۔ اور بقید کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیرن ان لوگوں سے انتظام لینے کے لئے بے چین ہوں گے۔۔۔ کالج نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ کرنل ڈیوڈ کو بجائے ریڈ آدمی کو بلایا جائے۔ ان کی تعداد بھی کم ہے اور وہ انتہائی سمجھے ہوئے لوگ ہیں وہ براہ راست ان کو سمجھالیں اور ہم اپنا مشن مکمل کر لیں۔“

چارلس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”ایسا درست رہے گا۔ اس طرح ہم اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔۔۔ رابرٹ اور کالج نے کہا۔

اور چارلس نے اٹھ کر اپنی پشت پر موجود ایک الماری کھولی

س میں سے ایک مستطیل شکل کا جدید ترین لائنگ ریجن ٹرانسمیٹر کریمز پر رکھ دیا۔ یہ ٹرانسمیٹر انتہائی جدید ایجاوالت میں تھا۔ ایسا ٹرانسمیٹر جس کی کال کو کسی صورت میں بھی چیک نہ آجاسکتا تھا۔۔۔ کیوں کہ اس کا تعلق ایک بتجارتی خلائی سیل سے تھا۔ اس ٹرانسمیٹر سے کال خلائی سیارہ کی مخصوص فریکوئنسی پر آتی تھی۔۔۔ اور وہاں سے مطلوبہ رسدوں تک اور اسی طرح واپس آتی تھی۔ اس لئے اس کی چیکنگ ناممکن تھی۔۔۔ چارلس نے مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر ٹرانسمیٹر کا بشن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر اس سے سیٹی کی آواز نکلتی تھی۔ اور چند لمحوں بعد سیٹی کی آواز پر ایک شیشی آواز غالب آگئی۔

”فی۔ ایف۔۔۔ میں سن رہا ہوں۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ خاص تھا شیشی تھا جیسے کوئی رپورٹ بول رہا ہو۔

”کرنل چارلس جیت آف ایف۔ ڈی کالنگ۔ ڈائریکٹ جنرل اور سر مشن پر وگرام اور۔۔۔ کرنل چارلس نے باوقار لہجے میں کہا۔

”دوسری طرف سے اسی شیشی آواز۔۔۔ کو ڈیٹیکٹر اور۔۔۔

”ایف۔ ڈی۔۔۔ سن کوڈ ایون ہنڈ رڈ تھری ون اور۔۔۔ چارلس نے کہا۔

”اور۔۔۔ ہولڈ آن کریں اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز دوبارہ نکلتی تھی۔

”یہیں۔ ڈاکٹر کیٹر جنرل اور سینیٹر مشن پر دو گرام رامن سپیکٹنگ اور ڈسٹرکٹ سٹی کی آزاد بندہ ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔“

”جناب۔ میں کرنل چارلس بول رہا ہوں۔ اور سینیٹر مشن سے اور ڈسٹرکٹ چارلس نے قدرے سے مؤدبانہ بھیجے میں کہا۔“

”نیس۔ کیا بات ہے۔ تمہارا مشن تو اچھا جارہا ہے۔ مجھے پورٹین مل رہی ہیں۔ لیکن کام کی رفتار اور تیز کر دو اور ڈسٹرکٹ رامن نے کہا۔“

”تھینک یو۔ ہم مسلسل کامیابی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔“

لیکن ایک اہم اطلاع ملی ہے کہ ہمارے مقابلے میں پاکشیا سپیکٹ سروس کو لایا جا رہا ہے کسی اور نام سے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان سے واقف نہیں ہیں۔ اگر ہم ان کے مقابلے میں مہر و ف جو لگے تو ہمارا اصل مشن سبوتا جانیے گا۔ اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ریڈ آرمی ایک بار پاکشیا سپیکٹ سروس سے ٹکرا چکی ہے۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریڈ آرمی کو یہاں بلا لیا جائے اور انہیں پاکشیا سپیکٹ سروس سے ٹکرا دیا جائے۔ وہ اپنا علیحدہ جہت تو آرڈر قائم کر کے اپنے طور پر اس کے خلاف کام کریں۔ ہم بہر حال ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ البتہ ہم اپنا کام جاری رکھیں گے اس طرح کا کردار دینی سونہیں ہوگی اور ڈسٹرکٹ کرنل چارلس کا اپنا فیصلہ کن تھا۔“

”اوہ ہاں۔ ریڈ آرمی ٹکرا تو چکی ہے اور کرنل جمیرن آج تک سیکرٹ سروس سے اشتقاق لینے کے لئے چین ہے۔ اگر فیصلہ کر چکے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں ریڈ آرمی کو بھجوا دیتا ہوں اور اسے آل ڈسٹرکٹ طرف سے کہا گیا اور چارلس نے اے تھوڑا سا ٹکرا کر انہیں آف کر دیا۔ اُسے اٹھا کر دوبارہ الماری میں لگا دو اور واپس اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔“

”کرنل جمیرن آج پہنچ جاتے گا۔ اب آپ لوگ اپنا کام اور مزیدادہ دیں۔ بی۔ ایل پارٹی تو ختم ہو چکی۔ اب اعلیٰ سروس فیصلہ ان کے قتل کی باری ہے۔ میرا خیال ہے پہلے وزیر خزانہ غائب کیا جائے۔ اس کے بعد سروس کے مطابق باقی افراد بی باری باری نشانہ بنائے جائیں گے۔ چارلس نے کامیوج رابرٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی ہوگا۔ ایف۔ ڈی کا راستہ ایسا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ کاش ہم اس اہم مشن میں اپنے بھروسے ہوتے تو پھر پاکشیا سپیکٹ سروس کو بھی پتہ چلتا کہ ایف۔ ڈی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کامیوج نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ جب کہ رابرٹ نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔ اور وہ دونوں دروازے کی طرف مڑ گئے۔“

ختم شد

عزیزان سیریز میں ایک انوکھا اور یادگار ایڈیوچر

(حصہ دوم)

فیس آف ڈیوٹی

مصنف: مفسر کلمہ ایم ایس

- اسرائیل کی نوٹوں کی تنظیم برٹش آرمی فیس آف ڈیوٹی کی حمایت اور عمران اور سیکرٹ سروس سے انتظام لینے کے لئے جہاز شائع ہو چکا تھا۔
 - پاکستان سے سیکرٹ سروس سرکاری طور پر آنے کی بجائے ایک نئی تنظیم کی صورت میں فیس آف ڈیوٹی کے مقابلے میں آری جی ہاں نئی تنظیم فاسٹ ٹیج کے فاسٹ ڈیوٹیج - جس کا لیڈر تنویر تھا اور جو یہاں حصہ اور کیپٹن شکیل اور کے ماتحت تھے۔
 - کیا عمران کبھی تنویر کی ماتحتی میں کام کرنے لگا۔؟ یا اس نے اپنا علیحدہ تنظیم قائم کر لی۔
 - تنویر - فاسٹ ڈیوٹیج کا لیڈر - جس نے اپنی بی بیہ صلاحیتوں سے عمران کو بھی دیکھ بھول دیا۔ کیسے۔؟
 - نعمانی، چوہان اور صدیقی - سیکرٹ سروس کے ایسے مجرّم جن کی صلاحیتیں اور کہانی میں عروج پر پہنچ گئیں اور سرت بکر فیس آف ڈیوٹیج اور ٹی آر کی پر جھپٹ پڑے۔ ایک ایسی کہانی جو صدیوں نہ بھلائی جا سکے گی۔
- یوسف برادرز تاجران کتب پاک گیٹ ملان**

عمران سیریز ۱۰۱

سینچری نمبر

فیس آف ڈیوٹی

حشدوم

منظہر کلیم ایم اے

ذیشان کتاب گھر اینڈ سپروٹس سٹور

حصارے ہاؤس نمبر ۱۱۱۱، گورنمنٹ روڈ، لاہور

مکھلاز کی کتاب دینے والے

۱۱۱۱ نمبر ۱۱۱۱

چند باتیں

مترجم فارمین اسلام ٹولن

فیس آف ڈیوٹی سے شروع ہونے والی کہانی اس حصے میں آگے بڑھ رہی ہے۔ یہ کہانی اپنے چلاٹ اپنے ٹیو کے اعتبار سے ایک جبرور اور جامع کہانی ہے۔ یہ بین الاقوامی ایکسٹینکٹ کی کہانی ہے، پاکیشا کے حلیف ملک بھاشا نہ کو ایکسٹ کے ساتھ کنفیڈریشن سے روکنے کے لئے بین الاقوامی سطح پر جو کوششیں کی گئیں یہ ان کوششوں اور ان کے نتائج کی ایک ایسی کہانی ہے جس میں الجھنا انقلاب دھماکے کی نشاوت ہو تا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ اس جبرور اور مہم جیت کہانی سے یقیناً جبرور انداز میں لطف اندوز ہوں گے اس میں سیکرٹ سروس کے ممبران خصوصاً محمود مصطفیٰ نعمانی اور چوہان کی صلاحیتیں اپنے عروج پر نظر آئیں گی اور اس کہانی میں ان کرداروں کو پہلی بار مکمل کرکام کرنے کا موقع ملا ہے اور ان کی صلاحیتیں یقیناً آپ کو بھی حیران کر دیں گی۔

گزشتہ دوں میں نے ایک ناول پاور لینڈ لکھا تھا جس کے سلسلے میں تارن نے خطوط کی عباد کر دی، تعریف اور شکایت سے جبرور خطوط، تعریف کہانی کی اور شکایت اس کے انتہا پذیر نہ ہونے کی، بے شمار خطوط میں سے ایک خط بطور نمونہ پیش کر رہا ہوں۔

دارفران شعلہ شوق سے سجاد احمد اور ریحان احمد کے کلمہ کے کاپی ہر ناول

اس ناول کے تمام کام تمام کردار و شخصیات اور میں کہہ کر اکثر تھیں دینی ہیں کسی قسم کی جبری و نا انصافیت اس کتاب میں لکھا گیا ہے پلٹ کر مصنف پر غور و تامل فرمائیے

ناشران ————— اشرف قریشی

————— یوسف قزوینی

محمد یونس

.....

جہیں جہ لپٹہ آتا ہے۔ نیا ناول پاور لینڈ پڑھا۔ شروع میں یہ ناول اتنا اچھا تھا کہ ایک بلکہ دو تو چھوڑنے کو دل ہی نہ کرتا تھا لیکن جب اس کا اختتام آیا تو میرا آپ پر بہت غصہ آیا۔ کیونکہ آپ نے پاور لینڈ کے شکوک و شبہ نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ کیا یوسف براہ روز والوں کے پاس کا غنڈہ شتم ہو گیا تھا یا کچھ میڈی میز کو دڑی جواب دے گئی تھی؟

سب قارئین کا گلہ بجا واقعی اس کہانی کا اختتام ویسے نہیں ہوا جیسے کہ عام کہانیوں کا ہوتا ہے۔ دراصل پاور لینڈ اتنی بڑی اور پاور فل تنظیم ہے کہ اس تنظیم کا اختتام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کر دیا جائے تو یقیناً آپ کو گھڑکتے۔ ابھی اس سلسلے میں کئی کہانیاں آپ پڑھیں گے اور پھر سب وقت پر اس کا اختتام بھی سلسلے آجائے گا۔ دراصل یوسف براہ روز کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے گیا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ پاور لینڈ کے سلسلے کی کئی کہانیاں بھی زیر طبع ہیں۔ اس اعلان کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے قارئین کو شکایت پیدا ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ اس وضاحت کے بعد قارئین کی شکایت دور ہو جائے گی۔ اور یہ بھی یقین رکھئے کہ پاور لینڈ کے سلسلے کی آنے والی کہانیاں آپ کو بے حد پسند بھی آئیں گی۔ بس خود اس انتظار کا بھی اپنا ہی کٹھن ہوتا ہے۔

والسلام
منظرہ کلیم ایم اے

بہا شناسانہ کے دارالحکومت باکا کے انتہائی شاندار
فائیو سٹار ہوٹل انٹرکانٹینینٹل کے ایک کمرے میں سیکرٹ
سروس کے ممبران جمع تھے۔ وہ سب جنگ جی طور پر علیحدہ
علیحدہ راستوں اور فلائٹوں سے یہاں پہنچے تھے۔ ایکسٹو نے
انہیں فوری طور پر روانگی کا حکم دیا تھا۔ اور پروگرام کے مطابق
انہوں نے اس ہوٹل میں اکٹھا ہونا تھا۔ وہ سب نئے میک اپ
میں تھے۔ اور مخصوص کشنیوں کی مدد سے انہوں نے ایک دوسرے
کو پہچانا تھا۔ عمران ان میں شامل نہ تھا۔
آخرو یہاں پر مشن کیا ہے۔ ایکسٹو تو ہمیں یوں بھیج دیتا ہے
جیسے ہم کوئی سنجوئی ہیں کہ ذرا کچھ بنا کر خود ہی مشن کی تفصیلات معلوم
کر لیں گے۔ تنویر نے ہونٹ ہنسنے ہوئے کہا۔
یہاں اکٹھے ہونے سے پہلے جو لیا تے جدید ترین کھانگی کی مدد

سے پورے گھرے کی چینگ کرنی تھی کہ گھرے میں کوئی ٹرانسمیٹریا
ٹیلی ویو چینگ سٹف موجود نہیں ہے۔

یہ بات نہیں تنویر۔ ایک شو صورت حال کو اچھی طرح
سمجھتا ہے۔ اس نے مجھے ایک ٹیپ بھجوا دیا ہے کہ ہم اسٹے ہو
کر اس ٹیپ کو سن لیں۔ اس میں تمام ہدایات موجود ہیں۔
ابھی صبح کچھ پتہ چل جاتا ہے۔ جو لیا نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ اور پھر اپنے بیگ سے ایک ٹیپ دیکر ڈر اس نے مزید
رکھا اور بیگ کے ایک خفیہ خلیے سے ایک مائیکرو ٹیپ نکال
کر اس نے دیکر ڈر میں فٹ کیا۔ اور پھر اس نے والیوم
انتہائی آہستہ کر کے اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔

بیلو ممبران۔ ایک شو آپ لوگوں سے مخفی طلب ہے۔

آپ لوگ ایک انتہائی اہم مشن پر بھاشانہ میں موجود ہیں چوں
کہ اتنا وقت نہیں تھا کہ آپ کو وائٹس منزل میں لے کر آئے
تفصیلات بتائی جاتیں۔ اس لئے میں نے یہ ٹیپ آپ کے پاس
پہنچا دیا ہے۔ مختصر صورت حال یہ ہے کہ پانچویں اور بھاشانہ
کے درمیان کنفیڈریشن کا منصوبہ طے ہو رہا ہے۔ جسے سوتار
کرنے کے لئے کچھ حکومتوں نے جن میں ہمارے اندازے کے
مطابق کافرستان، روسیہ اور اسرائیل شامل ہے۔ ایک
خفیہ تنظیم بھاشانہ میں بھی ہے۔ جس نے اپنا نام الیف - ڈیسی
ظاہر کیا ہے۔ الیف - ڈیسی نے بھاشانہ میں تاشی میادی
ہے۔ مسافر ہوائی جہاز کا حادثہ۔ اس کے بعد مسافر ٹرین کو اڑا

یا گیا۔ اور پھر باک سے ملحقہ ڈیم کی تباہی۔ اس کے بعد یہاں کی
ماقت و درسیاسی پارٹی بی۔ ایل پارٹی کے سات سوا فراو کی
یہ ہی وقت میں ملاکت نے بھاشانہ کو ملا کر دکھ دیا ہے۔ اور
تمام شہری کا دروازوں کا مقصد کنفیڈریشن کے منصوبے کو
بوتا کر رہا ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ الیف - ڈیسی
سراییل کی کوئی خفیہ تنظیم ہے۔ کیوں کہ ٹرین کے اڑنے میں ایک
یہ غیر ملکی کو دیکھا گیا ہے جس کا رنگ روپ بتا رہا تھا کہ وہ اسرائیلی
دسکتا ہے۔ کافرستان چوں کہ اس مغلے میں ملوث ہے
اس لئے وہ بھاشانہ پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ پاکیزہ سیکرٹ سروس
و متعلقے میں نہ لایا جائے۔ بلکہ کافرستانی سیکرٹ سروس
و طلبا جائے۔ اس لئے بحیثیت سیکرٹ ایجنٹ مگر بھاشانہ میں
وجود نہیں ہو۔ تم پر ایجنٹ طور پر اپنی تنظیم کا کوئی نام بھی
لے لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں نے بھاشانہ حکومت
و یقین دلا دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر الیف - ڈیسی کو بے نقاب
رہا جائے گا۔ اس لئے تم لوگوں کے پاس صرف ایک ہفتے
کی مہلت موجود ہے۔ مجھے یہ شکایت پہنچی تھی کہ سیکرٹ سروس کے
ممبران سے کام نہیں لیا جاتا اور کس عمران عمل کر لیتا ہے۔ اس
لئے اس بار اس مشن کے دوران عمران ہمارے ساتھ نہیں ہوگا۔
بشن تم نے خود کھل کر ناس ہے۔ جو لیا انتہائی لیڈر ہوگی۔ اور
مغدر ڈیٹی لیڈر۔ لیکن اگر آپ آپس میں کسی اور کو لیڈر جن
میں تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہر حال ایک ہفتے

کے اندر الیف۔ ڈی کو ہر صورت میں بے نقاب ہونا چاہیے۔ یہ
 بھی ہو سکتا ہے کہ عمران اپنے طور پر کوئی کارروائی الیف۔ ڈی
 کے خلاف کرے تو اس سے سیکرٹ سروس کا کوئی تعلق نہیں
 ہوگا۔ یہ بہاری صلاحیتوں کا امتحان ہے کہ تم لوگ کس طرح
 کام کرتے ہو۔ سرکاری طور پر ہمیں کہیں سے کوئی۔ دو ذہنیں مل سکتی
 البتہ اہم ترین اور اہم ترسی صورت حال میں تم سر وادہ حسین
 وزیر خزانہ کو قانون پر ایک ٹوکا کا حوالہ دے کر بات کر سکتے ہو۔ مہربان
 رہائش کے لئے بندوبست کر دیا گیا ہے۔ عالم گیر ٹاؤن میں
 کوئی نمبر ایک سو پندرہ نم لوگوں کی منتظر ہے۔ وہاں تین
 کاریں بھی موجود ہیں۔ اور دیگر تمام ضروری سامان بھی اس کے
 باوجود اگر کسی چیز کی ضرورت پڑے تو وہ بھی مہیا ہو جائے گی۔
 ڈیمانڈ لکھ کر دو فارے کے باہر نکلے ہوئے ریٹرکس میں ڈال
 دی جائے تو ڈیمانڈ پوری ہو جائے گی۔ کثیر مقدار میں کرنسی
 بھی کوئی میں موجود ہے۔ ان سب انتظامات کا مقصد صرف اتنا
 ہے کہ آپ لوگوں نے الیف۔ ڈی کے مقابلے میں ایکسچینجیئر
 کامیاب ہونے سے ہر صورت میں۔ یہ نہ صرف پاکویشیا سیکرٹ
 سروس کی عزت کا مسئلہ ہے بلکہ یہ پاکویشیا کے مستقبل کا مسئلہ۔
 اس لئے ناکامی کا لفظ صرف تیرہ منکر لکھ کر بتایا جاسکتا ہے مجھے
 نہیں۔ ایک ٹوکا لہجہ آخر میں انتہائی سرد ہو گیا اور اس کے
 ساتھ ہی ٹیپ ختم ہو گیا۔ جو لیانے پاتھ بڑھا کر ریکارڈ کا جڑ
 نکال کر دیا۔

سب سے پہلے تو اس ٹیپ کو ختم کیا جائے اس کے بعد باقی
 باتیں ہوں گی۔ صفدر نے کہا اور جو لیانے سر ملا دیا۔
 صفدر نے ریکارڈ سے ٹیکوٹ نکالا اور پھر تینوں سے
 لائن لے کر وہ باتخروم میں چلا گیا۔ اور اس نے ٹیپ کو آگے
 لے کر اچھی طرح خاکستر کر دیا۔ جب وہ باہر آیا تو کمرے میں موجود ہر
 شخص کا چہرہ گہری سنجیدگی لئے ہوا تھا۔
 یوں منہ لٹکا کر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔
 ہمیں فوری حرکت میں آنا چاہیے۔ جامے پاس مہلت بے حد
 کم ہے اور چلچلی بہت بڑا ہے۔ اسرار کی نظمیں دیے بھی
 بے حد فعال۔ تیز رفتار اور با وسائل ہوتی ہیں۔ اور یہ الیف۔ ڈی
 تو یقیناً ان کی کوئی خاص ہی تنظیم ہوگی جسے اتنے بڑے بین الاقوامی
 مشن پر بھیجا گیا ہے۔ ایک طرح کے پیغام سے یہ ظاہر ہوتا ہے
 کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی ان کی طرح کسی مجرم تنظیم کے طور پر کام
 کریں لیکن ملک کے خلاف نہیں بلکہ الیف۔ ڈی کے خلاف۔ اس
 لئے ہمیں پہلے تو تنظیم کا نام اور کوڈ متعین کر لینے چاہئیں تاکہ کام
 کے دوران کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔ صفدر نے واپس
 آکر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 "نیکس ہم کریں کیا۔ کوئی کلیو۔ کوئی راستہ۔ کچھ
 بھی تو نہیں۔ ایک ٹوکے تو ہمیں بس اندھیرے میں دھکیل
 دیتا ہے۔ ایک نام بتا دیا الیف۔ ڈی اور بس۔ کیپٹن شکیل
 نے منہ ہلنے سے پہلے کہا۔"

”ایسے موقعوں پر عمران کی کھوپڑی پتہ نہیں کیسے کام دکھاتی
وہ بھلے کس طرح کوئی نہ کوئی کھیر نکال لیتا ہے۔“ جو لیلہ
منہ بٹلتے ہوئے کہا۔

”ایک ٹوکے پیغام سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمران ہم سے علیحدہ
کر کام کر رہا ہے۔ پرائیوٹ طور پر۔۔۔ اور ایف۔ ڈی کے
خلاف کامیابی کے ساتھ ساتھ ہمیں عمران سے پہلے کامیابی حاصل
کرنا ہے۔ ورنہ ہم آئندہ شکایت کرنے کے بجائے قابلِ مذہم
گئے۔ اور جہاں تک کیڑا کا تعلق ہے اس کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے
کہ ہم وہاں کی سیکورٹ مردوں سے رابطہ قائم کریں۔ وہ نقیضہ
ایف۔ ڈی کے خلاف کام کر رہی ہوگی۔ اس کا چین کرل شہر ایف
ہے۔ میں اُسے جانتا ہوں۔“ صفدر نے کہا۔

”لیکن کرل شہر ایف سے ہم سرکاری طور پر تو نہیں مل سکتے
ایک ٹوکے تو اس کے لئے منع کیا ہے۔“ جو لیلہ نے کہا۔
”آپ لوگ اگر اس مشن کا مجھے لیڈر چن لیں تو یقین رکھیں کہ
ایک ٹوکے کو ایک ہفتہ کہتا ہے۔ میں تین روز میں ایف۔ ڈی کے
پرچے اڑا دوں۔“ خاموش میٹھا ہوا تو میرا چاکا بول پڑا۔
”تمہیں لیڈر۔۔۔ ادوہ واقعی اس جیسے مشن کے لئے تو میری
مناسب لیڈر رہے گا۔“ جو لیلہ نے سب سے پہلے کہا۔ اور
تو میرا لیڈر جو حیرت سے دیکھنے لگا۔ جیسے اُسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ سب
سے زیادہ احتجاج تو جو لیا کو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن سب سے پہلے
تائید بھی اُسی نے کی ہے۔ اور تو میرا تو کیا باقی ممبر بھی حیرت سے

ہا کہ دیکھنے لگے۔ اس قدر اہم مشن کے لئے تو میری لیڈر شپ تو
نہ سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جو لیا کا چہرہ بے حد
بد تھا۔ اس کے چہرے پر دو دو دو دو تک کسی مذاق کا کوئی شائبہ
نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ دراصل
اس اندھے مشن کی ذمہ داری سے بچنا چاہتی ہے۔
”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو جو لیلہ۔ یہ انتہائی اہم مشن ہے۔“
درون نے کہا۔

”تمہیں شاید اس لئے اعتراض ہے کہ تم لیڈر بننا چاہتے ہو۔
جو لیا کی بجائے تو میرے صفدر کی بات کا جواب بڑے
زیادہ اڑیں دیا۔“

”یہ بات نہیں تو میرا مقصد تو کامیابی ہے۔ لیکن تم جانتے
ایک ٹوکے کیا کہتا ہے کہ وہ ناکامی کا لفظ نہیں سنا چاہتا۔“
درون نے منہ بٹلتے ہوئے کہا۔

”دیکھو صفدر۔ اس مشن کے لئے ہمیں انتہائی تیز ترین
شن بروئے کار لانا پڑے گا اور اس کے لئے تو میرے اچھا لیڈر
نا نہیں ہو سکتا۔ تو میرا یہے کاسوں میں ماسٹر ہے جب
ہم سوچتے سمجھتے اور احتیاطوں میں زیادہ دقت لگا دیتے ہیں۔
ماتے میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں کہ اس مشن کے دوران
میرا لیڈر ہو۔“ جو لیلہ نے کہا۔

”اوکے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ صفدر نے
طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔۔۔ جو لیانے باقی ممبرز،
مخاطب ہو کر کہا۔

”ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے مس جولیا۔۔۔ تنویر ہما
ساتھی ہے۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سنجیدہ ہجے میں کہا۔
پھر اس کی بات کی باقی ممبرز نے بھی تائید کر دی اور تنویر کا
ایک لمختہ چمک اٹھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ سیکرٹ سر
کالیڈر بن رہا تھا۔

”شکر یہ۔۔۔ اس اعتماد کا شکریہ۔۔۔ آپ لوگ یقیناً
میں ایک سٹو اور عمران دونوں کو بتا دوں گا کہ اگر آپ لوگوں پر
کیا جائے تو ہمارے اندر کتنی صلاحیتیں موجود ہیں۔۔۔ تنویر
نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور صفدر اور کیپٹن شکیل
دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”اب میرے خیال میں مزید وقت ضائع کرنے کی ضرورت
نہیں۔ تنظیم کا نام اور کوڈ بھی طے کر لے جائیں۔۔۔ جولیا
کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے سر سے شون بوجھ
گیا ہو۔

”کیا خیال ہے تنویر۔ کیا نام ہونا چاہیے اس تنظیم کا جو
تم چیف باس ہو۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے
”اس تنظیم کا نام فاسٹ ڈیٹھ ہو گا۔ تاکہ اس کا مخفی بھی
ڈی بی جیسے۔ اس طرح ایف ڈی دے بھی ہو اٹھ جائیں۔
اور یہی ہمارا مانو ہو گا۔ فاسٹ ڈیٹھ ٹو ایف۔ ڈی“

نور نے پچھتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔۔۔ اچھا نام ہے فاسٹ ڈیٹھ۔۔۔ ویری گڈ۔
بہ سے پہلے صفدر نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور باقی ممبرز نے
اس نام کی تائید کر دی۔ کیوں کہ نام ان سب کو پسند
آتا تھا۔

”کوڈ کیا ہو گا۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔
”میں چیف باس۔۔۔ جولیا باس۔۔۔ صفدر ممبر دن۔۔۔ کیپٹن
شکیل ممبر ٹو۔۔۔ نعمانی ممبر تھری۔۔۔ صفدر یعنی ممبر فور۔ اور
جان ممبر فائیو۔ کوڈ تنویر فاسٹ ڈیٹھ۔ یعنی ٹی۔ ایف۔ ڈی
کا۔۔۔ تنویر نے ان خود کو ڈ بھی مقرر کر دیا۔
”اور کے۔۔۔ ٹیک ہے۔ یہ نوٹس ہو گیا اب آگے کیسے
جیں۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”سنو دوستو۔۔۔ جمید کوادرش دہی کوٹھی جوچی جوائیکسٹون
آئی ہے۔ میں۔۔۔ جولیا اور جو بان دیاں رہیں گے۔ جب کہ کیپٹن
شکیل۔ صفدر۔ نعمانی اور صفدر یعنی مختلف ناموں سے مختلف جگہوں
پار رہیں گے۔ ہمارا بی۔ ٹو۔ ڈیٹھ ٹو ایک دو سرے سے رابطہ
کا۔ اور اب رہا کیلکولیشن تو صفدر اور کیپٹن شکیل تم دونوں
فوری طور پر کرنل شریعت کو تلاش کر۔۔۔ اور پھر اسے انواکر
جمید کوادرش پہنچا دو۔ میں ملٹری سیکرٹ سر میں رہا ہوں
کرنل شریعت کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ انتہائی گنیز پرور
مہنگا قسم کا آدمی ہے۔ وہ آسانی سے قابو نہیں آئے گا البتہ

میں اس سے سب کچھ پوچھ لوں گا۔ اس طرح ہم آگے بڑھنے کے لیے تیار ہو گئے۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن کرنل شریف کو انعام دینے کے لیے
کار کی ضرورت پڑے گی۔“ — صدر نے کہا۔

ایک کار آب جیہ کو ارٹھ سے لے سکتے ہیں۔ اور صدیقی
نعمانی قوموں نے پاک شہر میں گھومنا ہے۔ اسے ایسی قوم
کا کوئی بھی آدمی اگر کہیں شہر میں نظر آئے۔ یا تم کسی ایسے شخص
کی طرف سے مشکوک ہو جاؤ۔ تو اگر تم اسے ادا کر سکو تو ٹھیک۔
ورنہ اس کی بھر پور دگرانی کرو اور ہندو کو رو روٹ کر دو۔

جو ان نے یہاں کسے بڑے بڑے جوتلوں میں اس بات
چیک کرنا ہے کہ آیا یہاں کوئی شخص موجود ہے جس کا نام
قومیت سے ملتا جلتا ہو۔ اور جولیا اور میں زیر زمین دنیا کو
گئے۔ اس تنظیم نے یقیناً یہاں کی کسی مقامی مجرم تنظیم سے رابطہ
کےا جو گلا۔ اگر وہ ٹرسس جو حملے تو معاملہ آسان ہو جائے

تو نیلے کسی ماسرید سالار کی طرح باقاعدہ جنگی نقشہ مرتب کر دیا۔
 لگے۔ لگے کہتے ہیں لہذا رمی کی پیدائش شکیل۔
 کہا۔ اور تو نیر کا سینہ فخر سے چھو ل گیا۔ اور اس کے بعد وہ سب
 اپنے اپنے کاموں کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ فاسٹ ڈ
 اب ایکشن میں آ رہی تھی۔

عمر ان کے ایر پورٹ سے باہر آیا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر تاجر کے روپ میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بزنس بلیک تھا۔ جس میں بزنس کے متعلق کاغذات ہی بھرے ہوئے تھے۔ ایر پورٹ سے باہر آتے ہی وہ تیزی سے ٹیکسی لینڈ کی طرف بڑھتا گیا۔ سر حسین احمد اور سر سلطان سے ملنے کے بعد اس نے بلیک ڈیرو کے ساتھ مل کر منصوبہ بندی کر لی تھی۔ جس کے مطابق باقی تنظیم کو مختلف پروازوں کی صورت میں بھاشا بھیجا جانا تھا۔ اور انہوں نے علیہ کام کرنا تھا۔ جب کہ عمر ان نے جوزف جوانا اور شامیر کو اپنے ساتھ علیحدہ رکھا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ انہوں نے سرکاری حیثیت کو سامنے نہیں لے آنا۔ اور عمران کا سیکرٹ سروس کے ساتھ شامل رہنے سے پورا گروپ نظروں میں آسکتا ہے۔ اس لئے اس نے علیہ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ

اسی پر دگرام کے تحت وہ سب فوری طور پر مختلف علاقوں کے ذریعے بھاشاند میں داخل ہوئے تھے۔ عمران نے احتیاط کے طور پر جوزف۔ جوائنا اور ٹائیگر کو اپنے سے علیحدہ بھیجا تھا۔ اور خود اکیلا آیا تھا۔ عمران نے جوائنا گر وپ کے لئے بھاشاند میں موجود اپنے ایک بھروسہ کی معرفت جید گوارڈ اور دوسرا انتظام کر دیا تھا۔ اور خود اس نے اپنے لئے گلشن کالونی کی ایک کوٹھی کا بندوبست کیا تھا۔ جسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھی وہاں پہلے ہی پہنچ چکے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ان مہینوں کو پہنچنے کے بعد روانہ ہوا تھا۔ جوزف اور جوائنا پر اس نے اس بار بالکل مختلف میک اپ کیا تھا۔ وہ دونوں اب معشی قومیت کی بجائے عام بھاشاندی میک اپ میں تھے۔ اس کے لئے اس نے ماسک میک اپ کا سہارا لیا تھا۔ اور چون کہ اسے خود اس کے لئے فرصت میسر نہ تھی اس لئے اس نے یہ کام ٹائیگر کے ذمہ لگا دیا تھا۔

”کہاں چلتا ہے صاحب؟“ ٹیکسی میں عمران کے بیٹھے ہی ٹیکسی ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں میٹر کو ڈاؤن کرتے ہوئے کہا۔

”سپر پازس مارکیٹ لے چلو۔“ مگر جلدی۔ ورنہ میرا سودا خراب ہو جائے گا۔“ عمران نے تاجروں کے سے انداز میں آنکھوں پر لگی ہوئی موٹے فریم کی عینک کو ٹانگ کی ٹوک تک کھسکتے ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ بھاشاند کا دارالحکومت باکا عمران کا دیکھا بھالا تھا جب

پاکیشیا اور بھاشاند ایک ہی ملک تھے تو عمران یہاں سیکڑوں بار آچکا تھا۔ اور یہاں زیر زمین دنیا میں اس کے لئے شمار دوست موجود تھے۔ اس لئے عمران کے لئے باکا کوئی اجنبی شہر نہ تھا۔ اور اپنی دوستیوں کی وجہ سے اس نے وہاں پاکیشیا سے ہی جوائنا گر وپ اور اپنے لئے تمام ابتدائی انتظامات ٹیلی فون پر ہی مکمل کرائے تھے۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد سپر پازس مارکیٹ کے پہلے چوک پر پہنچ گئی۔ اور عمران نے ٹیکسی کو آکر کرایہ ادا کیا۔ اور پھر وہ یوں تیز رفتراً قدم اٹھاتا مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا جیسے اسے سوئے کے لئے واقعی بے حد جلدی ہو۔

ٹیکسی اس کے قریب سے ہو کر آگے چلی گئی تھی۔ عمران چلتے چلتے ایک بڑی بلڈنگ میں داخل ہوا۔ اور پھر اس بلڈنگ کے باقی حصے سے نکل کر وہ ایک سڑک پر آگیا۔ یہاں جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور اس نے ڈرائیور کو گلشن کالونی چلنے کے لئے کہا۔ کافی دیر تک عمران سبک مرر کی مدد سے تین تپ کو چیک کرتا رہا۔ لیکن پھر مطمئن ہو کر مچھ گیا۔ اب اس کا ذہن الٹ۔ ڈی کی طرف ہو گیا۔ اس نے انتہائی تیز رفتار سے کام کرنا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اس نے جوائنا گر وپ کی بھی نگرانی کرنی تھی۔ چنانچہ وہ کوئی ایسا راستہ سوچ رہا تھا جس پر چل کر وہ جلد از جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔ لیکن بظاہر اسے ایسا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا تھا۔ کیوں کہ ایف۔ ڈی مکمل اندھیرے میں تھی۔

”صاحب۔ گلشن کا کوئی آنکھی ہے۔“ اچانک ڈرائیو نے کہا۔

اور عمران جو اپنے خیالوں میں گم ہو گیا تھا، چونک پڑا۔ ٹیکسی اس وقت کا کوئی کسے پہلے چوک پر ریگک ہوئی تھی۔
”ٹیکسیک ہے یہیں اتار دو۔“ عمران نے کہا۔
اور ٹیکسی ڈرائیو نے ٹیکسی ایک سائیڈ پر کھڑے روک دی۔
عمران نے میٹر دیکھ کر مایہ ادا کیا اور پھر نیچے اتر آیا۔ وہ اس وقت تک دہان کھڑا رہا۔ جب تک ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے غائب نہ ہو گئی۔ اس کے بعد وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہنگے بڑھتا گیا۔ پیر ایک سائیڈ روڈ پر اس کے کمرے جب وہ ایک اور مین روڈ پر پہنچا تو دایین ہاتھ پر پہلی کوئٹی ہی اس کی مطلوبہ کوئٹی تھی۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر اس نے بالکل اٹھا کر کال سیل کے مین پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد بھانگ کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ٹائیگر نے باہر سر نکالا۔ ٹائیگر چون کہ اپنی اصل شکل میں تھا۔ اس لئے عمران اسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔

”فرقہ ہے۔“ ٹائیگر نے باہر نکل کر سرت پر تک عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران چون کہ نئے میک اپ میں تھا۔ اس لئے اس کے پہچان لئے جلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

”کیا سفنا پسند کریں گے؟“ غزال۔ قصیدہ۔ ہجو۔

انانگ۔ کچا رنگ۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں

”اودہ عمران صاحب آپ۔“ ٹائیگر عمران کی بات سنتے ہی ٹپ پڑا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں انتہائی حیرت کے آثار نمایاں۔ کیوں کہ عمران کا اچھڑا اور چہرہ بالوں کا رنگ اور سٹائل ب کچھ مختلف تھا۔ اس نے توصیف عمران کے جواب سے اندازہ یا تھا کہ اس قسم کا جواب عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں دے گا۔

”معاف فرمائیے۔“ میرا شخص عمران نہیں۔ بلکہ بے دم ہے۔ پاپینا اسے بے دم نہ سمجھ لیجئے۔ ویسے ایک بات ہے۔ میں ان تو بے دم۔ تو پھر بے دم کی بجائے بے دم شخص کیسا ہے۔ واہ صاحب واہ۔ آپ سے ملنے پر کیا خوب صورت شخص ذرا گیلیسے۔ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ عمران ہیں۔ اب چلے آپ دم میں یا بے دم۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ٹائیگر

نکھال ہے۔ کیوں فرق نہیں پڑتا۔ ان دونوں کے فرق پر تو ایچ۔ ڈی کے لئے مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ فی سی نہیں پڑتا۔ بہر حال اس وقت میں تھکا ہوا ہوں دھلے لئے تو دو تین سال چاہئیں۔ اور میری ٹانگوں میں اتنی سکت میں ہے کہ یہیں بھانگ پر کھڑے کھڑے دو تین سال گزرا

دوں ۛ۔۔۔ عمران نے اس بار اپنے اصل بچے میں کہا۔
اور ٹائیگر جو کھڑکی کے عین درمیان راستہ روکے کھڑا
ادھ کی آواز نکال کر ایک طرف ہو گیا۔ اور عمران ذیلی کھڑکی سے
داخل ہو گیا۔

”تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ میں نے بدلے ہوئے
میں بات کی تھی ۛ۔۔۔ عمران نے کوٹلی کے برآمدے کی طرف
بڑھتے ہوئے اپنے ساتھ آتے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر
”آپ کا منہ من جواب ۛ۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہ
”اوه۔۔۔ بیڈبان ہی مجھے ایک روز مرہ لہائے گی نہ چلا جائے
باد جو بھی خود بخود چل پڑتی ہے ۛ۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہو
کہا۔ اور ٹائیگر ہنس پڑا۔

برآمدے میں نئے۔۔۔ مقامی میک اپ میں جوانا اور جوز
بھی کھڑے تھے۔۔۔ ٹائیگر کے اطمینان بھرے انداز میں ساتھ آ
کی وجہ سے وہ سمجھ گئے تھے کہ آنے والا عمران ہے۔ حالانکہ
وہ بالکل ہی مختلف میک اپ میں تھا۔ البتہ قد و قامت سے
عمران ہی لگتا تھا۔

”ہائس۔۔۔ آپ نے بلیک ڈیوڈ کا سارا پروگرام ہی در
برہم کر دیا تھا۔ ہم نے ٹائی لاک کو تقریباً ڈھونڈھ ہی لیا تھا کہ
کی ایمپریس کال ملی اور ہمیں یہاں دوڑ کر آنا پڑا ۛ۔۔۔ جوزف
بڑا سائنڈ بناتے ہوئے کہا۔

”وہ ہمارا شفی لاک یہاں پہنچ گیا تھا۔ لیکن اسے وہ بلیک ۛ

یہاں گئی۔ یہاں تو ڈاکٹر براؤن ڈیوڈ کھڑی نظر آ رہی ہے ۛ
لہذا نے چونک کر کہا۔ وہ خود سے ان دونوں کے میک اپ کو
یکہ رہا تھا۔ اور اس کی نظروں میں تجسین کے آثار نمایاں ہو
ئے تھے۔ ٹائیگر نے واقعی انتہائی کامیاب ماسک میک اپ کیا
تھا۔ عمران نے اسے خود میک اپ کی تربیت دی تھی۔ اور
اچ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے شاگرد نے واقعی شاگردی کا حق ادا
کر دیا ہے۔

”کیا میک اپ ہے عمران صاحب ۛ۔۔۔ ٹائیگر نے جو اس کے
پس ہی کھڑا تھا بڑے رشتہ قیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔
”گڈ شو۔۔۔ میرا خیال ہے اب خارج پھرے گی بجائے تم
میک اپ کرنے کی دکان کھول لو۔ عورتوں کے ذریعے ان کے
شوہروں اور والدین کی تمام کافری تیزی سے ہمارے آکاؤنٹ
میں منتقل ہونا شروع ہو جائے گی ۛ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور
ٹائیگر کا چہرہ کھل اٹھا۔ عمران کی تعریف اس کے لئے سب سے بڑا
تعریفی سرٹیفکیٹ تھا۔

”اوه ہائس۔۔۔ شافی لاک یہاں پہنچ گیا ہے۔ پھر تو اچھا ہوا
کہ ہم یہاں آ گئے ۛ۔۔۔ جوزف نے خوش ہوئے ہوئے کہا لیکن
جو ناخاموش کھڑا تھا۔

”کیا میک اپ کے ساتھ ساتھ ہمارے زبان بھی کاٹ دی گئی
ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو کم از کم اشاروں سے ہی سلام دعا
کر لو ۛ۔۔۔ عمران نے جو ان سے مخاطب ہو کر کہا جواب تک

خاموش کھڑا تھا۔

ماسٹر۔ جو ذرا توجہ داتی آدمی ہے۔ آپ کی ایمر خبی کا سنتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ بھلا نہ میں کوئی نیک کس شہر شروع ہو گیا۔ شافی لاک نہ ہی کوئی اور ہی۔ جو اٹھنے جو بیٹھے ہیں یہاں الیف ڈی سپی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر وہ انہیں لئے ہوئے اندر گھرے میں آ گیا۔ یہاں بیٹھے تھے۔ نے مختصر طور پر ان تینوں کو نئے مشن کے سلسلے میں برلیٹ کیا۔ صحیح پس منظر ذہن میں آ جانے کی وجہ ان کی کارکردگی میں کوئی تاثر ہے۔

میر۔ اس کا مطلب ہے۔ الیف ڈی کے ساتھ ساتھ ہم سیکرٹ سروس سے بھی حکمران پرٹے گا۔ میرا مطلب ہے اپنی سیکرٹ سروس سے۔ تاہم لے کہا۔

انہیں۔ حکمران نے کا لفظ تم نے غلط استعمال کیا ہے۔ ہم انہیں سپورٹ کرتی ہے اور کام بھی کرنا ہے مقصد تو ایف ڈی قائم ہے۔ چاہے ان کے ہاتھوں ہو جائے یا ہمارے ہاتھوں۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن ماسٹر کیا اس کا کوئی آدمی آپ کی نظروں میں ہے جو اٹھنے پوچھا۔

”ابھی نہیں۔ لیکن میں جلد ہی اسے ڈھونڈھ نکالوں گا۔ فی تم تینوں اپنی اپنی ڈیوٹی اچھی طرح سمجھ لو۔ تم تینوں نے شہر حکومت کر ایسے آدمی کو تلاش کرنا ہے۔ جس پر اسرارینی قومیت کا کئی

ہو سکے۔ چاہے وہ میک اپ میں ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے ہی ایسا کوئی آدمی نظر آئے تم نے صرف اس کی تحریر کرنی ہے۔ سنا اور مجھے واضح ٹرانسمیٹر پر اطلاع دینی ہے اور تیارا کام ختم۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اودہ سر۔ ایسا آدمی میں نے دیکھا ہے۔ ہم جب ٹیکسی پر بیٹھ کر یہاں آ رہے تھے تو جو ٹھل گالا کے سامنے ٹریفک کے رش کی وجہ سے سہاڑی ٹیکسی بھڑکی دیر کے لئے کئی مین وقت میں نے ایک آدمی کو بوش کے جیکٹ سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔“ داصل میں اس کی چال دیکھ کر چونکا تھا۔ اس کی چال بتا رہی تھی کہ وہ شخص یقیناً مارشل آرٹس کا ماہر ہے۔ اور اس کی قومیت یقیناً اسرارینی تھی۔ چونکہ مجھے اس سلسلے میں کوئی علم نہ تھا اس لئے میں نے اس پر مزید کوئی توجہ نہ دی تھی۔ البتہ میری نظر اس کار کی نمبر پلیٹ پر ضرور پڑی تھی۔ جس میں وہ بیٹھ رہا تھا۔ اور لا شعوری طور پر کار کا نمبر ابھی تک میرے ذہن میں موجود ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔ اور عمران حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔ ٹائیگر تو واقعی اس کے بھی کان کاٹنے لگا تھا۔

”اچھا نمبر بتاؤ۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ اور ٹائیگر نے نمبر دہرایا۔

عمران نے دھیما دھیما میز پر ہوا ایٹمی فون اپنی طرف کھسکایا۔ اور اس نے رسیبوراٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”یس۔۔۔ کینے آنگوٹ۔۔۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی ایک کرنٹ آواز رسیور میں گونجی۔

”نادر سے بات کراؤ۔۔۔ میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادہ یس سر۔۔۔ ہولڈ آن کیجئے۔۔۔ دوسری طرف سے چونکتے ہوئے کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔

”یس۔۔۔ نادر بول رہا ہوں۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”نادر۔۔۔ میں پرنس ہوں۔ ایک کار کا نمبر نوٹ کر دو۔ اور مجھے فوری طور پر پتہ کر کے بتاؤ کہ یہ نمبر کس کو الاٹ ہے۔ اور اس کا پتہ۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نوٹ کر لیئے۔۔۔ دوسری طرف سے نادر نے جواب دیا اور عمران نے ٹائیگر کا بتایا جو انمبر دوہرا دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں ابھی پتہ کر ادیتا ہوں۔ گشتن پر پی فون کروں۔۔۔ دوسری طرف سے نادر نے کہا۔

”ٹم۔۔۔ میں وہیں موجود ہوں۔ لیکن پلینر جلدی“

عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

نادر ہی وہ شخص تھا جس کی مدد سے اس نے یہ کوٹھی حاصل کی تھی۔ عمران کا پرانا دوست تھا اور دار الحکومت میں خاصا بااثر سمجھا جاتا تھا۔

”اس کا حلیہ تو بتاؤ۔ شاید کوئی شناسا ہی نکل آئے۔“

مران نے رسیور رکھ کر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر نے فحیل سے حلیہ بتانا شروع کر دیا۔

”کیا تم صبح کبہ رہے ہو۔۔۔ عمران حلیہ سننے ہی اس طرح چونکا۔ جیسے اس نے جسم کو طاقت و کرنٹ لگ گیا ہو۔

”مخوفی نے اُسے سرسری طور پر ہی دیکھا تھا مگر۔۔۔ لیکن پھر بھی میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے۔“ ٹائیگر نے اعتماد لہجے میں کہا۔

”ادہ ٹائیگر۔۔۔ تم نے انتہائی زبردست کھیل حاصل کر لیا ہے۔ اور۔۔۔ تو یہ بھی یہاں موجود ہے۔۔۔ عمران کے چہرے پر ایک لخت سنجیدگی اتر آئی تھی۔

”کون سے یہ۔۔۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اسرائیل کی سب سے طاقت و تنظیم کا سربراہ کرنل ہمیرخ۔ اس کی تنظیم کا نام ہے ریڈ آرمی۔ ہم پہلے ہی اس سے ٹکرا چکے ہیں۔ تو میرا اندازہ سو فی صد درست نکلا۔ یہ ایف۔ ڈی اسرائیلی تنظیم ہے۔ اور شاید ریڈ آرمی کا نیا نام رکھا گیا ہے۔“

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر مجھے اس وقت ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ یہ شخص ایسی حیثیت کا نامک ہے تو میں اُسے کبھی بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔۔۔ ٹائیگر نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”اب بھی وہ میری نظروں سے نہیں چھپ سکتا میں اُسے پاتال کی چھرائیوں سے بھی بحال لاؤں گا۔۔۔ تم خود سوچو ڈیوٹھ

اور وہ بھی بلیک۔ اُسے کون روک سکتا ہے؟ — عمران
مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب؟ — یہ بلیک ڈیوٹھ کا کیا مطلب ہوا۔
ٹائیگر نے چونکے ہوئے کہا۔

”یہ نئی تنظیم ہے۔ جو ذف اور جانا پر مشتمل — تم دیکھنا کہ
پاکیشیا دار الحکومت میں موجود شجر میں کس طرح ناقہ بند ہوا
ہے۔ اور یہ بلیک ڈیوٹھ تنظیم اب بھاشا نہ کے دار الحکومت
باکا میں منتقل ہو گئی ہے۔ اب ٹائیگر اور عمران بھی اس تنظیم میں
شامل ہو چکے ہیں؟ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
جو ذف اور جانا کے ساتھ ساتھ ٹائیگر بھی مسکرا دیا۔ وہ کہہ چکے
تھا کہ عمران یہاں اپنے گروپ کا نام بلیک ڈیوٹھ رکھنے کا فیہ
کر چکا ہے۔

”اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران
نے رسپونڈ کر لیا۔

”ریس — پرنس آف ڈوم ڈوم سپیکنگ؟ — عمران
جان بوجھ کر ڈھمپ کو ڈوم ڈوم میں بدل دیا۔
”نادوبول رہا ہوں پرنس — میں نے آپ کی مطلوبہ
کوٹریں کو لیا ہے۔ یہ کار سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس
دوروز قبل ایک شخص مارن کے نام پر خریدی ہے؟ — نادو
نے کہا۔

”سیکرٹری وزارت خارجہ نے خریدی ہے؟ — مارن کے نام پر

کیا مطلب ہوا؟ — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”میں نے رجسٹریشن آفس سے معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ مارن
کے نام پر یہ کار خریدی گئی ہے۔ اور پتہ ایسی کا کوئی کا درج
ہے جو انتہائی غریب طبقے کی آبادی ہے۔ اس پر میں چونک پڑا۔
کہ پتہ جان بوجھ کر غلط لکھا گیا ہے۔ میں نے مزید ٹریس کیا
کہ یہ کار کون سے فرم سے خریدی گئی ہے۔ کیوں کہ رجسٹریشن
آفس میں میرے آدمی نے بتایا تھا کہ اسے صرف دو روز پہلے رجسٹر
کیا گیا ہے۔ اتفاق سے وہ شوروم جہاں سے کار خریدی گئی
ہے۔ میری ہی ملکیت ہے۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر غور نے بتایا
کہ اس کار کی ادائیگی سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس کی طرف سے
کی گئی ہے۔ اور ان کا ڈرائیور ہی آکر لے گیا تھا۔ لیکن رسپونڈ
پر نام مارن کا درج کر لیا گیا؟ — نادو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
”اد — کے۔ تھینک یو؟ — عمران نے کہا اور رسپونڈ کر دیا۔
”تو یہ بات اب سامنے آگئی کہ سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس
امریکا کا آدمی ہے۔ چلو پھر پہلے اسی سے دو دو بات ہو جائیں؟
عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر جو ذف اور جانا بھی
اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

آنے کے بعد ایف۔ ڈی کے سربراہ کرنل چارلس سے اس کی گفتگو ہو چکی تھی۔ اور اس نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی طرف سے بے فکر ہو کر کام کریں۔ انہیں ریڈ آرمی سنبھال لے گی۔ بلکہ کرنل جمیرخ نے کرنل چارلس کا شکریہ ادا کیا تھا کہ اس نے ریڈ آرمی کو یہ موقع دلا ہے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچنے واقعات کا بھرپور رانداز میں انتظام لے سکے۔ کرنل جمیرخ سیکرٹ سروس کے صرف چند افراد سے ہی واقف تھا۔ خاص طور پر ایک شخص علی عمران کا قد و قامت اس کا علیہ اس کی گفتگو کا انداز اس کے ذہن میں نقش تھا۔ اور اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا علیہ بریف کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے دیگر ساتھیوں کے محلے بس معمولی سے آئے یاوتے۔ لیکن اُسے اپنی یادداشت پر مکمل اعتماد تھا کہ وہ انہیں دیکھتے ہی پہچان لے گا۔

کرنل جمیرخ ہوش سلا ڈار سے باہر جیسے ہی نکلا اس نے ہوش کے اندر جانتے ہوئے دو افراد کو واضح طور پر چونکے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں آئے دیکھ کر چونکے تھے۔ دونوں اپنی جال ڈھال سے غاصے لڑاکے اور ٹخوس جہول کے مالک نظر آتے تھے۔ لیکن کرنل جمیرخ کے لاشعور میں ان کے قد و قامت اور جال ڈھال کے متعلق کوئی شائبہ موجود نہ تھا۔ لیکن ان کے چونکنے کا انداز ایسا تھا کہ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں یا تو پاکیشیا سیکرٹ سروس سے متعلق ہیں یا پھر ان کا تعلق بھاشانہ سیکرٹ سروس سے ہے۔

کرنل جمیرخ ہینمرخ دوروز سے بھاشانہ میں موجود تھا۔ اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر انگ بنالیا تھا۔ اور ریڈ آرمی کے سارے ممبر شہر بھر میں پھیل کر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ دوسرے سارے افراد تو میک اپ میں تھے۔ کیوں کہ انہیں بھاشانہ سیکرٹ سروس کی طرف سے بھی خطہ لاحق تھا۔ لیکن کرنل جمیرخ اپنے اصل روپ میں تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو نہ ڈھونڈ سکا تو اس کی اصل شکل صورت دیکھ کر پاکیشیا سیکرٹ سروس لازماً اس سے ٹکرانے لگی اور اس کا مقصد بہر حال حل ہو جائے گا۔ اس لئے وہ کارلے مختلف ہوٹلوں اور کیفوں میں پکرنگا رہا تھا۔ کار اُسے ایف۔ ڈی نے بھوائی تھی۔ اسی طرح ہیڈ کوارٹر کے لئے باقی انتظامات بھی ایف۔ ڈی نے ہی کئے تھے۔ یہاں

اس نے جان بوجھ کر پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے قدم آہستہ کر دیئے۔ کوٹ کی جیب سے ایک مخصوص انداز کی عینک نکال کر آنکھوں پر لگائی۔ اس عینک کے ایک شیشے میں یہ خصوصیت تھی۔ کہ یہ ایک کھائی کے پچھلے سمرے پر لگے ہوئے ٹیلی ویژن کی مدد سے پچھلا منظر عینک کے شیشے پر واضح کر دیتا تھا۔ جب کہ دوسرا شیشہ عام سا شیشہ تھا اور باہر سے دونوں ایک جیسے ہی ڈال نظر آتے تھے۔ اس طرح عینک پہننے والا بیک وقت آگے اور پیچھے واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ کرنل ہمیرج اٹلینان سے لگے بڑھتا گیا۔ البتہ وہ بار بار پچھلے منظر کا بھی جائزہ لے رہا تھا۔ اور اس کی توقع کے میں مطابق چومکنے والے دونوں افراد جو ہوش کے اندر داخل ہوئے تھے جلد ہی باہر آگئے۔ اور اب وہ بھی پارکنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں آپس میں سرگوشی کے سے انداز میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ کرنل ہمیرج ایسی کار تک پہنچا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر اس نے عینک اتار کر دایں بیب میں رکھ لی۔ کیوں کہ کار میں بیک ویو مرر کی موجودگی کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ اور پھر وہ کار چلتا ہوا ان دونوں کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اس نے اپنی پوئی نظریں ان دونوں پر ڈالیں اور کار کو باہر سرک پر لے آیا۔ اس نے بیک مرر میں ان دونوں کو بھی ایک کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ یہ بھی سننے ماڈل کی کار تھی۔ ان کی کار کو بیک مرر میں اچھی طرح پہچان کر اس نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ

ہے ان دونوں کا تعلق کسی بھی گروپ سے ہو۔ انہیں ہر حالت میں پکڑ کر اڑھ پھینکا جائیگا۔ چونکہ کام کو کچھ تو آگے بڑھایا جاسکے۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور اسے اپنے ساتھ سیڈیٹ پر رکھ کر اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔ اور اس سے منسلک ایک باریک سی تار کھینچ کر اس نے اس کے ساتھ لٹے ہوئے پوائنٹ کو اپنے کان میں ایڈجسٹ کر لیا۔ اس طرح اس طرح ایئر فون کان میں لگایا جاتا ہے۔

”یس۔ آر۔ اے۔ ڈائریکٹ۔“ چند لمحوں بعد ہی ایک آواز اس کے کان میں گونجی۔

”تم کہاں موجود ہو۔ آر۔ اے۔ دن اور ڈ۔ کرنل ہمیرج نے کڑخت بھیج میں کہا۔

”میں سپر پارکنگ میں ہوں جناب اور۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

اور اسی لمحے کرنل ہمیرج کی گھوسٹی ہوتی نظریں ایک دکان کے سائڈ بورڈ پر پڑیں۔ اور اس نے اس پر دو کار نام پڑھ لیا۔ ویسے بھی جوں کہ آتے یہاں گھومتے ہوئے دو روز ہو گئے تھے اس لئے وہ مرر کوں چوکوں سے کسی حد تک واقف ہو چکا تھا۔ لیکن تسلی کی خاطر اس نے سائین بورڈ پر دو کار نام پڑھنا مت سب سمجھا تھا۔

”میں اعظم روڈ پر ہوں۔ دو ٹھکر آدمی نیلے رنگ کی ڈائسن میں میری کار کا تعاقب کر رہے ہیں۔ انہیں جیڈ کو اڑھ پھینکا

سے زندہ حالت میں۔ تم باقی تمام ممبروں کو کال کر کے اعظم روڈ پر ایک ایک جگہ سی بائی روڈ نظر آگئی۔ اس نے تیزی سے اپنی کار پر پہنچنے کے لئے کہہ دو۔ میں اعظم روڈ سے اگلے چوک سے واپس آئی۔ اس بائی روڈ کی طرف موڑ دی تاکہ نیلی کار بھی اس کے پیچھے اس طرف تمیز الدین روڈ پر گنوم جاؤں گا جو سبھی ساحل سمندر کی طرف چلے جائے۔ اور اُسے آسانی سے شریک کیا جائے۔ ریڈ آرمی کی وہ جاتی ہے اور کسی حد تک سنان بھی جاتی ہے۔ تم فوراً پہنچ کر مل جاؤ۔ آج ہی آج ہی کرنل ہمیرخ کی کار کو بائی روڈ کی طرف مڑتے دیکھ کر دوبارہ نیلی کار سے پیچھے ہو گئی۔ اور کرنل ہمیرخ نے بائی روڈ پر مڑتے ہی اپنی کار درختوں کے ایک ذخیرے کی طرف بھاگی اور اُسے درختوں کی آڑ میں کر کے روک دیا۔ تھوڑی دیر بعد نیلی رنگ کی کار اس بائی روڈ پر مڑی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ چند لمحوں بعد ہی ریڈ آرمی کی دونوں کاریں اس کے پیچھے بائی روڈ پر مڑیں اور دوسرے لمحے ایک کار حبیب جہاڑ کی سی سپید میں دوڑتی ہوئی نیلی کار کو کراس کر کے تیزی سے اس کے سامنے پہنچ کر ٹکرائے۔ اسی لمحے دوسری کار بھی نیلی کار کے عقب میں عین اسی کے اوپر پہنچ گئی اور چند لمحوں بعد انہوں نے نیلی کار کو روک جلانے پر مجبور کر دیا۔ اور پھر ریڈ آرمی کے افراد کاروں سے نکل کر تیزی سے نیلی کار کے گرد پھیلنے چلے گئے۔ اور کرنل ہمیرخ نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اپنی کار کو درختوں کی آڑ سے نکالا اور واپس میں روڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ریڈ آرمی اب ان دونوں کو لے کر آسانی سے میڈیکل پونچھ جائے گی۔

تم باقی تمام ممبروں کو کال کر کے اعظم روڈ پر ایک ایک جگہ سی بائی روڈ نظر آگئی۔ اس نے تیزی سے اپنی کار پر پہنچنے کے لئے کہہ دو۔ میں اعظم روڈ سے اگلے چوک سے واپس آئی۔ اس بائی روڈ کی طرف موڑ دی تاکہ نیلی کار بھی اس کے پیچھے اس طرف تمیز الدین روڈ پر گنوم جاؤں گا جو سبھی ساحل سمندر کی طرف چلے جائے۔ اور اُسے آسانی سے شریک کیا جائے۔ ریڈ آرمی کی وہ جاتی ہے اور کسی حد تک سنان بھی جاتی ہے۔ تم فوراً پہنچ کر مل جاؤ۔ آج ہی آج ہی کرنل ہمیرخ کی کار کو بائی روڈ کی طرف مڑتے دیکھ کر دوبارہ نیلی کار سے پیچھے ہو گئی۔ اور کرنل ہمیرخ نے بائی روڈ پر مڑتے ہی اپنی کار درختوں کے ایک ذخیرے کی طرف بھاگی اور اُسے درختوں کی آڑ میں کر کے روک دیا۔ تھوڑی دیر بعد نیلی رنگ کی کار اس بائی روڈ پر مڑی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ چند لمحوں بعد ہی ریڈ آرمی کی دونوں کاریں اس کے پیچھے بائی روڈ پر مڑیں اور دوسرے لمحے ایک کار حبیب جہاڑ کی سی سپید میں دوڑتی ہوئی نیلی کار کو کراس کر کے تیزی سے اس کے سامنے پہنچ کر ٹکرائے۔ اسی لمحے دوسری کار بھی نیلی کار کے عقب میں عین اسی کے اوپر پہنچ گئی اور چند لمحوں بعد انہوں نے نیلی کار کو روک جلانے پر مجبور کر دیا۔ اور پھر ریڈ آرمی کے افراد کاروں سے نکل کر تیزی سے نیلی کار کے گرد پھیلنے چلے گئے۔ اور کرنل ہمیرخ نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اپنی کار کو درختوں کی آڑ سے نکالا اور واپس میں روڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ریڈ آرمی اب ان دونوں کو لے کر آسانی سے میڈیکل پونچھ جائے گی۔

تمیز الدین روڈ پر اس کی توقع کے عین مطابق شریفک کا اتنا دشمن موجود نہ تھا۔ اکا دکا کاریں آجادیں تھیں۔ اب نیلی کار کا فاصلہ کافی ہو گیا تھا۔ اور پھر ابھی اس نے ساحل تک پہنچنے کے لئے آدھا راستہ ہی طے کیا ہو گا کہ اس نے ریڈ آرمی کی دونوں کاروں کو نیلی کار کے پیچھے آتے ہوئے دیکھا۔ کرنل ہمیرخ کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب ریڈ آرمی کی ایک کار نیلی کار سے آگے آدھا ایک پیچھے تھی۔ مڑ کر پرچوں کے کاریں آجادیں تھیں۔ اس لئے وہ شاید موقع کی انتظار میں تھے۔ اور پھر کرنل ہمیرخ

چھوٹے کی تھی۔ اس نے دوبارہ وہی نمبر بتایا تھا۔ اس لئے اس نے
لیڈن تیزی کو ڈاکٹر کی نگرانی پر تعینات کر دیا تھا۔ اس نے اس
کا فون بھی ٹیپ کرنے کے اشتیاقات کر لئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ
اس نے ڈیپٹرین کا مرن سفارت خانے کے چیف سیکرٹری جان ہنٹ
انگریزی کے بھی اشتیاقات کر لیتے تھے کہ شاید کوئی کیلو سائے آ
جائے۔ لیکن اب تک ہر طرف خاموشی ہی تھی کسی طرف سے
بھی کوئی اسید افزا رپورٹ نہ مل رہی تھی۔

ایچانک مینز پرپٹ اسپو ایشی فون تیز آواز سے بچ اٹھا۔ اور کرنل
شریف نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ ان کی
مینز پر ڈیپٹرین فون تھے۔ ایک پی۔ ایس سے لنگ تھا جب کہ دوسرا
براہ راست نمبروں کا فون تھا۔ اور کال براہ راست نمبروں
والے فون پر تھی۔ یہ فون فیلڈ ورک کے لئے تھا تاکہ ایمر جنسی میں
براہ راست فون کیا جاسکے۔

”ہیں۔ کرنل شریف سپیکنگ؟“ کرنل شریف نے
بڑے تنکنا نہ بچے میں کہا۔ کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ فیلڈ ورک
یہی فون پر کسی ممبر کی ہی کالی ہو گی۔

”جج۔ جناب۔ آپ سیکرٹ سروس کے
چیف جن ناں؟“ دوسری طرف سے ایک نامانوس سی
اور گھراؤنی ہوئی سی آواز سنا دی۔

”اؤ۔ کون ہو تم۔ میں سیکرٹ سروس کا چیف
ہوں۔“ کرنل شریف نے برہمی طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔

کرنل شریف اپنے دفتر میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔
وقت وہ دفتر میں اکیلا تھا۔ سر توڑ گوشہ نشینوں کے باوجود
ایف۔ ڈی کا کوئی سراغ حاصل نہ کر سکا تھا۔ حالانکہ ایف۔ ڈی
پے دیپے تحریکی کارروائیاں کئے چلی جا رہی تھی۔ لیکن وہ
کچھ اس ماہر انداز میں کر رہے تھے کہ اپنے پیچھے کوئی کیلو نہ چھو
رہے تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے مقامی مجرموں میں سے کسی
کنکٹ کیا تھا کہ ان کے ذریعے وہ ان کا سراغ نکال لیتا۔ اذہ
حکومت کا دباؤ اس پر مسلسل بڑھتا جا رہا تھا۔ خاص طور
ڈاکٹر سبطین کے والدین کے بعد تو وہ اور زیادہ محبوب ہو گیا تو
کیونکہ تیزی کو اس نے ڈاکٹر سبطین کی نگرانی پر منتقل لگا دیا
کیوں کہ اسے اب بھی یقین تھا کہ ڈاکٹر سبطین مجرموں سے متعلق
ہے۔ اس نے اس دیش کو دوبارہ بلا کر اس سے بھی مزید

دلہا دیکھئے۔ غریب آدمی ہوں۔ ریاض احمد نے ہٹے سے پیچے میں کہا۔

اور۔ واقعی تمہیں انعام ضرور ملے گا۔ تم کون سے پبلک سے بات کر رہے ہو۔ کرنل شریف نے تیز لہجے میں پوچھا۔

جناب۔ آصف جاہ روڈ کے تیسرے بوتھ سے۔ لیکن میں یہاں سے ہٹ جاؤں گا۔ آپ مجھے کیسے عطف کے عقی طرف

دو جگہ محفوظ رہے گی۔ آپ اپنی کوئی نشانی بتادیں۔ میں کو پہچان کر خود بات کروں گا۔ ریاض احمد نے کہا۔

شیک ہے۔ میں کار میں آ رہا ہوں۔ سیاہ رنگ کی ساکر ہے۔ میں نے نیلے رنگ کی ٹائی باندھ رکھی ہوگی۔

شریف نے فوراً ہی دھماکہ مچاتے ہوئے کہا۔

بہتر جناب۔ میں انتظار کروں گا۔ اور وہ میرا انعام؟

نہی احمد نے کہا۔

اور۔ تم ٹھکرہ کرو۔ اگر تمہاری اطلاع واقعی درست ثابت ہو تو تمہیں تمہاری توقع سے بڑھ کر انعام ملے گا۔ کرنل شریف نے لہجے میں کہا۔

باب۔ بہتر جناب؟ دوسری طرف سے ریاض احمد

نہی۔ جناب۔ ہماری باتیں اور تو کوئی نہیں سن رہا۔

اگر اس نے آپ کا یہی براہ راست نمبر بتایا تھا۔ جناب میں

اچھا اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

کوئی نہیں سن رہا۔ تم کھل کر بات کرو۔ کیا اطلاع

دینا چاہتے ہو۔ پہلے اپنا تعارف کراؤ۔ کرنل شریف

کہا۔

جناب۔ میرا نام ریاض احمد ہے۔ میں سکریٹری کا مال فروخت

کرتا ہوں۔ میں اس وقت ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں

جناب جی لوگوں نے بی۔ ایل پارٹی کی عمارت کو تباہ کر دیا۔ ان

ایک آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ کو اطلاع دینا

چاہتا ہوں۔ مگر جناب۔ انہیں بھی شاید شک ہو گیا ہے

میری جان خطرے میں ہے۔ وہ بے حد خطرناک لوگ ہیں۔

دوسری طرف سے ریاض احمد نے جواب دیا۔

فون بتاؤ۔ یہ کون لوگ ہیں۔ دھڑک دھڑک کر دیکھ کر سرد

تمہاری حفاظت کرے گی۔ کرنل شریف ریاض احمد کی باز

سن کر اسے اختیار کر سی سے اچھل پڑا۔ اس کے تو کبھی تصور میں بھی

آ سکتا تھا کہ جس ٹیکس کے پیچھے وہ اور اس کی شیم ماری پھر رہی ہے

وہ اتنی آسانی سے ہاتھ آ جائے گا۔

جناب۔ یہی بات ہے۔ اگر آپ یہاں آجائیں تو میں آپ

کو تفصیل سے سب کچھ بتا دوں گا۔ اور پھر آپ کی موجودگی میں مجھے

حوصلہ بھی رہے گا۔ اور جناب۔ اگر ہو سکے تو مجھے کچھ انعام

میں اس کے خیال کے مطابق دیر نہیں ہونی چاہیے تھی۔ کیوں کہ ایسے لوگ کسی بھی انداز میں خوف زدہ ہو کر ہلکا سا کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار ہینڈ کو اس سے باہر نکالی اور پھر آصف جاہ روڈ کی طرف بڑھتا گیا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس کی کار آصف جاہ روڈ پر پہنچ گئی۔ اور وہ کیسے عاطف کی سائیکل میں بھٹکتی ہوئی ایک چھوٹی سڑک پر اس کے کار موڑ دی۔ کیوں کہ یہی چھوٹی سڑک گھنوم کر کیسے عاطف کا عقب سے ہوتی ہوئی نیشنل گارڈن کی طرف جاتی تھی۔

کیسے عاطف کے عین عقب میں پہنچ کر اس نے کار روک دی۔ یہ جگہ بالکل ہی سسنان پڑی ہوئی تھی اور دودھ دوز تک کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ کرنل شریف بڑی بے چین نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی کار کی دوسری سائیکل کا دروازہ کھلا۔ اور کرنل شریف بڑی طرح چوکا ہوا۔ آنے والا اس قدر اچھا سے آیا تھا کہ کرنل شریف اس کے قدموں کی آہٹ بھی نہ سن سکا تھا۔ اور دیکھے بھی اس کا دھیان سڑک کی طرف ہی تھا جب کہ آنے والا کیسے کی عقی عمارت کی طرف سے آیا تھا۔ کرنل شریف نے چوکا کر دیکھا کہ وہ ایک لمبا توڑنگا اور چار بھرے بھرے جسم کا نوجوان تھا جس نے عام سا کوٹ اور پتلوا پہن رکھی تھی۔

کرنل شریف نے اس کے دلے نوجوان نے ساتھ والی آسانی سے مجرموں کے پھندے میں پھنس گیا۔ حالانکہ اسے اس کے ساتھ ہی وہ تاریکیوں میں ڈبٹا چلا گیا۔ پھر جب اس کی آنکھیں کھلیں اور شعور بیدار ہوا تو وہ چوکا کر اٹھنے لگا۔ لیکن دوسرے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ وہ لوہے کی کرسی پر نالکون کی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ جو اسے سلٹنے نظر آ رہا تھا دوسری طرف سے بند تھا۔ کرنل شریف سمجھ گیا کہ اسے باقاعدہ ٹریپ کیا گیا ہے۔ اور اب وہ اپنی عقل پر ماتم کر رہا تھا کہ سیکرٹ سروس کا چپیت ہونے کے باوجود وہ کتنی آسانی سے مجرموں کے پھندے میں پھنس گیا۔ حالانکہ اسے

میں اس کے خیال کے مطابق دیر نہیں ہونی چاہیے تھی۔ کیوں کہ ایسے لوگ کسی بھی انداز میں خوف زدہ ہو کر ہلکا سا کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار ہینڈ کو اس سے باہر نکالی اور پھر آصف جاہ روڈ کی طرف بڑھتا گیا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس کی کار آصف جاہ روڈ پر پہنچ گئی۔ اور وہ کیسے عاطف کی سائیکل میں بھٹکتی ہوئی ایک چھوٹی سڑک پر اس کے کار موڑ دی۔ کیوں کہ یہی چھوٹی سڑک گھنوم کر کیسے عاطف کا عقب سے ہوتی ہوئی نیشنل گارڈن کی طرف جاتی تھی۔

کیسے عاطف کے عین عقب میں پہنچ کر اس نے کار روک دی۔ یہ جگہ بالکل ہی سسنان پڑی ہوئی تھی اور دودھ دوز تک کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ کرنل شریف بڑی بے چین نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی کار کی دوسری سائیکل کا دروازہ کھلا۔ اور کرنل شریف بڑی طرح چوکا ہوا۔ آنے والا اس قدر اچھا سے آیا تھا کہ کرنل شریف اس کے قدموں کی آہٹ بھی نہ سن سکا تھا۔ اور دیکھے بھی اس کا دھیان سڑک کی طرف ہی تھا جب کہ آنے والا کیسے کی عقی عمارت کی طرف سے آیا تھا۔ کرنل شریف نے چوکا کر دیکھا کہ وہ ایک لمبا توڑنگا اور چار بھرے بھرے جسم کا نوجوان تھا جس نے عام سا کوٹ اور پتلوا پہن رکھی تھی۔

کرنل شریف نے اس کے دلے نوجوان نے ساتھ والی آسانی سے مجرموں کے پھندے میں پھنس گیا۔ حالانکہ اسے اس کے ساتھ ہی وہ تاریکیوں میں ڈبٹا چلا گیا۔ پھر جب اس کی آنکھیں کھلیں اور شعور بیدار ہوا تو وہ چوکا کر اٹھنے لگا۔ لیکن دوسرے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ وہ لوہے کی کرسی پر نالکون کی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ جو اسے سلٹنے نظر آ رہا تھا دوسری طرف سے بند تھا۔ کرنل شریف سمجھ گیا کہ اسے باقاعدہ ٹریپ کیا گیا ہے۔ اور اب وہ اپنی عقل پر ماتم کر رہا تھا کہ سیکرٹ سروس کا چپیت ہونے کے باوجود وہ کتنی آسانی سے مجرموں کے پھندے میں پھنس گیا۔ حالانکہ اسے

اُسی وقت سمجھ جاتا چاہیے تھا کہ معاملے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ جب اطلاع دینے والے نے اُسے سسنان جگہ پر بلایا تھا۔ ظاہر ہے کوئی عام آدمی ایسا نہ کر سکتا تھا وہ یقیناً کسی پرہجوم جگہ پر اُسے بلاتا تھا کہ مجرموں کے محلے سے محفوظ رہے۔ لیکن اب سمجھنے لگتا ہے کیا ہوتا تھا۔ اشتیاقی اور جستجو نے واقعی اُسے پاگل کر دیا تھا۔ ورنہ وہ اپنی حفاظت کا باقاعدہ بندوبست کر کے جاتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ دل ہی دل میں ایک لحاظ سے مطمئن بھی تھا کہ چلو اسی پہانے کم از کم وہ مجرموں سے بھرا یا تو ہے۔ اب یہ اس کی اپنی صلاحیتیں تھیں کہ وہ ان کے پھنسے سے نکل سکتا ہے یا نہیں۔ کرنل شریف اب غور سے گھر کے کی دیواروں کی چھت اور فرش کو دیکھنے لگا وہ اس کی بناوٹ چیک کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس کا ذہن سے وہ اس آبادی کا تعین کر سکے جہاں یہ گھر موجود ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا جائزہ مکمل ہوتا۔ گھر کے کادرواڑہ کھلا اور ایک مرد اور ایک عورت اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے چہروں پر سیاہ رنگ کے نقاب پوشے ہوئے تھے۔ مرد کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے کوئی بھوکا بھیریا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ اور کرنل شریف کے جسم میں بے اختیار سردی کی لہریں دوڑنے لگیں۔

حصہ دہم اور نعمانی نے فارسٹ ڈیپٹ کے بیٹے کو ارٹھر میں موجود کارٹون سے لی۔ اور وہ دونوں شہر میں آوارہ گردی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ حدیقی کا رپڑا رہا تھا جب کہ نعمانی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا اور دگر دینے والے افراد اور گزرنے والی کاروں میں موجود افراد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل شہر کا راونڈ لگاتے رہے لیکن انہیں ایک بھی مشکوک آدمی نظر نہ آیا۔

یاد نعمانی۔ میں تو تھک گیا ہوں۔ میرے خیال میں کہیں بیڑہ کر آرام بھی کیا جائے اور چلے بھی نہ جائے۔ حدیقی نے پاس بیٹھے ہوئے نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تھکا ہے وہ سلسلے ہوٹل سلا مار کا بورڈ نظر آرہا ہے۔ بظاہر تو اچھا ہوٹل لگتا ہے وہیں چلتے ہیں۔“ نعمانی نے بھی اس کی

بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے کار کو
 ہوٹل کے کپاؤنڈ میں موڑ دیا۔ اور اسے پارکنگ میں روک کر وہ
 دو نوں باہر نکلے اور مین گیٹ کی طرف بڑھتے گئے۔ گیٹ کے
 قریب جیسے ہی وہ پہنچے گیٹ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا اور اتھما پی
 ٹھوس جسم کا آدمی تیزی سے باہر نکلا۔ وہ فیکلٹی تھا۔ اور
 اُسے دیکھتے ہی دو نوں بیک وقت چونکے۔ لیکن وہ آدمی تیزی سے
 آگے بڑھتا گیا۔

”یہ صریحا اسرائیلی ہے۔ صاف اسرائیلی۔“ نعمانی نے
 کہا اور صدیقی نے سر ہلادیا لیکن چون کہ وہ گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔
 اس لئے اب وہیں سے واپس جانا دوسروں کو شک میں مبتلا کر دینے
 کے مترادف تھا۔ چنانچہ وہ دو نوں تیزی سے بال میں داخل
 ہوئے۔ بال اس وقت تقریباً بھر اچھا روہ چنٹے بال کو دیکھتے
 رہے۔ پیروں کندھے اچکاتے ہوئے واپس مڑے جیسے انہیں
 جھٹکے لئے جگہ پسند نہ آئی ہو۔ باہر نکلے ہی وہ تیزی سے
 پارکنگ کی طرف بڑھے وہ اسرائیلی آدمی بھی پارکنگ کی طرف
 ہی جا رہا تھا۔

”میرے خیال میں تنویر کو اطلاع کر دیں۔“ نعمانی نے
 کہا۔ تنویر نے کہا تھا کہ اگر اعوانہ کو سکین تو اطلاع دیں اور ایک
 آدمی کو اعوانہ کا کون سا مشکل ہے۔ صدیقی نے مڑا سا
 منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور نعمانی نے بھی سر ہلادیا۔ وہ اسرائیلی ایک

سیاہ رنگ کی بالکل نئے ماڈل کی کار میں بیٹھ چکا تھا۔ اور چند لمحوں
 بعد کار ان کے قریب سے گزر کر کپاؤنڈ گیٹ کی طرف مڑ گئی۔
 اور ان دو نوں نے اپنے قدم تیز کر لئے۔ چند ہی لمحوں بعد ان
 کی کار اس سیاہ رنگ کی کار کے تعاقب میں تھی۔
 ”اب کیا پلاننگ ہے اسے اعوانہ نے کی۔“ نعمانی نے
 پوچھا۔

”اگر یہ کسی سمنان مٹرک پر گیا تو اسے وہاں آسانی سے گھر
 میں گئے۔ اور اگر نہ گیا تو پھر صرف تعاقب اور پھر جیسے ہی موقع
 ملا۔“ صدیقی نے کہا اور نعمانی نے سر ہلادیا شروع کر دیا۔
 سیاہ رنگ کی کار تیزی سے آگے بڑھی جا رہی تھی۔ صدیقی
 بڑے نامہ انداز میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اور چون کہ
 سیاہ رنگ کی کار ایک ہی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس سے
 صاف ظاہر تھا کہ اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہوا۔ ورنہ فطری
 طور پر وہ سپیڈ بڑھا دیتا۔ چوک پر پہنچے کے بعد سیاہ کار ایک اور
 مٹرک پر مڑ گئی۔ اور صدیقی اور نعمانی دو نوں کے چہروں پر
 معنی شیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیوں کہ اس مٹرک پر پہلی مٹرک کی
 نسبت کم ٹریفک تھی۔

”میرے خیال میں ساحل سمندر کے پاس ہی ہمیں موقع ملے
 گا۔“ صدیقی نے ٹریفک کی پوزیشن دیکھتے ہوئے کہا۔ اب
 ان کے آگے تھپے اور کار میں بھی چل رہی تھیں۔ اور اسی لئے
 صدیقی نے یہ اندازہ لگایا تھا۔

سکافنی فاصلہ ملے کہنے کے بعد اچانک صدیقی نے سیاہ کار کو دایئیں ہاتھ پر ایک ذیلی سرنگ کی طرف مڑتے دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ اور ہر گے جانے والی کار کو اس کے منہ پر آگے بڑھ گیا۔ اسے غصہ تھا کہ کہیں لیڈ ہو جانے کی وجہ سے سیاہ رنگ کی کار کہیں غائب نہ ہو جائے۔ اور پھر ذیلی سرنگ پر پہنچتے ہی صدیقی نے کار اُدھر موڑ دی۔

”ارے کہاں گئی وہ سیاہ کار شہ نغانی نے چونکتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ دو رنگ جانے والی سرک خالی نظر آ رہی تھی۔“
”اوہ۔۔۔ چھ آنے والی کاریں بھی ادھر ہی مڑ آئی ہیں۔“
صدیقی نے بیک ٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور لغانی بھی چونکا کہ
”چھ آنے والی کاروں کو دیکھنے لگا۔ اور پھر ان کے دیکھتے ہی
دیکھتے دو بزن کاریں انتہائی تیز رفتار سے دوڑتی ہوئیں ان کے
قریب پہنچ گئیں۔“
”میرا خیال ہے ہمیں گھیرا جا رہا ہے۔“ صدیقی نے ہونٹ
کاٹتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لئے اس کے خدشے کی تصدیق ہو گئی کیوں کہ ایک کار نے اگلے بڑھکھو انہیں سائیکہ پر دانا شروع کر دیا۔ جب کہ دوسری کار ان کے عقب پر یوں سوار ہو گئی کہ وہ دوسری سائیکہ پر چڑھ ہی نہ سکتے تھے۔

”ہوشیار رہ۔۔۔ صدیقی نے کہا اور کارکی رفتار آہستہ کر کے آہستہ روک دیا۔ اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی۔ غمانی

نے جلد ہی سے حبیب میں بابتہ ڈال کر دیو اور نکال لایا تھا۔ کہ دونوں کاروں سے مشین گھنوں سے مسلح افراد نکل کر ان کی کار کے گرد گھومتے گئے یہ جا را آدمی تھے۔ اور انھیں گئے بابتہ سے نہ صرف دیو اور چھین لیا گیا بلکہ ان دونوں کو کار کے دروازے کھول کر باہر بھی گھسٹ لیا گیا۔

”خبردار۔۔۔ ورنہ بھون ڈالیں گے۔۔۔“ مشین گن برداروں نے ان کے جسوں سے مشین گنوں کی نالیوں لگاتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی اور نعمانی دونوں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھالیتے۔ ان دونوں کی بڑھی ماہرانہ انمازیں تلاشی کی گئی۔ اور صدیقی کی جیب سے بڑا لور کے ساتھ ساتھ فی۔ٹو۔ٹو اسٹرپر اور اس ٹاسک کا دوسرا سامان بھی نکال لیا گیا۔ یہ خوش نعمانی کا بھی ہوا۔ مشین گن کی نالوں کے سامنے میں انہیں پھلی کار کی طرف لے جایا گیا اور اس کے بعد انہیں پھلی کار کی عقبی نشستوں پر بٹھادیا گیا۔ کار میں بیٹھے ہوئے ان دونوں نے دور میں روڈ کی طرف جاتی ہوئی وہ سیاہ رنگ کی کار دیکھی۔ اور وہ سمجھ گئے کہ انہیں باقاعدہ پلان کے تحت ٹھہرا گیا ہے۔

ان کی آنکھوں پر بیچ باندھ دو۔ ایک مشین گن بردار
نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور چندی لمحوں بعد ان کی
آنکھوں پر سیاہ رنگ کی موٹی پٹی باندھ دی گئی۔ اب انہیں
روشنی کی ریت تک دکھائی نہ دے رہی تھی۔ کاروں کے ون سائیڈ
فلو شیٹ وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے کہ شیٹ چڑھا دینے کے بعد

بابر سے کچھ نفرت آتا تھا اور چوں کہ اندر سے بیرونی منظر دیکھا جاسکتا تھا۔
اس لئے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔

کافی دیر تک کار چلتی رہی۔ پھر ایک دم چمکتے دمک گئی۔ اور ان
لوگوں نے نیچے اترنے کے بعد انہیں بھی باہر نکال دیا۔ اور ان
کے بازو باندھ کر انہیں پیدل کسی عمارت میں لے جایا گیا۔ اور قنوطی ویر
بعد انہیں کرسی پر بٹھا کر ان کے جسموں کے گرد رسیاں باندھ لی گئیں
گئیں۔ اس کے بعد پٹیاں بٹھا دی گئیں اور صدیقی اور نعمانی دونوں
آنکھیں جھپک جھپک کر مائل کا بازو دیکھنے لگے۔ یہ ایک خاصا بڑا
کمرہ تھا۔ جس میں فرخ پور نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بس درمیان میں وہی
دو کرسیاں موجود تھیں جن پر انہیں بٹھایا گیا تھا۔ کرسیاں ساتھ
ساتھ تھیں۔ صدیقی اور نعمانی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور
پھر انہوں نے پکیں جھپک کر ایک دوسرے کو آبی کوڑی میں ہوشیار
کیا کہ انہیں یہاں سے ہر قیمت پر نہ گنڈھے۔

کمرے میں اس وقت دو مشین گن بردار موجود تھے۔ باقی شاید وہاں
چلے گئے تھے۔ اور چند ہی لمحوں بعد وہی اسرائیلی آدمی اندر داخل
ہوا۔ جس کے تعاقب میں وہ اس حال تک پہنچے تھے۔

ان کا میک اپ صاف کروٹ۔ اسرائیلی نے مال میں موجود
ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کرخت لہجے میں کہا۔ اور وہ شخص
جھپکاتا ہوا تیزی سے کمرے کی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”تمہارا تعلق پاکیزہ شیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اسرائیلی
نے آگے بڑھ کر ان دونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے فرما

کر پوچھا۔

”سیکرٹ سروس۔ ہمارا کسی سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں
ہے۔“ صدیقی نے منہ بند کر کے جواب دیا۔

”اور اب تم کہو گے کہ تم تو عام سے شہری ہو۔ بے ضرر سے۔
لیکن تمہاری جیبوں میں ریوا اور اورٹرا سٹیٹینڈ ہے جن کے تم عام
شہری نہیں ہو سکتے۔“ اسرائیلی نے طنز بھرا انداز میں مسکراتے
ہوئے کہا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ ایسی تھی جیسے بھوکا بھیریا شکار
کو دیکھ کر دانت نکالتا ہے۔

”ہم نے کب کہہ لیا کہ ہم عام سے شہری ہیں۔“ تم خود ہی
سوال کر رہے ہو اور خود جواب دے رہے ہو۔“ صدیقی نے
بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

جب کہ نعمانی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔
جیسے اس کا صدیقی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

”تو پھر تم کون ہو۔“ اسرائیلی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
”ہمیں لوگ مجرم کہتے ہیں۔ بس اپنی ہماری شناخت ہے۔“
صدیقی نے جواب دیا۔

”تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔“ اسرائیلی نے دانت
بیتے ہوئے پوچھا۔ اب وہ خود سے صدیقی کی طرف دیکھ رہا تھا۔
”ہمارے پاس نے حکم دیا تھا۔“ صدیقی نے سپاٹ

لہجے میں جواب دیا۔
”اُسی لمحے وہ آدمی جسے میک اپ صاف کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔“

باتھ میں ایک چھوٹی سی مشین اٹھائے ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس مشین کے ساتھ کچھ دار تار منسلک تھی۔ جس کے سرے پر ایک کنٹوپ سانک رکھا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے وہ کنٹوپ صدیقی کے پورے چہرے پر چڑھا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مشین کا بٹن آن کر دیا۔ صدیقی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پر ریتی سی جل رہی ہو۔ اُسے شدید کھلبلی سی اٹھی۔ لیکن وہ صرف ہونٹ بچھ کر رہ گیا۔ ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ بے بسر تھا۔ چند لمحوں بعد ہی کنٹوپ اس کے چہرے سے ہٹا لیا گیا۔

"ہو نہ ہو۔۔۔ مقامی گتے ہو۔۔۔" اسرائیلی نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

ظاہر ہے بھاشا نہ اور پانچ شیلیا پہلے ایک ہی مکسے۔ اس لئے اصل شکل میں بھی اس نے مقامی ہی گنا تھا۔ پھر کنٹوپ نعمانی کے چہرے پر چڑھا لیا گیا۔ اور چند لمحوں بعد جب کنٹوپ اٹاروا گیا تو صدیقی نے دیکھا کہ واقعی نعمانی اصل شکل میں آگیا تھا۔ یہ میک اپ دانش ور مشین واقعی کام کی بی بی تھی۔

"ہاں اب بتاؤ کہ تمہارا کس تنظیم سے تعلق ہے اور تمہارا پاس کون ہے۔" اسرائیلی نے دوبارہ صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھ سے پوچھو میں بتاتا ہوں۔ اس بے چارے کو کیا پتہ تو تمہارا ماتحت ہے۔۔۔ اچانک نعمانی بول پڑا۔ اور اسرائیلی چونک کر نعمانی کی طرف دیکھنے لگا۔ اب اس کی پوری توجہ نعمانی

بارگ مہندول ہو گئی تھی۔ اور نہ صرف تو جبکہ وہ ایک قدم بڑھ نعمانی کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ظاہر ہے جب بولنے والا دوسرے کو ایٹا ماتحت بتا رہا تھا تو اصل معلومات اس آدمی سے ہی حاصل ہو سکتی تھیں۔

"مجھے سب کچھ بتانے میں کوئی عار نہیں ہے۔ لیکن صرف ایک شرط ہے کہ تم ہماری تسلی کرو کہ وہ نہیں یہاں کی حکومت نے تو اپنی مدد کے لئے نہیں بلایا۔۔۔ نعمانی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ حکومت نے کیا مطلب۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو اور دیکھو میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تم سے بحث کرتا رہوں۔ اور اگر تم اس لئے وقت گزارنا چاہتے ہو کہ کوئی یہاں تمہاری مدد کو آئے گا تو اپنے ذہنوں سے یہ خیال کھرچ پھینکو۔"

اسرائیلی نے کرحمت لہجے میں کہا۔

"میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ تم سرکاری آدمی تو نہیں ہو؟"

نعمانی نے کہا۔ اس نے باقی باتوں کا جواب گول کر دیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ میرا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" اسرائیلی آدمی نے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے تم بھی جہاز سے ہی بھاٹی بند ہو۔ ٹھیک ہے تو سنو۔۔۔ ہماری تنظیم کا نام ایف ڈی ہے؟"

نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ایف ڈی کا نام سننے ہی اسرائیلی یوں بڑی طرح چونکا جیسے اس کے پیروں تلے اچانک بم پھٹ پڑا ہو۔

"ایف۔ ڈی۔" لیکن تم کو مقامی آدمی ہو۔ اور مجھے ابھی طرز معلوم ہے کہ ایف۔ ڈی۔ نے کسی مقامی آدمی کو انگلیش نہیں کیا اور اسرائیلی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کیا مطلب۔ کیا تم بھی ایف۔ ڈی۔ سے متعلق ہو؟" نعمانی نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"میں ایف۔ ڈی۔ سے متعلق نہیں ہوں۔ میری تنظیم علیحدہ ہے تمہارے پاس کا کیا نام ہے؟" اسرائیلی نے کہا۔

"چیف باس ایف۔ ڈی۔" نعمانی نے جواب دیا۔

"اور تمہارا ہی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر؟" اسرائیلی نے گہری نفوذ سے نعمانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہیڈ کوارٹر کا علم صرف چیف باس کو ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر پر ہم سے رابطہ قائم کرتا ہے۔" نعمانی نے جواب دیا۔

"ہو نہ ہو۔ اس کا مطلب ہے تم مجھے اتونانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے ابھی میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کرنل ہمیرخ کو اتونانے والے کا انجام کیا ہوتا ہے۔" اسرائیلی نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں وحشتانہ چمک ابھر آئی تھی۔

"کرنل ہمیرخ؟" نعمانی نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور اس کے چونکنے پر کرنل ہمیرخ بھی چونک پڑا۔

"تم میرے نام پر چونکے کیوں ہو؟" کرنل ہمیرخ نے سرد لہجے میں پوچھا۔

تمہارا تعلق اسرائیلی کی ریڈ آرمی سے ہے۔ اور شاید تم اس کے براہ بھی ہو؟" نعمانی نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تم مجھے کیسے جانتے ہو؟" کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"ایف۔ ڈی۔ والے اگر ریڈ آرمی کو بند جانیں گے تو اور کس جانیں گے؟" نعمانی نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مجھ کو اس مت کر دو۔ تمہارا فیس آف ڈیوٹی سے کوئی تعلق ہیں ہو سکتا۔" کرنل ہمیرخ نے پیر پختے ہوئے کہا۔

"فیس آف ڈیوٹی۔" وہ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہمارا تعلق اس آف ڈیوٹی سے نہیں بلکہ فاسٹ ڈیوٹی سے ہے۔" نعمانی نے جواب دیا۔

"فاسٹ ڈیوٹی۔ یہ کون سی تنظیم ہے؟" کرنل ہمیرخ واقعی حیرت سے یاگل ہوا جا رہا تھا۔

"تفصیلات بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ ویسے چیف باس سے ان کی ملاقات کو اذیت ہیں۔ یہ خود ہی آپس میں تفصیلات دے رہے رہیں گے۔" اپنا منہ ساتھ بیٹھے ہوئے صدیقی نے غصے لہجے میں کہا۔

اور کرنل ہمیرخ اس کی بات سنتے ہی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے دونوں ساتھی اب مشین گنیں اٹھائے اور دروازے کے قریب خاموش کھڑے ہوئے تھے۔

اور شاید یہ صدیقی کی طرف سے کوئی خاص اشارہ تھا کیوں کہ

بات مکمل ہوتے ہی کرسی پر بیٹھے دیکھتے نعمانی نے پہلی کی سی تیز رفتاری سے اپنے جسم کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ اور اس کے دونوں بازو ہسیوں میں سے باہر نکل آئے۔ رسیاں اب ڈھیلی پڑی تھیں۔ لیکن اس کے باقی جسم کے گرد ہستود موجود تھیں۔ ہاتھ باہر نکالتے ہی اس نے تیزی سے کرنل ہمیرخ کا بازو پر کرنصوص انداز میں زوردار جھکا دیا۔ اور کرنل ہمیرخ کا صدر یعنی کی طرف متوجہ تھا ایک جھپٹنے میں لڑکھڑا کر کرسی پر بیٹھے نعمانی کی گود میں یوں آگرا کہ اس کی پشت نعمانی کے سینے سے لگ گئی۔ جبکہ اس کا منہ اپنے ساتھیوں کی طرف متنازعہ نعمانی کے دونوں بازوؤں نے بڑے مخصوص انداز میں اسے اپنے سینے کے ساتھ جکڑ لیا تھا۔ ان میں سے ایک اس کے پیٹ گرد اور دوسرا اس کی گردن کے گرد چٹھا ہوا تھا۔

خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو اس سے ذبح کر ڈالوں گا۔ نعمانی نے جھپٹے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے اس ہاتھ جو اس نے کرنل ہمیرخ کی گردن کے گرد پیش ہوا تھا مخصوص انداز میں زوردار جھکا دیا۔ اور ایک پتلا سا خنجر اس کی آستین پر اندر بٹنے ہوئے مخصوص خلع سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آگیا اور نعمانی نے خنجر کی تیز دھار سے کرنل ہمیرخ کا گلا دبا دیا۔ خنجر کی دھار صاف طور پر آستین دکھائی دے رہی تھی کہ اگر نعمانی نے اور زیادہ دبانا تو یقیناً وہ کرنل ہمیرخ کی گردن کو آدھے سے بکاٹ ڈالتا۔

کرنل ہمیرخ کے ساتھیوں نے تیزی سے مشین گنیں سیٹھی لیں۔ لیکن اپنے پاس کو اس طرح تیز خنجر کی زد میں دیکھ کر ان کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ کرنل ہمیرخ نے خنجر نعمانی کے ہاتھ میں آنے سے پہلے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جیسے ہی خنجر کی دھار اس کی گردن سے لگی اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ اسے اس جو گپ تھا کہ اس کی ذرا سی حرکت خود اس کے لئے موت کا باعث بن چلتی گئی۔

مشین گنیں پھینک کر منہ دیوار کی طرف کر رہی رہی۔ نعمانی نے جھپٹے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے خنجر کو تقوڑا سا دبا دیا تو کرنل ہمیرخ کے گلے سے غرغراہٹ مٹا کر بلند ہوئی۔ خون کی ایک دھار اس کی گردن سے بہہ کر اس کے گلے میں جانے لگی۔

پھینک دو۔ پھینک دو۔ جیسا یہ کہتے ہیں کرو۔ اس نے جھپٹے ہوئے کہا۔ اور اس کی گردن سے بہنے والے خون نے اس کے ساتھیوں پر ایسا اثر کیا کہ انہوں نے یوں مشین گنیں پھینک دیں جیسے ان مشین گنوں میں ان کی موت چپی ہوئی ہو۔ اور انہوں نے تیزی سے سرگرد دیوار کی طرف منہ کر کے ان کے مشین گنیں پھینکتے ہی صدیقی نے حرکت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے جسم سے گرد موجود رسیاں علیحدہ کر دیں۔ اور ابھر کر ان مشین گنوں کی طرف بھاگا وہ ان دونوں مشین گنوں کو

اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ اُسی لمحے دیوار کی طرف منسک
 کھڑے کر نل بمیرخ کے دونوں آدمی بجلی کی سی تیزی سے پٹے
 اور پھر مشین گنیں اٹھا کر سیدھا ہوتا ہوا صدیقی جیسے اڑتا ہوا
 سیدھا نغانی اور کر نل بمیرخ سے اس طرح آگھرایا کہ وہ ان دونوں
 کو بھی ساتھ لئے کر سی سمیت نیچے فرش پر جا گرا۔ اب اسے
 اتفاق کیسے یا پھینکنے والوں کی چابک دستی کر صدیقی کا جسم بھرا
 انداز سے کر نل بمیرخ اور نغانی سے ٹکرایا تھا کہ اس کا سارا
 بوجھ نغانی کے اس بازو پر پڑا جس میں اس نے خنجر رکھا ہوا تھا۔
 اور اس اچانک بوجھ کی وجہ سے اس کی گرفت خنجر کے دستے پر
 ڈھیل پڑ گئی۔ اور وہ کانٹا کر نیچے گرنے کی وجہ سے خنجر اس
 کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر جا گرا۔ مشین گنیں دھکا
 کھانے کی وجہ سے صدیقی کے ہاتھوں سے نکل کر ادھر ادھر جا
 پڑی تھیں۔ اور کر نل بمیرخ کے دونوں ساتھی صدیقی کو
 پھینکنے کے ساتھ ہی ان مشین گنوں کی طرف دوڑے۔ اور
 پورے دونوں اٹھتے ہی انہیں اٹھا کر سیدھے ہونٹے کر صدیقی
 جو نیچے پشت کے بل گرا تھا کسی گیند کی طرح اچھلا۔ اور اس
 سے پہلے کہ وہ دونوں مشین گنیں سیدھی کر کے فائر کھولتے وہ
 توپ کے ٹوٹے کی طرح ان دونوں سے جا ٹکرایا۔ اور وہ دونوں
 چیتے ہوئے اسٹ کر پھلی دیوار سے جا ٹکرائے۔ صدیقی بھی ان کے
 اوپر گرا تھا۔

اور خنجر علیحدہ ہوا تب ہی کر نل بمیرخ بجلی کی سی تیزی سے تڑپا

اور نغانی کی گرفت ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ اچھل کر کھڑا ہوا جب
 کہ نغانی اُسی طرح رسیوں کی ڈھیلی ڈھالی بندشوں کی وجہ سے
 کر سی سمیت فرش پر پڑا ہوا تھا۔ لیکن کر نل بمیرخ اٹھتے
 ہی تیزی سے پاس پڑے جوئے خنجر کو اٹھانے کے لئے جیسے ہی جھکا۔
 فرش پر پڑے ہوئے نغانی کی دونوں ٹانگیں نیم دائرے کی صورت
 میں کھولیں۔ اور کر نل بمیرخ اچھل کر پشت کے بل دوبارہ نغانی
 کے اوپر آگرا۔ نغانی کی ٹانگیں نیچے گرنے کی وجہ سے رسیوں سے
 باہر کی طرف کسک آئی تھیں۔ اس کا اوپر والا دھڑاب
 رسیوں کی زد میں تھا۔ نغانی نے دونوں ہاتھوں سے دوبارہ کر نل
 بمیرخ کو بکڑنا چاہا۔ لیکن کر نل بمیرخ نے نیچے گرتے ہی پھرتی
 سے اپنا سر نغانی کے سر پر زور سے مارا اور نغانی کے حلق سے نیچے
 نکل گئی اور اس کے بازو ڈھیلے پڑ گئے۔ اور کر نل بمیرخ اچھل
 کر دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جیسے ہی اس بار وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔
 اس کا ایک ساتھی اڑتا ہوا اس سے آگھرایا۔ اور وہ دونوں
 چیتے ہوئے نغانی کی کر سی کے ساتھ ہی فرش پر ڈھیر ہو گئے صدیقی
 ان دونوں کو دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرتے ہی ان سے زیادہ برقی
 رفتار سے اٹھا اور اٹھتے ہوئے اس نے ایک آدمی کا ہاتھ بکڑ
 کر ایک زوردار جھکا دیا۔ اور وہ آدمی فضا میں اڑتا ہوا نغانی
 کر نل بمیرخ سے جا ٹکرایا جو نیچے گر کر دوبارہ اٹھا تھا۔
 دوسرے آدمی نے سیدھا اٹھ کر کھڑے ہونے کی بجائے آواز
 کر صدیقی کے پہلو میں کسی لڑاکے مینٹھے کی طرح گھومتی نغانی

گیا۔

ادھر کرنل ہمیرخ جیسے ہی اپنے ساتھی سے ٹکرا کر نیچے گرا۔
 انہیں اٹھنے میں چند لمحے لگ گئے۔ اور انہی لمحوں سے
 مانی نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ تیزی سے کھٹکتا ہوا ڈھیلی
 سیوں سے باہر نکل آیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ دونوں اٹھ کر
 بڑے ہوئے نعمانی جوان سے پہلے اٹھ کھڑا ہونے میں کامیاب
 ہو گیا ان پر چھپٹ پڑا۔ اس نے انتہائی برق رفتاری سے
 کرنل ہمیرخ کے پہلو پر بھرپور انداز میں لات اور اس کے ساتھی
 کے سینے پر ماری۔ اور وہ دونوں چیخ کر لڑکھڑاتے
 دئے مخالف سمتوں میں ہٹتے چلے گئے۔ کرنل ہمیرخ تکلیف
 کی شدت سے دوسرا ہورہا تھا۔ کہ نعمانی ایک بار پھر اپنی
 بات سے اچھلا اور اس نے پوری قوت سے فلائنگ گاک اس کے
 ساتھی کے سینے پر ماری۔ جو لڑکھڑانے کے باوجود سیدھا کھڑا
 تھا۔ اور وہ آدمی تو گولی کی طرح کھوکھے کی سائیڈ یوار سے
 لڑا کر نیچے گرا جب کہ نعمانی نے فلائنگ گاک لگا کر فلا بازی کیا
 اور سیدھا ہوتے ہی دونوں پر دوسری سمت میں دوسرے
 ہوئے کرنل ہمیرخ کی ٹھوڑی کے عین نیچے مارے۔ اور
 کرنل ہمیرخ بھی چھٹا ہوا پشت کے بل فرسٹ پر جا گرا۔ نعمانی
 نے واقعی حیرت انجیر پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔
 یہ لوشین گن ٹی۔ اسی لمحے صدیقی کی چیٹی ہوئی آواز
 سنائی دی اور ساتھ ہی ایک مشین گن بھی اڑتی ہوئی نعمانی

صدیقی بھی چٹا ہوا نیچے گرا۔ اور وہ آدمی عین اس کے اوپر
 اس نے نیچے گرتے ہوئے پوری قوت سے اپنے گھٹنے جوڑ
 صدیقی کے پیٹ میں ضرب لگائی۔ اور صدیقی پانی سے
 ہونے پھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اور وہ آدمی گھٹنوں کی ضرب لگا
 دوبارہ اوپر کواچھلا شاید وہ دوبارہ اسی قسم کی خطرناک فن
 لگاتا رہتا تھا۔ لیکن اس بار صدیقی تیزی سے کروٹ با
 گیا۔ اور وہ آدمی اپنے ہی زور میں فرسٹ سے چا کھرایا۔
 اس بار اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اور پھر اس سے پہلے
 وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہوا صدیقی ایک جھکے سے اٹھا اور اس
 اس کے ہاتھوں میں ایک طرف پڑی ہوئی مشین گن آگئی۔
 مشین گن کو وہ نال کی طرف سے ہی پکڑ سکا تھا۔ اور اس
 پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ اُسے سیدھا کرنا کیوں کہ اُس
 ضرب لگانے والا کرنل ہمیرخ کا ساتھی ایک بار پھر اچھل کر کسی
 بینڈھے کی طرح اُسے گھروارنے لگا تھا۔ لیکن اب صدیقی
 کسی حد تک سنبھل چکا تھا۔ اس نے تیزی سے قدم پیچھے ہٹایا
 پھر اس کا مشین گن والا ہاتھ گھوما۔ اور مشین گن کا دھ
 سی ٹھک کی طرح اپنی طرف آتے ہوئے اس آدمی کے سر پر پور
 تندے لگا۔ اور وہ چٹا ہوا دوبارہ فرسٹ پر پڑ پڑا۔
 صدیقی نے دوبارہ بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ گھمایا۔ اور
 تے ہوئے آدمی کے سر پر دوسرا دھماکا ہوا۔ یہ ضرب
 دار تھی کہ اس بار وہ تڑپتا ہوا آدمی ایک لمحت سا

کی طرف آئی۔ اور نعمانی نے اسے جھپٹ لیا۔

”اسے چلانا نہیں۔۔۔ ورنہ ان کے باہر موجود ساتھی آجائیں گے۔“ صدیقی نے گن بھینکنے کے ساتھ ہی چیخ کر کہا۔ اور نعمانی نے گن پکڑتے ہی صدیقی کی طرح اسے لٹکے طور پر استعمال کیا۔ اور اس بار اس کا نشانہ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گھسے ہوئے کرنل ہمیرخ کے ساتھی کا سر بنا۔ جواب لوٹ پوٹ کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور پہلی ہی ضرب اس قدر زوردار تھی کہ اس آدمی کی کھوپڑی درمیان سے بیچ کر دو واضح حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور اس آدمی کا جسم اس طرح کا پنا جیسے شیش کا مرئیض کا پتلا ہے اور پھر ساکت ہو گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

کرنل ہمیرخ پشت کے بل نیچے گرتے ہی کروٹ بدل کر اٹھنے لگا تھا کہ اس بار صدیقی نے مشین گن کا بٹ اس کے سر پر جما دیا۔ وہ اس دوران اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور کرنل ہمیرخ ضرب کھا کر نیچے گرا اور ایک بار پھر اٹھنے لگا۔ کہ صدیقی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے دوبارہ حرکت میں آیا۔ اور دوسری ضرب سے کرنل ہمیرخ کو بے ہوش ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اب اس کا جسم بھی بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ ”گگہ شو۔۔۔“ نعمانی اور صدیقی دونوں کے منہ سے ایک دوسرے کے لئے بیک وقت نکلا۔ اور پھر وہ دونوں ہی منہں پڑے۔۔۔ دونوں کے سانسوں کی رفتار تیز تر تھی لیکن دونوں

کے چہروں پر کامیابی کی چمک موجود تھی۔ انہوں نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا تھا۔

ایک تو ختم ہو گیا دوسرے کو بھی ختم کر دیا۔ ایک تو ان کے ساتھیوں میں بھی ہو جائے گی دوسرا خطرہ ختم ہو جائے گا۔

نعمانی نے تیز تیز بچے میں صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور صدیقی سر ہٹا ہوا بائیں طرف ہی ہوتی مشین گن کے کرنل ہمیرخ کے

اس ساتھی کی طرف بڑھ گیا۔ جسے وہ پہلے بے ہوش کر چکا تھا۔ صدیقی اس کے سر پر پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رکا دوسرے لمحے

اس کا ہاتھ بلند ہوا اور۔۔۔ اس کے ہاتھ میں کپڑی ہوتی مشین گن کا بٹ فضا میں گھومتا ہوا پوری قوت سے بے ہوش پڑے ہوئے

کرنل ہمیرخ کے ساتھی کے سر پر دھلکے سے پڑا۔ اور اس کی کھوپڑی کسی ناریل کی طرح پھٹ گئی۔ اور اس آدمی کا جسم بھی

صرف ایک لمحے کے لئے کا پنا پھر ساکت ہو گیا۔ وہ عالم ہوشی میں ہی عالم ارواح کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ صدیقی نے بڑے اطمینان سے مشین گن کے بٹ پر گئے ہوئے خون کو اس آدمی کے لباس سے

صاف کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر اٹھ کر وہ صدیقی کی طرف مڑا۔ ”میرا خیال ہے کرنل ہمیرخ کا بھی خاتمہ کر دیا جائے تو زیادہ بہتر

ہے۔۔۔“ صدیقی نے مڑ کر نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیکن اگر اسے توخیر کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے تو زیادہ بہتر نہیں ہے۔“ نعمانی نے مسکاتے ہوئے کہا۔ لیکن اس

سے پہلے کہ صدیقی اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک کمر سے

طرف سے اندر مار کر ٹاچا جیتے تھے۔

دو دروازے تھا۔ دیوار کی طرف — صدیقی نے چم کر کہا۔
اور وہ دونوں دروازے کی طرف فائرنگ کرتے ہوئے تیزی
سے ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ ان کی
بے تحاشا فائرنگ کی وجہ سے دروازے کے اندر کسی کو داخل
ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ان دونوں نے دوسری طرف
کھیتوں میں پھیلانگ لگا دی اور پھر سیدھے دوڑنے کی بجائے
وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ میں دوڑتے چلے گئے۔ ذرا
ہی فاصلے پر انہیں ایک درختوں کا ذخیرہ سا نظر آیا۔ اور
وہ دونوں اس ذخیرے کی طرف دوڑ پڑے وہ دونوں دیوار کے
ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ تاکہ انہیں اندر سے ہٹ نہ کیا جا
سکے۔ اسی لمحے ٹوٹی ہوئی دیوار سے انہوں نے کسی کو جھانکتے
ہوئے دیکھا تو انہی نے ہٹ کر فائر کر کھول دیا۔ اور وہ آدمی تیزی
سے واپس اندر ہو گیا۔

اس مکان کی دیوار ختم ہو کر اب دوسرے مکانوں کی دیواریں
شروع ہو چکی تھیں۔ اور وہ بے تحاشا دوڑتے ہوئے اس
ذخیرے تک پہنچے۔ اور اسی لمحے انہیں اس ذخیرے کی دوسری
سائیڈ پر ایک مکان کی دیوار چھوٹی نظر آئی۔ اس مکان کے
عقب میں شاید بائیں باغ بنایا گیا تھا اس لئے اس کی عقبی
دیوار چھوٹی دکھائی گئی تھی۔ در نہ دوسری دیواروں کی اونچائی
بنابہی تھی کہ ان کے عقب میں باغ کی بجائے عمارتیں موجود

کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک مشین گن بھرا دروازہ
میں داخل ہوا۔ — یکن یک بھیکے میں اندر کا منظر دیکھتے ہی اس
نے پھرتی سے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن سیدھی کرنی چاسی،
مگر اسی لمحے صدیقی کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نے شعلے
اگل دیئے۔ ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی نور دار آواز ابھری اور
وہ آدمی گولیوں کی بارش میں جیتا ہوا دروازے کے پیچھے راہ واری
میں ایک دھماکے سے جا گر ا۔ اور پھر توجہ سے کمرے کے باہر
طوفان سا برپا ہو گیا۔ بے شمار لوگوں کی دوڑتی ہوئی آوازوں کے
ساتھ ساتھ گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آواز سن ابھری۔ اور
اس سے پہلے کہ صدیقی اور نعمانی کچھ سمجھتے۔ ایک گولہ سا دروازے
میں ترچھا سا ہو کر اندر آیا اور سیدھا فضاخت سمت کی دیوار سے
جا کر آیا۔ گولہ چوں کہ راہ واری کے بائیں طرف سے پھینکا
تھا۔ اس لئے وہ درمیان میں آکر گرنے کی بجائے ترچھا کر مقابل
کی دیوار سے ٹکرایا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک
دھماکا ہوا اور آدمی سے زیادہ دیوار ایک ٹوٹتی یوں غائب ہو گئی
جیسے اس کا کبھی وجود ہی نہ رہا ہو۔ اب دیوار کی دوسری
طرف پھیلے ہوئے کھیت صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ شاید اس
کوئی کا عقبی حصہ تھا۔ اور اس کی بناوٹ ایسی تھی کہ آخر میں
بائیں باغ ذخیرہ ٹائپ کی کوئی چیز نہ رکھی گئی تھی۔ اسی لمحے گولیوں
کی پوچھاڑ دوڑانے سے لٹکی۔ اور پھر ایک آدمی اچھل کر
دروازہ کر اس کمرے کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہ شاید اب دونوں

”یہ تم نہیں جانتے تھے مجھے بھی حضور نے بتایا تھا یہ اسراہیل
سب سے طاقتور و زنجیر وید آرمی کا سربراہ ہے۔ جب
ان ایک ٹیم لے کر اسراہیل گیا تھا تو ان کا ساتھ اسی سے دیا
ایک۔ ہم دونوں اس ٹیم میں شامل تھے۔ اس لئے شاید
ہمیں اصل صورت میں بھی نہیں پہچان سکا۔“ نعمانی نے
اب دیا اور صدیقی سر ہلا کر رہ گیا۔

چند لمحے سانس برابر کرنے کے بعد وہ دونوں تیزی سے
ارت کے بیرونی پھاگ کی طرف بڑھے۔ ابھی وہ پھاگ
کے قریب پہنچے ہی تھے کہ انہیں پھاگ کے باہر کسی کار کے
کنے کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں چوک پڑے۔ دوسرے
لمحے کار کا دروازہ کھلنے کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اور صدیقی
وہ نعمانی تیزی سے پھاگ کی سائیڈ میں دیوار کے ساتھ لگ کر
لچرے ہو گئے۔ مینشین گئیں ان کے ہاتھوں میں ہتھیں اور وہ
دیوار سے چمٹے کھڑے تھے۔ لیکن ان کی پوری توجہ پھاگ کی
طرف ہی تھی۔ چند لمحوں بعد پھاگ کی ذیلی کھڑکی کھلی۔
اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے شاید تالا کھولا تھا۔
کیوں کہ ابھی تک تالا اس کے ہاتھ میں تھا۔ جیسے ہی وہ اندر
آیا۔ نعمانی کا ہاتھ برق رفتاری سے حرکت میں آیا اور نوجوان
اوپر کی آواز نکال کر وہیں پھاگ کے پاس ہی ڈھیر ہو گیا۔ نعمانی
نے جلدی سے آگے بڑھ کر باہر کی طرف جھانکا۔ اور پھر اس
۱۔ اس کے لئے انتہائی دل چاہپ ناول پڑھئے، ناقابل منہ مخرجہ

”اس دیوار کی دوسری طرف کو جاؤ۔ ابھی ہماری تلاش
شروع ہو جائے گی۔“ نعمانی نے چیخے ہوئے کہا۔ اور
دوسرے لمحے وہ خود دوڑا ہوا کسی چیل کی طرح زمین سے اچھلا
اور ماہر مافی الجہر کی طرح وہ ایک لمحے کے لئے دیوار کے اوپر
رکھا۔ اور دوسرے لمحے دوسری طرف غائب ہو گیا۔ صدیقی
نے بھی اس کی پیروی کی۔ اور اچھل کر اس نے دیوار پر ایک ہاتھ
رکھ کر قلابا بازی کھائی۔ اور پھر اس طرح دوسری طرف قدموں
کے بل جا کر ا۔ جیسے اس نے پیراشوٹ سے پھلنگ لگائی ہو۔
یہ واقعی ایک چھوٹی سی عمارت کا عقبی باغ تھا۔
نعمانی اس دوران عمارت کی سائیڈ میں پہنچ چکا تھا۔ مینشین گئیں
ان دونوں نے اپنے پاس ہی رکھی ہتھیں۔ کیوں کہ ان کے
خیال کے مطابق کسی بھی لمحے ان کی ضرورت پڑ سکتی تھی عمارت
میں خاموشی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے عمارت خالی ہو۔ اور پھر
جب وہ دوڑ کر عمارت کے سامنے والے رخ پر پہنچے تو واقعی
عمارت خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہ برآمدے کی سائیڈ میں رک
کر چند لمحوں کے لئے سانس ٹھیک کرتے رہے۔
”کاشش۔“ اس کرنل سمیرج کو گوئی مارنے کا موقع مل
جاتا۔ نعمانی نے ہونٹ بھیچے ہوئے کہا۔
”یار زندہ صحبت باقی۔ دوبارہ ہی۔ دیے یہ کرنل سمیرز
ہے کون۔“ صدیقی نے پوچھا۔

دانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہمارے پاس شین گٹھیں ہیں مگر ان کا میگزین بہت کم ہے۔ اور وہ لوگ بپوری طرح ہوشیار ہو چکے ہوں گے اور پھر کار کے مالک کو بھی کسی لمحے ہوش آ سکتا ہے۔“ صدیقی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہ سب ہم اپنے چیف پاس کو جا کر کیا جواب دیں گے۔ یہ لوگ تو ابھی یہ جگہ خالی کر جاتیں گے۔“ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ملں البتہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ ہم کچھ دیر رک کر ان کی نگہانی کریں۔ اس طرح ہم ان کا نیا ہیڈ کوارٹر دیکھ لیں گے۔“ صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں بھی یہی چاہتا تھا۔“ نعمانی نے کہا اور صدیقی سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

لیکن جب کافی دیر تک انتظار کرنے کے باوجود نہ ہی پتہ لگا کھلا اور نہ ہی کوئی آدمی باہر آیا تو صدیقی کو اچانک ایک خیال آ گیا۔

”یہ کہیں ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف سے نہ نکل جائیں۔“

صدیقی نے چمکتے ہوئے کہا۔

”ارے ہاں۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے۔ تو تم یہیں ٹھہرو۔“

میں جا کر چیک کرتا ہوں۔“ نعمانی نے کہا۔

کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ کار خالی تھی۔ نو جوان اکیلے ہی آیا تھا۔

”آؤ صدیقی۔“ قدرت چارمی مدد کر رہی ہے۔“ نعمانی

نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ صدیقی نے اس کی پیروی کی۔ باہر

نکل کر انہوں نے ذیلی گھر کی کوباہر سے بند کر کے اس کی کنڈی سی

ڑھائی۔ اور پھر وہ دونوں سی کار میں سوار ہو گئے۔ انجن چلا

رہا تھا اور چابی انگلیشتن میں موجود تھی۔ اس لئے وہ سرے ہی نئے

ان کی کار تیزی سے چکر کاٹ کر اس طرف کو بڑھنے لگی جہاں ان

کے اندازے کے مطابق وہ غارت تھی جہاں سے وہ نکلے تھے۔

چوں کہ کار کے شیشے آج کل کے نقش کے مطابق دن ویسے تھے۔

اس لئے انہیں باہر سے دیکھ لئے جانے کا خطرہ نہ تھا۔ شین

نعمانی کے ہاتھ میں تھا۔ اور پھر اندازے کے مطابق وہ اس کو گم

کے سامنے پہنچ جہاں سے وہ نکلے تھے۔ اُسی لمحے ایک گلی

سے دو افراد نکل کر اس کو ٹکڑی کے پھاٹک کی طرف بڑھتے ہوئے

نظر آئے۔ ان کا انداز تیار ہاتھ کا کہ وہ کرنل سمبیرج کے ساتھی ہیں

اور انہیں تلاش کر کے واپس آ رہے ہیں۔ نعمانی کا راز

بڑھانے لگے گیا۔ وہ دونوں افراد دوبارہ کو ٹکڑی میں داخل ہو گئے

تھے۔ کافی آگے جا کر نعمانی نے کار کو بڑے درخت کی

میں روک دیا۔

”کیوں۔“ رک کیوں گئے۔“ صدیقی نے چونک کر

پوچھا۔

”میرا خیال ہے ہمیں خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔“

"لیکن خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں سے بیرونی چیلنگ کر رہے ہوں۔ اور تمہاری شکل تو وہ پہچانتے ہیں۔" صدیقی نے کہا۔

منکر ذکر وہ۔ نعمانی ان کے لئے اتنا ترغوالہ ثابت نہیں ہو گا۔ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے قدموں میں پڑی ہوئی مٹین گئی اٹھا کر کوشک کے اندر بغلی میں رکھی۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ چنلے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر یوں منکر کراس کر نئے نگا جیسے اُسے کہیں جانے کی بہت جلدی ہو۔ منکر کراس کر کے وہ اسی طرحت گلی میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے وہ دونوں افراد واپس آتے دکھائی دیتے تھے۔

صدیقی خاموش بیٹھا رہا۔ البتہ نعمانی کے اترنے کے بعد وہ کھسک کر نعمانی کی جگہ ڈرائیو تک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تاکہ فوری ضرورت پڑے تو وہ کار چلا سکے۔

نعمانی گونگے ہوئے جب کافی دیر ہو گئی تو صدیقی فکر مند ہو گیا۔ اتنی دیر تو بہر حال نعمانی کو نہیں گھنی چلتی ہے۔ اور پھر چند لمحے مزید انتظار کرنے کے بعد اس نے نعمانی کا پتہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے باہر نکلنے کے لئے کار کا دروازہ کھولنا چاہا کہ نعمانی اُسے گلی کے سرے پر نظر آیا۔ وہ تیز تر قدم اٹھانا کار کی طرف ہی آ رہا تھا۔ صدیقی رگ گیا، نعمانی نے منکر کراس کی اور پھر کار کا سائیڈ دروازہ کھول کر وہ سائیڈ

نشست پر بیٹھ گیا۔

"وہ نکلی گئے اُسی دیوار کی طرف سے۔ انہوں نے زبردستی اقلیات کا شہوت دیا ہے۔ میں کوٹھی کے اندر سے بھی گھوم آیا ہوں۔ ہمارا سامان وہیں بٹھا تھا۔ اور یہ ایک کارڈ ملا ہے۔ اس پر کسی کا نام دیتہ لکھا ہوا ہے۔ میں اٹھا لایا کہ شاید کام آجائے" نعمانی نے جیب سے کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

"تو پھر چلیں؟" صدیقی نے کہا۔

"ہاں چلو۔ اب اور ہو بھی کیا سکتا ہے پہلے وہاں چلو جہاں ہماری کار موجود ہے۔ وہاں سے اپنی کار لے لیں۔ ورنہ کسی بھی چوک پر یہ چوری کی کار پکڑی جا سکتی ہے۔" نعمانی نے کہا اور صدیقی نے کار آگے بڑھا دی۔

ایک کھفے کے بورڈ سے انہیں معلوم ہوا کہ یہ نشاط کا لونی ہے۔ اور پھر چوک پر گئے ہوئے بورڈوں کی بدد سے وہ مختلف منروں پر گھومتے ہوئے اس بانی روڈ پر پہنچ گئے جہاں سے انہیں اعدا کیا گیا تھا۔ ان کی کار وہیں موجود تھی۔ انہوں نے اپنی کار اس کے قریب جا کر روکی۔ صدیقی نے انجن بند کیا اور پھر وہ دونوں ہی اچھل کر باہر نکلے۔

سے کار کے قریب آیا۔ عمران نے بڑے اطمینان سے جیب سے ایک شناختی کارڈ نکالا۔ اور سپاہی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ سپاہی نے جیسے ہی کارڈ پر نظر ڈالی وہ ایک محنت اٹن شن ہو گیا۔

”ہمیں سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس صاحب سے ملنے ہے۔ لیکن دیکھو اس کا کفایت پر مثل ڈو منٹ کال مسٹر رام داس ٹ۔ عمران نے بڑے با وقار لہجے میں کہا۔“

”مگر سر۔۔۔“ لگ بھگ میں تو دور کچ کرنا ہو گا۔“ سپاہی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ وہ کارڈ اس دوران عمران کو واپس کر چکا تھا۔ جو اس نے بڑی لاپرواہی سے جیب میں ڈال دیا تھا۔ ”کچھ بھی لکھ دو۔۔۔ اسٹارٹ نو میٹر۔۔۔ لیکن ہماری شناخت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اتنا تو تم بھی جانتے ہو گے۔“ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

”اور کسے سر۔۔۔ ٹھیک ہے سر۔۔۔ میں سمجھتا ہوں سر۔“ سپاہی نے فوراً ہی جواب دیا۔

”کیسا نام ہے۔۔۔ اور کیا نمبر ہے تمہارا۔“ عمران کا لہجہ اور کرخت ہو گیا۔

”صادق سر۔۔۔ نمبر دو صفر دو چار صفر سر۔“ سپاہی نے ہو کھلاتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

”اور کسے۔۔۔ ہدایات کا خیال رکھنا ورنہ۔“ عمران نے کہا اور پھر کارڈ آگے بڑھانے لگا۔

سپاہی خود دوڑتا ہوا بیر کی طرف بڑھا اور اس نے کار کے

سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس کی رہائشی کوٹھی مرکزی سیکرٹریٹ کالونی میں تھی۔ اس کالونی میں چوں کہ حکومت کے اعلیٰ ترین افسران کی رہائش گاہیں تھیں اس لئے اس کالونی کی حفاظت کئے لئے باقاعدہ پولیس کے مسلح دستے موجود تھے۔ کالونی کے گرد دیوار دار تاریکی اور بچی باڑ لگائی گئی تھی۔ جس کے دونوں کونوں پر باقاعدہ چیک پوسٹیں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ کالونی کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ اور اس راستے پر باقاعدہ بیرنگ ہوا تھا اور سائینڈیں کی بن بنے ہوئے تھے جن میں شناختی گارڈز بنی تھی۔ عمران کی کار اس بیرنگ کے قریب جا کر رک گئی۔ کارڈ سیکرٹری عمران کے ہاتھ میں تھا۔ جب کہ ساتھ والی نشست پر ٹائیگر اور کھلی نشستوں پر جوزف اور جوانا براجمان تھے۔ کار کے رکستے ہی ایک مسلح سپاہی تیزی

عمران اُسے دیکھتے ہی چونک پڑا۔ وہ آدمی اندر آکر حیرت سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

”شیر زمان فرام ترکی“ عمران نے مسکرا کر مصلحتی کے لئے پانچ آٹے والے کی طرف بڑھکتے ہوئے کہا۔

”فرام ترکی کیا مطلب آپ لوگوں کی توجہ کو؟ اطلاع نہیں ہے۔ آپ کیسے یہاں پہنچ گئے؟“ آٹے والے نے جو تھوٹا سیکرٹری وزارت خراجہ فرام داس تھا۔ حیرت سے پوچھ میں کہا۔

”دولت میں غلو میں ہو مسٹر رام داس۔ تو عارضی رکاوٹیں درمیان میں حاصل نہیں ہوتیں۔ بہر حال میں نے اپنی حکومت کی طرف سے آپ کو انتہائی خفیہ پیغام دینا تھا اس لئے اطلاع کے بغیر حاضر ہونا پڑا۔ اور اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔“

عمران نے باوقار اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادھ سورسی۔ آپ تشریف رکھیں۔ دراصل حیرت کی وجہ سے مجھ سے یہ گستاخی ہو گئی ہے۔“ رام داس نے ایک نخت نرم پڑتے ہوئے کہا۔ حکومت کی طرف سے کسی پیغام کا سن کر اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

”شکریہ۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ سلسلے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اُسی لمحے وہی ملازم اندر داخل ہوا۔

”کچھ بیٹے کے لئے لافٹ۔“ رام داس نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سورسی۔ ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔ ہمیں فورسی واپس جانا ہے۔ اور ہمارا نیا دہ دیر یہاں رکنا نظر سے غالی نہیں۔ پس آپ ہم سے پیغام وصول کر لیں اور پھر ہمیں اجازت دیں۔“ عمران نے کہا۔

”ادھ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔“ رام داس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”آپ جب پیغام پڑھیں گے تو آپ ساری تائید کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ رام داس نے کہا۔

”اور کے تم جاؤ۔ اور سنو۔“ جب تک میں نہ بلاؤں اندر نہ خود آنا اور نہ کسی کو آنے دینا۔“ عمران کے دل کی بات رام داس نے خود ہی کر دی۔ اور عمران یوں سرکلنے لگا جیسے رام داس کی زبردست ضمانت پر ایمان لے آیا ہو۔

ملازم نے باہر جاتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

”مسٹر کامران۔ دروازہ بند کر دو۔ تاکہ میں وہ پیغام جناب رام داس کو دکھا سکوں۔“ عمران نے قریب صوفے پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر نے اٹھ کر دروازے کی اندر سے شیشی چڑھادی۔

”آپ مجھے مزید حیران کر رہے ہیں۔ آخر ایسا کیا پیغام ہے۔ جس کے لئے اتنی رازداری کی ضرورت ہے۔“ رام داس کے چہرے پر اب حیرت کے ساتھ ساتھ شکوک کی پچھائیں بھی

اب تم اللہ کر اس کا لباس پہن لو۔ اسی لئے میں نے اس کی کینٹی
پر ضرب لگائی تھی تاکہ اس کا لباس خراب نہ ہو۔ — عمران نے
سکراتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیگر نے بڑی بھرتی سے رام داس کا لباس اتار کر ایک
ان رکھا اور پھر اپنا لباس اتار کر اس نے رام داس کا لباس
پہن لیا۔ — اور عمران کے اشارے پر جوڑنے ٹائیگر کا لباس
رام داس کو پہنا دیا۔ اور عمران ایک بار پھر رام داس کے چہرے
پر چھک گیا۔ اس کے ہاتھ برق رفتاری سے چل رہے تھے اور
تھوڑی دیر بعد رام داس کی جگہ ٹائیگر صوفے پر پڑا نظر آ رہا تھا۔
”رام داس۔ اب تم نے ملازم کو ملا لیتے۔ اور اسے کہنا
ہے کہ مہمان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ اور میں اسے
ہسپتال چھوڑنے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد باہر موجود کار تم
نے آؤ خود چلائی ہے۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ رام داس کو
کون لے گیا ہے۔ — عمران نے کسی غلطی کا راز کی طرح
باقاعدہ یہ آیات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹیکس ہے جناب۔ — ٹائیگر نے کہا۔ اس کا ہجہ بالکل
رام داس سے ملتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اللہ کر دروازہ
کی چابی کھولی اور باہر نکل گیا۔ عمران کے اشارے پر جوڑا
صوفے پر پڑے ہوئے رام داس کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا اور
پھر سب باہر آ گئے۔

”دیکھو۔ — مہمان کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ میں اسے

لہرائے لگی تھیں۔ لیکن عمران کا چہرہ اس قدر مطمئن تھا جیسے واقعی وہ
کسی سفارتی مشن پر آیا ہو۔

یہ پیغام ہے آپ کے لئے۔ — عمران نے کوٹ کی اندر ردی
جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال لیا۔ — لفافہ کو دیکھ کر
رام داس کے چہرے پر اطمینان نمایاں ہو گیا۔

”یہ کچھ ہے۔ — اسے چھو لیجئے۔ — عمران نے اٹھ کر بڑے
چوکھڑے ہاتھ میں لفافہ دیا۔ اس کی طرف بڑھایا۔ اور رام داس نے
ہاتھ بڑھا کر لفافہ پکڑ لیا۔ اٹھا کر عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے
حرکت میں آیا اور رام داس کی کینٹی پر پشاندہ سا چھوٹا اور وہ لہرا رہا
ہوا صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ ایک ہی لمحہ میں اور بر قوت ضرب دے
رام داس کو ہوش سے بے ہوشی کی سرحد میں داخل کر دیا۔ عمران نے
لفافہ کو داس جیب میں ڈالا۔ — اور پھر اس نے کوٹ کی اندر ردی
جیب سے ایک باکس نکالا۔ یہ ریڈیو میٹر ایکسپلرٹس تھا۔

”ٹائیگر۔ تم نے رام داس پر کیا ہے۔ تاکہ ہم اسے یہاں
سے اطمینان سے باہر لے جا سکیں۔ — عمران نے کہا اور پھر
اس نے باکس کھولی کہ ٹائیگر کے چہرے پر رام داس کا میک اپ
کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیز رفتاری سے چل
رہے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد اس نے جب با
جٹلے تو ٹائیگر کی جگہ رام داس پیشا ہوا تھا۔ اس کے چہرے
کے نقوش اور باؤں کا رنگ اور سٹائل بالکل رام داس جی
تھا۔

پیشل ہا سپیشل پہنچانے جا رہا ہوں۔ تم خیال رکھنا۔ اس کی
کمر بٹا کر بٹے سے ٹھکانا بلجے میں کہا۔
”سہو ڈاکٹر کو یہاں بلا لیں۔“ ملازم بھیجے ہوئے
بولے۔

”اودہ نہیں یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ تمہیں کچھ کہنا جاد رہا ہے
کہو۔“ ٹائیگر نے سخت بلجے میں کہا۔
”میں سہو۔“ ملازم نے سہم کر کہا اور پھر ٹائیگر کے
اشارے پر عمران اور اس کے ساتھی اپنی کار میں سوار ہو گئے
بے ہوش رام داس کو جو ٹائیگر کے میک اپ میں نقاد و میانہ
بٹھا لیا گیا۔ دونوں طرف جو زوت اور جانا بیٹھے تھے جنہوں
نے اسے سنبھال رکھا تھا۔ جب کہ ٹائیگر نے رام داس کی کار
دروازہ کھولا اور اندر چلے گیا۔ کار کی چابیاں رام داس
جیب سے ملی گئی تھیں۔

چند لمحوں بعد دونوں کار میں پہنچا ٹیکس سے باہر نکل کر کالونی
کے بڑے گیسٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ ٹائیگر نے اپنی کار
رکھی ہوئی تھی اور عمران کی کار اس کے پیچھے تھی۔

رام داس کی کار اور سٹیجنگ پر خود اسے جیٹا دیکھ کر حیرت
موجود سپاہی دودھ سے ہی اٹن میں ہو گئے۔ اور انہوں نے
جلدی سے بیرداٹھ لیا۔ ٹائیگر نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر
سپاہیوں کو ایسا اشارہ کیا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ پھانسی کا رہی اس
کے ساتھ ہے۔ اور پھر دونوں کاریں تیز رفتار سے کالونی

میں کراس کر کے باہر آ گئیں۔ رام داس کی موجودگی کے بعد
لاہور سے کسی چیکنگ کار کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوا تھا۔
کالونی سے کافی فاصلے پر آ کر عمران نے اپنی کار ٹائیگر کی کار
پر برابر ٹاکر ٹسے لگنے کا اشارہ کیا۔ اور ٹائیگر نے کار ایک
من کر کے روک دی۔ عمران نے بھی اپنی کار اس سے ذرا آگے کر
روک دی۔ اور ٹائیگر کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ ٹائیگر کا رستہ
پر عمران کی کار کی طرف بڑھا۔

”یہ ٹوٹا تم ہم فٹ کر دو۔“ جلدی۔ پانچ منٹ کا وقت
لس کر دیا۔ جلدی کر دیا۔ عمران نے جیب سے ایک
بندہ انداز کا ٹائم بم نکال کر ٹائیگر کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اور ٹائیگر
نے بڑی پھرتی سے داپس جا کر بم فٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند
منحوں بعد وہ فارغ ہو کر داپس عمران کی ساتھ والی سیٹ پر
اگر بیٹھ گیا اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ عمران نے کوٹ
لی اندرونی جیب سے ایک سپر تیلی سی جلی نکال کر ٹائیگر کی طرف
بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اسے پہنی لو۔ اب رام داس کا میک اپ ختم۔ ورنہ
ستے میں کوئی تمہیں دیکھ کر چونک سکتا ہے۔“ عمران نے
سکراتے ہوئے کہا۔ سرنگ پر چون کہ اکا دکا ٹریفک اتنی۔ اس
لئے ٹائیگر نے بجاک کر جلی کو بڑی پھرتی سے اپنے سر اور چہرے
پر رکھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے مخصوص انداز میں ٹھکانا شروع
کر دیا۔ عمران نے چون کہ اسے خود میک اپ کی ٹریفک سے

رکھی تھی اس لئے وہ میک اپ میں ماہر تھا۔ چنانچہ دو چار ہیکرو کے بعد اس کے بالوں کا شائل اور چہرے کے نقوش ایک نئے بدل گئے۔ اور عمران نے اطمینان سے سر ملاتے ہوئے ایک ہیڈ پیئر مزید دباؤ ڈال دیا۔ اُسی لمحے اُسے پیچھے ایک خوشنما دھماکہ سنائی دیا۔ اور عمران کے لبوں پر چمکری مسکراہٹ طاری ہو گئی۔

”عمران صاحب۔ کاروبار ہو گئی۔“ ٹائیگر نے کہا
”اچھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ شاید شبِ برأت پر پلٹے تھو؟“
جواب ہے میں۔“ عمران نے منہ ملتے ہوئے کہا اور ٹائیگر شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔ واقعی اس کا فخر بچکانہ تھا۔ ٹائم مِم وہ خود ہی لگا آیا تھا۔ اور ظاہر ہے ٹائم مِم نے تو پوچھنا ہی تھا عمران مسکراتا ہوا کار کو آگے بڑھانے لگا۔ اُس کا ٹر اُسی کوٹھی کی طرف تھا جسے اس نے بلیک ڈیپتھ کا بیڈ کو آرڈر رکھا تھا۔

وزیر خزانہ حبیب الرحمن احمد پاکیشیہات واپس آنے کے بعد بے حد پریشان اور بے چین تھے۔ کیوں کہ عمران نے ان سے ایک ہفتے کے اندر ایلٹ۔ ڈی کو سامنے لے آنے کا وعدہ تو کر لیا تھا۔ اور صدر مملکت نے بھی اس وعدے پر کنفیڈریشن کے منصوبے کو ترک کرنے کا اعلان ملوثی کر دیا تھا۔ لیکن دود دوا نہیں واپس آئے ہوئے گزر چکے تھے۔ اور ابھی تک عمران یا اس کے ساتھیوں کی نہ ہی آمد ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی ایسی کارروائی سامنے آئی تھی جس کے تحت یہ کہا جاسکتا کہ فوجیوں کو گرفتار کیا جاسکے گا۔ اور صدر مملکت بار بار ان پر دباؤ ڈال رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پریشانی بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کہ کافرستان نے اپنی فوجوں کی تعداد بھاشانہ کی سرحد پر دو گنی سے بھی زائد کر دی تھی اور آثارِ نظر آ

ہوتے کسی بھی وقت کافرستان بجا شان پر حملہ کر سکتا ہے۔
اس وجہ سے صورت حال روز بروز پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتی جا
رہی تھی۔

اب تنگ آکر انہوں نے سر سلطان سے خصوصی فون کال پر
بات کی تھی۔ اور سر سلطان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک ٹیڑھ
بات کر کے صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کر دیں گے۔ اور
اس وقت سر حسین احمد سر سلطان کی جوابی کال کے ہی منتظر
تھے۔

اُسی لمحے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور سر حسین
نے پیک کر دیوڑھا لیا۔

”یس۔۔۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”جناب۔۔۔ ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے آپ
کو ویسٹرن کارمن سیکرٹ مردس کا نمائندہ بتا رہا ہے۔ اس
کا کہنا ہے کہ ایک خفیہ پیغام آپ تک پہنچانا ہے۔۔۔ دوسری
طرف سے ان کے پی۔ اے کے لئے کہا۔

”ویسٹرن کارمن سیکرٹ مردس کا نمائندہ۔۔۔ اور مجھے
پیغام دینا چاہتا ہے۔۔۔ اچھا بیچ دو۔۔۔ سر حسین احمد نے
بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا غیر ملکی نوجوان
اندرو داخل ہوا۔ وہ اپنے قدم دقامت سے اور چال ڈھال سے
سیکرٹ مردس کا ہی رخن دکھائی دیتا تھا۔

”ہیلو۔۔۔ مجھے رچرڈ کہتے ہیں۔ میں ویسٹرن کارمن سیکرٹ
مردس سے متعلق ہوں۔۔۔ آنے والے نے بڑے مودبانہ
انداز میں مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”او۔۔۔ تشریف لیکئے۔ آپ کی آمد انتہائی غیر متوقع
ہے۔۔۔ سر حسین احمد نے معاف فرماتے ہوئے جواب دیا۔

”جی ہاں۔۔۔ یہ ایک خفیہ سلسلہ ہے۔ اس لئے مجھے اس
انداز میں آنا پڑا۔ پہلے میں نے سوچا کہ آپ کی رپارٹیں گاہ پر آپ
سے ملاقات کی جلتے۔ لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ آپ آج کل
ایذا زیادہ وقت دفتر میں گزارتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب
سمجھا کہ یہیں ملاقات کروں۔۔۔ رچرڈ نے سنجیدہ ہنسنے میں
جواب دیا۔ وہ میز کی دوسری طرف کرسی پر بڑے مودبانہ انداز
میں بیٹھا ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ فرمیتے کیا پیغام ہے اور کس کا پیغام
ہے۔۔۔ سر حسین احمد نے اس کی لمبی بات سے گھبراتے
ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔ ویسٹرن کارمن کی سیکرٹ مردس نے ایک کیس
کے سلسلے میں ایک ایسے مجرم کو پکڑا ہے جس سے آپ کے ملک
کے متعلق کئی اہم دستاویزات ملی ہیں۔۔۔ ایسی دستاویزات
جن کا تعلق آپ کے ملک کی سلامتی سے ہے۔ رچرڈ باس نے مناسب
سمجھا کہ سفارت خانے کے ذریعے اسے آپ تک پہنچانے کی کجائے
براہ راست آپ تک انہیں پہنچا دیا جائے۔۔۔ رچرڈ نے کہا۔

اور پھر کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پھول ہوا لافانہ نکالا۔ جن پر لاکھ سے کہی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے فناؤمر حسین احمد کی طرف بڑھا دیا۔ سر حسین احمد نے بڑے رنج و حسرت سے انہیں لافانہ نکولا۔ اور اس میں موجود کاغذات باہر نکال لئے۔ اور پھر وہ ان کاغذات کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ جب کہ سامنے بیٹھے ہوئے دیر ڈنے انہیں مطالعے میں مصروف پاکر کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا پاکس نکالا۔ اور اسے میز کی سطح سے نیچے رکھ کر اس کے نیچے چکی ہوئی بیٹی اتار دی۔ اور پھر ہاتھ کو بڑھا کر اسے میز کے نیچے ایک سائیدہ پراسی جگہ لگا دیا۔ جہاں سے وہ عام طور پر نظر نہ آسکتا ہو۔ پاکس میز کی سطح سے چپک گیا۔ اور دیر ڈنے ہاتھ واپس پکھنچ لیا۔ اب اس کے چہرے پر احمقانہ کے آثار چمک رہے تھے۔ جیسے اس نے اپنا کام مکمل کر لیا ہو۔ لافانے میں موجود تین کاغذات پڑھنے کے بعد سر حسین احمد نے سر ادا پر اٹھایا۔ ان کے چہرے پر حسرت کے آثار تھے۔ کیوں کہ ان کاغذات سے صرف یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خفیہ تنظیم اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں بھاشانہ کے مستقل مندوب کی نگرانی کر رہی ہے۔ اور وہ ان سے کسی اجلاس میں اپنی مغز کا بیان دلانا چاہتے ہیں۔

”مسٹر دیر ڈ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان کاغذات میں کیا درج ہے۔“ سر حسین احمد نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ میں نے تو صرف امانت آپ تک منتقل

کر دی ہے اور بس۔ ان میں کیا ہے کیا نہیں یہ آپ جانیں اور چیٹ باس۔“ دیر ڈنے جواب دیا۔

”مسٹر دیر ڈ۔ آپ اپنے چیٹ باس کا مکذمت بھاشانہ کی طرف سے شکریہ ادا کر دیجئے گا۔ ہم ان کے ممنون احسان ہیں۔ کہ انہوں نے یہ مہربانی کی ہے۔ میں جلد ہی حسب ضابطہ بھی فون پر ان سے بات کر دوں گا۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”جناب۔ چیٹ باس نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ ان کاغذات کے سلسلے میں کوئی فون کال نہ کریں۔ کیوں کہ یہ کاغذات وہ ذاتی حد تک سمجھ رہے ہیں۔ ان کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ دیر ڈنے جلدی سے کہا۔

”اوہ اچھا میں سمجھ گیا۔ بہر حال میری طرف سے شکریہ ادا کر دیجئے۔“ سر حسین احمد نے سر طے کیے ہوئے کہا اور دیر ڈ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اچھا۔ مجھے اجازت دیجئے۔“ دیر ڈ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور سر حسین احمد نے بھی اٹھ کر ان سے الوداعی مصافحہ کیا اور دیر ڈ مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔ جب کہ سر حسین احمد کی نظریں ابھی تک بند دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ انہیں اس حسب چکر کی سمجھ نہ آئی تھی۔ کیوں کہ سیکورٹی کونسل کا بھاشانہ پڑھ کر کن سی نہ تھا اور اسی وجہ سے سیکورٹی کونسل میں بھاشانہ کا کوئی مستقل مندوب ہی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں دیر ڈ کی آمد اور ان کاغذات کی کوئی تک سمجھ نہ آ رہی تھی۔ ابھی وہ

کہا۔ کیوں کہ ظاہر ہے ایک ٹوٹے ہوا راست گنگوٹ سے دو خانے
مطمئن ہو سکتے ہیں۔
”جیل۔ ایک ٹوپی گنگوٹ۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک باوقار
اور بھاری سی آواز سنائی دی۔

”میں حسین احمد وزیر خاں راجہ بول رہا ہوں۔ صدر مملکت اور
میں الیٹ۔ ڈمی کے سلسلے میں بے حد پریشان ہیں۔ کیوں کہ
ان کی طرف سے تحریکی کارروائیاں جاری ہیں اور ملک کے معوضی
حالات روز بروز گھٹتے جا رہے ہیں۔ ادھر کافرستانی بھی
اپنا دباؤ ہم پر لحاظ سے بڑھاتا جا رہا ہے۔۔۔ سر حسین احمد نے
تیز لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ آپ کو کیا پریشانیں درپیش ہیں۔ لیکن میرے
آدمی آپ کے ملک میں پہنچ کر کام کا آغاز کر چکے ہیں۔ مجھے یقین
ہے کہ آپ کی توقع سے بھی پہلے اس کے نتائج سامنے آنا شروع ہو
جاؤں گے۔ آپ مطمئن ہیں۔ ہم جب کسی کام کا میٹرہ اٹھاتے
ہیں تو اسے ہر صورت اور ہر قیمت پر مکمل کرتے ہیں۔ لیکن بہر حال
کچھ دقت تو لگ ہی جائے گا۔ ایک ٹوٹے پتھر سے ہونے
اور مطمئن لہجے میں کہا۔

”بہت شکریہ۔ آپ کی اس بات سے مجھے خاصا اطمینان
ہو گیا ہے۔ ورنہ میں آپ کی کال سے چند لمحے پہلے بے حد پریشان
تھا۔۔۔ سر حسین احمد نے کہا۔

”چند لمحے پہلے کیوں۔ ایسی کیا بات ہو گئی۔۔۔ دوسری

بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی ایک
بار بکھر چکی تھی۔ اور سر حسین احمد نے جلدی سے رسیور
اٹھا لیا۔

”ہیس۔۔۔ سر حسین احمد نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔
”جناب۔ پاکیشیا سے سپیشل کال ہے۔۔۔ دوسری
طرف سے سی۔ اسے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”اور گئے۔ اسے سپیشل لائن پر آن کر دو۔۔۔ سر حسین احم
نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

دوسرے لمحے ایک سائیڈ پر رکھنے ہوئے سرخ رنگ کے
فون کی گھنٹی بچ اٹھی۔ اور سر حسین احمد نے اس کا رسیور
اٹھا لیا۔ اس فون پر کال کا مطلب تھا کہ بات چیت سپیشل لائن
پر ہو رہی ہے۔ جسے کال کر کے اور وصول کرنے والے کے علاوہ
اور کوئی نہ سن سکتا تھا۔

”ہیس۔ حسین احمد پیکنگ۔۔۔ سر حسین احمد
نے کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں فرام پاکیشیا۔ میں نے ایک ٹوٹے
بات کی ہے۔ وہ براہ راست آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں تاکہ
آپ کو مناسب تفصیلات بتا سکیں۔ آپ چند لمحے بولڈ آن
کریں میں ان سے آپ کا رابطہ قائم کر دوں۔۔۔ دوسری طرف
سے سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے مہربانی۔ حسین احمد نے خوش ہوتے ہوئے

طرف سے ایک ٹوٹنے چوکتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اصل ایک الجھن سی ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے ایک نوجوان غیر ملکی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ویسٹرن کاربن کی سیکرٹ سروس سے متعلق ہے۔ وہ اپنا نام ریچرڈ بتا رہا تھا۔ اس نے ایک لحاظ مجھے لاکر دیا ہے کہ اسے سیکرٹ سروس کے چیف نے ذاتی حیثیت سے بھیجا ہے۔ انہوں نے ایک کیس کے سلسلے میں ایک ملازم کو دبا ہے۔ جس سے چند ایسی دستاویزات ملی ہیں جن کا تعلق بھاشانہ کی سلامتی سے ہے۔ کاغذات اس فائل میں موجود تھے۔ ساتھ ہی ویسٹرن کاربن سیکرٹ سروس کے چیف کا خط منسلک ہے۔ لیکن مشر ایکسٹو حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کاغذات میں درج ہے کہ کوئی خفیہ تنظیم اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں بھاشانہ کے مستقل مندوب کی نگرانی کر رہی ہے۔ اور ان سے کوئی اپنی مرضی کا بیان دلانا چاہتی ہے۔ لیکن الجھن یہ ہے کہ بھاشانہ تو سیکورٹی کونسل کا اس سال رکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے سیکورٹی کونسل میں کسی مستقل مندوب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

سر حسین احمد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ نوجوان اب کہاں ہے۔ ایک ٹوٹنے تیز ہے۔“

پوچھا۔

وہ تو چلا گیا ہے۔ سر حسین احمد نے جواب دیا۔

”جب آپ یہ کاغذات پڑھ رہے تھے تو وہ نوجوان کیا کر رہا تھا۔ ایک ٹوٹنے باقاعدہ جمع کئے ہوئے پوچھا۔

”نوجوان کیا کر رہا تھا۔ ظاہر ہے خاموش بیٹھا ہوگا۔“

سر حسین احمد نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ انہیں اس سوال کی تک ہی سمجھ نہ آئی تھی۔

سر حسین احمد۔ جب ایسے حالات ہوں جن سے آپ کا ملک گزر رہا ہو تو انتہائی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ بہر حال وہ خط جو ویسٹرن کاربن سیکرٹ سروس کے چیف نے بھیجا ہے۔ اس پر دیکھیں واٹر مارک میں بطخ کی تصویر کاغذ کے اندر موجود ہے یا نہیں ایک ٹوٹنے کہا۔

”بطخ کی تصویر واٹر مارک میں۔“ سر حسین احمد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر انہوں نے میز پر پڑا ہوا کاغذ اٹھا کر اسے ٹیبل ٹیپ کے سامنے کیا۔ لیکن کاغذ سادہ تھا۔ اس کے اندر کوئی واٹر مارک تصویر موجود نہ تھی۔

”نہیں۔ اس میں کوئی واٹر مارک تصویر موجود نہیں ہے۔“

سر حسین احمد نے رسیور میں بولتے ہوئے کہا۔

”تو یہ کاغذ جعلی ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ ساری کارروائی آپ کے دفتر کے اندر کوئی فائر لیس بم وغیرہ لگاتے کے لئے کی گئی ہے۔ آپ کو ان کاغذات کے مطالعے میں مصروف کر کے وہ نوجوان اپنا کام کر گزرا ہوگا۔ آپ فوراً ایک لمحہ دیر کے بغیر کمرہ چھوڑ دیں اور ماہرین سے اس کی باقاعدہ تحقیقات کرائیں

جلدی پینز ۱۰۔ دوسری طرف سے ایک ٹھونے تیز لپے میں
کہا۔

ادھ اچھا لگتا ہی ۱۰۔ سر حسین احمد کا رنگ بھکا دکھانے
ہی ایک لحوت زرد دیکھا گیا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے دسیو کر ٹیلا
پر رکھا۔ اور اٹھ کر تیزی سے بیر دنی دو دانے کی طرف تقریباً
دو ٹپڑے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ پھٹتے ہوئے ببول
پر چل رہے ہوں۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی وہ تیزی سے
عمارت سے باہر کی طرف بڑھتے گئے۔ جب کہ محققہ کمرہ میں موجود
ان کا دفتر سی حملہ حیرت سے انہیں اس طرح باہر جلتے دیکھ رہا
تھا۔ سر حسین احمد نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس عمارت سے
دور جا کر پھر میٹنگ کے آرگن کر دیں گے۔ جان کا خوف انہیں
دور سے دور لے جا رہا تھا۔ اور پھر ابھی انہوں نے برآمدے کی
سیڑھیاں اتر کر پورچ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس قدر خوف ناک
دھماکا ہوا کہ سر حسین احمد کو جیسے کسی نے اٹھا کر باہر دوڑ بیٹھا
دیا ہو۔ دھماکے کی شدت نے ان کے پورے جسم حتیٰ کہ دماغ
تک کو مفلوج کر دیا تھا اور وہ اچھل کر پورچ میں کھڑی ہوئی گاڑی
سائید میں منہ کے بل جاگ رہے تھے۔ خوف ناک دھماکے کے بعد
ہر طرف گرد و غبار چھایا تھا اور ساتھ ہی لوگوں کی چیخوں اور بھگنے
دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جب دھماکے کی بازگشت ختم
ہوئی تو سر حسین احمد نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا۔ سب سے پہلے
انہوں نے اپنے جسم کا جائزہ لیا۔ اور یہ دیکھ کر انہیں اطمینان

سا ہوا کہ وہ بالکل صحیح سلامت ہیں۔ اب سائرن بجنے اور چیخ و پکار
کی آوازیں کافی بلند ہو چکی تھیں۔ اور سر حسین احمد اٹھ کھڑے
ہوئے۔ اب صورت حال کچھ واضح ہو چکی تھی۔ ان کے دفتر کی عمارت
کا وہ پورا بلاک جس میں ان کا دفتر تھا بجے کی صورت میں زمین بوس
ہو چکی تھی۔

آپ بجز یہ ہیں جناب ۱۰۔ اچھا کس انہیں قریب سے
کسی کے پھینکنے کی آواز سنائی دی اور وہ چونک پڑے۔ یہ
سیکرٹری وزارت داخلہ تھے۔ جن کا دفتر ان کے دفتر سے قریب
تھا۔ وہ شاید دھماکے کی آواز سن کر بھگتے ہوئے آئے تھے۔
یہ کیا ہو گیا ہے۔ یہ کیا ہوا ہے ۱۰۔ سر حسین احمد نے
مشینی انداز میں پوچھا۔ الفاظ ان کے لبوں سے جیسے خود بخود
پھسل رہے تھے۔

کوئی خوف ناک واردات ہوئی ہے۔ ہم کا دھماکا ہے۔ آپ
ہمارے دفتر میں چلیں۔ جلدی صورت حال واضح ہو جائے
گی ۱۰۔ سیکرٹری وزارت داخلہ نے کہا۔

ہم کا دھماکا ۱۰۔ ادھ ہاں۔ واقعی یہ ہم کا دھماکا ہے۔ ایک ٹھو
نے سچ کہا تھا ۱۰۔ سر حسین احمد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
ایک ٹھو ۱۰۔ یہ کون سے جناب ۱۰۔ سیکرٹری داخلہ
نے جو ساتھ ہی چل رہے تھے چونک کر پوچھا۔

کچھ نہیں کچھ نہیں ۱۰۔ پینز ۱۰۔ معلوم کر لیجئے کوئی نقصان
تو نہیں ہوا۔ ادھ ۱۰۔ دفتر میں تو سب لوگ موجود تھے ۱۰۔

سرخسین احمد نے بات بہتے ہوئے کہا۔

”ابھی معلوم ہو جا تا ہے سرور۔“ سیکرٹری داخلے نے کہا۔
اس دوران بے شمار سیکورٹی کے افراد اور پولیس عمارت کے
بلے کے گرد اکٹھے ہو چکے تھے۔ سیکرٹریٹ فائر بریگیڈ بھی
پہنچ چکا تھا۔ اور بلے کے اندر سے زخمیوں اور لاشوں کو باہر نکالا
جا رہا تھا۔

سرخسین احمد کو وزارت داخلہ کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔
وزیر داخلہ چوں کہ کہیں دور رہے پرگئے ہوئے تھے اس لئے ان
کا دفتر خالی تھا۔ کافی دیر تک تو سرخسین احمد دونوں باتوں سے
اپنا سر کپڑے صوفے پر بے خیالی کے سے عالم میں بیٹھ رہے۔ ان
کے دل میں بار بار ہول سا اٹھ رہا تھا کہ اگر اتفاق سے سر سلطان
اور ایکسٹو کی کال نہ آجاتی اور وہ ایک شو سے اس نوجوان کے
بارے میں بات نہ کر لیتے تو ان کا اپنا جسم سیکورٹوں ٹکڑوں میں
تبدیل ہو کر ہزاروں من بلے میں دبا پڑا ہوتا۔ اور انہیں ایک
کی ڈبانت پر بھی رشک آرہا تھا کہ جن نے صرف چند لمحوں میں
صرف بات چیت سے یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ نوجوان کیوں آ
تھا۔ اب انہیں رشک آرہا تھا کہ کاش ایک شو جیسا آدمی
بجاشانہ میں بھی ہوتا۔ لیکن انہیں معلوم تھا کہ ایسے لوگ صدیوں
بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اب انہیں کمال
یقین ہو گیا تھا کہ ایکسٹو بجاشانہ میں کام کرنے والے فخریوں
ضرور گرفتار کر لے گا۔

تھوڑی دیر بعد بے شمار بڑے بڑے افسران ان کے کمرے میں
پہنچ گئے۔ وہ سب انہیں اس طرح موت کے منہ سے نکالنے
پر مبارک باد دے رہے تھے۔ انباری منٹوں سے بھی انٹرویو لینے آ
تھے۔ صدر مملکت کا بھی فون آ گیا۔ وہ سب ان سے اسی بات
پوچھ رہے تھے کہ آخر وہ ہم چھٹے سے چند لمحوں پہلے اس طرح تیزی
سے اٹھ کر دفتر سے کیوں نکلے۔ کیوں کہ ایک ڈی جی نے
یہ بیان دیا تھا کہ وزیر خارجہ کے کمرے میں ہم چھٹے سے چند لمحوں پہلے
دفتر خارجہ کمرے سے نکل کر بے تحاشا اور خلاف معمول انداز میں
دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ لیکن سرخسین احمد سمجھتے
تھے کہ انہوں نے ایک ٹھوکا نام نہیں لیتا۔ اس لئے انہوں نے
صرف اتنا کہا کہ چھٹے کیوں ان کی طبیعت بیٹھے بیٹھے اس قدر
گھبراہٹ کی کہ وہ لاشوں کی طور پر اٹھ کر باہر نکل گئے۔ اور پھر ان
کے اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور چھٹی ساتویں حصے
کے ہر وقت خبردار کر دینے کے متعلق باتیں شروع ہو گئیں۔ اور
سرخسین احمد ان سے فاسخ ہو کر مسلح سیکورٹی گاؤں کے پہرے
میں واپس اپنی رہائش گاہ پر چلے گئے۔ البتہ انہوں نے
کوئی پیرپہرے کے اشتباہات مزید سخت کر دینے کے خصوصی
ا حکامات دے دیئے کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان پر باقاعدہ
تہمتا نہ حملہ کیا گیا ہے۔ اور یہ حملہ دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔

ہونٹ کھٹے ہوئے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ قد سے نرم تھا۔
 ”جناب کال میں نے فون ہوئے تھے کی بھئی کال کرنے کے
 بعد میں ایک طرف گھڑی ہوئی اپنی کار کے پاس گیا۔ اور پھر
 کار میں بیٹھ کر میں نے جتنی پیش کر دیا تھا زیادہ سے زیادہ تین
 چار منٹ کا وقفہ ہوا ہو گا۔“ رچرڈ نے جواب دیا۔
 ”یہ بات ہے تو اسے واقعی اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے بہر حال
 ایف۔ ڈی کا یہ پہلا جملہ ہے جو ناکام گیا ہے۔ اور میں اس
 ناکامی کے داغ کو ہر قیمت پر دھونا ہو گا۔ اب معلوم کرو کہ وزیر
 خارجہ کہاں ہے۔“ کرنل چارلس نے سخت الجھے میں کہا
 ”یس سر۔“ رچرڈ نے قد سے بے مہم کی بجھے میں کہا
 اور تیزی سے مڑ کر واپس چلا گیا۔

”ہائس۔“ یہ پاکیشیل سے کال آنا اور سر حسین احمد کا
 بے تحاشا یوں اپنے دفتر سے نکل بھاگنا اس میں کوئی راز ہے
 کارپج نے رچرڈ کے جانے کے بعد کہا۔
 ”وہ وزیر خارجہ جسے غلط ہے خدان کالیں تو آتی جاتی
 رہتی ہوں گی۔ اور جہاں تک ہم کے چیک کر لئے جانے کا سو
 ہے تو یہ ناممکن ہے۔ اگر وہ پہلے چونکنا ہوتا تو وہ یوں اٹھ
 سے بیٹھ کر دکان کال نہ رہے مگر تار جتنا بہر حال یہ شخص لگا
 ہی ہو۔“ کرنل چارلس نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا
 پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور کرنل چارلس

ریور اٹھایا۔

”یس۔“ کرنل چارلس کے لیے جن ابھی تک سختی موجود تھی۔
 ”سر۔ ایک اہم اطلاع ہے۔ سیکرٹری خارجہ رام داس کو
 ان کی رہائش گاہ سے انوا کر لیا گیا ہے۔ اور ان کی کار کو سرکزی
 سیکرٹریٹ کا کوئی سے ٹھکانے ہی فاصلے پر ہم سے تباہ کر دیا گیا ہے۔
 اور۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ نمبر سس نے ابھی ابھی یہ اطلاع
 دی ہے کہ اس نے رام داس صاحب کو کار کوئی سے نکل کر ایک کار
 میں جاتے دیکھا۔ ان کے ساتھ ایک اور کار تھی جس میں دو قوی
 میکن دیو نما انسان بیٹھے ہوئے تھے جن کے درمیان ایک بے ہوش
 آدمی کو اس طرح بٹھایا گیا تھا کہ وہ دونوں اُسے سنبھالے ہوئے تھے۔
 آجے ایک مقامی فوجوان اس کار کو چلا رہا تھا۔ سرکزی سیکرٹریٹ
 سے رام داس اپنی کار چلا تے ہوئے اودھ کا روائے اٹھتے ہی نکلے۔ کافی
 فاصلے پر اگر رام داس صاحب نے اپنی کار روک دی۔ دوسری
 کار بھی رگ تکی تھی۔ رام داس صاحب اپنی کار سے اتر کر دوسری کار
 کے پاس پہنچے۔ یہاں ان کے کوئی چیز اس کار کے ڈرائیور سے حاصل
 کی اور پھر اُسے اپنی کار میں جا کر نصب کیا۔ اور خود واپس دوسری
 کار میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اور وہ کار آگے بڑھ گئی۔ چند
 لمحوں بعد رام داس صاحب کی ٹشلی اچانک بدل گئی تھی۔ لباس
 وہی تھا۔ لیکن شکل بالکل تبدیل تھی۔ نمبر سس اس گاڑی کا
 بڑی ہوشیاری سے تعاقب کرتا رہا۔ یہ کار گشت کا کوئی ایک
 کوئی جس کا نمبر بار ہے میں چلی گئی ہے۔ نمبر سس اس کی

گجراتی کر رہا ہے۔ دوسری طرف سے تفصیل بتائی گئی۔

ٹیکسکس۔ میں ابھی اس بارے میں اقدام کرتا ہوں۔
کرنل چارلس نے کہا اور وہ رسیورڈ کتے ہی رابرٹ کی طرف
مڑا۔

رابرٹ۔ نام داس کو اغوا کر کے گلشن کلاونی کی کوٹھی منبر
بارہ میں لے جایا گیا ہے۔ تم اپنا گرویلے کر اس پر ریڈ کرو۔ اور
اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ کوئی آدمی زندہ ڈیچے پاس ہے۔
فل ریڈ۔ کرنل چارلس نے تیرا لہجہ میں کہا۔

”وہ نام داس۔ وہ تو ہمارا آدمی ہے۔“ رابرٹ نے
کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اسے بھی ختم کر دو۔ جو آدمی نظروں میں آجائے اس کے بعد اس
کا زندہ رہنا انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔“ کرنل چارلس نے
اپنی بات پختہ دیتے ہوئے کہا۔

ٹیکسکس۔ جس طرح رپورٹ دی گئی ہے اس کے
مطابق تو رام داس کی اپنی حرکات ہی مشکوک ہیں۔
چارلس نے کہا۔

”وہ نہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ ساری جیک باؤسی تھی۔ جو
آدمی ان قومی میٹنگ آرمیوں کے درمیان بے ہوش بنجا گیا تھا وہی
در اصل رام داس تھا۔ اور ظاہر ہے اس کے میک اپ میز
اسے اعزازی کرنے والوں کا آدمی ہو گا۔“ کرنل چارلس نے کہا۔
اور رام سن مرنے لگا۔

”ٹیکسکس۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ مقامی سیکرٹ
سروس کی کارروائی ہو سکتی ہے۔“ رابرٹ کے جانے کے
بعد کالریج نے کہا۔

”مقامی سیکرٹ سروس۔“ وہ مجھے یاد آیا۔ منبر ایون تھری
نے رپورٹ دی ہے کہ سیکرٹ سروس کا کرنل شریف اس ٹھکانے
نہ تھا۔ اس نے اس پر تشدد کیا، لیکن ایون تھری نے مردہ
ہی کر اس سے جان چیرائی۔ اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اور
پیر ڈاکٹر سبطین نے بھی مینڈ کو مارٹر کو خفیہ اطلاع دی ہے کہ ایون
تھری کے بعد وہ ڈاکٹر سبطین پر چڑھ دوڑا۔ اس نے اس پر
زبردست تشدد کیا۔ اور اعلیٰ ڈی کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ ڈاکٹر
سبطین نے برہمی مشکل سے ایک سفارت کار کو بلکرا اور صدر مملکت
سے بات کر کے اپنی جان بچائی۔ اور اب بھی سیکرٹ سروس
کا آدمی ڈاکٹر سبطین کی گجراتی کر رہا ہے۔“ کرنل چارلس
نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ۔ اس کا مطلب ہے مقامی سیکرٹ سروس ہمارے
کلیمو پر عمل نہ کی ہے۔ یہ تو انتہائی خطرناک صورت حال ہے۔“
کالریج نے تشویش سے پوچھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس لئے تو میں نے ایون تھری کا خاتمہ کر دیا ہے۔
اور ڈاکٹر سبطین کو بھی اب تک قتل کیا جا چکا ہو گا۔ کیوں کہ بہرحال
یہ دونوں نظروں میں آچکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں
نے مینڈ کو مارٹر سے کہا ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف کرنل شریف

کو تلاش کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ کرنل چارلس نے کہا اور باقی افراد نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔
 الیف۔ ڈی کا اصول ہی یہی تھا کہ ان کی تنظیم کے متعلق کوئی بھی آدمی اگر نظروں میں آجائے تو اس کا خاتمہ یقینی طور پر کر دیا جائے گا۔ اس اصول کا صرف ڈائریکٹر کو ہی علم تھا۔ چھوٹے ممبروں سے یہ اصول ڈھنیا گیا تھا تاکہ وہ خوف کے مارے رپورٹ دینے سے ہی گریز نہ کریں۔

تو پھر یقیناً نام داس والی کارروائی بھی سیکرٹ سروس کی ہو چکی تھی۔ کالینچ نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔
 اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل چارلس کوئی جواب دیتا اچانک میری بڑا ہوا سرخ رنگ کا شیلی فون بج اٹھا۔ اور کرنل چارلس اس کی گھنٹی بجتے سن کر چونک پڑا کیوں کہ یہ پیشہ فون تھا۔ جس سے براہ راست کالیں آتی تھیں۔ اور سوائے خاص خاص افراد کے اس کے نمبروں کا اور کسی کو علم نہ تھا۔ اور وہ سارے خاص افراد اس وقت اس کے کمرے میں موجود تھے۔ اس کے باوجود فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے تو وہ چونکا تھا۔
 سیس۔ کرنل چارلس نے رسیور اٹھا کر کہا۔

کرنل چارلس۔ میں کرنل ہمیرخ بول رہا ہوں۔ دو صبر طرف سے رہا آدمی کے کرنل ہمیرخ کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل چارلس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے تھے واقعی اپنے خاص آدمیوں کے علاوہ یہ فون نمبر کرنل ہمیرخ کے پاس بھی

تھا اور اس کا کرنل چارلس کو بھی خیال نہ آتا تھا۔
 ادہ۔ کرنل ہمیرخ۔ سنائیے۔ مشن کیا جارہا ہے۔ کوئی تبدیلی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا۔ کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 پاکیشیا سیکرٹ سروس کا تو کلیو ابھی تک نہیں ملا۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ لوگ یہاں آئے بھی نہیں۔ لیکن ایک نئی تنظیم سامنے آئی ہے۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔
 کیا مطلب۔ کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

ایف۔ ڈی۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔
 الیف۔ ڈی۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کیا آپ جیسی شخصیت بھی اب مذاق کر رہے تھی۔ کرنل چارلس نے تلخ لہجے میں کہا۔
 میں مذاق نہیں کر رہا کرنل چارلس۔ واقعی ایک نئی تنظیم سامنے آئی ہے۔ میں نے اس کے دو آدمی پکڑ لئے تھے لیکن وہ مکمل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ بہر حال میں ان کے پیچھے ہوں اور سنو۔ ان کی تنظیم کا نام بھی الیف۔ ڈی ہی ہے۔ اس بات پر آپ کی طرح میں بھی چونکا تھا۔ اور میں نے بھی اسے مذاق سمجھا تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان کی تنظیم کا نام فاسٹ ڈیٹھ ہے۔ جن کا مخفف الیف۔ ڈی ہی بنتا ہے۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔
 فاسٹ ڈیٹھ۔ ادہ۔ یہ کس ملک کی تنظیم ہے۔ اور کس

رک کرنے کے اعلان پر مجبور ہو جائے گا۔ کرنل چارلس نے میز پر ہٹکا مارتے ہوئے کہا۔

”اس کی تو یہی صورت ہے بائیں۔ کہ کوئی بہت بڑا آپریشن کیا جائے۔ آتا بڑا کہ حکومت برمی طرح ہو کھلا جائے گا۔“

نے کہا۔

”بڑے آپریشن تو ہم نے کر ڈالے۔ اب کون سا بڑا آپریشن کیا جائے گا۔“

بائیں۔ اگر ہم ان کا مین پاؤر ہاؤس اڑا دیں تو یہ آتا بڑا دھچکا ہو گا جسے بھاشنا نہ ہر دانشور نہ کر سکے گا۔“

بائیں۔ مین پاؤر ہاؤس۔ کیا مطلب۔“

چونکتے ہوئے پوچھا۔

”بائیں۔ مجھے اتفاق سے یہ معلومات ملی ہیں کہ ایک برمی کی مدد سے بھاشنا کے دارالحکومت باکامین ایک بہت بڑا برمی بجلی گھر بنایا گیا ہے۔“

اس پر اربوں ڈالر خرچ کئے ہیں۔ یہ بجلی گھر آتا بڑا ہے کہ اس سے پورے ملک کو بجلی سپلائی کرنے کے

انتظامات کئے گئے ہیں۔ اور اسی بجلی گھر کی وجہ سے بھاشنا میں ترقی کی رفتار بے حد تیز ہو گئی ہے۔ اگر یہ بجلی گھر اڑا دیا جائے تو بھاشنا کے لئے آتا بڑا زخم ہو گا کہ جسے وہ صدیوں تک چاٹا رہے گا۔“

بائیں نے کہا۔

”لیکن بائیں۔ بجلی گھر کو اڑانے کی بجائے اگر اسے اڑانے کی دھمکی دی جائے تو یہ زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔“

مقاصد کے تحت آئی ہے۔ ایسی تنظیم کا نام پہلے تو کبھی نہیں سنا۔“

کرنل چارلس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ لیکن ان دو آدمیوں کی حیرت انگیز ذہانت۔ پھر فی اور دلیری سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ تنظیم

ایف ڈی کے مقابلے میں آئی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پاکریشیا کی کوئی اور غفیل تنظیم ہو جسے سیکرٹ سروس کی بجائے

بھیجا گیا ہو۔“

کرنل ہیریخ نے جواب دیا۔

”اوہ۔“

”ایسا ہی ہو گا۔ پھر تو اسے فوری طور پر کرش کر

ہو گا۔“

کرنل چارلس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”اسے آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ریش آڈی ایسی تنظیموں کو مسل وین

کی پوری طاقت رکھتی ہے۔ میں نے تو صرف آپ کو مطلع کر

کے لئے خون کیل ہے۔“

”گڈ بائی۔“

دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی

رابطہ ختم ہو گیا۔

کرنل چارلس نے دسیورہ دیا۔ لیکن اس کی پیشانی پر بہت

سی سلوٹیں نمودار ہو گئی تھیں۔

”حالات تیزی سے بدلتے جا رہے ہیں۔ حکومت ہمارے

منصوبے کے مطابق اعلان نہیں کر رہی۔ اور ہر مقامی سیکرٹ

سروس اور یہ نئی تنظیم ایف ڈی بھی سامنے آگئی ہے۔ ہمارے

مشن فیل ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اس کا کوئی فوری حل در

پا جائیے۔ کوئی ایسا حل کہ حکومت فوری طور پر کثیفہ ریش کا منصوبہ

نے کہا۔
 ”دھمکی۔ وہ کیسے۔ اس طرح تو وہ چونکا ہوا جائیگا اور
 اس بجلی گھر کی حفاظت کا انتہائی سخت انتظام کر لیا جائے گا۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔
 ”باس۔ اس بجلی گھر کے وجود پر بھاشانہ کی موجودہ معیشت کا
 انحصار ہے۔ ایف۔ ڈی نے اس کا بک جو کچھ کہتا ہے۔ وہ بھی عوام
 اور حکومت کے سامنے ہے۔ حکومت اور عوام ہم سے انتہائی
 خوف زدہ بھی ہیں اگر ہم یہ دھمکی دے دیں کہ اگر گنڈہ درشتی کا
 منصوبہ دو روز کے اندر ترک کرنے کا باقاعدہ اعلان نہ کیا گیا تو
 بجلی گھر اڑا دیا جائے گا۔ تو یقیناً یہ دھمکی حکومت کے لئے انتہائی
 مؤثر ثابت ہوگی۔ اور پھر عوام بھی بجلی گھر کو بچانے کے لئے باہر نکل
 آئیں گے۔ اور وہ حکومت پر زبردست دباؤ ڈالیں گے۔ کہ
 ایف۔ ڈی کی شدت منظر کو مری جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ
 سیاسی پارٹیاں جنہیں ہم اقتدار میں لے آنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی سرگرم
 ہو جائیں گے۔ اس طرح حکومت مجبور ہو جائے گی کہ جاری مہم
 کے مطابق اعلان کرے۔“
 ”کالبرج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 ”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن ہمیں دوسرے پہلو کو بھی نظر انداز
 نہیں کرنا چاہیئے۔ فرض کیا کسی بھی وجہ سے حکومت یہ اعلان
 نہیں کرتی اور ہمیں یہ بجلی گھر اڑا نا ہی پڑتا ہے۔ تب“
 کرنل چارلس نے کہا۔
 ”جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کے لئے یہ ضروری ہے

کہ ہم اعلان کرنے سے پہلے اس بجلی گھر کے اندر یا تو ایسا بم فٹ کر
 دیں جسے جس وقت بھی چاہیں استعمال کر سکیں۔ یا اگر ایسا ممکن
 نہ ہو تو پھر وہاں کسی ایسے آدمی کی جگہ چار آدمی موجود ہونا چاہیئے جو
 اٹا شہ ملنے پر وہ بم وہاں فٹ کر دے۔“
 ”کالبرج نے کہا۔
 ”دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں۔ اور میرے خیال میں اس طرح
 صورت حال بہت بہتر ہو جائے گی۔ مارسن۔ کیا یہ کام تم اپنے
 ذمہ لے سکتے ہو۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔
 ”بالکل جناب۔ اگر آپ حکم دیں تو میں آج ہی کارروائی کا
 آغاز کر دوں۔“
 مارسن نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں
 کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ جس قدر جلد ہو سکے یہ کام مکمل کر دو۔ مجھے
 جیسے ہی رپورٹ ملے گی دھمکی کا اعلان کر دوں گا۔“
 ”یہی ہے کہ یہ دھمکی اتنی مؤثر ثابت ہوگی کہ حکومت گھٹنے ٹیکنے پر
 مجبور حال مجبور ہو جائے گی۔“
 کرنل چارلس نے فیصلہ کن انداز
 میں کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔
 ”اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ اٹھا کر بیٹنگ درخواست
 کرنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے ساتھی اٹھ کر کمرے سے
 باہر چلے گئے۔“
 ان کے جانے کے بعد کرنل چارلس چند لمحے بیٹھا کچھ سوچا رہا۔
 اس کے ذہن میں فاسٹ ڈیوٹ لے کھلی چٹائی ہوئی تھی۔ کیوں کہ
 ”میں میری بات سے اندازہ ہوتا تھا کہ فاسٹ ڈیوٹ تو قریب سے

زیادہ تیز ثابت ہوئی ہے۔ اور ظاہر ہے جو دو افراد ریڈ آرمی کو بیکر دے کر نکل جاتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ آخر کار سوچ کر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اس خطرناک تنظیم کو صرف ریڈ آرمی پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ بلکہ اس مسئلے میں خود بھی کوئی اقدام کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے میز پر پردے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھانا اور ایک نمبر ریش کر دیا۔

”میں سر۔۔۔ لوئیس پیٹنگٹن۔۔۔ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”لوئیس۔۔۔ پیش گوئی کے چیت میجر تار کو میرے پاس بھیج دو۔ ابھی اندھوڑا۔۔۔ کرنل چارلس نے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ آٹنے والے کے چہرے پر بے پناہ کڑھکی اور درشتی موجود تھی۔ یہ پیش گوئی کا چیت میجر تار تھا۔ اسرائیل کی سب سے خوفناک شخصیت۔ جو سفارتی اور بربریت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

”میں باس۔۔۔ میجر تار نے کو خستہ ہجے میں کہا۔ کرنل چارلس جوں کہ جانتے تھے کہ میجر تار کا انداز ہی ایسا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کے ہجے کو نظر انداز کر دیا۔

”بٹھو میجر۔۔۔ کرنل چارلس نے میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میجر تار سر ہلاتا ہوا

میں پر بیٹھ گیا۔

”ایک تنظیم مہارے مقابلے پر آئی ہے۔ اس کا نام فاسٹ ڈیجھ ہے۔ سب سے انتہائی دلیر اور خوفناک تنظیم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تنظیم کو خود ہی طور پر کرشن کر دیا جائے۔

کرنل چارلس نے کہا۔

”ہو جائے گی باس۔ اور کچھ۔۔۔ میجر تار نے یوں اطمینان بھرے انداز میں کہا جیسے ابھی تالی بجا کر ہوا میں اڑتے ہوئے پتھر کو مسل ٹارگٹے گا۔

”ریڈ آرمی کا کرنل ہمیرخ ان کے پیچھے سے۔ تم ایسا کرو کہ کرنل ہمیرخ کی نگرانی کرو۔ اور پھر جیسے ہی اس تنظیم کا کلیوٹے۔ ان پر پوری قوت سے چڑھ دو۔ اس تنظیم کا کوئی آدمی بھی دوسرا سانس نہ لینے پائے۔۔۔ کرنل چارلس نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ کیا کرنل ہمیرخ سے بھی مکر یعنی پڑنے لگی۔

میجر تار نے پوچھا۔

”مکر لینے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ یہ تنظیم جلد از جلد کرشن کر دی جلتے اور بس۔ کس طرح ہوتی ہے اس سے مجھے مطلب نہیں۔۔۔ کرنل چارلس نے کڑھتے لہجے میں کہا۔

”کرنل ہمیرخ کے علاوہ اور کوئی کلیوٹ نہیں ہے اس تنظیم کا۔

میجر تار نے بھنبویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ ابھی چند لمبے پہلے اس نے ان کی موجودگی کی اطلاع

ہی ہے۔ اور اس کے بقول اس نے اس تنظیم کے دو افراد بھی پکڑے
لیکن وہ ان کے بچے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس
بات سے مجھے خدشہ پیدا ہوا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کرنل ہمیرن
ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکے اور یہ تنظیم چلا سکتے درود
بن جائے۔ کرنل چارلس نے کہا۔

”واقعی باس۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ ریڈ آرمی کی گزشت
میں آئے ہوئے افراد نکل جائیں۔ اس کا تو واقعی یہی مطلب ہے کہ
وہ لوگ ریڈ آرمی سے کہیں زیادہ تیز ہیں۔ بہر حال میں انہیں
دیکھ لوں گا۔ اگر مجھے کوئی براہ راست کلیو مل جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔
میں جرنل رائے کرسی سے اٹھنے ہوئے کہا اور کرنل چارلس نے سر
علا دیا۔ اب اس کے چہرے پر مکمل اطمینان کی جھلکیاں ابھر
آئیں تھیں۔ کیوں کہ وہ پیشیل ایکشن گروپ کی کارکردگی سے پوری
طرح واقف تھا۔ کہ یہ لوگ جس کے پیچھے پڑ جائیں اُسے باتال
کی گھبراہٹوں سے بھی کیچھ لیتے ہیں اور پھر خوف ناک بلکہ دردناک
موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

”کرنل شریف۔ تم مقامی سیکرٹ سروس کے چیف
ہو۔ ایف۔ ڈی کے مقابلے میں اب تک مہارتی کارکردگی کیا ہے
ہے۔ کرنل شریف کی طرف بڑھنے والے مرد نے اس کے
سائے کھڑے ہو کر انتہائی گزشت بچے میں کہا۔ اس کا انداز
ایسا تھا جیسے اگر کرنل شریف نے جواب دینے میں ایکسٹری کاجھی
تو حق کیا تو وہ اسے ابھی کچا چا جائے گا۔ جبکہ ایک عورت ایک
طرف خاموش کھڑی تھی۔

”تم کون ہو۔ اور مجھے کیسے جانتے ہو۔ کرنل شریف
نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میری بات کا جواب دو۔ سوال پوچھنے کی اجازت نہیں
ہے۔“ اچانک مرو کا ہاتھ گھوما اور کرنل شریف کے گال پر
اس قدر زوردار تھپڑ مارا کہ اس کا منہ گھوم گیا۔ اور مونٹوں سے خون

کیا نہیں۔ یہ سوچنا میرا اپنا کام ہے۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ تمہارا
کا رکھ دینی کیا رہی ہے۔ تفصیل سے بتاؤ۔ مرد نے انتہائی
غصے سے جواب کہا۔

”میں اب تک اس تنظیم کے مقابلے میں بُری طرح ناکام رہا ہوں۔ کوئی کیلوسلستہ نہیں آیا۔ وہ لوگ اپنے پیچھے کوئی کچھ چھوڑتے ہی نہیں۔ ایک آدمی کو بوشل اوگٹاں گھیر آتا تو وہ مجھے ڈانٹ دے کہ مکمل گھٹا۔ اس کے بعد اس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ مجھے اعتراض ہے کہ ہم ابھی تک اس تنظیم کے خلاف اندھیرے میں ٹھاک ٹوٹیاں مار رہے ہیں۔ کرکٹ شرفینڈ نے سیاٹ لپے میں جواب دیا۔ اس کو یقین تھا کہ یہ لوگ ایف۔ ڈی سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ فاسٹ ڈیجہ کا موقف ایف۔ ڈی ہی بنتا ہے اور یہ جگہ دے کر اس سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس نے ڈاکٹر بسطنی والا کیلوسلستہ سے ہی گول کروا دیا۔“

”ہجو مت۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سیکرٹ مروس اتنے دولت
میں کہیں کوئی ٹیکو ہو ہی حاصل نہ کر سکے۔ کیا یہاں کی سیکرٹ
مروس احمقوں کا ٹولہ ہے؟“ مرون غصے سے چپکا رہتے
ہوئے کہا،

”تم جو چاہو سیکھ لو۔ میں نے جو سچ تھا وہ بتا دیا ہے۔“
 کرنل شرفینہ نے منہ ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”سج ابھی سامنے آجائے گا۔“ مرو نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔ اور دو سب سے لمبے ہنٹر کی شہر آپ کی آواز کے ساتھ

ہی کزن شریف کے حلق سے اس قدر تیز بیچ نکلی کہ گھر گونج اٹھا۔
خارہ داروں والے منظر کی ایک ہی ضرب نے اس کی کھال
اڑھ دی تھی۔ کزن شریف کا دل ڈوبنے لگا۔

عشہ بد۔۔۔ میرا خیال ہے یہ سچ کہہ رہا ہے۔ اچانک ایک طرف کھڑی عورت نے اُسے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور مرد کا جھوٹا ہوا اُن کی ایک محنت رک گیا۔

”آپ نہیں جانتے تھے کہ جو یہودیہ یہودیہ ہے۔ یہ ایسے نہیں بنائے گئے تھے۔“ مرد نے انتہائی غصیلے انداز میں کہا۔ اور سامنے بیٹھا درد کی شدت سے ٹھکان ل کر نزلِ شرافت جو کیا کا نام سننے ہی پر ہی طرح چوکاں پڑا۔

”اومس جولیانا۔۔۔ اوم۔۔۔ ابد مجھے یاد آگیا۔ تم کوئی
جو تمہارا انداز تمہاری آواز مجھے مانوس لگ رہی تھی۔ لیکن
میرے ذہن میں نہ آتا تھا۔ کہ نل شریف نے تیرے لیے
کہا۔

اور تینوں بھائیوں کے اندر اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ واقعی غصے میں
 اس سے طاقت ہوگئی تھی کہ اس نے جویا کا نام لے دیا۔ کرنل
 نے پہلے ملٹری انجینیئر جنس میں تھا اور ایک کیمسٹری میں اس
 نے سیکیورٹی سروس کے ساتھ مل کر کام کیا تھا اس لئے وہ ہر
 نمبر کو اچھی طرح جانتا تھا۔

”کیا بھو اس کر رہے ہو؟“ — تنویر نے اپنی طرف سے
 اتنا ہلنے کی کوشش کی۔ لیکن اسی لمحے جو یلے چہرے پر

چڑھا ہوا نقاب اتار دیا۔
 ”اب فضول ہے تنویر۔ کرنل شریف تمہیں پہچان چکے ہیں جو لیانے کہا۔
 اور تنویر نے ایک طویل سانس لے کر منہ مڑ کر دوبارہ اپنی سیڑ سے پیٹ لیا۔ اور پھر اس نے بھی چہرے پر چڑھا ہوا نقاب اتار دیا۔
 ”کیونکہ تم نے مجھ پر اس طرح تشدد کیا۔ تم دے مجھ سے پوچھ سکتے تھے۔ آخر مجاری حکومت رہا تمہیں اندہ کو کسے لئے بلایا ہوگا۔ تمہارے ساتھ تعاون میں افریقہ تھا۔ کرنل شریف نے مجھ کو اسامہ بنائے ہوئے کہا۔
 ”تمہاری حکومت نے ہی منع کیا تھا کہ کرنل شریف کے ساتھ شناخت پیش نہ کریں اور اپنے طور پر کام کریں۔“ تنویر کہا۔
 ”اے۔۔۔ تو صدر مملکت ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ ڈاکٹر سبطین لازماً الحیف۔ ڈی کا لکچر ہے۔“ کرنل شریف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 ”ڈاکٹر سبطین۔۔۔ وہ کون ہے۔“ تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 ”پہلے مجھے کھولو۔ مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرسٹ باکس لے آؤ۔۔۔ تم نے میری کمال ادھیڑ دی ہے۔“
 کرنل شریف نے تیز لیج میں کہا۔ اب اس کے چہرے پر اب

الحیان تھا جیسے وہ اپنے ہی آدمیوں میں آ گیا ہو۔
 ”مس جولیہ۔ فرسٹ ایڈ باکس اٹھا لیں۔ اسے واقعی بہت تکلیف ہو رہی ہے۔“ تنویر نے پٹ کر جولیہ سے لیجے لیجے میں کہا۔ جیسے اس کی ملازمہ ہو۔
 جولیہ کو کرنل شریف کے سامنے تنویر کے اس انداز پر بے پناہ غصہ آیا۔ لیکن ظاہر ہے اس نے خود ہی تنویر کو لیدر بنایا تھا۔ وہ اب کیا کہتی۔ وہ ایک جھگے سے مڑی اور کمرے سے باہر نکلتی گئی۔
 ”تم بتاؤ تو سہی۔ یہ ڈاکٹر سبطین کون ہے۔“ تنویر نے اس کی پشت کی طرف کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ اس نے کرنل شریف کی رسیاں کھولنے کے لئے کھانٹھ کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے۔ اور کرنل شریف نے جوئل ادانگا میں ڈیوڈ سے ملاقات۔ اس کے ڈانچ دینے اور دیکھ کر کے دینے ہوئے شیلی فن کی مرد سے ڈاکٹر سبطین کے متعلق تمام تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔
 اس دوران تنویر گانٹھ کھولنے کی جدوجہد میں مصروف رہا۔ گانٹھ شاید بہت پیچیدہ ہو گئی تھی کہ کھلنے میں ہی نہ آ رہی تھی۔
 تنویر ڈیوڈ بعد جولیہ فرسٹ ایڈ باکس اٹھائے اندر داخل ہوئی تو کرنل شریف اسی طرح رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ جولیہ کو دیکھتے ہی تنویر ایک طویل سانس لیتا ہوا سیدھا کھڑا ہو گیا۔
 ”اب اس کی ضرورت نہیں رہی مس جولیہ۔ کرنل شریف نے جو کچھ بتانا تھا وہ بتا چکے ہیں۔“ تنویر نے دوبارہ کرنل شریف

کے سامنے آتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ایک لخت بدل گیا تھا۔
 "گفت کیا مطلب؟" کرنل شرفین نے تنویر کا بدلا
 ہوا لہجہ محسوس کرتے ہی منہ پھانڈ کر حیرت بھرے بوجھ میں کہا۔
 "نیکین دو سرے لئے تنویر کا راجیب میں رکھا ہوا یا تھ بھلی کر
 سی تیزی سے باہر آیا۔ اور پھر کرنل شرفین کو حیرت کی شدت
 سے اپنا بیٹھا ہوا منہ بھی بند کرنے کی جہالت نہ ملی۔ اور تنویر کے
 ہاتھ میں نظر آنے والے ریوالور کی گولی سیدھی اس کے حلق
 میں گھسٹی چلی گئی۔ تنویر مسلسل ٹھیکر دبائے چلا گیا۔ اور
 کرنل شرفین کا پہلے سے لہو لہان جسم مزید لہو میں نہا گیا۔
 یہ کیا کیا تمہارے کیا ضرورت تھی اسے مارنے کی؟
 جو لیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بھی ضرورت میں جو لیا۔ میں بہتر سمجھتا ہوں۔" باس
 نے کہا تھا کہ پاکیشیا سیکورٹس سرویس کا نام سامنے نہیں آنا چاہیے
 اس لئے ہمارے پہچان لئے جانے کے بعد اس کی موت منقدر ہو
 چکی تھی؟ تنویر نے مسکرا کر ریوالور کو واپس جیب میں
 ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے اس
 کی درندہ صفت جبلت کو مکمل شکین مل چکی ہو۔

"آئیے؟" تنویر نے مسکرا کر کہا اور واپس دروازے کی
 طرف مڑ گیا۔ اب وہ خوری طور پر ڈاکٹر سبطین کی کوٹھی پر ریڈ کرنا
 چاہتا تھا۔ تاکہ اس سے ایف۔ ڈی کے متعلق کوئی نکلیو جا
 کر سکے۔

بال کمرے میں پہنچے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیوں کہ نعمانی اور
 میر تقی جسے جویشے انداز میں دباں پہلے سے موجود صدر کی کرسی پر ٹیکل
 اور چوہان سے باتیں کر رہے تھے۔ اور کسی ریڈ آرمی کا ذکر ہو رہا
 تھا۔

"اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ ایف۔ ڈی ریڈ آرمی کا ہی دوسرا
 نام ہے؟" صدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "ایسا ہوا۔ کیسی ریڈ آرمی؟" تنویر نے صدر سے
 پوچھا۔

"پہلے یہ بتائیے کہ کرنل شرفین کا کیا ہوا۔ ابھی گولیاں پٹنے کی
 آواز سنائی دی تھی؟" صدر نے چونک کر تنویر سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

"وہ ہمیں پہچان گیا تھا اس لئے اس کا خاتمہ ضروری تھا۔ چوہان
 تم اس کی لاش کو اٹھا کر کسی شرک پر بھیج دو۔ اس طرح یہ
 قتل بھی ایف۔ ڈی کے کھاتے میں پڑ جائے گا۔ لیکن تم کس ریڈ آرمی
 کی بات کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ میں متباہر الیڈر ہوں؟" تنویر
 نے کہا۔

اور نعمانی نے اسرائیلی آدمی کے تعاقب اور پھر اس کے میڈ کو آرڈر
 میں پھنسنے اور پھر دباں سے نکلنے اور بعد میں چیکنگ تاک تمام تفصیلات
 دوبارہ دوسرا دس۔۔۔ وہ شاید یہ تفصیلات پہلے صدر اور کیپٹن
 سٹیکل کو بتا چکا تھا۔

"یک کرنل جمیرخ تھا۔ اسرائیلی ریڈ آرمی کا سربراہ۔ نعمانی

لکھائی کا انداز ایسا تھا کہ جیسے اس پر کسی کا نام دیتے دکھایا ہوا ہو۔
 "یہ تو عبرانی زبان لگتی ہے۔ عمران ہوتا تو یقیناً اسے پڑھ لیتا۔
 صفدر نے کارڈ تصویر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جو اسے لینے کے
 لئے اپنا ہاتھ بڑھا چکا تھا۔

"عبرانی۔ مجھے دکھاؤ۔ میں عبرانی پڑھ لیتی ہوں۔ میں نے
 سکول کے دنوں میں اسے بطور آبشار لنگوئسج پڑھا ہوا ہے۔"
 جو لینے عبرانی کا نام سنتے ہی کہا۔ اور تصویر نے کارڈ جو لیا کی طرف
 بڑھا دیا۔

جو لینے نے اسے دیکھتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں چمک
 سی ابھرائی۔ جیسے وہ اسے پڑھ رہی ہو۔
 "اوه۔ اس پر ایک فون نمبر اور پتہ لکھا ہوا ہے۔ سمت نگر
 کوٹلی نمبر سترہ۔ فون نمبر کس نمبر دو کس زیر دون۔ اور۔ ہاں
 کوئے میں باریک الفاظ میں نام بھی موجود ہے۔ اوه۔ فیس
 آف ڈیوٹی۔ ہاں۔ یہ فیس آف ڈیوٹی ہے۔ جو لینے
 پر جوش لے رہے ہیں کہا۔

"فیس آف ڈیوٹی۔ اوه۔ الٹ۔ ڈی۔ اس کا مطلب
 ہے الٹ۔ ڈی سے فیس آف ڈیوٹی منسوب۔ اوه۔ زیر دست
 لکھ رہے یہ پتہ یقیناً الٹ۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا ہو گا۔ تصویر
 نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور باقی ممبروں کے چہرے بھی
 مسرت سے کھل اٹھے۔ اگر تہ سچ تھا تو پھر یقیناً انہوں نے
 حیرت انگیز کھیل حاصل کر لیا تھا۔ ایسا کلیو جس کی وہ خواب میں بھی

اور صدیقی نے واقعی حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کیلئے کہ اس
 کے ہیڈ کوارٹر سے نکل کر آنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہم
 جب عمران کے ساتھ اسرائیل گئے تھے تو ہمارا واسطہ اسی لیڈ آؤ
 سے پڑا تھا۔ انتہائی خطرناک اور تیز ترین نظم ہے۔
 صفدر نے تصویر کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
 کیوں کہ اس مشن میں تصویر ان کے ہمراہ نہ گیا تھا۔ اس لئے
 ظاہر ہے جب تک اسے ریڈ آرمی کے متعلق تفصیلات نہ بتائی
 جاتیں اس پر پوری وضاحت نہ ہو سکتی تھی۔

تم نے یقیناً خانوں میں گئے ہوئے بیڈروں سے کام لیا ہو گا۔
 اچھا جو عمران نے یہ فن سب کو سکھا دیا ہے۔ کیپٹن شکیل
 نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی نے سر ہلادیا۔

"اوه۔ تو کرنل ہمیر خ ہی الٹ۔ ڈی کا انچارج ہے۔ لیکن
 نعمانی تم سے حماقت ہوئی۔ تم اگر یہیں اطلاع کر دیتے تو ہم از کم
 آج ہی الٹ۔ ڈی کی تباہی لازمی تھی۔ اب انہیں کہاں تلاش کیا
 جائے۔ تصویر نے کسی پر پشیمتے ہوئے کہا۔ وہ ریڈ آرمی کا
 سٹے ہی ڈاکٹر بیٹن کو بھی بھول گیا تھا۔

"یہ ایک کارڈ ان کے ہیڈ کوارٹر سے ملے۔ اس پر کوئی ناماؤں
 سا نام و پتہ لکھا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کون سی زبان ہے۔ نعمانی
 نے جب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

"دکھانا مجھے۔ صفدر نے کہا۔ اور پھر کانٹے کر وہ بُرا
 سامنے بنا کر دے گیا۔ واقعی اس پر کوئی عجیب سی زبان لکھی ہوئی تھی۔

توقع نہ کر سکتے تھے۔

میر انخیاں ہے ہمیں بھر پور انداز میں اس پتے پر ریڈ کرنا چاہیے بغیر وقت ضائع نہ کئے۔ تنویر نے اپنی مسرت کو دہلے ہوئے کہا۔

ریڈ۔ اور اس طرح۔۔۔ ارے نہیں۔۔۔ پہلے ہمیں اس جگہ کی مکمل نگرانی کرنی چاہیے۔ تاکہ کم از کم اس کا محل وقوع اور اندر موجود افراد کی تعداد وغیرہ کا پتہ چل جائے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ پہلے اندر سے کسی ننگے دلے کو اٹھایا جائے۔ پھر اس سے معلومات حاصل کر کے انہیں جیڑا جائے۔ جو لینے کہا۔

”نہیں۔۔۔ میں وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ ویسے بھی باس نے ہمیں بے حد کم وقت دے رکھا ہے۔ اور میں اس وقت کو فضول تقسیم کی نگرانیوں میں پڑ کر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ فوری اور فل ایکشن یہ میرا طریقہ کار ہے۔ اور بچوں کہ میں غاصت ڈیوڈ کا لیڈ ہوں۔ اس لئے یہ میرا حکم ہے کہ ابھی اور اسی وقت ریڈ ہوگا۔ چلو سب تیار می کرو۔ تنویر نے ٹھکانہ بچے میں کہا۔

”تنویر۔ اس قدر ہوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو فیصلہ ہو سوچ سمجھ کر ہونا چاہیے۔ یہ بچوں کا کیل نہیں ہے۔ سنبھالنے انہوں نے اپنے ہیڈ کو ادرشر میں دفاع کے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں۔“ صفدر نے کہا۔

”مجھے بزدلی کا سبق مدت سکھاؤ مسٹر صفدر۔ یہ ریڈ ابھی ہو

گا۔ بس یہ میرا فیصلہ ہے۔ اور اگر تم لوگ میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو پھر میں اکیلا ہی وہاں جا گھسوں گا۔ میں دیکھتا ہوں مجھے کون روکتا ہے۔“ تنویر نے غصے سے پیر پختے چوٹے کہا۔

”تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ واقعی ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمیں جو بھی کیڈو ملے اسے فوراً چیک کرنا چاہیے۔ کیڈیشن شکیل نے تنویر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسے ہی سہی۔ بہر حال تنویر لیڈ رہے ہم نے تو اس کا حکم تو بجا لانا ہی ہے۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکر یہ۔ تو ٹھیک ہے۔ سب لوگ ریڈ کی مکمل تیاری کریں۔ البتہ چوٹان۔ تم اس پتے پر پہلے پہنچ جاؤ۔ رٹرائسٹر ساتھ لے جاؤ۔ جب تک ہم تیار می کریں تم اس کا محل وقوع چیک کر دو۔ اور اگر جو سکے تو اندر سے بھی دیکھ لینا۔ تاکہ جب ہم وہاں پہنچیں تو کم از کم نیا دسی معلومات ہمیں حاصل ہوں۔“ تنویر نے چوٹان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اور اس کرنل مشعلین کی لاش کا کیا کریں۔ کیا اسے یہیں چھوڑ دیں۔“ چوٹان نے کہا۔

”ارے ہاں۔ تم ایسا کرو کارلے جاؤ۔ باقی دو کاروں میں ہم آجائیں گے۔ تم کرنل مشعلین کی لاش راستے میں کہیں پھینک دینا۔ اس طرح ایک ہی وقت میں دو کام ہو جائیں گے۔“ تنویر نے کہا۔ اور چوٹان سہ ہلاتا ہوا اندر وئی کھر کے طرف

بڑھ گیا۔

باقی ساتھی بھی اٹھ کر ریڈ کی تیاریوں کے لئے سٹور دوم کی طرف بڑھ گئے۔ فاسٹ ہے اتنی بڑی تنظیم کے میڈیکو اور ٹرپ عملہ کے لئے خصوصی تیاریوں کی ضرورت لازمی تھی۔

کرنل ھیمبرخ کا چہرہ سستا ہوا تھا۔ آنکھوں سے شدید ریشمی کے آثار نمایاں تھے۔ فاسٹ ڈیٹھ کے دو آدمیوں نے ریڈ آرمی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کیپٹن نجبن اور کیپٹن فاسٹران دونوں بے ہمتوں ہلاک ہو چکے تھے۔ کرنل ھیمبرخ خود بال بال بچا تھا۔ نہ جس طرح انہوں نے اُسے بے ہوش کر دیا تھا صرف ایک فوٹی اس کا خاکہ کر سکتی تھی۔ اور پھر جس طرح وہ دونوں وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اس نے کرنل ھیمبرخ کے باغ کی چولیس ہلا کر رکھ دی تھیں۔ وہ آج تک ریڈ آرمی کو ہی دنیا کی تیز ترین اور فعال تنظیم سمجھا تھا اور اس کا خیال تھا کہ دنیا بھر میں صرف پانچ شیا سیکرٹ سروس ہی ایک ایسی تنظیم ہے جو اس کے مقابلے پر آ کر سکتی ہے۔ لیکن اب یہ نئی تنظیم فاسٹ ڈیٹھ تو پانچ شیا سیکرٹ سروس سے بھی زیادہ تیز اور فعال نظر آ رہی تھی۔

ان کے دو آدمیوں نے ہی ایسی کارکردگی دکھائی تھی جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ یہ تو میجر میرس نے عقل مندی کی تھی کہ فوجی عین دلت سے بیٹھ کر اور ٹھکانی کر دیا تھا۔ ورنہ ہو سکتا تھا فاسٹ ڈیوٹی کے الٹ کہ ان کے بیٹھ کر اور ٹھکانے پر حملہ کر دیتی میجر میرس کو بھی اس بات پر سخت غصہ تھا کہ یہ دونوں آدمی ان کے ہاتھ سے بچ نکلے ہیں۔ اور اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ فاسٹ ڈیوٹی سے اس کا جبرت ناک انتقام لے گا۔ چنانچہ وہ باقی ساتھیوں کے ساتھ گھر گیا ہوا تھا تاکہ اس طرح ان کے متعلق کوئی تکلیف حاصل کیا جاسکے۔ کرنل میرس میجر میرس کی صلاحیتوں پر اچھی طرح واقف تھا۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ میجر میرس اس کا میاں بولٹے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے ایف۔ ڈی۔ کے چیف کرنل چارلس کو بھی فاسٹ ڈیوٹی کی موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس وقت تو وہ کسی خیال کے تحت کرنل چارلس بات نہ کر رہا تھا۔ لیکن اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس پر ریڈ آرمی کی کارکردگی پر کوئی اچھا تاثر نہ پڑے گا۔ اول تو یہ بات سامنے نہ لانی چاہیے تھی۔ لیکن اب اگر کہہ بیٹھتا تو اسے لازماً ان لوگوں کو ڈھونڈ کر ختم کرنا پڑتا۔ تاکہ ریڈ آرمی کی ساکھ قائم نہ سکے۔ اور اب اسل ساکھ کا تمام تر انتظام میجر میرس پر تھا۔

اسی لئے کمرے میں تیز گھنٹی بکنے کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل میرس نے چونک کر میز کی دروازہ کھولی اور اس میں سے یکا

انہیں نکال کر میز پر رکھا۔ سیٹی کی آواز اس ٹرانسمیٹر میں سے نکل ہی گئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک ٹپن دیا یا تو سیٹی کی آواز انسانی آواز غالب ہو گئی۔

”ہیلو۔ ریڈ آرمی میجر میرس کا ٹیگ چیف اور ڈی۔“

”اٹار میجر میرس کی تھی۔“

”ییس۔ کرنل میرس اٹارنگ اور ڈی۔“

کرنل نے جواب دیا۔

”کرنل۔ میں نے علی عمران کو بہان لیا ہے۔ وہ مقامی آدمی کے میک اپ میں ہے۔ لیکن وہ تمہارے نہیں چھپ سکتا

اور ڈی۔ ووسری طرف سے میجر میرس کی جوش سے پُر

آواز سنائی دی۔

”علی عمران۔ اور۔ اس کا مطلب ہے پاکو یا سیکرٹ

مروس بھی یہاں موجود ہے۔ لیکن پھر اس فاسٹ ڈیوٹی کا کیا

مطلب ہوا اور ڈی۔ کرنل میرس نے کہا۔

”ہائس۔ جہاں ہم میرا آئیڈیل ہے یہ لوگ مؤقف گردوں

بن کا کم کر رہے ہیں کیوں کہ عمران کے ساتھ دو قومی ہیکل دیوڑاؤ

تھے اور ایک ایسا نوجوان تھا جو پاں اسدرا میں اس کے

ساتھ نہ تھا۔ اور وہ دونوں آدمی جو اپنے آپ کو فاسٹ ڈیوٹی

کے رکن بتا رہے تھے وہ بھی چار سے لے آجی تھے۔ اس لئے میں

نے آئیڈیلنگ لیا ہے کہ یہ لوگ علیحدہ علیحدہ نام رکھ کر کام کر رہے

ہیں اور ڈی۔ میجر میرس نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔ بہر حال عمران سے سب کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ کہاں ہے وہ اور؟“ کمرنل میجر نے کہا۔
 ”وہ اس وقت گلشن کا لونی کی ایک کونٹھی میں ہے۔ اور با-
 ایف۔ ڈی کا ایک ممبر بھی ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ اُسے با-
 ذاتی طور پر جانا ہوں۔ اس نے بتایا ہے کہ اس نے ا-
 باس کو ان کی یہاں موجودگی کی اطلاع دے دی ہے۔ ا-
 کے کہنے کے مطابق یہ لوگ یہاں کے سیکرٹری و وزارت خارجہ
 اخذ کر گئے تھے۔ اس ممبر کے کہنے کے مطابق
 سیکرٹری ایف۔ ڈی کا ممبر ہے اور؟“ میجر میجر
 نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ ایف۔ ڈی لازماً عمران
 ریڈ کرے گی اور؟“ کمرنل میجر نے کہا۔
 ”جی ہاں۔ گتا تو ایسا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ہمیں ان
 پہلے کارروائی کر کے اس کا خاتمہ کر دینا چاہیے۔ میں چاہتا
 ہوں کہ ریڈ آر می کو مل جائے اور؟“ میجر میجر
 نے کہا۔

”نہیں۔ ایف۔ ڈی کا کھراؤ اس سے پہلے عمران سے
 نہیں ہوا۔ اس لئے یہ لوگ اس کی ذہانت اور دلیری کے بار
 میں کچھ نہیں جانتے انہیں اس سے نمٹنے دو۔ سبھی یقین
 کہ عمران انہیں انگوٹوں پر پھنسنے گا۔ جب یہ لوگ ناکام ہو جائیں
 گے تو پھر ریڈ آر می آگے بڑھے گی۔ اور جب ریڈ آر می کامیاب

ہو گی تو ایف۔ ڈی کو ریڈ آر می کی اہمیت کا احساس ہو گا اور؟“
 نئی میجر نے تیز بے میں کہا۔
 ”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کامیاب ہو جائیں اور؟“
 میجر نے کہا۔
 ”اگر ایسا ہو جائے تب بھی کوئی بات نہیں۔ ہمارے ملک کا
 قصہ تو حل ہو جائے گا۔ بہر حال تفریق الحمال نگرانی کرو۔ لیکن
 بال رکھنا کہ عمران تمہاری نظروں سے ہرگز نہ نکلے اور؟“
 نئی میجر نے کہا۔

”شک ہے باس۔ جیسے آپ کہیں اور؟“ میجر
 نے قدم سے مایوس بے میں کہا۔
 ”اور ایڈ آل؟“ کمرنل میجر نے کہا۔ اور ٹرانسمیٹر آف
 کر کے اُسے میجر کی دوا میں ڈال دیا۔ وہ میجر میجر کی مایوسی کو
 اچھی طرح سمجھتا تھا۔ لیکن چون کہ اُسے مکمل یقین تھا کہ عمران
 عیا شخص انتہی آسانی سے ایف۔ ڈی کے قابو میں نہیں آسکتا۔
 اور پھر جب ریڈ آر می اُسے پکڑے گی تو کمرنل چارلس کو ریڈ آر می
 کی کارکردگی کا صحیح احساس ہو سکے گا۔ اس طرح دراصل وہ
 اس بات کا اصرار دیتا تھا جو وہ غلطی سے کمرنل چارلس سے
 کہہ رہا تھا کہ فاسٹ ڈیجے کے دوا کران ان کے قبضے سے نکل
 جائے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور دراصل یہی وجہ تھی جس
 کی بنا پر اس نے میجر میجر کو فوری کارروائی سے روک دیا تھا۔ ورنہ
 نہ لازماً ایف۔ ڈی سے پہلے عمران پر چڑھ دوڑتا۔

ذکر کیا۔

”وہ بچے نیلے رنگ کی کار دیکھ رہے ہو فکری ہے۔ یہ کافی
دیر سے ہمارے پیچھے ہے۔ ویسے تعاقب انتہائی شان دار طریقے
سے ہو رہا ہے۔ اگر میں پوری طرح چوکنا نہ ہوتا تو شاید میں بھی
اسے مارک نہ کر سکتا۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن بائیں۔ ہم مشکوک کس طرح ہوئے۔ اور پھر میں
مڑک پر میں آپ کی کاریں آیا تھا وہاں تو کوئی کار نہ تھی؟
چائیگر نے کہا۔

”اس دہشت یہ کار ہم سے آگے کافی فاصلے پر تھی۔ بہر حال
تھی چارے آس پاس ہی۔ اور اب یہ تو بعد میں پتہ چلے گا کہ وہ
ہم سے مشکوک کس طرح ہوئے ہیں اور ان کا تعلق کس تنظیم
سے ہے۔ اور کیا یہ سیکرٹ سروس کا آدمی ہے یا ایف۔ ڈی کا؟
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اسے گھیرا جائے۔“ چائیگر نے کہا۔
”ابھی نہیں۔ ابھی راجہ داس ہمارے ساتھ ہے۔ پہلے
اسے کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیں اس کے بعد اس سے بھی پتہ
لے لیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”تو پھر کیا آپ اسے اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہیں؟ کوئی کارٹر جائیں
گے۔“ چائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم دیکھتے جاؤں گے کیا کرتا ہوں؟“

عمران نے کہا اور ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

ٹائیگر بڑے اطمینان سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا
ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ماسک میک اپ کی وجہ
اب کوئی اسے رام داس کے طور پر نہ پہچان سکے گا۔
”چائیگر۔ جانا تعاقب ہو رہا ہے۔“ اچانک عمران
نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تعاقب۔ اور ہمارا۔“ ٹائیگر عمران کی بات
کرنا چوک پڑا۔

”ہاں۔ کیوں کیا اب تم اتنے بوشے ہو چکے ہو کہ تمہارا
تعاقب کوئی نہیں کر سکتا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے
اور ٹائیگر کے اعتبار سے ہنسپ گیا۔

اس کی تیز نظریں اب بیک مرد پر جمی ہوئی تھیں۔ مڑک پر
بے شمار کاریں ان کے پیچھے آرہی تھیں۔ لیکن وہ کسی پر

تھوڑی دیر بعد ان کی کار میک ڈیو کے ہیڈ کو وار ٹرک کے اندر داخل ہو گئی۔ کار کو پورب میں مدک کر وہ سب انتہائی تیز رفتاری سے باہر آ گئے۔

”ٹائیگر۔۔۔ تم جلدی سے لباس بھی بدل لو اور دنیا میک اب بھی کرو۔ اس کے بعد ہم رام داس کو لے کر یہاں کے خفیہ راستے سے باہر نکل جائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ باہر نکلو گے۔ لیکن تم نے باہر جا کر اس نیلی کار وائے کی نگرانی کرنی ہے۔ بی سس ٹرانسمیٹر جیب میں رکھنا۔ اس کا مسٹر ریکارڈ آن کر دینا۔ اور اس نیلی کار سے سو گز کے فاصلے کے اندر ہی رہنا۔ یہ یقیناً کسی کو ہمارے متعلق ٹرانسمیٹر پر اطلاع دے گا۔ تم نے اس کال کو کچھ کرنا ہے۔ اس طرح ہمیں تفصیلی معلومات مہیا ہو جائیں گی۔ میں اس دوران رام داس سے بات چیت مکمل کر لوں گا۔“

عمران نے ٹائیگر کو تفصیلی ہدایات دیں، اور پھر چائنا کو اشارہ کیا کہ وہ نام داس کو اٹھا کر عمارت کی عقبی سمت میں پہنچ جائے۔ جوزف بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جب کہ ٹائیگر دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس میں لباس اور ماسک میک اب کا سامان موجود تھا۔ عمران نے ایک کمرے سے بیگ اٹھایا اور پھر جوزف اور چائنا کو لے کر وہ عمارت کے عقب میں پہنچ کر رک گئے۔ وہ ٹائیگر کا انتظار کر رہے تھے۔ چند ہی لمحوں بعد ٹائیگر بھی وہاں پہنچ گیا اب وہ بالکل ہی نئے میک اب میں تھا۔ اس نے چست لباس پہنا ہوا تھا۔

”بی سس ٹرانسمیٹر لے لیا۔۔۔ عمران نے پوچھا۔“ وہ بھی ادھر بی۔ ون پوائنٹ بھی۔۔۔ ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ادھر عمران نے تھک کر ایک طرف موجود گٹر کے ڈھکن کو ہٹایا اور دیر سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اترتا گیا۔ باقی لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ بجائے کسی گندے یا فانی کمرے گٹر کے ایک سرنگ میں موجود تھے۔ جس کے دہانے کو گٹر کی شکل دے دی گئی تھی۔ عمران کے کہنے پر آخر میں اترنے والے جوزف نے دہانے پر ڈھکن دوبارہ مدک دیا تھا۔

”آپ پہلے یہاں آئے ہوئے ہیں؟“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ میں ایک بار پہلے بھی ایک کیس کے مسئلے میں اس کوٹھی کو اسٹال کر چکا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔ سرنگ خاصی طویل ثابت ہوئی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد سرنگ کا اچانک اختتام آ گیا۔ اب وہاں اسی طرح سیڑھیاں اوپر کو جا رہی تھیں۔ اور پھر عمران سب سے پہلے اوپر پہنچ گیا۔ اس نے اسی طرح دہانے پر رکھا ہوا ڈھکن ایک طرف توڑ دیا اور اپنا سر باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر باہر آ گیا۔ ٹائیگر جوزف اور چائنا بھی اس کے پیچھے ہی باہر آئے۔ جوزف نے ڈھکن دوبارہ برابر کر دیا۔ اور اب ایک اور کوٹھی میں موجود تھے جو خالی ہی نظر آرہی تھی۔

اسرائیل سے کتنے گھر بے ہیں ذرا اس کی وضاحت کر دیجیے۔
 عمران نے رام داس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ناک کیا مطلب۔ اسرائیل سے۔ اسرائیل سے
 تو جادو سے تعلقات نہیں ہیں۔ رام داس نے گہرے
 ہونٹے لیے جن کہا۔

جو زنف۔ اب تہا باری باری ہے۔ ذرا رام داس کو
 تعلقات کا مطلب تو سمجھاؤ۔ یہ گڑیاں خرید کر اسرائیلی تخریب
 کاروں کو تو دے سکتے ہیں لیکن تعلقات کے معنی ان کی سمجھ میں
 نہیں آتے۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

آدو دوسرے لمحے رام داس کے حلق سے پہلے سے زیادہ اونچی
 جیخ نکلی۔ اس بار جو زنف کا بھر پور دمکہ اس کی ناک پر پڑ اٹھا۔ اور
 اس کی ناک چپک سی گئی اور اس میں سے بے شمار خون بہنے لگا۔
 ”پھر آواز نکال رہے ہو۔ جو انٹے اہلک باز دانتا ہے
 ہوئے کہا۔ اور رام داس ایک بار پھر کسی بچے کی طرح سہم گیا۔
 ”مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ میں بے تصور ہوں۔ میں
 بے تصور ہوں۔ رام داس نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔
 تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ جڑا ہوا تھا۔ اور کسی پر
 بندے ہوئے جسم کو تکلیف کی شدت سے مسلسل جھکے سے لگ
 رہے تھے۔

”رام داس صاحب۔ یہ دو ذول آدم نور قبیلے سے
 تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی عادت ہے کہ یہ زندہ آدمی کو نوچ

ہا کر کھانا دیا وہ پسند کرتے ہیں۔ عمران نے بڑے
 ذہن بھجے میں انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ مگر یہ تو مقامی..... میں سچ کہہ رہا
 ہوں کہ میرا الیف۔ ڈمی سے کوئی تعلق نہیں۔ رام داس
 نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”یہ افریقہ کے سب سے خوف ناک قبیلے کے آدمی ہیں۔
 ہائی شکلیں اتنی خوف ناک ہوتی ہیں کہ آدمی دیکھ کر ہی خوف
 جے ہوش ہو جاتے۔ اس لئے میں نے ان کے چہرے
 میک اپ کر دیا ہے تاکہ یہ یہاں رہ سکیں۔ عمران
 نے ان کے مقامی میک اپ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
 ”مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ رام داس نے
 زندہ خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سچ بولنا تمہارا فرض ہے۔ کیوں
 بھانٹو۔ یہ سچ بول رہا ہے۔ عمران نے مسکرا کر جونا
 کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ خود ہی بتا دے گا ماسٹر۔ کہ یہ سچ بول رہا ہے۔ یا
 جھوٹ۔ جونا نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

آدو دوسرے لمحے اس نے چھپٹ کر ایک ہاتھ سے رام داس
 کو گردن سے پکڑ لیا۔ آدو دوسرے ہاتھ سے اس نے اس
 کے سر پر زور زور سے چیتیں مارنی شروع کر دیں۔ رام داس
 کے حلق سے نکلنے والی چیخوں نے کمرے کی چھت اڑا دی یوں

لگ رہا تھا جیسے اس کے سر پر چپت کی بجائے ایٹم بم چھٹ رہا ہو۔
اور عمران جو انا کے اس دل چپ انداز پر بے اختیار مسکرا

دیا۔ کیوں کہ اس طرح آدمی مر تو نہیں سکتا تھا۔ لیکن گردن کی پشت پر موجود اعصابی نظام گرفت میں ہونے کی وجہ سے سر پر پڑنے والی ہلکی سی چپت بھی اس کی روح تک کو لڑا سکتی تھی۔ اور کجا جونا جیسے باطنی کی چپتیں۔ جونا کا ہاتھ مسلسل چل رہا تھا۔

”بب۔ بب۔ ستانا ہوں۔ رام داس جب نیچے جینے نکلے گا تو اس کی گھٹی گھٹی آواز نکلی۔“

”شہر جاؤ جانا۔ ابھی اسے جلد ہی سمجھ آچکی ہے۔“
عمران نے اشارے سے جونا کو روکے ہوئے کہا۔ اور جونا رام داس کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

”پپ۔ پپ۔ پانی۔ پانی دو۔“ دروازے میں مرجاؤں گا۔ رام داس نے اپنی گردن اور سر کو جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔

پانی بھی مل جائے گا رام داس۔ لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہیں پانی پلاتے ہیں۔ جلد ہی بتاؤ ورنہ اس بار.....“
عمران نے انتہائی گرفتار لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ ایف۔ ڈی نے مجھے رقم دی ہے۔ میں

اس کے رے مبنی کرتا ہوں۔ وزیر خراجہ صاحب کے پائیکشیہا جلسے کے بارے میں انہیں بتایا تھا۔ اور مجھے کچھ علم نہیں۔“ رام داس نے دک دک کر کہا۔

”میں اس طرح رابطہ قائم کرتے ہو۔“ عمران نے پوچھا۔
”انہوں نے ایک ٹرانسمیٹر مجھے دیا ہے جو میری رہائش گاہ کے نیچے تہہ خانے میں ہے۔ اس سے بات ہوتی ہے۔“
مرخ نقاب پہن کر اس مشین کی سکرین پر پاس کی تصویر نظر آتی ہے۔ رام داس نے شاید اب ذہنی طور پر شکست تسلیم کر لی تھی۔

”فریکوئنسی بتاؤ۔“ عمران نے پوچھا۔
”فریکوئنسی۔ زیرو۔ ساڈھ۔ دن الٹیٹ تقریاً سکس ہے۔“

رام داس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔
”ابو اس میں صحت کرو۔ تم مجھے اجازت دیجئے۔“
تو فریکوئنسی ہو ہی نہیں سکتی۔ عمران نے کوک واد بپے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں یہی ہے۔ تم جا کر دیکھ لو میں سچ کہہ رہا ہوں۔“
رام داس نے ٹھیک لگے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور عمران اس کے انداز سے ہی سمجھ گیا کہ رام داس سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن زیرو ساڈھ کسی ٹرانسمیٹر میں بھی فریکوئنسی نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب ہے جو خدین رام داس کو دی گئی ہے وہ کوئی جدید ترین ایکٹو ہے۔ جس سے دوسری سائبرٹھکوسٹریس

نہیں کیا جاسکتا۔
 پانچ ششیاں میں سرحدین احمد کی کیا مصروفیات تھیں انے ایضاً
 کو سپلائی کی تھیں۔ — عمران نے کہا۔
 "میں نے ان کی کال کی ٹیپ مہیا کی تھی۔ — رام داس
 نے بتایا۔
 "کس طرح بھیجی تھی ٹیپ۔ کہاں بھیجی تھی۔ — عمران نے
 چونک کر پوچھا۔
 "اُسی مشین میں ایک خانہ ہے۔ اس میں کوئی چیز ڈال دی
 جلتے تو وہ برقی لہروں میں تبدیل ہو کر کسی اور جگہ رسیو کر
 لی جاتی ہے۔ — صرف شرط یہ بتانی گئی تھی کہ بے جان چیز
 ہو۔ — رام داس نے جواب دیا۔
 "گتہ۔ — اس کا مطلب ہے کہ روسیہ کی جدید ترین
 ایجاد باقاعدہ اسرائیل کے استعمال میں ہے۔ — عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔
 "مجھے پانی لا دو۔ میرا سانس گھٹا جا رہا ہے۔ — رام داس
 نے کہا۔
 اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اس کی جیب سے تیز
 سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ — اور عمران نے چونک کر جیب میں ہاتھ
 ڈالا اور ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ سیٹی کی آواز اسی ٹرانسمیٹر
 سے ہی نکل رہی تھی۔
 "اس کو پانی پینے کے لئے جہنم کی طرف بھیج دو۔ ان جیسے

نہادوں کے لئے دلوں اور تھلے نے خاص قسم کا پانی تیار کر رکھا
 ہے۔ — عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر دہانے پر مگر جواب دینا
 سے کہا۔
 اور اس سے پہلے کہ رام داس عمران کی بات سمجھتا۔ جو اٹلنے
 بجلی کی سی تیزی سے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔ اور
 دوسرے ہاتھ سے رام داس کا سر پکڑ کر اسے یوں گھمادیا جیسے
 لٹو کو ہاتھ سے گھمایا جاتا ہے۔ — کوکڑا اسٹ کی آواز کے ساتھ
 رام داس کے حلق سے غرغراہٹ سی نکلی اور اس کی آنکھیں
 ایک لمحے میں بے نور ہو گئیں۔ — جو اٹلے ہاتھ جٹائے تو
 اس کا سر ایک طرف کاٹھکے پر جا گرا۔
 "سیدو مبلو۔ — ٹائیگر کا گنگ اور۔ — ٹرانسمیٹر سے
 ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔
 "یس۔ — ٹائیگر ڈیوٹ اور۔ — عمران نے بے لہجہ کو
 جہتے ہوئے کہا۔
 "باس۔ — جیڈ کو اور ٹیپر بارہ مسلخ افراد نے زبردست ریڈ
 کیلے۔ وہ چار کاروں میں آئے تھے۔ انہوں نے اندر داخل
 ہونے سے پہلے بے تحاشا فائرنگ کی اور دستی بم پھینکے۔ اور پھر
 جب وہ اندر داخل ہوئے جیڈ کو اور ٹیپر غالی ملا۔ چنانچہ وہ
 مایوس ہو کر موٹ گئے۔ — میں نے ان کی ایک کار کے نیچے۔ — دن
 بٹن لگا دیئے۔ — وہ جہاں جا میں گئے چپک ہو جائیں گے۔ اور
 باس۔ — ان کی ٹیگر افنی ایک اور پارٹی پر مگر رہی ہے۔ وہ وہ پارٹیاں

ایک دوسرے کے پیچھے ہیں اور۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتلا کر جوئے کہا۔
 ”اب تم کہاں سے کال کر رہے ہو اور۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بہن۔۔۔ میں اسی دوسری پارٹی کا بیٹھا کر رہا ہوں۔ اس نے کال کر کے کرنل سمیرا کو اطلاع دی ہے۔ کال میں نے پہنچ کر لی ہے اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔
 ”تو نہیں چیک تو نہیں کر لیا گیا اور۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں جناب۔۔۔ چیک تو نہیں کیا گیا۔ میں نے خاص خیال رکھا ہے۔ گلشن کالونی کے پہلے چوک کے کھنڈے سے فون کر رہا ہوں اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم فوراً وہاں سے واپس آ جاؤ۔۔۔ باقی کام ہمیں بیٹھ کر ہو جائے گا۔ دھیان سے آنا اور۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”وہیں جناب۔۔۔ عبقی دردانے پر اور۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں دھڑ۔۔۔ جلد ہی کرو۔۔۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اور ایٹھ آل۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹائمر کا بجنا آف کر دیا۔

”بھانا اور جوزف۔۔۔ تم اس رام داس کو کھول دو یہاں سے جاتے ہوئے اسے کہیں راستے میں پھینک دیں گے۔



مسٹر نگر ایک کافی وسیع رہائشی کالونی تھی یہاں پر ہر ایک کی بہت پرانی آبادی تھی۔ اس لئے اس میں موجود رہائشی کوٹھیوں کا طرز تعمیر بھی خاصا قدیم تھا۔ لیکن اس کالونی میں موجود کوٹھیاں رتے کے لحاظ سے بہت بڑی بڑی تھیں۔ کوٹھی نمبر سترہ بھی ایک خاصی وسیع کوٹھی تھی۔ جس کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ یوں لگتا تھا جیسے کوئی قلعہ ہو۔
 کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ایک کھیت کے سامنے چوہان کی کاد کھڑی تھی۔ چوہان کاد سے نیچے آ کر پہلے تو بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس کوٹھی کے سامنے سے گزرتا گیا۔ اور پھر دو تین

گیان چھوڑ کر وہ ایک سائیدگی میں داخل ہوا اور پیر گھومتا ہوا وہ اس کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقیبی دیوار بھی ناقابل عبور تھی۔ وہ ادھر ادھر کا جائزہ لیتا ہوا واپس اپنی کار تک پہنچ گیا کوٹھی کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ وہ کسی طرح بھی اندر نہ جھانک سکتا تھا۔ اس لئے صرف باہر سے ہی چیک کر کے وہ واپس آ گیا تھا۔ لیکن اُسے احساس ہو گیا تھا کہ اس قلعہ نما کوٹھی میں ریڈ کرنا انتہائی مشکل ہے۔ بنجانے اندر کتنے افراد موجود ہوں۔ وہ چند لمحوں کے قریب کھڑا رہا۔ پھر کیفے کے اندر داخل گیا تاکہ وہاں بیٹھ کر جانے کا ایک کپ پی لے۔ کیوں کہ اس طرح باہر کھڑے رہنے سے اس پر شک بھی کیا جاسکتا تھا۔ چائے پینے کے ساتھ ساتھ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کوٹھی کے اندر ریڈ آؤٹ کس طرح ہوگا۔ اتنی اونچی دیواریں پھلانگنا ممکن تھا۔ اور اندر کی صورت حال کا کچھ علم نہ تھا۔ بہر حال اب فیصلہ تنویر اور صفدر کے ہاتھوں میں تھا۔ کرنل شہر لیف کی لاش کو وہ آتے ہوئے ایک دیران سڑک پر پھینک آیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل شہر لیف کی موت بھی ایف۔ ڈی کے کھاتے میں ہی پڑے گی۔ لیکن بہر حال وہ اس لاش کو اور کہاں لے جاتا چلتے پرتے کی کہ وہ جیسے ہی کیفے سے باہر نکلا اس نے اپنے ساتھ کی دو فز کا ریں ایک طرف ورنشوں کے پیچھے رکھے دیکھیں جو یا تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں چوں کہ درخت خاصے گھنے تھے اور اصل کوٹھی اور ان کا دروں کے درمیان ان

لئے درختوں نے ایک خصل سی کھڑی کر دی تھی۔ اس لئے کوٹھی کی ان سے ان کے دیکھ لئے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ کیا چیک کیا جوں ان : تنویر نے گارسے باہر نکلتے کی پوچھا۔ یہ تو پورا قلعہ ہے تنویر۔ تمیں میں فٹ اونچی دیواروں کی دوسری طرف کیا دیکھا جاسکتا ہے۔ البتہ میں اس کی عقیبت ہمت ہی راؤنڈ لگا آیا ہوں۔ وہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ جوں نے جواب دیا۔ واقعی یہ تو ایک محمل قلعہ ہے۔ صفدر نے درختوں کی اوٹ سے کوٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن ریڈ تو بہر حال کرنا ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں اس کی سامنے کی دیواریں اڑا دی جائیں۔ تنویر نے کہا۔ مگر یہ شہر کی اندرونی کالونی ہے۔ ہمیں اس کے دھماکوں سے ہمیں فورا موندھ پر پہنچ جائے گی۔ اوروں سے بھی جنگ میں حالت ہیں کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ اس لئے میرا خیال ہے۔ ایک آدمی کسی طرح اندر جائے اور پھر اندر کی صورت حال سے باہر والوں کو مطلع کرے۔ اگر اندر آدمی کم ہیں تو انہیں کوڑ لیا جاسکتا ہے۔ اور اگر زیادہ ہیں تو پھر یہی ہو سکتا ہے۔ کہ دور مار گنوں کی مدد سے چاروں طرف سے اس پر اس قدر فائرنگ کی جائے کہ اندر کوئی شخص زندہ نہ رہ سکے۔ کیپٹن شکیل

سب نے یہاں سے نکل جانا ہے۔۔۔ تنویر نے باقاعدہ

ایات دیتے ہوئے کہا۔

اور جو لیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل تیزی سے کوشش کی طرف
بہنے لگے۔ جمیں انہوں نے اور کوٹوں کے اندر چھپائی
رائی تھیں۔ چوہان۔ صدیقی اور نعمانی کچھ فاصلہ دے کر ان کے
پچھ جا رہے تھے۔ جب کہ تنویر صرف وہیں رگ گیا تھا۔ اس
نے سامنے کے درخت سے خارج گ کر فی تھی۔ جب کہ منصوبے کے
مطابق جو لیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل نے مضبوطی سے اور
دبان۔ صدیقی اور نعمانی نے دائیں طرف سے خارج گ کر فی
کی۔ بائیں طرف چل کر دوسری کوشش کی دیوار تھی۔ اس
نے اس طرف سے خارج گ نہ ہو سکتی تھی۔

تنویر گن باتھ میں پکڑے کار کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ اس کی
لڑیں اس نے ساتھیوں پر بھی ہوئی تھیں۔ اس کے تمام ساتھی
بگھٹی میں غائب ہو چکے تھے۔ تنویر گن ہاتھ میں پکڑے سڑک کی
لٹ بڑھنے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ جیب میں ڈالا تاکہ
درخت خارج کرنے والا دیوار اور باہر نکال سکے کہ اچانک سائیڈ میں
دو دھمکات سے کوئی چیز اڑتی ہوئی آئی اور تنویر کی پشت سے
لڑکرائی۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور تنویر اچھل کر منہ کے
بل درخت کے تنے کے ساتھ ہی۔ گھاس پر گرنا۔ اس
نے نیچے گرتے ہی ایک لمحے کے لئے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن
پھر اس کے ہاتھ پر سیدھے ہوتے گئے۔ اور وہ بے حس حرکت

نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

مسنوف یہ اندر جانے اور باہر آنے والی کارروائی تجربہ
نہیں ہوتی۔ صاف اور سیدھا کام ہونا چاہیے۔ مقصد تو ان
لوگوں کی ہلاکت ہے۔ اس لئے میرے خیال میں یہی بہتر ہے
کہ اس کوشش پر طاقت ور ہوں کی بارش کر دی جائے۔ اور اس
قدر تیزی سے اس پریم برسے جائیں کہ وہ لوگ سنبھل بھی نہ
سکیں۔ بعد میں پولیس خود تحقیقات کرتی پھرے گی۔ اور
کوئی بچ گیا تو پھر پولیس جانے اور وہ جانے۔۔۔ تنویر

کہا۔ تو ٹھیک ہے۔ پھر آپریشن شروع کر دو۔ ایسے ہی
سہی۔ کیپٹن شکیل نے منہ مناتے ہوئے کہا۔
اور تنویر نے آپریشن شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے
تمام ساتھیوں نے کار کی سیٹوں کے نیچے سے چھوٹے راکٹ
برسانے والی گنیں باہر نکال لیں۔ یہ بات لائن گنیں تھیں
ان کی نالیں چوڑی مگر خاصی چھوٹی تھیں۔ لیکن انتہائی طاقتور
سیدھ گولی کی وجہ سے اس میں جلنے والے راکٹ خاصی دو ہلکا
مار گرتے تھے۔ اس میں بھی جین گن کی طرح راکٹ میگزین
چلتے تھے۔ اور ایک بار ٹرigger دبانے کے بعد جب تک اُسے
دوبارہ نہ دیا جاتا۔ یہ راکٹ مسلسل پھینکتی چلی جاتی تھیں۔
چاروں طرف پھیل جاتے۔ جب میں ٹرigger فائر کروں تو
آپریشن شروع کر دو۔ اور صرف تین منٹ تک فائرنگ کے

ڈانسر جیب میں ڈالتے ہوئے وہ اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر بولا۔
 ”اب۔۔۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے

ارد گرد و دو سو گز کے دائرے میں موجود ہر عمارت میں کمپیوٹر
 لائننگ نصب ہے۔ اور وہاں ہونے والی کبھی کی بغیرنا ہٹ
 بھی کمپیوٹر میں چیک ہو جاتی ہے۔ دوسرے نے سر ہلاتے
 ہوئے کہا۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ بڑے پچا لک کی ذیل کھڑکی کھلی
 گئی۔ وہ آٹو میک انماز میں کھلی تھی۔ کیوں کہ اُسے کھولنے
 والا نظر نہ آ رہا تھا۔

”آؤ کسی ٹو۔۔۔ اسٹالو۔ سب لوگ کود ہو گئے ہیں
 جلدی کر دو۔ ایون دن نے دوسرے سے مخاطب ہو کر
 کہا۔ اور دوسرے آدمی نے جھک کر گھاس میں بڑے ہوئے
 تنویر کو اٹھا کر کانٹے پر لٹا دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے
 ہوئے سڑک کر اس کر کے کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے
 اندر داخل ہوتے ہی ذیلی کھڑکی خود بخود بند ہو گئی۔

ہو گیا۔ اس کے گرد بکے نیلے رنگ کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ جو
 اب تیزی سے فضا میں غائب ہوتا جا رہا تھا۔

دوسرے نے سائیڈ والی عمارت سے دوا فرڈ تیزی سے باہر
 نکلے۔ انہوں نے چیت لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ عمارت سے نکل
 کر دوڑتے ہوئے تنویر کے پاس پہنچے۔ اور انہوں نے بڑی پھڑ
 سے اُسے سیدھا کیا۔ تنویر کی آنکھیں بند تھیں۔ ان یز
 سے ایک سہ جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا
 مائیک نما آلہ نکال کر منہ سے لگا لیا۔ انگوٹھے کی مدد سے
 اس نے اس کے ایک کونے کا بٹن دبا دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ ایون دن کا تنگ چیٹ باس اور۔“
 بولنے والے کا اوجہ خاصا تیز تھا۔

”یس۔ چیٹ دن اور۔“ دوسری طرف سے
 کہا گیا۔

”لیڈر کو چٹ کر دیا گیا ہے۔ ان کے باقی ساتھی سائیڈ کی لگی
 اور عقبی سمت میں گئے ہیں اور۔“ ایون دن نے کہا۔
 ”یس۔ انہیں چیک کر لیا گیا ہے۔ ان پر قابو پایا جا رہا
 ہے۔ جب پچا لک کی ذیلی کھڑکی کھلے تو ہم اس لیڈر کو اٹھا کر
 اندر لے آئے اور اسے آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔
 اگر کمپیوٹر لائننگ ان کے درمیان ہونے والی لنگھو کو چیک نہ کر
 لیتا تو یقیناً آج ہیڈ کوارٹر زبردست تباہی کی زد میں آ جاتا؟

زنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے میجر نثار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میتھس۔ کرنل ہمیں کسی سرک پر لگنا ہوا کوئی سائین بورڈ تو نہیں ہے۔ کہ ہم سیدھے گاؤں دوڑاتے اس تک پہنچ جائیں۔ اُسے بہر حال تلاش کرن پڑے گا۔“ میجر نثار نے کراہت سے کہا۔

”یہی بات تو میں پوچھ رہا ہوں میجر۔ کہ اس کے لئے آپ نے کیا پلاننگ کی ہے۔“ میتھس نے جواباً کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ ریڈ آرمی اور اس کے گردپ کے آدمی عام طور پر رائل فیئڈر گردپ کے ٹرانسمیٹر استعمال کرتے ہیں۔ اور میرے پاس رائل فیئڈر گردپ کا یہی ٹرانسمیٹر موجود ہے۔

جیسے ہی ان میں سے کوئی یہ ٹرانسمیٹر آن کرے گا کال میرا ٹرانسمیٹر پکڑ کر لے گا۔ اور اس طرح ہم ان کی باتیں سن کر کوئی آئیڈیا بنالیں گے۔“ میجر نثار نے اسی طرح تیز لہجے میں جواب دیا اور میتھس نے اثبات میں سر ہلادیا۔ گاؤں کی پھیلی نشست پر بیٹھے ہوئے تینوں افراد خاموش تھے۔

کار مختلف سرکوں پر دوڑ رہی تھی۔ اس کی کوئی منزل نہ تھی۔ میجر نثار صرف کال چیک کر کے لئے گاؤں دوڑاتا پھرتا تھا۔ کیوں کہ رائل فیئڈر گردپ ٹرانسمیٹر کا دائرہ کار صرف چار کلومیٹر تھا۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس ٹرانسمیٹر کی پہنچ میں آجائے۔ بس ایک آئیڈیا تھا جو صحیح بھی ثابت ہو سکتا تھا

میجر نثار کی کار انتہائی تیز رفتار سی سے سرک پر دوڑ رہی تھی۔ سٹیئرنگ اس کے مضبوط ہاتھوں میں تھا۔ جب کہ کار میں اس کے علاوہ چار افراد موجود تھے۔ جو سب اسی کی طرح مضبوط اور ٹھوس جیبوں کے مالک نظر آ رہے تھے۔ یہ چاروں پیشل ایکشن گردپ کے ممبر تھے۔ یہ گردپ اپنی اپنی افراد پر ہی مشتمل تھا۔ میجر نثار ان کا لیڈر تھا۔ یہ گردپ انتہائی سخت تربیت یافتہ تھا۔ اور بجلی کی طرح کام کرنے کا عادی تھا۔

کرنل چارلس سے فاسٹ ڈیج کے خاتمے کا مشن لیتے ہی میجر نثار نے فوراً اپنے ساتھیوں کو لیا اور ہیڈ کوارٹر سے باہر آ گیا۔

”میجر۔ کرنل ہمیں کون کہاں تلاش کیا جائے گا؟“

اور غلط بھی۔۔۔ اور دغا بہر ہے اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی چارہ کار بھی تو نہ تھا۔ وہ آخر کرنل ہمیرن کو کسی طرح ڈھونڈتے تھے۔

”اچانک کام کے ڈبلش بورڈ سے ٹوں ٹوں کی آوازیں ابھریں اور میجر تارا اور اس کے ساتھی یہ آوازیں سنتے ہی چونک پڑے۔ میجر تارا نے بڑے معنی خیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ اور پھر اس نے اسے سائیڈ میں کر کے روک دیا۔ اس کا آئینہ یاد درست ثابت ہوا تھا۔ اس کے ٹرانسمیٹر نے کال کیج کر لی تھی۔ کار اس نے اس سے روک دی تھی کہ کہیں وہ اس کی رہتی سے باہر نہ نکل جائے۔ ٹرانسمیٹر پر اب گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ اور آوازیں سنتے ہی میجر تارا نے معنی خیز نظروں سے تیتھس کی طرف دیکھا اور تیتھس نے سر ہلادیا۔

گھنگھو کرنل ہمیرن اور میجر بیرس کے درمیان جو بری تھی۔ میجر بیرس جو ریڈ آرمی کا نمبر نو تھا۔ وہ خاموش بیٹھے یہ گفتگو سنتے رہے۔ ان میں سے کسی نے زبان نہ کھولی تھی کیوں کہ اس طرح ان کی آواز بھی ان آوازوں میں شامل ہو سکتی تھی۔ جب ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا تو میجر تارا نے ایک طویل سانس لے کر کار کو آگے بڑھایا۔

”ریڈ آرمی پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اب گلشن کالونی پر ریڈ اینڈ کی کمرے لگی۔۔۔ میجر تارا نے کہا۔

”ٹاں ہاس۔۔۔ وہ کسی علی عمران کی بات کر رہے تھے؟ تیتھس نے کہا۔

”ٹاں۔۔۔ میجر بیرس کا خیال ہے کہ اس سے فاسٹ ڈیٹیم کا پتہ چل سکتا ہے بہر حال اب ہمیں گلشن کالونی میں میجر بیرس کو تلاش کرنا ہو گا۔۔۔ میجر تارا نے کہا۔

”وہ میں کروں گا ہاس۔۔۔ وہ میری نظروں سے نہیں چھپ سکتا۔۔۔ تیتھس نے براہ اعتماد جیسے میں کہا۔

”میں بھی اسے چیک کروں گا۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ کی ایف۔ ٹی کے ریڈ کا ہم بھی انتظار کریں یا خود ہی چڑھ دوں؟

میجر تارا نے کہا۔

”میرا خیال ہے کرنل چارلس نے اپنے کسی گروپ کو بھیجا ہو گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ ابھی مداخلت نہ کی جائے۔ کہیں ان کی کوئی بڑی پلاننگ ڈسٹر ب نہ ہو جائے۔۔۔ تیتھس نے کہا۔

”ٹیک ہے۔ دیے یہ کوئی اور ٹیم ہو گی۔ فاسٹ ڈیٹیم نہیں ہو سکتی کیوں کہ اگر کرنل چارلس کو فاسٹ ڈیٹیم کے اڈے کا علم ہوتا تو پھر اسے یہ ہدایات ہمیں دینے کی ضرورت نہ ہوتی کہ ہم کرنل ہمیرن کی نگرانی کر کے ان کا پتہ چلائیں۔۔۔ میجر تارا نے کہا اور تیتھس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

مختلف سٹرکوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی وہ گلشن کالونی میں داخل ہوئے انہیں دیاں افراتفری کا سا عالم نظر آیا۔ دور دور ایک کونٹری کی طرف سے زبردست فائرنگ اس آوازوں کے دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"اودہ۔۔۔ ریڈ شروع ہو گیا۔۔۔ میجر ستارا نے چونک کر کہا اور پھر تیزی سے اپنی کار ایک سائیڈ پر مٹی ہوئی جنرل پارکنگ میں روک دی۔

دماغ اور بھی بہت سی کاریں کھڑی تھیں اور لوگ دہشت زدہ ہوئے ان کاروں میں بکے ہوئے تھے۔ یہاں سے وہ کوئی صاف نظر آ رہی تھی جہاں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

اُسی لمحے میجر میرس کی کار دوڑتی ہوئی ان کے سامنے سے گزری اور ساتھ ہی موجود کینے کے پاس رک گئی۔ میجر میرس اپنی اصل شکل میں تھا۔ اس لئے سب نے ہی اسے پہچان لیا۔

"اے۔۔۔ میجر میرس کی گمرانی کی جا رہی ہے۔" اچانک میٹھس نے کہا۔

"گمرانی۔۔۔ میجر میرس کی۔۔۔ کیسے؟" میجر ستارا نے

چہکتے ہوئے کہا۔
"وہ دمیا لے قہ کا نوجوان۔۔۔ اس کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ میجر میرس کو نظروں میں رکھے ہوئے ہے؟" میٹھس نے کینے کے برآمدے کے پاس کھڑے ہوئے ایک مقامی نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ وہ بظاہر ہی ظاہر کر رہا تھا کہ وہ میجر میرس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن چونکہ نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھیں تو جان بوجھ کر وہ خود بھی اس طرح گمرانی کرتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ اُسے دیکھتے ہی پہچان گئے۔

۱۵۱
اُسی لمحے فون ٹوں کی آوازیں کار کے ڈیش بورڈ سے بلند ہوئیں اور میجر ستارا اور میٹھس دونوں چونک پڑے۔
"ہیلو ہیلو۔۔۔ میجر میرس کا لنگ چیٹ اودہ۔۔۔ ایک

آواز ابھری۔

"نیس۔۔۔ کرنل جمیرخ اسٹینلگ اور۔۔۔ دوسری

طرف سے کرنل جمیرخ کی آواز سنائی دی۔

"پاس۔۔۔ ایف۔۔۔ ڈی کا چھاپا نا کام رہا ہے۔" کوئی

خالی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھی شاید پہلے ہی گمرانی سے باخبر

ہو کر کسی خفیہ راستے سے نکل گئے تھے اور۔۔۔ میجر میرس

نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ عمران اتنا ترنوالہ نہیں ہے۔ بہر حال

اب ہم نے اُسے بھی ڈھونڈنا ہے اور فاسٹ ڈیٹھ کو بھی۔

اس کے لئے تم نے کیا سوچا ہے اور۔۔۔ کرنل جمیرخ نے

پوچھا۔

"پاس۔۔۔ اب ہی جو سکتا ہے کہ ہم شہر میں گھر میں پھرنے

عمران کہیں نہ کہیں تو نظر آئے گا اس کے وہ دیو میکل ساتھی وہ

تو بہر حال آسانی سے نہیں چھپ سکتے اور۔۔۔ میجر میرس

نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ دیے تم کچھ دیہ دماغ رکنا۔ عمران بے حد

کایاں آدمی ہے۔ جو سکتا ہے وہ عارضی طور پر کہیں چھپا ہوا ہو اور

ریڈ ختم ہونے کے۔۔۔ راستے آجائے۔۔۔ بس پانچ دس منٹ

دیکھ لینا اور نہ کر نل سمیر خ نے کہا۔

”ٹیک سے باس۔ میں اشتیاق کر لیتا ہوں اور نہ“
 ”اور اینٹہ آل ڈ۔ کر نل سمیر خ نے کہا اور اس کے ساتھ
 ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”سمیر خ میری گواہی نہیں کہ اس کی بھی نگرانی ہو رہی ہے۔
 اور مقامی آدمی کی وجہ سے یقیناً یہ اس عمران یا فاسٹ ڈیٹھ کاپی
 آدمی ہو گا۔“ سمیر خ نے کہا۔

”بالکل جناب۔ تو کیا اسے کو کیا جائے۔“ میتھس
 نے پرجوش بے میں کہا۔

”ابھی نہیں۔ اگر یہ ان کا آدمی ہے تو لازماً یہ اپنے آدمیوں
 سے رابطہ قائم کرے گا۔ اس طرح ہم اصل ٹھکانے تک پہنچ سکتے
 ہیں۔“ سمیر خ نے مطالبے ہوئے کہا۔

وہ نوجوان اب تیزی سے چلتا ہوا کہنے کے اندر چلا گیا تھا۔
 ”آؤ کو۔“ سمیر خ نے اسے مڑ کر دیکھتے ہوئے آدمیوں
 میں سے ایک سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پیس سمیر خ۔ آؤ کو نے چونک کر کہا۔
 ”اس نوجوان کے پیچھے جاؤ۔ کہیں یہ فرار نہ ہو جائے۔ اسے

چھڑانا نہیں صرف نگرانی کرنی ہے۔ لیکن ہوشیار رہی سے“
 سمیر خ نے کہا۔

اور آؤ کو دوبارہ کھول کر نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ
 کہنے کی طرف بڑھتا گیا۔

پھر جیسے ہی وہ اس نوجوان کے پیچھے کھینچے میں داخل ہوا۔ اسی
 لمحے سمیر خ کی کار آگے کی طرف کھنکی۔ اور پھر وہ مڑ کر تیز
 بنامی سے چوک کی طرف بڑھتی گئی۔ پولیس گاڑیوں کے سامنے
 ب دور سے سنائی دینے لگے تھے۔ پولیس اب پہنچ رہی
 تھی اور سمیر خ کے چوڑوں پر یہاں کی پولیس کی کار کو دھکی دیکھ کر
 سکاٹ بٹ دوڑنے لگی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسرائیل میں اگر
 نہ بڑا حادثہ ہوتا تو پولیس زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے اندر
 وہاں پہنچ جاتی۔ اور اگر دوڑ کے پورے علاقے کی ناکہ بندی
 کر لی جاتی۔ لیکن یہاں وہ دیکھ چکا تھا کہ پولیس بس رسی کاندہ دانی
 رہنے تک محدود رہتی۔ وہ اس سے زیادہ دوسرے مل لینے
 کی ناکل ہی نہ تھی۔

اور چند ہی لمحوں بعد پولیس کی کئی گاڑیاں ان کے سامنے
 سے گزرتی چلی گئیں۔ سمیر خ بس بھی شاید پولیس گاڑیوں
 کے سامنے سن کر ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔

”وہ نوجوان۔“ اچانک میتھس نے کہا۔ اور سمیر خ نے
 چونک کر دیکھا۔ نگرانی کرنے والا نوجوان سمیٹے سے نکل کر خاصی
 بزرگ آدمی سے چلتا ہوا اسٹریک کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ

شاید سڑک کراس کر کے دوسری طرف جا رہا تھا اور پھر آؤ کو بھی
 اس کے پیچھے چلتا ہوا دکھائی دیا۔ نوجوان خاصا چوٹا اور
 ہوشیار دکھائی دیتا تھا۔

میتھس۔ یہ خاصا ہوشیار آدمی ہے۔ کہیں آؤ کو کہ چکر نہ

رہے پوچھا۔
 دروازہ اندر سے کھولا گیا تھا۔ اس نے مخصوص انداز میں دروازے
 تک دی تھی۔ میتھس نے جواب دیا۔
 ہتھارے تعاقب کا کوئی شک تو اسے نہیں ہوا۔
 بارے پوچھا۔

نہیں جناب۔ ویسے اس قدر ہوشیار اور چوکنا آدمی
 نے پہلے بھی نہیں دیکھا۔ میتھس نے جواب دیا۔
 اوسکے۔ پھر ہم صحیح ٹارگٹ پر پہنچ گئے ہیں۔ اسلئے نو۔
 فوراً رید کرنا ہے۔ کوشش کرنا کہ ان میں سے ایک گم از گم
 ہاتھ آجائے۔ میتھس نے دروازہ کھول کر بیٹھے
 نے ہوئے کہا۔ اور کار میں موجود باقی اور افراد بھی نیچے اتر گئے۔
 چرہ سب علیحدہ علیحدہ ہو کر میتھس کی رہنمائی میں آگے بڑھے۔

دے جلے۔ ہم علیحدہ رہ کر اس کے پیچھے جاؤ۔ اگر یہ کسی گٹھلی پر
 جاتے تو مجھ کا لکڑیٹا دینا دے دیے اس کا انداز بتا رہے تھے کہ
 یہ اسی کاٹونی کی کسی کوٹھی میں ہی جلے گا۔ میتھس نے تارے
 ساتھ بیٹھے میتھس سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور میتھس سر ہلاتا ہوا کار سے نیچے اترتا اور سڑک کی دوسری
 جانب بڑھ گیا۔ وہ جوان اب ایک سائڈ گلی میں داخل ہو
 گیا تھا۔ جب کہ آدھ گلی کے سرے پر ہی رک گیا تھا۔ وہ شاید اس
 کے موٹر تک جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور پھر آدھ گلی میں
 چلا گیا اور اس کے بعد میتھس بھی گلی میں غائب ہو گیا۔ میتھس نے تارے
 خاموش بیٹھا رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے طویل انتظار کے بعد میتھس واپس
 آتا دکھائی دیا۔ وہ خاصی تیز رفتار سے اور پرجوش انداز
 میں چل رہا تھا۔ اور میتھس تارے کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تیرنے
 لگی۔ وہ میتھس کے ہر انداز کو اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسا جوڑ
 اس میں اس وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب وہ کوئی کامیابی حاصل
 کر لیتا ہے۔

باس۔ وہ آدمی یہاں سے کافی دور ایک کوٹھی کے
 عقبی دروازے میں چلا گیا ہے۔ آدھ کوٹھیوں میں چھوڑ آیا ہوں
 میتھس نے کار کی سے سر اٹھاتے ہوئے میتھس نے تارے پر جوش
 لے کر کہا۔

دروازہ کسی نے کھولا تھا یا وہ دیوار پھانڈ کر گیا تھا؟

ہنس لکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور صدر مملکت نے چونک کر ریوڑ

لیا۔ وزیر خارجہ صاحب آنے کی اجازت طلبتے
ہے۔ دوسری طرف سے ان کے پی۔ اے نے مؤدبانہ لہجے

کہا۔ جلد ہی پہنچو انہیں۔ جلد ہی۔ صدر مملکت نے غصے
میں کہا اور ایک جنگلے سے ریوڑ واپس کر ٹیل پر پھینک دیا۔
ان کے انداز پر پوری طرح جھنجھلاہٹ حاوی ہو چکی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور سر حسین احمد اندر داخل ہوئے۔
آئیے سر حسین احمد آئے۔ میں کتنی دیر سے آپ کا انتظار
رہا ہوں۔ صدر مملکت نے بے چین سے لہجے میں کہا۔
جناب۔ اطلاع ملتے ہی میں آ گیا ہوں۔

حسین احمد نے شہرے بولنے لہجے میں کہا۔
تشریف رکھیے۔ ابھی کمانڈر انچیف نے اطلاع دی ہے۔
کافرستان نے بجائشانہ پر حملہ کرنے کی پوری تیاری کر لی ہے۔
فریاد سب کیا ہو رہا ہے۔ صدر مملکت نے بے چین
ہے میں کہا۔

مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہمارے ساتھ کیا کھیل کھلا جا رہا
ہے۔ پہلے پہلے درپے تحریری کارروائیاں کی گئیں۔ وہ کچھ
پس تو قائلانہ حملے شروع ہو گئے۔ اور کافرستان نے حملے
ل تیاری کر لی۔ سر حسین احمد نے ہونٹ چباتے ہوئے

صدر مملکت کے چہرے پر شدید جھنجھلاہٹ کے آ
نمایاں تھیں۔ وہ اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے با
زار میاں پہنچ رہے تھے۔ ابھی ابھی انہیں ریوڑ طلوعی تھی۔
کافرستان کے ساتھ طلوعی سرحدوں پر حالات بے حد کش
مکش ہیں۔ اور کمانڈر انچیف نے صورت حال کی سنگین
دیکھتے ہوئے اپنی فوجوں کو فوری نوٹس پر جیٹس کے لئے تیار
جانبے کا حکم دے دیا تھا۔ کمانڈر انچیف کا خیال تھا۔
کافرستان اب ہر صورت میں بجائشانہ پر حملہ کرنے کے
تیار ہو چکا ہے۔

ریوڑ طلوعی ہی صدر مملکت نے وزیر خارجہ سر حسین
کو فوری طور پر دفتر میں طلب کر لیا تھا۔ اور اب وہ
کا انتظار کر رہے تھے۔

جواب دیا۔ "میرا خیال ہے جسے اب کنفیڈریشن والے منصوبے کے زور سراقہ اور لانے کا منصوبہ۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟" غائب کا سرکار ہی اعلان کر ہی دینا چاہئے۔ اب میں: "مرحبین احمد نے جواب دیا۔" وہاں برداشت نہیں کر سکتا۔ خواہ مخواہ ہم پانچ شیاد اولیٰ کے ہاں میں پھنس گئے۔ صدر مملکت نے کہا۔

جناب۔ اگر اس منصوبے کے ترک کر دینے کے

کے ساتھ ہی سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے تو کر دیجئے۔ حالانکہ ٹھیک ہونے کے بعد بھی تو اس منصوبے کا اچانک اعلان کیا جاتا ہے۔ "مرحبین احمد نے ذمہ لے میں کہا۔" ملک کیا مطلب۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد بھی حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ صدر مملکت نے بری طرح چومکے جوئے کہا۔

"میرا تو یہی خیال ہے جناب۔ اگر مجرموں کا یہی منصوبہ تو مجھے کہنے دیجئے کہ اس سے زیادہ احمقانہ منصوبہ اور ہونا ہو سکتا ہے۔" سر حسین احمد عمران کے ساتھ اس زاویے پر بات چیت کر چکے تھے۔ اس لئے اب وہ بڑے اعتماد سے بات کر رہے تھے۔

نہیں احمد نے جواب دیا۔

"ادہ۔ واقعی سر حسین احمد آپ نے واقعی ایک! لیکن سر حسین احمد ایسے حالات کب تک رہیں گے۔ آخر ان کا حل کیا ہوگا۔ دیکھیں۔ خوف ناک تحریکی کارروائیاں صدر مملکت کی پیشانی پر بے شمار آڑھی ترچھی ٹکریں بنی اور شہر شروع ہو گئی تھیں۔

زائے پر سوچا ہے۔ پھر مجرموں کا آخر مقصد کیا ہے؟

لے۔ آخر ان کا حل کیا ہوگا۔ دیکھیں۔ خوف ناک تحریکی کارروائیاں صدر مملکت کی پیشانی پر بے شمار آڑھی ترچھی ٹکریں بنی اور شہر شروع ہو گئی تھیں۔

زائے پر سوچا ہے۔ پھر مجرموں کا آخر مقصد کیا ہے؟

لے۔ آخر ان کا حل کیا ہوگا۔ دیکھیں۔ خوف ناک تحریکی کارروائیاں صدر مملکت کی پیشانی پر بے شمار آڑھی ترچھی ٹکریں بنی اور شہر شروع ہو گئی تھیں۔

ظہر ہو گا۔ اور اس کے عامہ بھی اس کے خلاف ہو جائے گی۔ اور
حالات مزید بگڑ جائیں گے۔ دوسرا حل بتائیے؟

صدر مملکت نے فیصلہ کن بھیجے ہیں کہا۔

”جناب۔ دوسرا حل یہ ہے کہ پہلے تو آپ عوام سے
براہ راست خطاب فرمائیے اور انہیں بتائیے کہ کس طرح بھاشانہ
کو عینک میل کئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور
کس طرح مجرم اپنی دہشت پسندانہ سرگرمیوں سے حکومت پر
ناجائز دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اور آپ عوام کو بتائیے کہ بھاشانہ
کے بہاؤ و عوام اس عینک میلک کے سامنے کبھی نہیں ہٹیں گے
اور اگر جو سکے تو کافرستان کو بھی دھمکی دے دی جائے۔ کہ اگر
بھاشانہ پر حملہ کیا گیا تو اسے اکیلا نہ سمجھا جائے۔ اس طرح
کم از کم عوام کا مورال بلند ہو جائے گا اور مجرموں کے حوصلے
سنت ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ جس
طرح ہمارے ملک میں تہذیبی کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔ اسی
طرح ہم اپنی کوئی تنظیم کافرستان بھیجیں جو وہاں اس قسم کی
کارروائیاں کرے۔ تاکہ کافرستان اپنے آپ میں الجھ کر
ہم پر دباؤ ختم کرنے پر مجبور ہو جائے؟“ سر حسین احمد نے
تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی پہلی بات درست ہے۔ میں آج ہی عوام سے ریڈیو
اور ٹیلی ویژن پر خطاب کرتا ہوں۔ لیکن دوسری بات سے
مجھے اتفاق نہیں ہے۔ ایسے حالات میں اپنا ملک تو بچایا نہیں جا

آپ اخبارات پڑھتے ہیں۔ کس طرح پریس چیف رہا ہے۔ عوام نہ
پریش رہے ہیں۔ بی۔ ایل پارٹی کی تباہی کے بعد تو حالات
اور بھی زیادہ ناؤک ہو گئے ہیں۔ صدر مملکت کے پہلے
میں ایک بار پھر جھنجھلاہٹ عود کر آئی۔

”آپ کو اطلاع ملی ہے کہ سیکرٹری وزارت خارجہ رام داس کو
ان کی رہائش گاہ سے اغوا کیا گیا ہے۔ اور اب ان کی
صبح شدہ لاش ایک دیران سڑک پر پڑی ہوئی ملی ہے۔ اسی
طرح سیکرٹری مدرس کے چیف کرنل شریف کو بھی ہلاک
دیا گیا ہے۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”اوہ۔ رام داس اور کرنل شریف۔ دونوں۔ دین
بدنوز۔ اوہ۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ تو بتائیں۔ آخر؟“
عوام کو کیا منہ دکھائیں؟ صدر مملکت نے میرے پرسنل سے
مارنے شروع کر دیئے۔ یہ ان کی جھنجھلاہٹ کی انتہا تھی۔

”سر۔ اس کے دو حل ہیں۔“ سر حسین احمد نے
چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”دو حل۔ کون کون سے؟“ صدر مملکت نے
چونکتے ہوئے کہا۔

”سر۔ ایک تو یہ کہ آپ فوری طور پر کنفیڈریشن کا اعلان
دیں تاکہ مخالف طاقتیں اپنا سامنے لے کر رہ جائیں؟“

سر حسین احمد نے کہا۔
”نہیں۔ ان حالات میں یہ ناممکن ہے۔ یہ ملک کے سا

رہا۔ کہ ہم کافرستان میں کارروائیاں شروع کر دیں۔ کافرستان کو تو اس طرح بہانہ مل جائے گا۔ اور وہ عالمی رائے عامہ کو چارہ سے خلاف کر دے گا۔ صدر مملکت نے کہا۔
 ”ٹیکس ہے جناب۔ آپ تقریر فرمائیں۔ اس کے بعد باقی باتیں بھی طے کر لی جائیں گی۔ میرا خیال ہے ہمیں عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے کے لئے حکومت شوگران۔ حکومت انگریزیا سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔ انہیں حالات بتائے جائیں اور اقوام متحدہ میں بھی اس ٹیکس میں ملک کے خلاف عالمی پیمانے پر احتجاج کرنا چاہیے۔ اور کافرستان میں تو کم از کم اسرائیل کا نام کھل کر لینا چاہیے۔ تاکہ اسلامی برادری ہمارے ساتھ ہو جائے۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”لیکن اس کے لئے ہمیں کس ثبوت چاہئیں۔ آپ کے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے کہ یہ تخریبی کارروائیاں اسرائیل کی شہ پر ہو رہی ہیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔
 ”یہ ثبوت بھی مہیا کر دیتے جائیں گے۔“ سر حسین احمد نے کہا۔

”سبب ثبوت مہیا ہو جائیں تب ہم بات بھی کر دیں گے فی الحال آپ پابکشیہا کے سر سلطان سے بات کیجیے۔ ان کے وعدے کو آج جو تھا وہ رہے۔ لیکن ابھی تک انہوں نے کوئی کارکردگی بھی نہیں دکھائی۔“ صدر مملکت نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”ان کی کارکردگی کا ایک ثبوت تو میری زندگی ہے۔ اگر ان

لوگوں سے ہمارا رابطہ نہ ہوتا تو کم از کم اس وقت میں زندہ نہ ہوتا۔“ سر حسین احمد نے منہ ملتے ہوئے کہا۔

”آپ۔ کیا مطلب۔ آپ کھل کر بات کریں۔“

صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔ ”کیوں کہ انہیں تو یہی دپورٹ دی گئی تھی کہ سر حسین احمد اچانک ان کے گھر سے باہر نکل گئے تھے اور اس طرح وہ بچ نکلے۔ اور اب سر حسین احمد اپنے زندہ بچ جانے کو پابکشیہا کی کارکردگی بتا رہے تھے۔ اور سر حسین احمد نے نوجوان کی آمد ویشٹرن کا دس کا خط اور پیرا کچھٹو سے بات چیت اور ایک ٹوکا فوری فیصلہ۔ اور اس کی یہ ہدایت کہ سر حسین احمد فوڈ ایکٹو چھوڑ دیں۔ ساری باتیں پوری تفصیل سے بتا دیں۔ اور صدر مملکت حیرت سے یہ ساری تفصیل سننے رہے۔“

”اور۔ واقعی ایک سوانہا بنائی ذہین آدمی ہے۔ اور جس ٹیم کا لیڈر اس قدر ذہین ہے کہ بات چیت سے اتنے بڑے خطرے کو بھانپ لیتا ہے۔ یہ لوگ یقیناً اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ ٹیکس ہے اب بھلے تسلی ہو چکی ہے۔ اب میں ڈرے کر عوام کا مورال بلند کروں گا۔“ صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
 اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے سر حسین احمد کی طرف مصلحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ یہ اشارہ تھا سر حسین احمد کے جانے کا۔ چنانچہ سر حسین احمد صدر مملکت سے مصافحہ کر کے دروازے کی طرف مڑ گئے۔ ان کے چہرے پر اطمینان تھا کہ انہوں نے صدر مملکت کو کم از کم کسی دشمنی محفلے

پر اپنا ہمنوا بنالیا ہے۔ اور ان کے نیال کے مطابق یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

ممبرز اسی کی طرح ایک قطار میں کرسیوں پر بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کے چہرے مٹے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند تو ہوش میں آپٹکے تھے باقی کی آنکھیں پرستور بند تھیں۔ ایک آدمی ان کے بازوؤں میں الجھن لگائے میں مصروف تھا۔ جب کہ اس بڑے سے بال مٹا کمرے کی سائنس والی دیوار کے ساتھ پانچ کرسیاں موجود تھیں۔ جن پر پانچ نقاب پوش بیٹھے ہوئے تھے درمیان والے کا نقاب گہرے سرخ رنگ کا تھا جب کہ باقی افراد کے نقاب سیاہ رنگ کے تھے۔ نقابوں سے ان کی نظر آنے والی آنکھوں میں سانپ جیسی چمک چمکائی تھی۔

جب سب ممبرز کو الجھن لگ گئی۔ اور باری باری وہ سب پوش میں آئے تو سرخ نقاب پوش کرسی سے اٹھا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے قریب آکر دک گیا۔ اس کا سر تو زیر کی طرف سی تھا۔

”تم ان کے لیڈر ہو۔“ نقاب پوش نے غراتے ہوئے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔“ میں لیڈر ہوں۔“ تنویر نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”پانچویں سیکرٹ مروس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“ نقاب پوش نے دوسرا سوال کیا۔

”ہم پانچویں سیکرٹ مروس کے دشمن ہیں۔ ان سے اکثر ہماری ٹھکر رہتی ہے۔“ تنویر نے جواب دیا۔



درد کی شدید ترین لہر نے تنویر کو بے ہوشی سے ہوش کی سرحدوں میں دھکیل دیا۔ اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک کر اٹھنے لگا۔ لیکن پھر ایک لمبے سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے جسم نے معمولی سی حرکت کرتے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ گردن سے نیچے اس کا پورا جسم مفلوج ہو چکا تھا۔ البتہ صرف وہ سر ہلا سکتا تھا۔ دیکھ سکتا تھا۔ چوم سکتا تھا۔ بول سکتا تھا۔ لیکن حرکت نہ کر سکتا تھا۔ وہ اس وقت ایک عام سی کرسی پر بغیر بندے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔

تنویر نے فوراً ہی سر ہٹا کر دیکھا اور اس کی آنکھوں سے شدید پریشانی کے آثار جھلکنے لگے۔ فاسٹ ڈیٹھ کے تمام

سے تعاون کرو۔ تو ہم خود تمہارے ساتھ مل کر بھیاشانکے خلاف کام کرنے پر تیار ہیں۔ تمہارے جواب دیا۔

ہوں۔ خاصے ذہین آدمی ہو۔ اچھا فریب دینا جانتے ہو۔
 تمہیں شاید علم نہیں ہے کہ ایک خاص آدمی نے تم میں سے دو
 آدمیوں کو پہچان لیا ہے کہ وہ دو آدمی بائیسٹیا سیکرٹ
 مردوں سے متعلق ہیں۔ ایسا اس وقت ہوا ہے جب تم سب
 بے ہوش تھے۔ اس لئے فریبانہ بائیس چھوڑو اور سیدھی
 طرح میرے سوالوں کے جواب دو۔ ورنہ میں حلق میں انگلی ڈال
 کر سب کچھ اُٹھالیتا ہوں۔۔۔۔۔ نقاب پوش نے انتہائی غصہ
 لہجے میں کہا۔

نہم ان دونوں کی بات کر رہے ہو جو مجھ سے چورہٹے اور چھٹے نمبر پر ہیں۔ یہ دونوں کچھ عرصہ پہلے واقعی پاکیزہ پاکیزہ سر دوس سے متعلق تھے۔ لیکن اب نہیں ہے۔ بلکہ پاکیزہ پاکیزہ سر دوس تو ان دونوں کے خون کی پیاسی ہے۔ تنویر نے مگر مگر مگر اور کیپٹن شکیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

پاس۔ یہ اس طرح باتیں کئے جائیں گے۔ میرا خیال ہے۔ ان سب کو زندہ ہی برقی بجھوں میں بھونکوا دیا جائے۔ ان کے لئے یہی سزا کافی ہے۔ ایک ایک سیاہ رنگ کے نقاب پوش نے کرسی سے اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے سخت پہچے میں کہا۔

”نہیں زابہدؔ۔۔۔ پہلے یہ بتائیں گے کہ انہیں اس عمارت

دیکھو کہ کہاں سے ملا۔ اس کے بعد ان کی موت زندگی کا فیصلہ ہو گیا۔
 سرخ نقاب پوش نے مرکز لڑنے سے سستی کو جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "تو باس انہیں ایم سی مشین کے حوالے کر دیجئے وہ ان
 کے لاشعور سے سب کچھ کھینچ کر باہر نکال لے گی۔" — رابرٹ
 نے جواب دیا۔

جواب دیا۔
 "مشین کی ضرورت تو تب ہو جب میں ان سے کچھ نہ پوچھ سکوں،
 ابھی بتائیں گے یہ۔" اس نے کہا۔ اور اس نے سر ٹھکرائے
 اور نقاب پوش کو اشارہ کیا۔ وہ نقاب پوش سر ملتا ہوا تیزی
 سے اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک
 چھوٹی سی شرابی کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس شرابی کے اوپر
 ایک مستطیل سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس مشین کا ڈیزائن
 ایسا تھا جیسے بڑا سا کمپیوٹر ہو۔ اس کے ساتھ دو چمچے دار تاریں
 ٹھک رہی تھیں۔ جن کے آخری سرے پر دو چکیاں لگی ہوئی
 تھیں۔ نقاب پوش نے مشین لاکر تنویر کے ساتھ روکی۔
 اور پھر اس نے ایک چمکی تنویر کے ایک ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور
 دوسری چمکی کمرے کے بازو پر رکھے ہوئے اس کے دوسرے
 ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں چھسادی۔ اس کے بعد اس نے
 ایک تار کا گھبرا مشین کے اندر سے نکالا اور اُسے گھول کر اس
 نے دیوار کی جڑ میں گھسے ہوئے بجلی کے پلگ سے کنکٹ کر دیا۔
 تار کے دوسرے سرے نے کھینچا انداز میں کہا۔

آن کر دو۔۔۔ باس کے ہنریہ اعلا میں ہیں اور مشین کے ساتھ کھڑے ہوئے کتاب پوش نے مشین پر

بہت کو اڑانا شروع کر دیا۔ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی۔ اور تنویر کے باقی ساتھیوں نے اپنے ہونٹ چبھ لئے۔

”بتاؤ۔ ورنہ ابھی تمہارے جسم کی ایک ایک رگ ٹوٹ جائے گی۔“

”روک دو۔ میں بتا چکی ہوں۔“ روک دو اسے۔

چابک جو لیا نے چپختے ہوئے کہا۔

اور باس نے جلدی سے ہاتھ اوجھکایا تو نقاب پوش نے

بلی کی سی تیزی سے سینڈل کو اوجھکایا کر دیا۔ اور سرخ رنگ کی

سوئی تیزی سے دایں پہلے جھندے پر پہنچ گئی۔ تنویر کی آنکھیں

بند ہو گئی تھیں۔ خوف ناک ٹیکھنے کے اچانک بند ہو جانے

کی وجہ سے اس کے اعضاء اور ذہن اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

تھے۔ اور وہ نیم بے ہوش سا ہو گیا تھا۔ وہ لمبے لمبے سانس

لے رہا تھا۔ البتہ اس کے ہرے کا رنگ معمولی سا بگڑا ہوا تھا۔

”بتاؤ۔ اس عمارت کا ٹیکو کہاں سے حاصل کیا۔ ورنہ اس

بار تمہاری باری ہوگی۔“

باس نے جویا سے مخاطب ہو کر

کڑخت لہجے میں کہا۔

”ہمیں گر نل سمیرخ کے اڈے سے ایک کارڈ ملا تھا جو عربی

زبان میں تھا۔ اس پر اس عمارت کا پتہ اور فون نمبر لکھا ہوا

تھا۔ اور ساتھ ہی ایف۔ ڈی بھی لکھا ہوا تھا۔ اس لئے ہم سمجھ

گئے کہ یہی ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔“

لگے ہوئے سرخ رنگ کے سینڈل کو جھکادے کر نیچے کی طرف

کر دیا۔ تنویر سمیت سب لوگ گردنیں موڑ کر اس ساری

کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ تنویر کا چہرہ سچاٹ تھا۔ اس پر

کوئی تاثر موجود نہ تھا۔

”ان مشینیں خمدل سے تم فاسٹ ڈیٹھ سے کہ نہیں اگلوں گے

سینڈل نیچے ہونے ہی تنویر نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تم میں کتنا دم نہیں ہے۔“

باس نے طنز پر انداز میں کہا۔

مشین کے درمیان میں موجود ڈائل پر سرخ رنگ کی باریک

سوئی سینڈل کے دبے ہی تیزی سے مخالف سمت کی طرف

بڑھنے لگی تھی۔ اور مشین میں سے ذوں ذوں کی ہلکی آواز

سنائی دے رہی تھی۔ ڈائل کے عین درمیان میں ہندسوں کے

درمیان ایک سرخ رنگ کی لمبی سی کیر عموداً موجود تھی۔ سوئی

جیسے ہی اس نشان پر پہنچی۔ اچانک کمرے میں تنویر کی زوردار چیخ

گونج اٹھی۔ اس کی چیخ سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کدہ

چھری سے اُسے ذبح کیا جا رہا ہو۔ اس نشان پر پہنچنے کے بعد

سوئی کی رفتار گواہستہ ہو گئی تھی۔ لیکن وہ آگے بڑھی ضرور

تھی۔ اور تنویر کا چہرہ ویک سخت بُری طرح مسخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں

باہر کو اُبل آئی تھیں۔ اور یوں لگتا تھا جیسے اس کی جان

دروناک عذاب کی گرفت میں آگئی ہو۔ جیسے جیسے سوئی آگے

بڑھتی جا رہی تھی تنویر کے حلق سے نکلنے والی چیخوں نے جیسے

تئویر کی انجلیکوں سے علیحدہ کیں اور پھر مشین کا کنکشن پکڑے
 علیحدہ کر کے وہ ڈرائی دھکیلتا جو ادا آپس چلا گیا۔
 میں نے تو کوشش کی تھی کہ تمہیں آسان موت میسر ہو۔
 لیکن تمہاری قسمت ہی خراب ہے۔ بہر حال اب مجبوری
 ہے۔ رابرٹ نے اپنے ساتھیوں کے جانے کے بعد
 ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہم مسلمان ہیں مسٹر رابرٹ۔ اور ہمارا عقیدہ ہے۔ اب میں اپنی حسرت ضرور پوری کروں گا۔ یہ میرا
 کہ موت اور زندگی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تم لوگوں کے بلج ہے۔ رابرٹ نے پیر پختے ہوئے کہا۔
 ہاتھوں میں کچھ نہیں۔ بہر حال تم سے جو ہو سکتا ہے تم کو رو۔ اور پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات کا کوئی جواب دیتا سات
 اگر تمہارے جسم مغتوج نہ ہوتے تو تم اگر کم یہ حسرت کو دل میں دے لیتے تو ان کے افراد اندر داخل ہوتے۔ انہوں نے آگے بڑھ
 دینی کہ ہم اس طرح بے بسی کے عالم میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ لیکن اگر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تئویر اور اس کے ساتھیوں کو
 اب مجبوری ہے۔ صبر کرنے ہوتے باوقار رہتے ہیں کہا۔ ان کے بوروں کی طرح اٹاکر کاندھوں پر لادنا۔ اور کمرے
 ”اوہ۔ بڑا زعم ہے تم لوگوں کو اپنے جسم پر۔“
 رابرٹ نے طنز پر لہجے میں کہا۔ اور پھر مڑ کر وہ کمرے کے ایک میں کہا۔

کوئی نے میں رکھے ہوئے خون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے
 رسیور اٹھایا۔ اور پھر ڈاکل پر ابھرے ہوئے جتنوں میں
 ایک جتن دبا دیا۔
 ”رابرٹ سپیکنگ۔“ بیوروہم میں موجود سات افراد بڑھتے۔ کیوں کہ اس کمرے کی دیواروں کے ساتھ بڑے خوفناک
 کو بلیک روم میں پہنچانے کا بندوبست کر دیا۔ جلدی
 رابرٹ نے تیز اور سکھانے لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ کر
 وہ کھڑا ہو گیا۔

دلی مشین بھی موجود تھی۔

رابرٹ نے سر دلوچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہو۔۔۔ ہو۔۔۔ باس کا شکریہ۔ یہ تو بڑی دلچسپ
مزاح ہے۔ جبکی کے مطلب کا کام۔ آپ فکر نہ کریں۔ حکم کی پوری
فہم تکمیل ہوگی۔۔۔ جبکی نے یوں جنتے ہوئے کہا جیسے کسی
بچے کو اس کا من پسند کھانا مل گیا ہو۔ اس کا انداز بتا رہا
تھا کہ وہ انتہا درجے کا اذیت پسند واقع ہو جائے۔ اسی لئے
وہ اس جوں لٹاک مختلف کے تصور سے ہی لطف اندوز ہو رہا تھا۔

”ایک بات ہے جبکی۔ اس لڑکی سے میں کچھ لطف اندوز
ہونا چاہتا ہوں۔ کیا اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔۔۔ رابرٹ
نے جبکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جیسے آپ حکم فرمائیں۔۔۔ میں اس کی مزاح کو آخر
میں رکھ دیتا ہوں۔ جب تک میں ان چھ آدمیوں کی بیٹیاں توڑوں
آپ اس لڑکی کے ساتھ جو چاہیں سلوک کرتے رہیں۔ دیسے
بھی ان چھ افراد کی چیخوں کے درمیان لطف کچھ اور بھی بڑھ جائے
گا۔۔۔ جبکی نے جنتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کا جسم تو مغلوب ہے۔ یہ تو لاش ہے۔“
رابرٹ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔ لیکن جناب۔۔۔ میرے پاس
تو ایسی کوئی دوا نہیں ہے۔ جس سے اس کی مغلوبیت دور کی
جاسکے۔۔۔ جبکی نے جواب دیا۔

”دوا انٹی سلیم تو چیف باس کے دفتر میں ہے۔ اور وہاں سے

”انہیں فرسش پر لٹا دو اور جبکی کو یہاں بھیج دو۔ تاکہ ان پر کام
شروع کیا جاسکے۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔ اور تنویر اور اس کے
ساتھ یوں کو فرسش پر پھینک دیا گیا۔ اور انہیں لے آنے والے
مرطک باہر چلے گئے۔ وہ سب خاموش ہونٹ بیٹھے بیٹھے
ہوئے تھے۔ اس بار وہ واقعی بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا
پورا جسم بے حس تھا۔ وہ کسی قسم کی کوئی مدافعت کر
پا نہ سکتے تھے۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لیم شیم سائڈ منا آدمی
اندر داخل ہوا۔ اس کا سر چوٹا اور جسم بے ستھ تھا پھیلا ہوا
تھا۔ اس نے تیز سرخ رنگ کی ایک بنیان اور جینز پہنی ہوئی تھی۔
بنیان کے سلسلے کے رخ پر موت کا نشان ایک کھوپڑی اور
دو بیٹیاں موجود تھا۔ اس کی چھوٹی ٹھوٹی ڈگری کی آنکھیں فرسش
پر بیٹھے ہوئے تنویر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سانپ کی
طرح جھپکنے لگیں۔

”حکم جناب۔۔۔ ان کا کیا کرنا ہے۔۔۔ جبکی نے بھیڑیے
کے سے انداز میں دانت نکوتے ہوئے کہا۔

”چیف باس نے ان پر سلو ڈیٹھ کا حکم جاری کیا ہے۔ اس
لڑکی کی دونوں آنکھیں نکالنی ہیں۔ زبان کاٹنی ہے۔ اور
دونوں ہاتھ کلائیوں تک کاٹ کر زخموں پر تیزاب ڈال کر جلادینا
ہے۔ اور باقی لوگوں کی آنکھیں نکالنی ہیں۔ زبانیں کاٹنی
ہیں اور جسم کی تمام بڑی بڑی بیٹیاں توڑ ڈالنی ہیں۔“

لے آئی ناممکن۔۔۔ چلو حسرت ہی سہی۔ دفع کرو۔ تم اپنا کام شروع کرو۔۔۔ رابرٹ نے چند لمحے سوچنے کے بعد اپنا ارادہ ترک کر کے ہونے کہا۔

ایک صورت اور ہے۔ اگر آپ پسند کریں؟

جیکی نے کہا۔

”وہ کون سی صورت ہے؟“ رابرٹ نے چونکے ہوئے پوچھا۔

”آپ جانتے ہیں کہ اعصابی نظام کو سمجھنے کا میں دنیا بھر میں ماہر تسلیم کیا جاتا ہوں۔۔۔ اگر اس لڑکی کے دائیں ہینڈل کے اندر موجود ایک رگ کو چیر دیا جائے تو مفلوج اعصاب حرکت میں لائے جاسکتے ہیں۔۔۔ لیکن اس سے ہینڈل پر خاصا بڑا زخم ہو جائے گا۔ جس میں سے نکلنے والے خون کو دو اسٹے روکنے پڑے گا اور اس میں خاصا وقت لگ سکتا ہے۔ تقریباً آدھا گھنٹہ۔

اور دوسری بات یہ کہ اس لڑکی کو شدید تکلیف ہوگی۔ کیا آپ اس کو تکلیف میں ڈرپٹا چاہا پسند فرمائیں گے؟“

جیکی نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے یہ لڑکی پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپے گی؟“ رابرٹ نے استغیانی آمیز لہجے میں کہا۔

”بالکل جناب۔۔۔ بالکل یہی کیفیت ہوگی اس کی؟“

جیکی نے دست نکلانے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ دیر ہی لگے۔۔۔ یہ تو انتہائی پر لطف سچو شش ہوگی۔“

”تم۔۔۔ تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ اعلیٰ آدمی تمہاری بیوی کی بیوی زبان ابھی بند کر دی جائے گی۔ لیکن میں تمہاری آنکھیں

سب سے آخر میں نکلواؤں گا۔ تاکہ تم اپنی آنکھوں سے اس لڑکی کا تماشا دیکھ سکو۔۔۔ رابرٹ نے نصیحت سے چیتے ہوئے کہا۔

”کیوں اس ہند کر درابرٹ۔۔۔ تم بزدل ہو کیونکہ کی حد تک بزدل۔ کسی بے بس کے ساتھ اس قسم کا ملوک بزدلی اور کیونگی کی انتہا ہے۔۔۔ چاہا تک صفا۔۔۔ رگے جی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو یہ ہند تک بھی خزانے نکالے۔۔۔ جیکی۔۔۔ پہلے ان کی زبانیں کاٹ ڈالو۔۔۔ رابرٹ نے قصے پر چٹختے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ میں تو حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن اس طرح یہ چٹختے بھی معذور ہو جائیں گے۔ یہ زبانیں کٹ جانے کے بعد لاشوں کی طرح پڑے۔۔۔ اپنا بڑا بڑا ٹولے رہیں گے۔“

بڑھ گیا۔ اس نے المادی کوئی اور اس میں سے کچھ تلاش کرنے لگا۔
جسٹھے تلاش کرنے کے بعد اس نے المادی بند کر دی۔
”ادہ پاس۔ اس میں رسی موجود نہیں۔ وہ مجھے سٹور
سے لانی پڑے گی۔“ جیکی نے کہا۔
”رسی۔ رسی کا کیا کرنا ہے۔“ رابرٹ نے چونک کر پوچھا۔

”پاس۔ اس لوکی کے ہاتھ اور پیر باندھنے پڑیں گے ایسا
نہ ہو کہ مغلو جیت ختم ہوتے ہی یہ ہمارے لئے مصیبت بن جائے۔“
”جیکی نے کہا۔
”ادہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔“ پھر جلد آؤ۔ پہلے ہی کافی
دیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پاس خود ہی یہاں پہنچ جائے۔“
رابرٹ نے بے چین ہجے میں کہا۔
”ابھی لایا پاس۔“ جیکی نے کہا اور پھر بیرونی دروازے
کی طرف بڑھ گیا۔

”تہنہاری تنظیم میں کیا حیثیت ہے مسٹر رابرٹ؟“
اچانک کیپٹن شکیل نے رابرٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس
کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔
”میری حیثیت۔ کیوں۔“ کہیں میری حیثیت سے
کیا دل چسپی پیدا ہوئی ہے۔“ رابرٹ نے چونکتے ہوئے
پوچھا۔

”تم میری بات کا جواب دو۔ بعد میں وضاحت بھی کر دوں

اس طرح سارا لطف ہی غارت ہو جائے گا۔“ جیکی نے بڑے
مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ رابرٹ کوئی جواب دیتا۔ اچانک کہنے
لگے کوئی میں پڑے ہوئے فلی فون کی گھنٹی زور سے بج رہی تھی۔
اور رابرٹ نے تیزی سے آگے بڑھ کر رسیور اٹھالیا۔

”میں پاس۔“ رابرٹ بول رہا ہوں۔“ رابرٹ
نے دوسری طرف سے کچھ سنتے ہی مؤدبانہ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”میں پاس۔“ جیکی بیک روہم میں پہنچ گیا ہے۔ آپ
کے حکم کی تعمیل میں اب شروع ہونے والی ہے۔ ہم کارروائی
کا آغاز کرنے ہی والے تھے کہ آپ کا فون آگیا پاس۔“
رابرٹ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے پاس۔“ میں جلدی تھا کہ آپ کے پاس پہنچ
جاؤں گا۔“ رابرٹ نے دوسری طرف سے بات سن کر
جواب دیا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

”چلو جیکی۔“ تہنہاری بات بھی ٹھیک ہے۔ پہلے اس لوکی
کی مغلو جیت دو کر دو۔ اور پھر اسے میرے حوالے کر کے تم اپنی
کارروائی کا آغاز کر دو۔“ پاس بھی پوچھ رہا تھا ابھی۔
رابرٹ نے جیکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے پاس۔“ ابھی فون۔“ جیکی نے کہا۔ اور
تیزی سے کمرے کی دیوار میں نصب ایک المادی کی طرف

جولیا کوئی کھلونا جو۔ پھر اس نے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے کھائیوں کو رسی کی مدد سے باندھنا شروع کر دیا۔ جولیا کے دونوں ہاتھ زین ڈھیلے تھے جیسے کسی لاش کے ہاتھ ہوں۔ بچانے انہیں کون سی وہادی گئی تھی کہ ان کے جسم مکمل طور پر فالج زدہ سے ہو کر رہ گئے تھے۔

خوب اور اس کے ساتھی بڑی بے بسی کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھنا دیکھ رہے تھے۔ جونٹ دانتوں سے کاٹ کاٹ کر ان کے جونٹ زخمی ہو گئے تھے۔ اس بار واقعی وہ بے بس تھے۔ اور اب تنہا سمیت سب کو یہ خیال آ رہا تھا کہ کاش اس موقع پر عمران ہوتا تو وہ یقیناً اس چوٹیشن کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی عمل نکال لیتا۔ وہ تقاضی ایسا شخص۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ انہوں نے خود ہی ایک شو سے کہہ کر اپنی کارکردگی شو کرنے کے لئے علیحدہ کام کرنے کے لئے کہا تھا۔ اور ان کی کارکردگی کا نتیجہ یہ نکل رہا تھا کہ وہ سب بے بس و مجبور ہو کر ایسے تنگ دل دشمنوں کے رحم و کرم پر پڑے تھے کہ جو نہ صرف ان کا عبرت ناک حشر کرنے والا تھا۔ بلکہ جولیا کی عزت بھی شدید ترین خطرے میں تھی اور وہ جو دوسروں کی عزت کی خاطر جان لوٹا دیا کرتے تھے آج احتجاج کرنے کے بھی قابل نہ رہے تھے۔

جبکی نے جولیا کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد اسے سیدھا کیا۔ اور پھر اس کی ٹانگیں بھی اس نے باندھ دیں۔

”اوسے نہیں۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ پاکیشیا سیکرٹ مر رہا ہے۔ ہمارے خلاف کام کرنے آرہی ہے۔ چون کہ ریڈ آدمی پاکیشیا سیکرٹ سروس سے گھرا چکی تھی۔ اس لئے پاس نے مناسب سمجھا کہ ریڈ آدمی کو کال کر لیا جائے تاکہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے منگتی رہے اور ایف۔ ڈی ایف کی رکارڈ کے اپنا کام کرتی رہے۔ لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بجائے آگے تم جیسے حیر چوہے جواب اپنے انجام تک پہنچنے کے لئے بے بس پڑے ہوئے میں۔ رابرٹ نے استہزاء غیہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کی جواب دیتا۔ جبکی دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹائفلون کی رسی کا کچھلا موجود تھا۔

”تم نے بہت دیر لگا دی جبکی۔ رابرٹ نے اس بار قدرے غصیلے ہوئے میں کہا۔

”پاس۔ سٹور بند پڑا تھا۔ اُسے کھلوانا پڑا۔ اس نے دیر جوئی۔ میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں۔ جبکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اچھا جلد ہی کر وہ اب مزید دیر قابل برداشت نہیں ہے۔ رابرٹ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اور جبکی سر ہلاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے فرش پر پڑی ہوئی جولیا کو ایک پاتھ سے یوں لٹا دیا جیسے

”رک جاؤ۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔۔۔۔۔ اپنا تک توخیر
نے دھاڑتے ہوئے کہا۔
”مگر اسی لمحے جبکی نے گھوم کر پوری قوت سے اس کے جڑے
پر لٹ ماری اور توخیر کے حلق سے چیخ سی نکل گئی۔
”خاموش بیٹے رہو کتے۔۔۔۔۔ جو کتے کی ضرورت نہیں ہے۔
جبکی نے دھاڑتے ہوئے کہا۔
توخیر کا منہ لٹ کھانے سے گھوم گیا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں
میں موجود نفرت ایک لخت الاؤ میں تبدیل ہو گئی۔
”تم کتے کے بیٹے ہو۔۔۔۔۔ تم کتے کی اولاد ہو۔۔۔۔۔ جبکی کتے
کاش میں ٹھیک ہوتا تو۔۔۔۔۔ توخیر نے دانستہ پیستے ہوئے کہا۔
”جھوڑا سے۔۔۔۔۔ تم اپنا کام کرو۔۔۔۔۔ رابرٹ نے
مسکراتے ہوئے کہا اور جبکی سر ہلاتا ہوا ایک دیوار کی طرف
بڑھ گیا۔ اس نے دیوار سے ٹکے ہوئے ایک شرے سے
چھبرے کو بک سے اتارا اور پھرے کی تیز دھاڑ پر آنکلی پیرتا ہوا جویا
کی طرف بڑھا۔
اور عین اسی لمحے دروازہ کھلا اور جبکی اور رابرٹ دونوں
چونک پڑے۔۔۔۔۔ دروازے پر سرخ نقاب پہنے چیٹ باس
کھڑا تھا۔
”یہ کیا ہو رہا ہے۔ ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اور
اس لڑکی کو باندھا کیوں گیا ہے۔۔۔۔۔ چیٹ باس نے غصے
سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”بب۔۔۔۔۔ باس۔۔۔۔۔ اس لڑکی کی بڑیاں نہیں توڑنی تھیں۔
صرف آنکھیں نکالنی تھیں۔ زبان کاٹنی تھی اور باندھ کلائیوں سے چسپا
کرنے تھے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اسے باندھ دیا جائے۔
رابرٹ نے بوکھلا کر کہا۔
”یہ کتے کا بچہ جھوٹ بولی رہا ہے۔ یہ ہماری ساتھی کی عزت
پامال کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ توخیر نے غصیلے بھر میں کہا۔
”اوہ۔۔۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ رابرٹ۔۔۔۔۔ تمہاری یہ عادت غلط
ہے۔ جو تمہیں حکم دیا گیا ہے تم صرف اس کی تعمیل کرو۔
چیٹ باس نے غصیلے بھر میں کہا۔
”بب۔۔۔۔۔ بہتر باس۔۔۔۔۔ جبکی۔۔۔۔۔ چلو ایک سرے سے
شروع ہو جاؤ پہلے ان کی بڑیاں توڑ دو۔۔۔۔۔ رابرٹ نے
جلدی سے جبکی سے مخا طلب ہو کر کہا۔
”بب۔۔۔۔۔ بہتر باس۔۔۔۔۔ جبکی نے جلدی سے کہا۔ اور پھر
دو تیزی سے مرکز و بارہ اسی دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے بوئے
کا ایک بہت بڑا گڑنا جھوڑا بک سے اتارا۔ اور ایک
لمبے میں خنجر اور دو سرے ہاتھ میں جھوڑا۔۔۔۔۔ لئے وہ تیزی سے
توخیر کی طرف بڑھا۔ کیوں کہ ترتیب کے لحاظ سے توخیر کا نمبر
پہلا تھا۔ توخیر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور ظاہر ہے اس کے سوا
وہ اور کبھی کیا سکتا تھا۔
جبکی نے توخیر کے قریب پہنچ کر خنجر اور جھوڑا ایک طرف رکھا۔
اور پھر جبک اس نے توخیر کے جسم کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر

سیدھا کیا۔ اور پھر وہ مچھوڑا اٹھا کر اس کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سر سے اڑنچا کیا۔ اس وقت وہ تنویر کی دونوں ہانگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

رابرٹ اور چین باس خاموش کھڑے یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں اشتیاق کی چمک تھی۔ جیسے ابھی کوئی تماشا ہونے والا ہو۔

جبکی کے ہاتھ تیزی سے نیچے کی طرف آئے اور پھر گھر زبردست دھمکے اور خوف ناک چیخ سے گونج اٹھا۔ روح کی گھبراہٹوں سے نکلنے والی دردناک چیخ۔

دونوں نے پروتک ہوتے ہی عمران نے دروازہ کھول دیا۔ اور ٹائیگر اچھل کر اندر آ گیا۔ عمران نے دروازہ بند کر کے کنڈی پر ٹھکا دی۔

”کوئی تمہارے تعاقب میں تو نہیں؟“ عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں جناب۔“ میرا تعاقب کس نے کرنا ہے؟“ ٹائیگر نے جواب دیا۔ اور پھر دونوں چیز تیز قدم اٹھاتے عمارت کے اندر وئی کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

”وہ ٹرائسٹر کیچر کہاں ہے؟“ مجھے دو۔“ عمران نے کمرے میں پہنچتے ہی کہا جہاں رام داس کی لاش بدستور موجود تھی۔ یہ بھیجے۔“ ٹائیگر نے جیب سے ٹرائسٹر کال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اُدکے۔۔۔ تم تینوں ایسا کرو کہ مختلف سمتوں پر جا کر گرانی کرو۔ میری چھی جس کہہ رہی تھے کہ خطرہ ابھی دور نہیں ہوا۔ میں اس کال ادبئی۔ دن جن کی کارکردگی کو ذرا اطمینان سے چیک کر لوں۔ عمران نے ایک طرف دکھا ہوا ایٹا لینگ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور وہ تینوں سر ملاتے ہوئے تھرے سے باہر نکل گئے۔ عمران نے ایٹا لینگ اٹھایا۔ اور پھر ایک اور کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے جیک کھول کر اس کی تہہ میں دکھا ہوا ایک چھوٹا سا ریڈیو ہٹا باکس نکالا۔ اور اس کا ایک خانہ کھول کر اس نے ٹائیکر کا لایا ہوا بی۔ ون ٹرانسمیٹر کی کیسٹ کی طرح اس خانے میں ڈال دیا۔ اور پھر خانہ بند کر کے اس نے کونے میں لگا ہوا ایک ٹین دبا دیا۔ دوسرے کمرے اس باکس کی ایک سطح کسی سکرین کی طرح روشن ہو گئی۔ اب سکرین پر ستہر کا ایک انحصیلی نقشہ چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے ایک اور ٹین دبا دیا تو سکرین پر سرخ رنگ کا ایک نقطہ چمکا اور تیزی سے شمال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران غور سے اس نقطے کو دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد شمال میں ایک جگہ پہنچ کر وہ نقطہ رک گیا۔ اور پھر وہیں رک کر بٹنے بجھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس باکس سے ایک آواز ابھری۔

”ہیلو ہیلو میجر ہیرس کا لنگ چیٹ ادور ڈ۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ قد سے مؤدبانہ تھا۔

اور عمران میجر ہیرس کا نام سن کر ہی بے اختیار سر ہلنے لگا۔ وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کیوں کہ یہ ریڈی آرمی کا سب

سے خطرناک ایجنٹ تھا اور اسرائیل میں مشن کے دوران اس نے انتہائی ذہانت سے اُسے کو رکھ لیا تھا۔

”ہیرس۔۔۔ کرنل ہیرس۔۔۔ ایک اور ڈ۔۔۔ آواز سنائی دی۔ اور عمران نے ٹریسٹ نظروں سے سکرین پر چلتے بھگتے نقطے کو دیکھا۔ اس نقطے کا مطلب تھا کہ یہاں کال کرنل ہیرس۔۔۔ ریڈیو کمرہ ہے۔ جس پوائنٹ پر نقطہ حل بچھ رہا تھا۔ یہ ڈیشان کالونی تھی۔ لیکن اس میں چون کہ کوفیوں کی تفصیل نہ دی گئی تھی۔ اس لئے صرف ڈیشان کالونی کا ہی پتہ چل سکتا تھا۔ بہر حال یہ بھی ایک اہم کیو تھا۔ بعد میں ڈیشان کالونی کی نگرانی کر کے کرنل ہیرس کے آڈے کو بھی ٹریس کیا جاسکتا تھا۔

”باس۔۔۔ ایف۔ ڈی کا چھاپہ ناکام رہا ہے۔ کوٹھی خالی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھی شاید پہلے ہی نگرانی سے باخبر ہو کر کسی غنیمت راستے سے نکل گئے تھے۔۔۔ میجر ہیرس کی آواز سنائی دی۔ اور یہ عمران کے لئے نیا انکشاف تھا کہ میجر ہیرس بھی اس سے باخبر تھا۔ حالانکہ جس شخص کو اس نے تعاقب میں دیکھا تھا وہ کسی صورت میں بھی میجر ہیرس نہ ہو سکتا تھا۔ پھر ایف۔ ڈی کے چھاپہ سے تو یہی مطلب نکلتا تھا کہ ایف۔ ڈی اور ریڈی آرمی علیحدہ علیحدہ کام کر رہی ہیں اور ریڈی آرمی ایف۔ ڈی کی نگرانی کر رہی ہے۔

”مجھے پہلے سے ہی معلوم تھا کہ عمران اتنا ترنوالہ نہیں ہے۔

بہر حال اب ہم نے اُسے بھی ڈھونڈنا ہے اور فاسٹ ڈیجہ کو بھی۔ اس کے لئے تم نے کیا سوچا ہے اور؟

اور عمران فاسٹ ڈیجہ کا نام سن کر چونک بڑا۔ فاسٹ ڈیجہ یعنی ایف۔ ڈی۔ اس کا ذہن الجھ سا گیا۔ کہ کیا ریڈ آدمی کو بھی ایف۔ ڈی کا علم نہیں ہے یا یہ فاسٹ ڈیجہ کوئی علیحدہ تنظیم ہے۔ اور اُسی الجھے اُسے خیال آیا کہ میجر میرس نے پہلے صرف ایف۔ ڈی کہا ہے اور اب ایف۔ ڈی کی بجائے اس نے فاسٹ ڈیجہ کا باقاعدہ نام لیا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایف۔ ڈی اور فاسٹ ڈیجہ علیحدہ علیحدہ تنظیمیں ہیں اور اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح بکھا۔ اُسے خیال آ گیا تھا کہ جولیا اور اس کے ساتھی بھی تو یہاں آئے ہوئے ہیں۔ کہیں انہوں نے تو اپنا نام فاسٹ ڈیجہ نہیں رکھ لیا۔ بہر حال یہ سوچنے کے لئے ابھی کافی وقت بڑا تھا۔

”باس۔ اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم شہر میں گھومیں پھر میں عمران کہیں نہ کہیں تو نظر آئے گا یا اس کے وہ دیوہیکل ساتھی۔ وہ تو بہر حال آسانی سے نہیں چھپ سکتے اور؟“

میجر میرس نے کہا اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”ڈیک ہے۔ دیے تم کچھ دیر دیاں رکنا عمران بے حد کا یاں آدمی ہے۔ جو سکتا ہے وہ غرضی طور پر کہیں چھپا ہوا ہو اور ریڈ ختم ہونے کے بعد سامنے آجئے۔ تبس پانچ دن

منٹ دیکھ لینا اور؟۔ کرنل ہمیرخ نے میجر میرس کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران دل ہی دل میں کرنل ہمیرخ کی ذہانت کو داد دینے لگا۔ کیوں کہ اس کا خیال یہی تھا کہ یہاں سے فارغ ہو کر وہ واپس اُسی کوٹھی میں جائے گا۔ کیوں کہ ایک بار ریڈ کا کام ہونے کے بعد وہ جگہ سب سے زیادہ محفوظ ہو گئی تھی۔

”ٹیک ہے باس۔ میں انتظار کر لیتا ہوں اور؟“

میجر میرس کی آواز سنائی دی۔

”اور اینڈ آل۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی نہ صرف باکس سے آواز نکلتی بند ہو گئی۔

بکہ وہ جلتا بجھتا ہوا نقطہ بھی سکریں سے غائب ہو گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے پہلے والے بٹن کو دوبارہ پریس کیا۔ اور پھر باکس کی پچھلی طرف ہاتھ لے جا کر اس نے دیاں موجود ایک اور بٹن

دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکریں پر سبز رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے چمکنے لگا۔ یہ بی۔ ون پوائنٹ کو ظاہر کر رہا تھا۔ عمران غور سے اس نقطہ کی جگہ کو دیکھنے لگا۔ یہ نقطہ جس جگہ چمک رہا تھا وہ

علاقہ قسمت ٹھہرتا۔ شہر کی ایک پرانی آبادی۔ عمران نے نقشے میں اس نقطہ کے چمکنے کی پوزیشن کو خاص طور پر چیک کیا۔

اور پھر ہاتھ بڑھا کر باکس کی دوسری طرف موجود بٹن آف کر دیا۔ اور باکس سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے بیگ میں رکھا۔ اور

باکس کو بھی واپس بیگ میں رکھنے لگا کہ اچانک دوڑتے ہوئے

قدموں کی آوازیں کمرے کی طرف آتی دکھائی دیں۔ اور عمران چونک پڑا۔

”باس۔۔۔ چند آدمیوں نے کوٹھی کو گھیر رکھا ہے۔ وہ شاید حملہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ دروازے میں موجود ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا۔

”ادھ۔۔۔ تو تم کسی کو بہر حال پیچھے لگا لے۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر تیزی سے اٹھ کر باہر کی طرف پلکا۔

ٹائیگر آگے دوڑ گیا تھا۔ اُسی لمحے عمارت کی عقبی سمت سے تیز فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی طاقت ور بم پھٹ گیا ہو۔

اُسی لمحے عمارت کی اندرونی سائیدز سے بھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اور عمران جو برآمدے میں پہنچ چکا قتل بغل میں ٹھکی ہوئی مشین گن نکال کر تیزی سے اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔

اس کے پیروں میں جیسے بجلی دوڑ رہی تھی۔۔۔ چند ہی لمحوں میں وہ اوپر دلی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں

میں اب لمحہ بولہ شدت آتی جا رہی تھی۔ عمران جگمگاتے انداز میں چھت کی عقبی منڈیر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ منڈیر تک پہنچتا۔ اس کے کانوں میں ایک تیز چیخ گونجی۔ اور عمران چونے سے ہی سمجھ گیا کہ یہ ٹائیگر کے

علق سے نکلی ہے۔ بے اختیار اس نے آگے کی طرف اونچا ہو کر

نیچے دیکھنا چاہا۔ اس کا خیال یہی تھا کہ کسی کو ادھر دیکھنے کا خیال بھی نہ آئے گا۔ لیکن جیسے ہی اس کا نصف جسم منڈیر سے

اُٹنے کی طرف جھکا۔ سائیں کی تیز آواز سے کوئی گرم گرم سلاخ عمران کے بائیں کانڈے میں گھسی اور عمران کو ایک زوردار چٹکنا لگا۔

اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ منڈیر پر رکھ کر اپنے آپ کو سنبھالنا چاہا۔ لیکن ایک دھماکہ اور دھماکہ اس انداز میں لگا تھا کہ

وہ اپنے آپ کو فوری طور پر سنبھال نہ سکا اور دوسرے لمحے وہ سر کے بل تلابازیاں کھاتا ہوا دوسری منزل سے نیچے گرنے لگا۔ اُسی

لمحے۔۔۔ نیچے سے ایک اور چیخ سنائی دی۔ اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ عمران نے آدھے راستے میں ہی اپنے آپ کو

سنبھال لیا۔ اور پھر پیراٹروپنگ کے سے انداز میں اس نے نیچے گرتے ہی تلابازیاں کھائی۔ اور ایک اونچی سی ہاڑ کے پیچھے جا

خیزا۔ اُسی لمحے ایک گولی سائیں کی آواز سے اس کے ہاتھوں کے بالکل قریب سے ٹھک گئی۔ اس نے اس کی حدت کو پوری

طرح اپنے سر پر محسوس کیا تھا۔ مشین گن ابھی تک عمران کے ہاتھوں میں تھی۔ کانڈے سے البتہ خون تیزی سے بہہ رہا تھا اور

درد کی ایک تیز لہر پورے جسم میں بجلی کی رو کی طرح مسلسل دوڑ رہی تھی۔

نیچے گرتے ہوئے عمران نے سچوٹ سن دیکھ لی تھی۔ عقبی دیوار آدھی سے زیادہ گرمی کی تھی۔ اُسے شاید بم سے اڑا دیا گیا تھا۔

اس کے ساتھی عمارت کے ساتھ ہاڑ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔

بچ سنائی دی اور پھر عقی عمارت کی سائیڈ سے فائرنگ رک گئی۔ اب صرف دوسری طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اور فائرنگ کرنے والا انتہائی تیز رفتاری سے جگہ بدل رہا تھا۔ عمران اس کی حیرت انگیز پیرتی اور مستعدی سے بے حد متاثر تھا۔ لیکن وہ جس جگہ کھڑا تھا وہاں پیکاپ ڈارہا۔ اُسے معلوم تھا کہ مخالف سمت سے بھی سبھا جائے گا کہ وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے لازماً کوئی باہر آئے گا اور عمران کا خیال درست ثابت ہوا۔

چند لمبے فائرنگ ہوئی رہی پھر چند لمحوں کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ شاید دوسری طرف موجود آدمی پویشن کو سمجھ رہا تھا۔ اور پھر ایک لمبا تڑککا آدمی بڑے محتاط انداز میں باؤ کے پیچھے سے نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ڈبل گن تھی جس میں سے رائٹ بھی چھوٹے جا سکتے تھے اور اُسے مشین گن کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔

باہر نکل کر وہ چند لمبے تیزی سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر دوڑتا ہوا اس طرف کو آیا جہاں پہلے عمران موجود تھا۔ اور جہاں اس نے رائٹ مارا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ اس باؤ کے قریب آیا۔ عمران اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور تھریٹاؤ تا ہوا اس آدمی پر اگر۔ لیکن وہ آدمی کچھ ضرورت سے زیادہ سی ہوشیار تھا۔ وہ انتہائی تیزی سے گھوما۔ اور عمران عین اس کے قدموں میں زمین پر منہ کے بل گر گیا۔ اس آدمی نے گھومتے ہی ڈبل گن کو سیدھا کیا۔ لیکن

جب کہ حملہ آوروں میں سے دو زمین پر پڑے تھے اور دو دیوار کے ساتھ والی باؤ کے پیچھے تھے۔ دونوں اطراف سے مسلسل گولیاں چل رہی تھیں۔ وہ سب جگہیں بدل بدل کر فائرنگ کر رہے تھے۔

عمران صرف ایک لمبے کے لئے وہاں رکا دوسرے لمبے اس نے مشین گن سپید می کی اور پھر اس نے ٹوئگر دبا دیا۔ فائرنگ کی تیز آواز کے ساتھ ہی دیوار کے پیچھے باؤ میں سے ایک تیز چرخ برآمد ہوئی۔ اور وہ سب سے کوئی گر گیا۔ لیکن دوسرے لمبے عمران کی سائیڈ والی باؤ سے بھی بچ سنائی دی۔ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا تھا اور عمارت کی عقبی دیوار کے پرنے اڑ گئے۔ شاید اس پر بم پھینکا گیا تھا۔ اور اڑتی ہوئی اینٹوں نے اس کے کسی ساتھی کو چھاپ لیا تھا۔ عمران نے بڑی پیرتی سے جگہ بدلی اور ایک بار پھر دوسری سائیڈ میں نال کو دکھ کر ٹوئگر دبا یا۔ لیکن دوسرے لمبے وہ بے اختیار اچھل کر ایک طرف بھاگا۔ اس بار وہ بال بال بچا تھا کیوں کہ دوسری طرف سے ایک چھوٹا سا رائٹ ٹھک اس کی مشین گن کی نال سے ٹکرایا تھا۔ اور نہ صرف مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی بلکہ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور عمارت کا ایک حصہ امد کی طرف دب گیا۔ عمران نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ لیکن اس کی چھلانگ اونچائی کی بجائے لمبائی کے انداز میں تھی۔ اور وہ ہم بچنے والی جگہ سے کافی دور باؤ کے پیچھے گرا۔ اسی لمبے اُسے اپنے ایک اور ساتھی کی

عمران نے نیچے گرے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھی تھلا بازئی کھائی اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے اس آدمی کے سینے پر پڑے اور وہ اورغ کی آواز نکالتا ہوا پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ اور عمران اچھل کر کھڑ ہو گیا۔ مگر وہ آدمی بھی عمران جیسی چرنی سے اچھل کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ البتہ اچانک دھماکا گھٹنے سے ڈبل گن اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔ اب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ عمران کے بائیں کانہ سے سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

ارے آپ۔۔۔ واہ کمال ہے۔۔۔ اچانک عمران نے یوں مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے بہت پرانے دوست سے سالوں بعد اچانک ملاقات ہو گئی ہو۔ اور عمران کے اس اچانک فخر سے نے مقابل میں کھڑے نوجوان کو ایک لمحے کے لئے حرکت کرنے سے حذر کر دیا۔ شاید یہ فخر اور انداز اس کی توقع کے سراسر خلاف تھا۔ اور پھر بھی لمحہ اس پر بھاری پڑ گیا۔ کیوں کہ عمرانی نے بجلی کی سی تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک زوردار جھکا دیا اور وہ نوجوان اس کے سر کے اوپر سے گھومتا ہوا اعمارت کی عقی دیوار سے جا ٹکرایا۔ لیکن دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہو گیا کیوں کہ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرے کی بجائے وہ نوجوان حیرت انگیز طور پر کسی ٹوپ سے ٹپکنے والے گولے کی طرح اچھل کر واپس عمران سے آٹکرایا۔ اور وہ دونوں ہی گھاس پر گرے۔ ظاہر ہے عمران نیچے تھا اور وہ نوجوان اس کے اوپر۔۔۔ نیچے گرے ہی اس نوجوان سے دونوں گھٹنے تیزی سے جڑے اور عمران کو یوں محسوس

ہوا جیسے اس کی دونوں طرف کی پسلیوں نے اچانک اپنی جگہ چھوڑ دی ہو۔ ایک لمحے کے لئے اس کا سانس رکا لیکن دوسرے لمحے اس نے جھکاؤ سے کرپنا سر پوری قوت سے اپنے اوپر جھکے ہوئے نوجوان کے چہرے پر مارا۔ اور نوجوان گھوم کر سائیکل کے بل زمین پر گر گیا۔ عمران کا جسم پر کار کی طرح گھوما اور اس کی ایک لات پوری قوت سے پہلو کے بل گر گئے ہوئے نوجوان کے سینے پر پڑی۔ اور نوجوان ایک لمحے کے لئے ہوا میں اچھلا اور پھر دم سے زمین پر گر پڑا۔ ضرب خاص دل کے مقام پر اس قدر بھاری کہ قوت سے پڑتی تھی کہ ٹھوس جسم اور بے پناہ قوت کا ٹاکا نوجوان حریف اُسے سہارا نہ سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اُسے دوسرے پولیس گاڑیوں کے سارنوں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ تیزی سے اس طرف پھینکا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔ اور پھر یہ دیکھ کر اس نے دانت بھینچنے لگے کہ جاگیر۔ جوزف اور جوائنتینوں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ٹائیگر کے پیٹ میں اور جوزف اور جوائنتینوں کے سینوں میں گولیوں کے کی نشانیاں تھیں۔ عمران نے جلدی سے ان کی بنیاضیں چیک کیں۔ وہ موت کی سرحدوں کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جہاں وہ پڑے تھے وہاں اور گرد خون تالاب کی صورت میں اکٹھا ہو رہا تھا۔ عمران خود زخمی تھا۔ لیکن اب صورت حال خاصی تشویش ناک ہو چکی تھی۔ اوھر پولیس آ رہی تھی اور اوھر اس کے ساتھی موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اس گھٹنے کے دہانے

پر پہنچا۔ جہاں سے وہ نکل کر اس کوٹھی میں آئے تھے۔ اس نے گھبرا کر
کاٹھکن ایک طرف کیا اور پھر واپس دوڑتا ہوا آیا۔ اور جوان
کو جو گٹر سے سب سے زیادہ فاصلے پر پڑا تھا اٹھا کر دائیں کا نیچے
پر ڈال لیا۔ دو قاصد جوان کو اس نے یوں ایک جھٹکے سے
اٹھالیا تھا جیسے در لڈ چمپنی ویت لفر کسی بکے سے وزن کو اٹھا
رہا ہو۔

اس کے ساتھ ہی وہ بھاگ کر گٹر کے دہانے پر آیا۔ اس نے
جوان کا کاندھوں سے پکڑ کر نیچے اٹھایا۔ اور پھر ایک مخصوص انداز
میں اسے جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ بلکا سا دھماکا ہوا اور جوان پہلو کے
بل نیچے سرنگھسے خرش پر گر ا۔ عمر ان دایں آیا اور اس بار
اس نے جوزف کو اٹھا کر اسے اسی طرح نیچے لٹکا کر پھینک دیا۔ اس
کی پھرتی اور تیزی اس وقت قابل دید تھی۔ اگر چاہتا تو ایک کو
گھسیٹ کر بھی دہانے تک لے جاتا۔ کیوں کہ گھاس کی وجہ
سے گھسیٹنے سے خراشیں نہ آتی تھیں۔ لیکن اس طرح ہی گھاس
ان کا پتہ دے دیتی۔ اور گٹر کا گھاس گھسیٹنے کا نشان صاف نظر آنے
لگ جاتا

سائرن اب کافی نزدیک آچکے تھے۔ جوزف کو پھینک کر وہ
واپس آیا اور اس بار اس نے ٹائگر کو اٹھا کر ایک کمنڈے پر لٹا دیا اور
اس نوجوان کو جس سے وہ لڑتا رہا تھا اٹھا کر اپنے زخمی کاندھے پر
ڈالا اور گٹر کی طرف دوڑ لگا دی۔ ٹائگر کو نیچے پھینک کر وہ
حریف نوجوان کو اٹھائے سر پھیاں اترنے لگا۔ حریف نوجوان کو

اس نے اس لئے نیچے نہ پھینکا تھا کہ اس طرح وہ نیچے پڑے ہوئے
جوزف۔ جو اٹا یا ٹائگر میں سے کسی ایک پر جا کر گرے گا۔ اور جس
پر گرے گا کم از کم وہ لڑنا موت کی سرحد میں داخل ہو جانا نیچے اتر
کر اس نے جلدی سے اس نوجوان کو ایک طرف لٹایا۔ اور
پھر دوبارہ سر پھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ اب سائرن کوٹھی کے سلسلے
کی سمت بالکل سر پر سنائی دینے لگے تھے۔ عمران گٹر سے
نکل کر انتہائی تیز رفتار سی سے دوڑتا ہوا عمارت کی سائیڈ میں سے
ہوتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

چند لمحوں بعد وہ اس کمرے میں موجود تھا جس میں اس کا
بیگ موجود تھا۔ اس نے بیگ اٹھایا اور اس بار وہ بھاگ کر
سامنے کے راستے جانے کی بجائے کمرے میں موجود کھرکی کی طرف
بڑھلا۔ اس نے پھرتی سے کھرکی کی کھولی۔ کھرکی کی دوسری طرف
پوں کر لپٹے کی جالی موجود تھی اس لئے وہ آسانی سے دوسری
طرف کو دیکھا۔ پہلے پوں کر کھرکی کے اندر سے بندھی اس لئے اسے
گھوم کر سامنے کے رخ سے آنا پڑا تھا نیچے کو دتے ہی وہ کھلی کی
سی تیزی سے بھاگا۔ اور پھر گٹر کی سر پھیاں اتر کر اس نے
بیگ کو اپنی ٹانگوں میں دبایا اور پاس پڑے ہوئے گٹر کے دہانے
کو کھینچ کر منہ پر ابھری طرح جما دیا۔ اور شاید چند لمحوں کا ہی
فرق پڑا تھا کیوں کہ اسی لمحے اسے قریب سے بھاگتے دوڑتے
بھاری قدموں کی آواز سنائی دینے لگی تھیں۔ پولیس شاید جھٹی
سمت سے گھوم کر اندر پہنچ گئی تھی۔

کھولی رہے مخصوص خانہ تھا۔ جس میں اس نے فرسٹ ایڈ کا سامان
 انتہائی امیر جنسی کے لئے رکھا ہوا تھا۔ سامان باہر نکال کر وہ
 سب سے پہلے ٹانگہ پر بٹکا۔ اس نے باقی کی مدد سے زخم صاف
 کیا۔ اور پھر تیز چاقو کی مدد سے اس نے بڑی مہارت سے اس
 کی ناف کے گرد اندر موجود تین گولیاں باہر نکال لیں۔ گولیاں
 زیادہ گہری نہ گئی تھیں۔ شاید بھگا گئے کی وجہ سے اس کے
 اعصاب تن گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے گولیوں کو مزید گہرائی
 میں جانے سے روک دیا تھا۔ بہر حال زخم خاصا خطرناک تھا۔ اس نے
 گولیاں نکال کر زخم پر بگ سے نکالی ہوئی کریم لگائی۔ جس سے
 زخم جلدی مند مل جاتا تھا۔ اور انگلیش نہیں ہوتا۔ اس
 کے اوپر اس نے نشوونگ پیپر کی دو تین شیاں کر دیں۔ اب اس
 نشوونگ کے سوا اس کے پاس اس وقت اور کچھ نہ تھا۔ ویسے
 اصولاً تھوکر کو خون کی ضرورت تھی۔ لیکن ظاہر ہے اس سرنگ میں
 وہ خون منتقل کرنے کا سامان کہاں سے لاتا۔ جو پھر اس نے کیا تھا۔
 دی اتنا تھا کہ شاید عام آدمی اس بارے میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔
 ٹانگہ کے بعد وہ جوت کی طرف متوجہ ہوا۔ جوت کے سینے
 میں دو گولیاں موجود تھیں۔ ایک تو پہلی کی بڑی کے قریب تھی اور
 دوسری اوپر گوشت میں ہی رگ گئی تھی۔ عمران نے پوری
 توجہ سے اور مہارت سے وہ دونوں گولیاں نکالی لیں۔ جوت کے
 سخت جسم کی وجہ سے گولیاں خطرناک ثابت نہ ہوئی تھیں۔ در نہ
 عام آدمی ہوتا تو ایک گولی لازماً آگے بڑھ کر دل میں گھس جاتی اور

عمران آہستہ سے نچے اتر آیا۔ اس کے ذہن میں تھا کہ اگر کسی ذہین
 پولیس آفیسر نے گٹر کا ٹھکانا اٹھا کر اندر جھانک لیا تو وہ پھنس
 جانے لگا۔ اس لئے نیچے اترتے ہی اس نے ایک طرف جھٹ کر
 بچک رکھا۔ اور ایک بار پھر ان سب کو اٹھا کر باری باری دھانے
 سے کافی فاصلے پر بھاگ کر لٹا دیا۔ اب وہ محفوظ تھے۔ عمران
 انہیں ایک طرف لٹا کر دوڑا ہوا سرنگ میں آگے بڑھتا گیا۔
 اس کے ساتھی جان بلب تھے اور عمران نے فوراً ان کے لئے کچھ
 کرنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس دہانے پر پہنچ گیا جو پہلی
 کوٹھی میں بھٹکا تھا۔ جس پر ایف ڈی نے۔ یہ کہہ کر اسے تباہ
 کر دیا تھا۔ عمران گٹر سے باہر نکل آیا۔ یہ کوٹھی اسی طرح تباہ
 شدہ حالت میں بڑی تھی۔ البتہ ایک سائیڈ پر بنا ہوا باتھ روم
 محفوظ حالت میں تھا۔ عمران اس باتھ روم میں داخل ہوا۔
 اور اندر داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں جھپک اٹھیں اسے دباں
 پلاسٹک کی ایک بڑی بالٹی بڑی ہوئی نظر آگئی۔ جس میں پانی
 بھرا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس نے نشوونگ پیپر کا پورا ٹیٹا اتر
 لیا۔ اور پھر فیتہ اور بالٹی اٹھائے وہ دابہ دبانے پر آیا۔ فیتہ
 اس نے نیچے پھینکا اور پھر بالٹی اٹھا کر وہ نیچے اتر آیا۔ دہانے ایک
 بار پھر اس نے بند کر دیا۔
 ساتھیوں کے زخم دھونے اور مینڈی بیج کے لئے پانی کی انتہائی
 ضرورت تھی۔ اس لئے وہ بالٹی لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس
 پہنچا۔ اس نے اپنا بیگ اٹھا کر اس کے نیچے گئی ہوئی زپ

ٹھکانے کوئی اس کی نظروں میں تھے۔ لیکن مسئلہ تھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملے جلنے کا۔ اچانک اس کے کانوں میں ایک گراہ سی سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ یہ گراہ اس نوجوان حریف کے حلق سے نکلی تھی۔ وہ شاید ہوش میں آ رہا تھا۔ عمران اللہ کے جزی سے اس کی طرف اپکارا اور دوسرے نے اس نے جھک کر مخصوص انداز میں اپنے ماتھے کی ایک اٹھکی کو بک کی صورت میں موڑ کر نوجوان کی گنبدی پر ضرب لگائی۔ اور نوجوان کا جسم تڑپ کر ایک بار پھر ساکت ہو گیا۔ عمران نے اس کی نبض کر کے دیکھی۔ اور پھر طویل سانس لیتا ہوا اللہ کا شکر ادا کیا۔ نوجوان ایک بار پھر گھڑی بے ہوشی کی وادی میں داخل ہو چکا تھا۔ نبض بتا رہی تھی کہ اب کم از کم ایک گھنٹہ تک وہ ہوش میں نہیں آ سکتا۔

عمران ایک بار پھر واپس پہلی کوٹھی کے دیانے کی طرف بڑھ گیا۔ دیانے سے باہر آ کر وہ سائیڈ کی دیوار سے جوتا ہوا کوٹھی کی قوفی ہوئی سلٹنے والی دیوار سے ٹکھ کر باہر سرنگ بر آ گیا۔ اور پھر تیز قدم اٹھاتا وہ اس طرف بڑھ گیا جہاں جزل پارکنگ موجود تھی۔ اس کی کار کو کوٹھی کے ساتھ ہی بموں سے تباہ ہو چکی تھی۔ اور اب اسے ایک طاقتور اور چوڑی پاؤں کی کار پائیے تھی۔ تاکہ اپنے ساتھیوں کو دبل سے نکال کر لے جاسکے۔ ہزل پارکنگ میں پہنچتے ہی اس کی نظر میں ایک طرف کھڑی ہوئی بھند اور پر پڑی۔ اس پر کچھ گھڑی نظر آ رہی تھی۔ اس کا

اس کے بعد شاید اسے دوسرا سانس لینے کی بھی مہلت نہ ملتی۔ جوزف کی جینڈیچ کر کے بعد سب سے آخر میں وہ جوانا کی طرف بڑھا۔ جوانا کی نبض بتا رہی تھی کہ وہ اپنی بے پناہ قوت مدافعت اور شہدس جسم کی وجہ سے ان سب سے بہتر حالت میں ہے۔ اس کے سینے کے گوشت میں ہی چار گولیاں موجود تھیں۔ جو عمران نے نکال کر اس کی جینڈیچ بھی کر دی۔

ان سے فارغ ہو کر وہ اپنے زخم کی طرف متوجہ ہوا۔ گولی صرف گوشت پھاڑ کر سائیڈ سے نکل گئی تھی۔ عمران نے زخم دھو کر اس پر بھی جینڈیچ کر دی۔ اس دوران اس کی توجہ اس نوجوان حریف پر تھی۔ کیوں کہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ ہوش میں نہ آجائے۔ لیکن اسے کچھ ایسی چوٹ لگی تھی کہ اسے ہوش میں نہ آ رہا تھا۔

عمران سرنگ کی دیوار سے پشت لگائے چند لمحوں خاموش بیٹھا رہا۔ اس پر کیا جانے والا حملہ بے حد زوردار اور شدید تھا۔

حملہ آوروں نے واقعی کمال دلیری مہارت اور بے جگری کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن وہ تعداد میں بھی ہتھوڑے تھے۔ اس لئے جلد ختم ہو گئے۔

چند لمحوں آرام کرنے کے بعد عمران اٹھا اور فرش پر پڑے ہوئے اس نوجوان کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کے لباس کی تلاشی لی۔ لیکن لباس میں سے کوئی خاص چیز برآمد نہ ہوئی اب عمران سوچ رہا تھا کہ یہ کیسی تھکنے لگی کر تو دی گئی کہ ان جیسے

پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے باری باری جوڑت جوائی اور اس نوجوان حرافت کو بھی گھڑے سے نکلے اور لینڈ اور میں لٹا دیا۔ سائڈ روڈ پہنچنے کی وجہ سے اس طرف ٹریفک بالکل نہ تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے اپنا کام کرتا رہا۔ اور کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہوئی۔ اب عمران کے چہرے پر مکمل اطمینان تھا۔ جب کہ وہ آخری پیرے میں ساتھ اٹھا کر لے آیا تھا۔ اگلی باکس اور فیتہ وہیں پہلے رہ گئے تھے۔ عمران نے لینڈ اور کو بیک کیا اور پھر تین روڈ پر آکر وہ اسے چوک کی طرف دوڑتا گیا۔ کا کوئی سے کافی فاصلے پر آکر اس نے ایک بیک بولنگ کے پاس لینڈ اور روڈ کی اور نیچے اتر کر فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس نے کئی ڈال کر نمبر گمانے اور پھر رسیور کو پکڑ کر شیشے سے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیسے آگئے؟“ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”نادر سے بات کر آؤ۔“ پرنس آف ڈھمپ سپیکنگ ؟ عمران نے کہا۔

”کیس سمجھ لو لڑکچہ۔“ دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ انداز میں کہا گیا۔

”ہیلو۔“ پرنس میں نادر بول رہا ہوں۔ آپ ٹھیک تو ہیں مجھے بڑی تشویش تھی۔ کوئی پریشان ہو گیا وہ ناکام ہو گیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ تک کوئی میں چلے گئے ہوں گے۔ لیکن ابھی

مطلب تھا کہ وہ کئی دفوں سے وہاں کھڑی ہے۔ عمران جانتا تھا۔ کہ لوگ اکثر پارکنگ میں اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے باہر چلے جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ خالی کوئی گاڑی کی نسبت پارکنگ میں ان کی گاڑیاں زیادہ محفوظ رہتی ہیں۔ عمران تیزی سے اس لینڈ اور کی طرف بڑھ گیا۔ لینڈ اور کے دروازے بند تھے۔ لیکن گاڑی کا بند دروازہ کھولنا عمران کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

چنانچہ چلتی سی تار کی مدد سے چند ہی لمحوں میں وہ اس کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پارکنگ کا چوکی وار شاید کینے میں گیا ہوا تھا۔ یا پھر وہ بھی انسانی تجسس کا خاطر اسی کوٹھی میں گیا ہو گا جہاں عمران اور اس نوجوان حرافت کے ساتھیوں کی لڑائی ہوئی تھی۔ اور جہاں اب پولیس موجود تھی۔

عمران سیٹ پر بیٹھا اور پھر بائیں طرف کی آگینش کو بھی جان کر دیا۔ عمران نے لینڈ اور دروازے کی اور اس کی نظریں پڑولنگ پر جم گئیں۔ پڑول ٹھیک آدھا چہرہ ہوا تھا۔ عمران نے اطمینان سے بھرے انداز میں سر ہٹایا اور لینڈ اور کو بھیسے اطمینان سے چلا تا ہوا پارکنگ سے باہر آ گیا۔ اس نے اُسے براہ راست تباہ شدہ کوٹھی میں لے جانے کی بجائے سائڈ روڈ پر لے جا کر اس جگہ کھڑا کر دیا جہاں کوٹھی کی سائڈ دیوار کا ایک بڑا حصہ تباہ ہو کر ڈھلا ہوا تھا۔ لینڈ اور سے اتر کر وہ اسی سو دراز کے ذریعے دوبارہ کوٹھی میں داخل ہوا اور پھر گھڑی میں اتر کر اس نے بڑی احتیاط سے ٹائیکو اٹھایا اور باہر لاکر اس نے لینڈ اور کی

کی ضرورت جو تو میں دیاں پہنچ گیا۔ پولیس آفیسر میرا دوست تھا اس لئے میں اندر چلا گیا۔ ابھی ابھی دیاں سے واپس پہنچا ہوں۔
نادر نے جواب دیا۔

پولیس نے کیا نتیجہ نکالا ہے؟ — عمران نے پوچھا۔
جی ایف۔ ڈی کا چکر۔ کیوں کہ جولا شین ملی ہیں۔ وہ غیر ملکی افراد کی ہیں۔ اس لئے یہی سمجھا گیا ہے کہ یہاں دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ ایک گروہ پ دوسرے کو ختم کر کے نکل گیا۔ نادر نے جواب دیا۔
اس کو ٹی کی حکمت و فیض کے بارے میں تفتیش تو نہیں کی گئی؟
عمران نے سفید مچھے میں پوچھا۔

”اوه نہیں پرنس۔ دئے آپ بے فکر رہیں۔ حکمت کے سلسلے میں ہم سامنے نہیں آتے۔ میں نے سختہ و بندوبست کئے ہوئے ہیں۔“ نادر عمران کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

”اور کسے۔“ اب میری بات سنو۔ میرے ساتھی خاصے زخمی ہیں۔ میں نے اسی سرنگ میں ہی آپریشن کر کے گولیاں نکال دی ہیں۔ لیکن انہیں فوری طور پر کسی ڈاکٹر اور خون کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے کسی ڈاکٹر اور خون وغیرہ کا بندوبست کرو۔

اور کوئی محو لاؤ اوه اور ایک کار بھی چلیے۔ مہربانی یہی کار تو ختم ہو گئی۔ سارا مل کاٹھا ہی ادا ہو جائے گا۔“ عمران نے کہا۔
”اوه۔“ بل کی بات چھوڑیں پرنس۔ مجھے تو آپ کی خدمت کر کے دلی مسرت ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے ساتھی زخمی

ابھی تک کوٹھی سے واپس آیا ہوں۔ دیاں زبردست جنگ چوٹی ہے۔ تین لاشیں ملی ہیں۔ لیکن دیاں جگہ جگہ امتاخون پھیلا ہوا ہے۔ کہہ سکتا ہے کہ ان تین کے علاوہ بھی دس بارہ آدمی ہلاک نہیں تو زخمی ضرور ہوئے ہیں۔ لیکن پولیس حیران تھی کہ وہ زخمی بالاشیں غائب تھیں۔ پولیس نے پوری کوٹھی کی تلاشی لی۔ اندر کی گلیاں چیک کیں۔ لیکن خون کے دھبے صرف گھاس تک ہی محدود تھے۔ باہر نہ گئے تھے۔ آپ بخیریت میں ناں۔ ارے ہاں۔ کوٹھی کے اندر سے سیکرٹری و ذوات خارجہ رام داس کی لاش بھی ملی ہے۔ ان کی گردن توڑ دی گئی ہے۔“ نادر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”انہوں نے وہ لنکدہ سرنگ چپک کی تھی۔“ عمران نے پوچھا۔

”اوه۔“ تو آپ لنکدہ سرنگ میں آ کر گئے تھے۔ بہت خوب۔ ایک پولیس آفیسر نے ڈھکن اٹھا کر جھانکا تھا۔ لیکن اول تو اسے کچھ نظر نہ آیا ہو گا۔ دوسرا وہ اسے گھر سے کھڑا نہ دیکھ سکتا ہو گا۔ بہر حال حکم فرمائیے۔“ نادر نے مسرت لہجے میں کہا۔

”تم و دیاں کیسے پہنچے تھے۔“ عمران نے پوچھا۔
”اوه پرنس۔“ میں کا ٹوٹی سے گزر رہا تھا کہ پولیس کی گاڑیوں کو سائرن بجاتے ہوئے میں نے لنک کوٹھی کی طرف جلتے دیکھا تو میں چونک پڑا۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ کو میری مرد

دو گروپوں میں گلشن کا لونی میں زبردست جنگ ہوئی ہے۔ پولیس
 دہاں پہنچی۔ اور دہاں سے غیر فکریوں کی تین لاشیں ملی ہیں۔ باقی
 کو بھی کئے عقی لان میں جگہ جگہ اس قدر خون پھیلا ہوا ہے کہ گتہ ہے
 کہ دس بارہ آدمی مزید ہلاک ہوئے ہیں یا شاید زخمی ہوئے ہیں۔
 لیکن نہ ہی ان کی لاشیں ملی ہیں اور نہ ہی وہ زخمی۔ لیکن باس
 میں نے ان کا کھوج نکال لیا ہے۔ ایک مقامی نو جوان نے چار
 زخمیوں کو ایک لینڈا دور میں ڈال کر راول روڈ پر بے گیا دہاں
 سے اس نے پبلک فون بوتھ سے کسی کو فون کیا۔ اور تھوڑی
 دیر بعد دہاں دو کاریں اور ایک اسٹیشن وگن پہنچ گئی۔ اور پھر ان
 زخمیوں کو اس دیگن میں ڈال کر لے جایا گیا۔ میں نے ان کا تعاقب
 کرنے کی کوشش کی لیکن میرے موٹر سائیکل کا پٹرول اچانک
 ختم ہو گیا اور وہ لوگ نکل گئے۔ لیکن باس میں نے ان
 میں سے ایک آدمی کو پہچان لیا ہے۔ وہ کیسے آرگو کا مشہور غنڈہ
 ناد رہے۔ جعفر نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔
 ”ان زخمیوں کو کہاں سے اٹھایا گیا تھا۔“ کیپٹن تیرنری
 نے پوچھا۔
 ”باس۔ جب پولیس داپس چلی گئی تو میں اپنا موٹر سائیکل
 لینے کے لئے جنرل پارکنگ میں گیا۔ دہاں میں نے ایک نو جوان کو
 جس کے بائیں کانہ سے پر عجیب سی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ایک
 لینڈا اور کے پاس مشکوک انداز میں دیکھا۔ میں اس کی طرف سے
 مشکوک ہو گیا۔ کہوں کہ پٹی مخصوص مینڈیج کی بجائے ٹشو پاپ

پیر سے کی گئی تھی جو بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے انتہائی
 احتیاط سے اس کا تعاقب کیا۔ وہ نو جوان لینڈا دور لے کر
 اس کو بھٹی کی سائڈ میں گیا جے پہلے بھوں سے تباہ کر دیا گیا تھا۔
 مگر وہ بعد ازاں پولیس کو مکمل طور پر خالی ملی تھی۔ میں ایک طرف
 چھپ کر جیک کر تار تار میں لے دیکھا باس کہ وہ نو جوان ایک گھڑ
 کا دمانہ کھول کر نیچے اترا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک آدمی کو
 کانہ سے براہ نظر باس کا زیادہ آدمی بے ہوش تھا۔ اور اسے بھی
 اسی طرح ٹشو پاپ میر کی مینڈیج کی گئی تھی اس نے اس آدمی
 کو لینڈا دور میں لٹا دیا۔ اور پھر دوبارہ گشت میں اتر گیا۔ اس طرح
 اس نے تین اور آخر آدمی باس پر نکالا۔ آخری بار اس کے ہاتھ میں
 ایک جگ بھی تھا۔ آخری آدمی غیر ملکی تھا وہ ان کا ساتھی لگتا تھا۔
 جن کی لاشیں پولیس کو بھٹی کو بھٹی سے ملی تھیں۔ اور وہ زخمی
 بھی نہ تھا صرف بے ہوش تھا۔ ان سب کو وہ نو جوان لینڈا دور میں
 ڈال کر کا لونی سے باہر نکل گیا۔ میں نے موٹر سائیکل پر اس کا
 تعاقب کیا۔ میں بے حد محتاط تھا۔ وہ دہاں سے سیدھے راول
 روڈ پر گئے۔ اور پھر پبلک فون بوتھ پر لینڈا دور روک کر اس نو جوان
 نے کسی کو فون کیا۔ میں کافی دور تھا۔ تاکہ انہیں شک نہ پڑ سکے
 تھوڑی دیر بعد دہاں اسٹیشن وگن اور دو کاریں پہنچ گئیں۔ وہ سب
 متحلی غنڈے تھے۔ زخمیوں کو دیگن میں منتقل کیا گیا۔ اور وہ
 نو جوان کار میں بیٹھ گیا۔ لینڈا دور کو وہاں چھوڑ دیا گیا۔ میں نے
 پھر تعاقب کی کوشش کی لیکن اچانک پٹرول ختم ہو جانے کی

جعفری اس کی طرف بڑھا۔

”کیا پوزیشن ہے۔“ نادر واپس آگیا ہے۔ کیپٹن تیزی

نے پوچھا۔

”ابھی چند لمحوں پہلے پہنچا ہے۔ وہ دفتر میں ہوگا۔“ جعفری

نے کہا۔ اور کیپٹن تیزی نے ہلاتا ہوا کیپٹن کے مین گیٹ کی

طرف بڑھ گیا۔

”میں ساتھ آؤں جناب؟“ جعفری نے پوچھا۔

”اُدھ۔ ہاں آؤ۔“ کیپٹن تیزی نے سر ہلاتے ہوئے

کہا۔ اور پھر وہ دو لاں آگے پیچھے چلتے ہوئے کیپٹن آدگو میں

داخل ہو گئے۔ ہال بچلے درجے کے عینڈوں اور طوا آفتوں سے

بھرا ہوا تھا۔ بد وضع قہقہہ لگ رہے تھے۔ کیپٹن تیزی چون کہ

باقاعدہ یونیفارم میں تھا۔ اس لئے اس کے اندر داخل ہوتے ہی

ہال میں ایک لمحت یوں خاموشی طاری ہو گئی جیسے ان سب کو

سانپ سونگھ گیا ہو۔

کیپٹن تیزی ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کی طرف توجہ دے

بغیر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا گیا۔ کاؤنٹر پر ایک لمبا

توند کا نوجوان کھڑا تھا۔ کیپٹن تیزی کو دیکھ کر اس کے چہرے

پر ہلکی سی پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ لیکن طلبہی اس

نے اپنا چہرہ سپاٹ کر لیا۔

”مجھے جانتے ہو۔“ کیپٹن تیزی نے کاؤنٹر میں سے مخاطب

ہو کر بڑے پراسرار لہجے میں کہا۔

وجہ سے ممکن نہ ہو سکا۔ البتہ نادر کو میں نے جنوبی پہچان لیا ہے۔ وہ

نوجوان نادر کے ساتھی کا رہ میں بیٹھا تھا۔ جعفری نے مزید

تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

گڈ۔ تم نے بے حد اہم کیلکول حاصل کر لیا ہے جعفری۔ اگر

ہتیار دی کا کردگی اسی طرح رہی تو میں ہتیار دی قرتی کی سفارش

کروں گا۔ ان کاروں اور دیگن کے نمبر چیک کئے۔

کیپٹن تیزی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”نوس۔ میں کافی فاصلے پر تھا۔“ جعفری نے

جواب دیا۔

”اد۔ تم سے بہر حال نادر والا کیلکول بہت اہم سے تم سیدے

کیپٹن آدگو پہنچے۔ میں بھی وہاں آ رہا ہوں۔ اب نادر سب کچھ خود ہی

بتائے گا۔“ کیپٹن تیزی نے کہا اور رسیور کو کہہ کر وہ تیزی

سے الٹھ کھڑا ہوا۔ اُسے دانتی اس کیلکول پر بے پناہ مسرت ہو رہی

تھی۔ کہ کام کو آگے بڑھانے کے لئے کوئی کیلکول طلب اس نے

فیصلہ کر لیا تھا کہ چلے نادر کے جسم سے خون کا آخری قطرہ کیوں

نہ پھوڑنا پڑا وہ اس سے ساری معلومات بہر حال اگلوںے گا۔

کیپٹن بجن کہہ کر تیزی سے دفتر سے باہر نکلا۔ اور پھر اپنی

سرکاری کار میں بیٹھ کر حید کو آڈیٹر سے باہر آگیا۔ اس کا رخ

کیپٹن آدگو کی طرف ہی تھا۔

بقوتی دیر بعد وہ کیپٹن آدگو کے سامنے کا درواکھ کھٹکا۔

باہر آگیا اس نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک ستون کی آڑ سے نکل کر

"میں۔۔۔ آپ کیپٹن تمیزی ہیں۔ کرنل شہر لع صاحب کے اسسٹنٹ۔ سیکرٹ سروس میں ہیں آپ۔ آپ کو کون نہیں جانتا جناب۔۔۔ کاؤنٹر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن صاف پتہ چل رہا تھا کہ مسکراہٹ اس نے زبردستی اپنے چہرے پر طاری کی ہے۔

"اب میں اسسٹنٹ نہیں ہوں۔ سیکرٹ سروس کا چیف ہوں سمجھ۔۔۔ میں چاہوں تو یہاں کھڑے کھڑے تمہارے پورے نیصفے کی اینٹ سے اپنے بچا دوں۔۔۔ کیپٹن تمیزی نے بڑے غریب لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ آپ واقعی ایسا کر سکتے ہیں بہر حال حکم فرمائیے۔۔۔ کاؤنٹر میں نے واقعی مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے سیکرٹ سروس کا چیف بے پناہ اہلیارات کا مالک ہو سکتا تھا۔

"نادر کہاں ہے۔۔۔ کیپٹن تمیزی نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس اپنے دفتر میں ہیں جناب۔ کیا میں انہیں اطلاع کر دوں جناب۔۔۔ کاؤنٹر میں نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ اُسے بتاؤ کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیپٹن تمیزی نے کہا۔

"اور کاؤنٹر میں نے جلدی سے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر دیا۔

"یس۔۔۔ دوسری طرف سے نادر کی آواز سنائی دی۔

"جناب۔ شوکت بول رہا ہوں کاؤنٹر سے۔ سیکرٹ سروس کے چیف جناب کیپٹن تمیزی صاحب تشریف لائے ہیں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔۔۔ کاؤنٹر میں نے کہا۔

"سیکرٹ سروس کے چیف کیپٹن تمیزی۔۔۔ وہ تو اسسٹنٹ میں۔۔۔ نادر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب۔ اب وہ چیف ہیں۔۔۔ شوکت نے جواب دیا۔

"او۔۔۔ کسے ٹھیک ہے۔ انہیں میرے دفتر میں بھیج دو۔ نادر نے جواب دیا۔

"بہتر باس۔۔۔ شوکت نے کہا اور رسیور دکھ دیا۔

"باس آپ کا دفتر میں انتظار کر رہے ہیں۔ آپ وائیں ہاٹ پر مرکری سیڑھیاں چڑھ جائیں اوپر باس کا دفتر ہے۔

"شوکت کاؤنٹر میں نے موڈ بانٹ لہجے میں کہا۔

"اُسے کہو یہاں آئے۔ وہ نواب بن کر اوپر بیٹھ گیا ہے۔ بلاؤ اُسے یہاں۔۔۔ کیپٹن تمیزی کو قصہ آگیا تھا۔

"بب۔ بہتر جناب۔۔۔ کاؤنٹر میں نے کہا اور اس نے دوبارہ انٹرکام کا رسیور اٹھا کر نمبر پر لیں کیا۔

"باس۔۔۔ کیپٹن صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ خود نیچے آئیں۔ شوکت کاؤنٹر میں نے موڈ بانٹ لہجے میں کہا۔

”اوہ اچھا میں آ رہا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے نادر

نے جواب دیا۔

اور شوکت نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کو دیا۔ اُسے غطرہ تھا کہ باس آکر جائے گا۔ اور پھر ایک سسکہ کھرا ہو جائے گا۔ اور باس نادر کی طبیعت بھی ایسی ہی تھی۔ وہ حد سے زیادہ اکثر مزاج و اتع ہوا تھا۔ لیکن بچانے کی بات تھی کہ وہ بڑی آسانی سے نیچے آنے پر مان گھیا تھا۔

”باس آپ کے استقبالی کے لئے آ رہے ہیں؟“ شوکت نے رسیور کو کہہ کر مسکراتے ہوئے کیپٹن تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن تمیزی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ان راجہ دارسی سے ایک بٹے قہار غاصے سڈول جسم کا نوجوان نمودار ہوا۔ اس کے دائیں گال پر زخم کا ایک طویل نشان تھا جو کان کے پچھلے حصے سے لے کر گردن کے آخر تک چلا گیا تھا۔ اس نشان نے اس کے چہرے کو خاصا وحشت انگیز بنا دیا تھا۔ یہ نادر تھا۔ کیپٹن آگرو کا نمک۔

”ہیلو جناب کیپٹن صاحب۔ خوش آمدید۔۔۔۔۔ بھئی یہ خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ آپ چیف ہو گئے ہیں۔“ نادر نے قریب آکر باقاعدہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن جواب میں کیپٹن تمیزی نے ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔ نہ زیادہ بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تم سے کچھ معلوم چاہیے۔ اگر اپنی اور اپنے کپنے کی خیریت چاہتے ہو تو سچ بتا

دینا۔۔۔۔۔ کیپٹن تمیزی نے بڑے نخوت بھرے اور سردانہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور نادر نے مصافحے کے لئے آگے بڑھا ہوا اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے واپس کھینچ لیا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اُسے معلوم تھا کہ بالی میں موجود ہر شخص کی نظر ان پر جمی ہوئی تھیں۔ اور کیپٹن تمیزی نے بد اخلاقی کی انتہا کر دی۔

”جی فرمائیے کیا بوجھنا جاتے ہیں آپ؟“ نادر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھے ہوئے تھا۔

”دختریلو۔ دیاں بات کہتے ہیں۔۔۔۔۔ کیپٹن تمیزی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ نادر کی کیفیت سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ اُسے افسانائی طور پر ڈاؤن کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر پورے بال کے سامنے یہ رویہ اپنایا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔

”سواری۔۔۔۔۔ میں نے دختر بند کر دیا ہے۔ آپ نے جو پوچھنا ہے یہیں پوچھ لیں یا پھر آپ کے مجید کو ار کر چلے جیتے ہیں۔“ دیاں اطمینان سے باتیں بھی جو چاہیں گی اور وہ فائل بھی اُتھاتا ہوا موجود ہو گیا جس میں اس رشوت کی تفصیل موجود ہو گی جو آپ اور آپ کا حکمہ ہم سے دھول کرنا رہا ہے۔“ نادر نے اونچی آواز میں جواب دیا۔ اس نے بھی پھرے مال میں اپنی بے عزتی کا بدلہ

چکا دیا تھا۔
کیپٹن تیزی اس کی بات سن کر ایک منٹ بھڑک اٹھا۔ اس کے
ذہن میں بھی یہ تھا کہ ایک عام سائنسدان سیکرٹ سروس کے
پہنچنے کے ساتھ اس قسم کی بات کرنے کی جرأت کرے گا۔
پوشٹ اپ میں یہیں غیر ملکی مجرموں کے ساتھ تعاون
کرنے کے جرم میں گولی بھی مار سکتا ہوں۔ کیپٹن تیزی نے
غصے سے سر ہٹاتے ہوئے کہا۔

”جناب! آپ ماثقہ مارچیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی بتا دوں کہ میرے پاس مکمل ثبوت موجود ہے کہ آپ نے سیکرٹ سروس کا چیف ہفمن کے لئے کرنل شہرہ لغت کو خود ہی ہلاک کر دیا ہے۔ اور میری موت کے ساتھ ہی یہ ثبوت اعلیٰ حکام تک پہنچا دیا جائے گا۔“ ناداب پوری طرح اشتہام پھیلنے لگا تھا۔

یعنے پر عمل کیا تھا۔
 "اوہ۔۔۔ تم کو اس کو رہے ہو۔ تم نے اتنا بڑا الزام مجھ پر لگانے کی عزت کیسے کی۔ نکالو کہاں سے ثبوت۔ نکالو ورنہ ابھی گولی مار دوں گا۔" کید پیش تیزی کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ اس نے ہولناکی سے اپنا منہ دس ریمو اور نکال لیا تھا۔ نادر نے ایسی باتیں کہنے عام کر کے پورے ملک میں چیمپیونوں کو راستہ سے دیا تھا۔ او کید پیش تیزی جانتا تھا کہ اس نے کئی شہرین کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ اس نے نادر کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن چیمپیونوں کو کون روک سکتا ہے۔

شجوت وقت آنے پر دے دیا جائے گا۔ بہر حال آپ فرمائیے
آپ کیا بوجھنا چاہتے ہیں۔ ٹاڈو نے استہزائیہ انداز میں
سکراتے ہوئے کہا۔ اس نے واقعی کیپٹن بٹیر میز سے اپنی بے عزتی
کا بھرپور انتقام لے لیا تھا۔

”تم میرے ساتھ تیار ہو کر اور چلو۔ ابھی تم اس وقت حراست میں ہو۔ جعفری اسے گرفتار کر لو۔“ کیپٹن تیزی نے پتختے ہوئے کہا۔ اور جعفری ریلو اور نکال کر تیزی سے تادری کی طرف بڑھا۔ آپ دونوں اس وقت میرے کھینے میں موجود ہیں جناب چیف صاحب۔ اور میرے اشارے پر آپ کے جسموں میں پلک جھپکانے میں سیکڑوں سوراخ ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد آپ کی لاشیں بھی کسی کو میرے آئیں گی۔ اس لئے اپنا دماغ نشیڈار کیجئے۔ میں آپ سے مکمل تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔“ تادری نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

اور دوسرے کینڈی تیزی اور جھڑی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیسے میں موجود تمام ویڈیوز اور عملے کے دیگر لوگوں کے ہاتھوں میں اچانک خوف ناک ریوایو نظر آنے لگا گئے تھے۔ اور ان سب کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ نادر کے ذرا سے اشتداد پر بدلتی ان دونوں کے جسم گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔ ”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ مجھے۔۔۔ سیکرٹ سروس کے چیف کو؟“ کینڈی تیزی نے سچرے ہونے لگے میں کہا۔ ”آپ نے خود ہی میری بے عزتی کر کے یہ سلسلہ شروع کیا

بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔

”حضرت جناب حضور۔ ہم تو یہاں ہی آپ کی خدمت کے لئے ہوئے ہیں۔ نادرنے آئے ہوئے کہا۔
اور پھر وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے راہ داری کی طرف بڑھ گئے۔ جعفری بھی ان کے پیچھے تھا۔

دفتر میں پہنچ کر وہ دونوں بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جب کہ نادرنے میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی اونچی نشست کی کرسی سنبھالی۔
”اب فرمائیے کیا پیش گئے؟“ نادرنے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیڈن تیزی نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں کہا اور نادرنے اس کا کام کا رسیور انٹاکر وٹسکی لاسے کا حکم دے دیا۔

”ہاں جناب۔ اب فرمائیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“ نادرنے رسیور رکھ کر عور سے کیڈن تیزی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”دیکھو نادرنے۔ تمہارا پیشہ کچھ بھی ہو مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ لیکن میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم محب وطن ہو۔ اس وقت بھارت میں نازک اور خطرناک دور سے گزر رہا ہے۔ اس سے ہر شخص واقف ہے۔ مجرموں نے یہاں کی پوری زندگی کو تپش کر کے رکھ دیا ہے۔ کروڑوں روپے کا نقصان

ہے۔ حالانکہ یہ میرے تعاون کی کھلی دلیل ہے۔ کہ میں آپ کے استقبال کے لئے اپنے دفتر سے خود اٹھ کر یہاں آ گیا تھا۔ اور اب بھی میں تعاون کی ہی بات کر رہا ہوں۔ اگر اس کے باوجود آپ زبردستی کرنے اور رعب کے چکر میں ہیں تو پھر جو ہو گا اس کی ذمہ داری آپ پر ہی ہوگی۔“ نادرنے مسکراتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

اب کیڈن تیزی کے دماغ پر بچائی ہوئی رعب داب کی گرد تیزی سے چھٹنے لگی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ نادریٹر بھی کبیر ہے۔ جس قدر وہ شرمناک ہو گا نادرنے سے زیادہ ہی شرمناک ہو جائے گا اور وہ بھی انتقام لینے کی بات۔ تو وہ بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔

”ویری گڈ مسٹر نادرنے۔ آپ اس کٹھن امتحان میں پورے اثر سے ہیں۔ اگر آپ دب جاتے یا غصے شروع کر دیتے تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی کہ آپ کا ضمیر مجرم ہے۔ اسی لئے میں نے آپ کا امتحان لیا تھا۔“ کیڈن تیزی نے بڑے ذکاوت آمیز انداز میں ساری بات کا رخ پھٹے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور اس نے ریو اور اپنے چوٹسٹریٹ ڈال لیا۔

اور بالی میں موجود ہر شخص نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی کیوں کہ جس طرح واقعات آگے بڑھ رہے تھے۔ اس کا نتیجہ غلطی سے نکل سکتا تھا۔

”آؤ چل کر دفتر میں بیٹھتے ہیں۔ کچھ مینے پلے کا ہی سلسلہ ہو جائے۔“ کیڈن تیزی نے نادرنے کے کندھے کو ہچکے ہوئے

وہ ملک کو پہنچا چکے ہیں اور پہنچا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ مجرموں کے متعلق معمولی سی معلومات بھی رکھتا ہو تو اسے ہم تک پہنچائے تاکہ ان مجرموں کی سرکوبی کی جاسکے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ تم سچ سچ بتا دو گے کہ تمہارے راول روڈ کے پبلک ہوسٹل سے جی زخمی اخراؤ اور ان کے لیڈر نوجوان کو وہ کاروں اور ایک شیش وین میں پک کيا ہے ان کے متعلق پوری تفصیل بتا دو۔ کیپٹن تمیزی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی سنجیدہ ہلچل میں کہا۔

کیپٹن تمیزی کی بات سن کر نادر بری طرح چونکا۔ اس کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ کیپٹن تمیزی اس سارے واقعے سے واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن اس نے فوراً اسی لیے آپ کو سنبھال لیا۔ ”اوہ کیپٹن صاحب۔ آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے میرے ساتھ تو ایسا کوئی واقعہ نہیں گزرا۔“ نادر نے ہونٹ بیچتے ہوئے جواب دیا۔

”دیکھو نادر۔ اس بات سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں کو تمہارے لئے وہ مجرم نہیں ہو سکتے بلکہ مجرموں کے مقابل میں ہوں گے۔ کیوں کہ وہ لوگ مقامی تھے جب کہ جن سے ان کا مقابلہ لگش کا لوئی میں ہوا وہ غیر ملکی تھے۔ میں صرف ان سے اس لئے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان سے مل کر مجرموں کی سرکوبی

رسکوں پر ہم سب کا مشترکہ فرض ہے۔ کیپٹن تمیزی نے دس بارخ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی دھین آدمی تھا اور ان کی نفسیات کو بخوبی سمجھتا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ نادر کوئی جواب دیتا دفتر کا دروازہ کھلا۔ ایک نوجوان پانچھٹھ میں ٹرسے اٹھنے اندر داخل ہوا۔ جس میں ہسکی کی ننھی بوتل کے ساتھ تین جام بھی موجود تھے۔ اس نے نول جام اور بوتل میر پر رکھی اور خالی ٹرسے لے کر واپس لا گیا۔

آپ یقین کریں جناب۔ آپ کو شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔ دیکھتا ہے اس آدمی کی شکل مجھ سے ملتی جاتی ہو۔ لیکن ہر حال لیرا اس واقعے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔“ نادر نے ہسکی بوتل کھولتے ہوئے فیصلہ کن ہلچل میں کہا۔

اسی لمحے کیپٹن تمیزی کا ران پر رکھا ہوا ہاتھ آہستگی سے جبب کھسک گیا۔ چوں کہ میز کی سطح کرسی سے خاصی اونچی تھی اور نادر جام بھرنے میں مصروف تھا اس لئے وہ کیپٹن کی لہٹ کو نہ دیکھ سکا۔

”سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ بات ظاہر ہو جائے اس نہ پھر تمہاری حقیقت محب وطن کی نہیں بلکہ مجرم کی ہو جائے۔“ اس کے یوں کہ معلومات چھپانا بھی جرم میں ہی شمار ہوتا ہے۔ کیپٹن تمیزی نے آہستگی سے ہاتھ جیب سے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

”آپ یقین کریں جناب۔ آخر آپ یقین کیوں نہیں کرتے کیپٹن تیزی نے ڈبی اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر بڑے اطمینان نادر نے اب قدرے جھجھکے ہوئے انداز میں کہا۔ اور دوسرے سے دیکھ کر اٹھا کر لمبوں سے لگا لیا۔ ایک چمکی لیتے سے بھرے ہوئے جام جعفری اور کیپٹن تیزی کی طرف کھسکا کے بعد اس نے گلاس واپس میز پر رکھا۔ اور پھر بڑے اطمینان سے سگریٹ کی ڈبیا اٹھا کر اس میں سے سگریٹ باہر نکالنے لگا۔

کیپٹن تیزی نے وہ ہاتھ جو جیب سے باہر نکالا تھا ویسے ہر نیچے رکھا جب کہ دوسرا ہاتھ اٹھا کر اس نے جام کو یکے کر اپنا رہا ہے کہ اس آدمی کا جسم تم سے قدرے دھلا تھا۔ لیکن دور طرف مزید کھسکایا تو کونے پر رکھی ہوئی سگریٹ کی ڈبیا کھسکے سے واقعی اس کا احساس نہ ہو سکا۔ کیپٹن تیزی نے یوں کر نیچے گر گئی۔

”اُدھ۔۔۔ کیپٹن تیزی نے شرمندہ سے بوجھیں کہا۔ اور پھر جھبک کر ڈبی اٹھانے لگا۔

”میں اٹھا دیتا ہوں جناب۔۔۔ جعفری نے فورا ہی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اُدھ نہیں۔۔۔ شے مکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ کیپٹن تیزی نے جھبک کر نہ صرف ڈبیا اٹھائی بلکہ اس کا دوسرا ہاتھ تیزی سے میز کے نیچے ایک سائین میں پھینکا اور پھر اس کے ہاتھ میں موجود ایک چھوٹا سا بٹن میز کے نیچے چبک گیا۔ یہ

دور انگ پرن بٹن تھا جس کا ایک سر اچھٹا اور دوسرے سر پر باریک نوک تھی جو اس نے میز کی سطح کے اندر دبا دی تھی۔ اس طرح وہ بٹن سطح کے ساتھ مکمل طور پر بڑھا گیا تھا۔ اور

اب سوائے میز کو اٹھا کر دیکھنے یا پورے طرح ہاتھ پھیرنے کے اس بٹن کو چبک نہ کیا جاسکتا تھا۔

”جناب۔۔۔ میں نے تو آپ کو اس وقت بھی کہا تھا کہ یہ شخص نادر سے ملتا مڑو رہے لیکن یہ نادر نہیں ہو سکتا۔ اس کی چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی موجود تھی اور نادر تو قطعاً نہیں لنگڑاتا۔

جعفری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

کیپٹن تیزی نے ڈبی اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر بڑے اطمینان نادر نے اب قدرے جھجھکے ہوئے انداز میں کہا۔ اور دوسرے سے دیکھ کر اٹھا کر لمبوں سے لگا لیا۔ ایک چمکی لیتے سے بھرے ہوئے جام جعفری اور کیپٹن تیزی کی طرف کھسکا کے بعد اس نے گلاس واپس میز پر رکھا۔ اور پھر بڑے اطمینان سے سگریٹ کی ڈبیا اٹھا کر اس میں سے سگریٹ باہر نکالنے لگا۔

کیپٹن تیزی نے وہ ہاتھ جو جیب سے باہر نکالا تھا ویسے ہر نیچے رکھا جب کہ دوسرا ہاتھ اٹھا کر اس نے جام کو یکے کر اپنا رہا ہے کہ اس آدمی کا جسم تم سے قدرے دھلا تھا۔ لیکن دور طرف مزید کھسکایا تو کونے پر رکھی ہوئی سگریٹ کی ڈبیا کھسکے سے واقعی اس کا احساس نہ ہو سکا۔ کیپٹن تیزی نے یوں کر نیچے گر گئی۔

”اُدھ۔۔۔ کیپٹن تیزی نے شرمندہ سے بوجھیں کہا۔ اور پھر جھبک کر ڈبی اٹھانے لگا۔

”میں اٹھا دیتا ہوں جناب۔۔۔ جعفری نے فورا ہی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اُدھ نہیں۔۔۔ شے مکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ کیپٹن تیزی نے جھبک کر نہ صرف ڈبیا اٹھائی بلکہ اس کا دوسرا ہاتھ تیزی سے میز کے نیچے چبک گیا۔ یہ

دور انگ پرن بٹن تھا جس کا ایک سر اچھٹا اور دوسرے سر پر باریک نوک تھی جو اس نے میز کی سطح کے اندر دبا دی تھی۔ اس طرح وہ بٹن سطح کے ساتھ مکمل طور پر بڑھا گیا تھا۔ اور

اب سوائے میز کو اٹھا کر دیکھنے یا پورے طرح ہاتھ پھیرنے کے اس بٹن کو چبک نہ کیا جاسکتا تھا۔

”جناب۔۔۔ میں نے تو آپ کو اس وقت بھی کہا تھا کہ یہ شخص نادر سے ملتا مڑو رہے لیکن یہ نادر نہیں ہو سکتا۔ اس کی چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی موجود تھی اور نادر تو قطعاً نہیں لنگڑاتا۔

جعفری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

دکھنا۔ کیپٹن تیزی نے کہا۔ اور پھر خود کار میں سوار ہو گیا۔
جب کہ جعفری مگر کہ اپنے موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔
کیپٹن تیزی نے کار سٹارٹ کی اور پھر تیزی سے مین روڈ
پر گئے دوڑاتا گیا۔ وہ بلاک آگے جانے کے بعد اس نے
کار ایک سائیڈ لگی میں موٹی اور اُسے وہیں روک لیا۔ چوں کہ
یہ لگی آگے جا کر بند ہو جاتی تھی۔ اور اس لگی میں دونوں طرف
کی عمارتوں کے عقبی دروازے تھے اس لئے اس لگی میں کسی قسم
کی کوئی آمد و رفت نہ تھی۔ جعفری بھی چند لمحوں بعد وہاں
پہنچ گیا۔

کیپٹن تیزی نے کار روکتے ہی سائیڈ سیٹ اٹھا کر اس کے
نیچے موجود ایک باکس کا ڈھکن کھولا۔ اور اس میں سے
ایک مستطیل شکل کی مشین نکال کر اپنی گود میں رکھ لی۔
جعفری نے کوئی پر جا کر مگر آئی کہ کوئی اس لگی میں
آنے لگے تو مجھے اشارہ کر دینا۔ کیپٹن تیزی نے کہا۔ اور
جعفری سر ہلاتا ہوا پیدل ہی واپس چل پڑا۔

کیپٹن تیزی نے جلدی سے مشین کی ناب گھنائی شروع کی
اور اسے ایک مخصوص جگہ روک کر اس نے اس کا سائیڈیشن دیا
دیا تو مشین سے ادھر ایک سفید رنگ کی پلیٹ سی ابھر کر باہر آ
گئی۔ کیپٹن تیزی نے دوسرا این دیا تو مشین میں زندگی
کا ابھری ہوئی چمکی۔ اور اس پلیٹ پر بے شمار نمبروں کی ایک
فہرست ابھرتی۔ مشین سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکل رہی

”اوہ ہاں۔۔۔ ارے واقعی۔۔۔ تم نے اچھا یاد دلایا۔ واقعی
اس کی چال میں لنگڑاہٹ تھی۔ مسٹر ناؤ۔۔۔ میں معذرت خواہ
ہوں کہ تم پر خواہ مخواہ شک کر بیٹھا۔ ویسے تمہیں ہسپتال ضرور کرنی
چاہیئے کہ ایسا کون آدمی ہو سکتا ہے۔ تمہارے وسائل قیثا
ہم سے زیادہ ہیں۔ تم اسے جلد نکال کر لو گئے۔ لیکن ایک وعدہ
کر دو اگر اس کے متعلق تمہیں پتہ چل جائے تو ہمیں اطلاع ضرور
دینا۔ کیپٹن تیزی نے ایک لمبا گھونٹ لے کر خالی گلاس
میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”بالکل جناب۔۔۔ میں تو اب ضرور پرتال کر دوں گا۔ یہ شخص تو
میرے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اور میرا وعدہ ہے کہ
آپ کو اطلاع ضرور دوں گا۔“ ناؤ نے بڑے فرمانبردارانہ لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور کسے۔۔۔ اب ہمیں اجازت۔ تھینک یو۔
کیپٹن تیزی نے سر ہلاتے ہوئے کرسی سے اٹھ کر کہا۔ جعفری بھی
اٹھ کھڑا ہوا۔

اور پھر باقاعدہ ناؤ نے مصافحہ کر کے وہ دونوں سیرونی دروازے
کی طرف بڑھ گئے۔

”کینے آؤ گے باہر آتے ہی کیپٹن تیزی تیزی سے اپنی کار
کی طرف بڑھا۔

”میرے لئے کیا حکم ہے۔“ جعفری نے پوچھا۔

”تم اپنے موٹر سائیکل پر میرے پیچھے آؤ۔ تعاقب کا خیال

تیں۔ کیپٹن تیزی نے ایک بار پھر غور سے ناب کو چیک کیا۔
اور پھر مشین کو سامنے ڈیش بورڈ کے اوپر فرنٹ شیٹ کے ساتھ
ٹھکا کر رکھ دیا۔ اب وہ آسانی سے اُسے دیکھ سکتا تھا۔ پھر اس
نے ہاتھ بڑھا کر اس مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا۔

جناب۔ میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ وہ دونوں
چلے گئے ہیں۔ وہ کافی دور چلے گئے ہیں۔ پھر میں واپس اطلاع
دیتے آیا ہوں۔ ایک ٹانائوس سی آواز ابھر رہی۔
وہ دونوں اٹھ گئے ہیں۔ یہ آواز نادر کی تھی۔

”نہیں جناب۔ کیپٹن صاحب تو کار پر گئے ہیں جب کہ
ان کے ساتھی موٹر سائیکل پر تھے۔ لیکن وہ دونوں آگے
پیچھے ایک ہی سمت میں گئے ہیں۔ پہلی آواز نے جواب
دیا۔

”انہوں نے کسی کو گرائی کہنے کا اشارہ تو نہیں کیا یا کوئی امد
مشکوٰۃ آدمی؟“ نادر نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ میں نے پوری طرح چیک کر لیا ہے؛
پہلی آواز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور۔۔۔۔۔ جاؤ۔ اودے ایسے خیال رکھنا اگر کوئی مشکوک
آدمی نظر آئے تو مجھے اطلاع دینا۔“ نادر نے کہا۔

اور پھر اس آدمی کے قدموں کی چاپ سنائی دی جو جلد ہی
معدوم ہو گئی۔ ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز بھی ماسی
مشین سے نکلی اور کیپٹن تیزی نے سر ہلادیا۔ اس کی آنکھوں

بچک ابھر آئی تھی۔ کیوں کہ اُسے یقین تھا کہ جس مقصد کے لئے
اس نے یہ سارا کھراگ پھیلا یا ہے وہ لازماً پورا ہو گا۔ اُسے
علوم تھا کہ تسلی ہوتے ہی نادر لازماً ان لوگوں کو فون کرے گا۔
جن کے ساتھ وہ شامل تھا۔ اسی لئے اس نے وہاں میز کے
نیچے بٹن لگا یا تھا اور ساتھ ہی نادر کو حتی الامکان مطلع کی
توشش کی تھی کہ اس کا شک دور ہو جائے۔

اور پھر وہ چونک پڑا کیوں کہ مشین سے رسیور اٹھانے اور
زیر گھمٹنے کی آواز و افغ طور پر سنائی دینے لگی تھی۔ کیپٹن
تیزی کی نظریں اب پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں جس پر بے شمار نمبروں
ایک فہرست نظر آ رہی تھی۔ یہ پورے شہر کے فون نمبروں
کی فہرست تھی۔ اور چند لمحوں بعد ہی ایک نمبر تیزی سے
بجھنے لگا اور کیپٹن تیزی کے فون پر مسکراہٹ ابھر آئی کیوں کہ
یہ نمبر سرفہرست آدھو کا تھا۔ اس کی نظریں پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔
اچانک فہرست کے ایک کونے میں موجود ایک اور نمبر تیزی
سے غلٹ بجھنے لگا۔ اور کیپٹن تیزی اس نمبر کو دیکھنے کے
لئے آگے کی طرف جھک گیا۔

”یس۔۔۔۔۔ ایک آہستہ سی آواز مشین سے نکلی۔
بولنے والے کا لہجہ ٹانائوس تھا۔

”پرنس۔ میں نادر بول رہا ہوں۔ ابھی چند لمحے پہلے
ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا ہے۔ میں آپ کو کوئی مین چھوڑ کر
واپس آیا ہوں۔ تاکہ سیکرٹ سروس کا چیف کیپٹن تیزی اپنے

کا نمبر ہے۔ پلیٹ پر نمبروں کی فہرست اس انداز میں ترتیب دی گئی تھی کہ اس سے سمیت معلوم ہو جاتی تھی۔ اس لئے وہ ساتھ ساتھ کار چلائے چلا جا رہا تھا۔ تاکہ جب تک اصل پوزیشن کا پتہ ملے وہ اس کے قریب پہنچ چکا ہو۔ کہوں کہ اُسے پرنس کی ذہانت پر یقین ہو گیا تھا کہ نادر وہ جن ڈھونڈنے لگے گا اور جو سکتا ہے کہ اس بیٹن کے سامنے آنے پر پرنس فوری طور پر وہ جگہ غالی کر دے۔ اس طرح اہم کلیو ضائع ہو سکتا تھا۔

”یہیں سے۔۔۔ نوٹ کر آئے۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی مستعدی سے بھرپور آواز سنائی دی۔“

اور کیپٹن تیززی نے اُسے وہ نمبر نوٹ کر دیا جس پر پرنس کو کال کی گئی تھی۔

”جلدی۔۔۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ لیکن بالکل درست بتانا غلطی معاف نہیں کی جائے گی۔ بہت سیریس مسئلہ ہے۔“

کیپٹن تیززی نے بچے کو مزید سخت بتاتے ہوئے کہا۔

”یہیں سے۔۔۔ صرف ایک منٹ کی ہمت دیجیے۔“

دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

اور کیپٹن تیززی خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ہاتھ سے ریسرور کا فون کو لگاتے ہوئے تھا۔ اور دوسرے اکیلے ہاتھ سے سٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔

”سر۔۔۔ یہ نمبر وشنیدگر کی کوٹھی بنتو بیویا رہ میں نصب ہے۔ اور کسی امیر الدین کے نام پر ہے۔“ چند لمحوں بعد

کال نہیں اور سب کچھ معلوم کر لیں اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہے ہوں۔“ پرنس نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے پرنس۔ وہ میرے بالمقابل بیٹھے رہے ہیں اور بٹے بھی نہیں اور نہ ہی میں باہر گیا ہوں۔“

نادر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اُسی لمحے کیپٹن تیززی نے جلدی سے نشین کا بیٹن آف کیا اور مشین کو اٹھا کر سائڈ کی سیٹ پر پھینکا۔ اور پھر گاڑی کو تیززی سے بیک کرنے لگا۔ جعفری کا موٹر سائیکل چول کہ ایک سائڈ میں تھا۔ اس لئے وہ آسانی سے گاڑی نکال کر نکل گیا۔

باہر جن دھڑپڑ آتے ہی اس نے تیززی سے گاڑی کو ٹرن کیا۔ اور اسے تیززی سے ہٹا کر آگے بڑھتا گیا۔ گاڑی چلانے کے ساتھ ساتھ اس نے گاڑی کے نیچے لگا ہوا دائرہ لیں ٹیلی فون رسیور بکسے باہر نکالا۔ اور رسیور پر ہی لگے ہوئے بیٹنوں میں سے اس نے اٹکوائری کے نمبر پر لیں کر دیئے۔

”لین اٹکوائری۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔“

”چین آف سیکرٹ سرورس سپیکنگ۔ ایک نمبر نوٹ کر داور مجھے بتاؤ کہ یہ نمبر کس کو غلطی اور کس علاقے میں رکس ہے۔ لیکن فوری۔۔۔ اٹ اڈا میر جیسی۔“ کیپٹن تیززی نے تیز لہجے میں کہا۔ وہ کار کو بھی چلا رہا تھا۔ کہوں کہ اُسے اتنا معلوم تھا کہ جس نمبر پر کال کی گئی ہے وہ شہر کے شمالی علاقے

”ہیڈ کوارٹر سیکرٹ سروس۔ ایک آواز دیو پر

اچھری۔ ”کیپٹن تمیزی سپیکنگ۔ کیپٹن تمیزی نے کہا۔
”میں پاس۔“ ”راشد بول رہا ہوں سر۔“ ”دوسری
طرف سے بولنے والے کا لہجہ یک نخت مودبانہ ہو گیا۔
”راشد۔ اس وقت ہیڈ کوارٹر میں کتنے نمبر موجود
ہیں۔“ ”کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
”آٹھ سر۔“ ”جھڑی اور واجد کہیں گے ہوئے ہیں۔
باقی موجود ہیں۔“ ”راشد نے جواب دیا۔
”تم وہاں موجود سب ساتھیوں کو لے کر فوراً رشید نگر
کی کوٹھی نمبر تین سو بارہ پر پہنچو۔“ میں اور جھڑی بھی وہاں
پہنچ رہے ہیں۔ ہیڈ کوارٹر چوں کہ وہاں سے نزدیک ہے۔ اس
لئے تم لوگ پہلے پہنچ جاؤ گے تو تم نے انتہائی احتیاط سے اس
کوٹھی کی نگرانی کرنی ہے۔ اگر وہاں سے کوئی نکل کر جائے
تو اس کا احتیاط سے تعاقب کیا جائے۔ ہر قسم کی ریڈ کے لئے
تیار ہو کر رہیں۔ ہری اب۔“ ”کیپٹن تمیزی نے کہا۔ اور
جن آف کر کے اس نے دیو کو دوبارہ ہک میں لٹکا دیا۔ اب
اس کے چہرے پر جگر اطمینان ابھرایا تھا۔ اُسے یقین تھا
کہ اب پرش چاہے بھی تو ان کی نظر اس سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔
اس نے بیک سرور پر نظر ڈالی اور پھر اُسے اپنے پیچھے دور
جھڑی موٹر سائیکل پر اتار کھائی دیا۔ اس نے کار کی رفتار آہستہ

آہستہ کی آواز سنائی دی۔
”رشید نگر۔ کوٹھی نمبر تین سو بارہ۔“ ”کیا تم نے اچھی طرح تسلی
کر لی ہے۔ کوئی غلطی تو نہیں۔ ایک بار پھر چیک کرو۔“ ”لیکن پہلے
نمبر دو سو بارہ تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تم صحیح نمبر میں کدو ہے جو
کیپٹن تمیزی نے کہا۔
”میں سر۔“ میں نے چیک کر لیا ہے۔ رشید نگر کوٹھی نمبر
تین سو بارہ امیر الدین۔“ ”آہستہ نے جواب دیا اور ساتھ
ہی اس نے نمبر دو سو بارہ دیا۔ نمبر درست تھا۔
”او۔“ ”اب یہ کہنے کی تو ضرورت نہیں کہ اسٹانڈ
ٹاپ سیکرٹ۔“ ”کیپٹن تمیزی نے کہا۔
میں جھڑیوں سر۔ اب بے فکر رہیں سر۔“

دوسری طرف سے آہستہ نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔ اور
کیپٹن تمیزی نے اور کے کہہ کر دیو رکاب سے جٹا کر دوبارہ
ہک میں لٹکا دیا۔ اس طرح رابطہ قائم ہو گیا۔ اُسے تسلی ہو گئی
تھی کہ نوکیشن درست بتائی گئی ہے۔ کیوں کہ رشید نگر واقعی
شہر کے شمالی علاقے میں واقع تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے
دیو دوبارہ ہک سے نکالا اور اس کے ایک کونے میں موجود
بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی فون کا رابطہ اصل نمبر جو
ہیڈ کوارٹر میں تھا اس سے قائم ہو جاتا تھا۔ اور وہاں کال سننی
جاسکتی تھی۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے کال
اٹھ کر لی۔

کرنی شروع کر دی اور اُسے سرٹک کی ایک سائیڈ پر کر لیا پتھری
وہ بعد جعفری موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔
لیکن وہ رہا پیچھے ہی۔ کیپٹن تمیزی نے اُسے قریب آنے کا
اشارہ کیا اور پھر جیسے ہی جعفری برابرا آیا۔

”جعفری۔۔۔ تم فوراً کٹ روڈ سے ہو کر رشید گریپنچو۔
باقی ممبرز کو بھی میں اُنے کا ل کر لیتا ہوں۔ وہ بھی دیاں بھیجے والے
ہیں۔ دیاں کو بھی نمبر تین سو بارہ کو گھر لے آئے۔ چوں کہ کٹ روڈ
پر کار نہیں جاسکتی۔ اس لئے مجھے فکر کا کہ بیرونی روڈ سے جانا
پڑے گا۔ تم موٹر سائیکل پر کٹ روڈ پر سے نکل جاؤ۔
کیپٹن تمیزی نے اُسے ہدایت کی اور جعفری سرٹکاتا ہوا تمیزی
سے آگے بڑھتا گیا۔

جعفری کے آگے بڑھ جانے کے بعد اچانک کیپٹن تمیزی کو
ایک خیال آیا تو اس نے سائیڈ سیڈ پر پرپی ہوئی مشین کو اٹھا
کر دوبارہ ڈیش بورڈ کے اوپر رکھا اور اس کا بٹن دبا دیا لیکن
چند لمحوں بعد اس نے بٹن آف کر دیا۔ کیوں کہ اب مشین
سے کوئی آواز نہ آ رہی تھی اور پلیٹ پر بھی کوئی ہینڈ سے جل بچہ
نہ دے تھے۔

”اس کا مطلب ہے کہ بٹن ٹریس کر لیا گیا ہے؟“
کیپٹن تمیزی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور مشین کو دوبارہ
سائیڈ سیڈ پر رکھ دیا۔
اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ پرنس کون ہو سکتا ہے کیوں کہ

بچے اور گھنگو سے وہ مقامی لنگ رہا تھا۔ نہ ہی اس کا بچہ
غیر ملکی تھا اور نہ ہی انداز۔ لیکن کسی مقامی آدمی کا
الیف۔ ڈی سے اس طرح خوف ناک انداز میں ٹکرانا اور پھر
مقامی زمینوں کو اس طرح دیاں سے نکال لے جانا اس کی
سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ لیکن پھر اس نے سہ جھٹک کر
اپنی سوچ کو بدل لیا۔ جو کچھ بھی تھا۔ بہر حال جلد سامنے
آ جانا تھا۔

ختم شد

عمران مدبرین میں ایک یادگار اور لافانی شاہکار

بلیک ڈیجہ

مصنف — منظر نویس — ایسے

- بلیک ڈیجہ — عمران، جوزف اور جولیا پر مشتمل ایک خوفناک تنظیم۔
- فاسٹ ڈیجہ — پاکیزہ سیرٹ سروں کے ممبروں پر مشتمل ایک علیحدہ تنظیم۔
- جس کا لیڈر تنویر تھا۔
- فیس آف ڈیجہ اور ریڈ آرمی کے مقابلے میں بلیک ڈیجہ اور فاسٹ ڈیجہ
- جیسے تنظیمیں جب میدان میں آئیں تو خوفناک مقابلے اپنے عروج پر پہنچ گئے۔
- عمران — جس کی بے پناہ ذہانت اور برق رفتار اقدامات نے اسرائیل کی
- دونوں خوفناک تنظیموں میں دراڑیں ڈال دیں۔
- تنویر اور اس کے ساتھی — جنہوں نے اپنی ذہانت، جرات اور بے پناہ
- جذباتوں سے موت کے خوفناک چہرے کو آخر کار مسخ کر کے ہی چھوڑا۔
- حارہ خوفناک تنظیموں میں رہنے والی ایک لکڑی — جس کی مثال اس سے
- نیلے کہیں نہیں ملتی — نون منجمد کر دینے والا سپنس اور جسم میں
- آگ بھرنے والا ایکشن — کیسے ہی کوئی جسے تینا مدتوں یاد رکھا جاسکے گا۔

جاسوسی ادب میں ایک نیا سنگ میل

یوسف برادر تاجران کتب یاک گیت ملان

عمران سیریز

بلیک ڈیوڈ



منظر کا کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین! سلام مسنون!

فیس آف ڈیوٹیڈ سے شروع ہونے والی ہولناک اور تباہ کن کہانی بلکی ڈیوٹیڈ میں آکر اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

اسرائیل کی دو خونناک تنظیموں فیس آف ڈیوٹیڈ اور ریڈ آرمی نے جس ہولناک تباہی کا آغاز کیا تھا، اس تباہی کو روکنے کے لئے عمران اور سیکرٹ سروس کے ممبران نے جن حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اسے پڑھ کر آپ بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

موجودہ صدی میں بین الاقوامی جرائم نے جس قدر منظم شکل اختیار کر لی ہے اس کا سلسلہ بے حد طویل ہے۔ ایسی ایسی تنظیمیں سامنے آتی ہیں کہ جو حکومتوں کا تختہ الٹنے اور کروڑوں عوام کی قسمتوں سے کھیلنے کے بھرپور وسائل رکھتی ہیں۔ اسے آپ موجودہ دور کا المیہ سمجھ لیجئے یا مجرمانہ ذہنیت کی برق رفتاری۔ بہر حال ایسی تنظیمیں دنیا کے امن و سلامتی کو ہر لمحہ بارود کے ڈھ پر معلق رکھتی ہیں اور امن و سلامتی کے خواہشمند دنیا بھر کے معصوم اور نہتے عوام ایسی تنظیموں کے خوفناک شکنجوں میں پھنس کر بے بسی سے پھڑپھڑا رہ جاتے ہیں۔ لیکن اسی دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو اپنی جانوں کو بھیلی پر رکھ کر اور اپنے سروں پر کفن باندھ کر امن و سلامتی کے قیام اور

برورون معصوم عوام کی جانوں کے تحفظ کے لئے سرکھٹ میدان میں اتر آئے ہیں اور پھر اپنے خون کے ہر قطرے سے ایسی تنظیموں کی قسمت پر موت اور ذلت کی لکیریں کھینچ دیتے ہیں۔

یہ کہانی بھی ایسی ہی تنظیموں اور ان کے مقابلے میں اترنے والے جہالوں کی کہانی ہے جس کی ہر سطر اور جس کا ہر صفحہ حیات، بہادری اور جانبازی کے لازوال کارناموں سے پُر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی اپنے اندر ہر وہ معیار رکھتی ہے جس کے آپ ہمیشہ خواہشمند رہے ہیں۔

والہ آم

منظہ کلیم ایم اے

جیسے وقت سے جبکی نے رابرٹ کی شیطانی خواہش کے پیش نظر جولیا کے ہاتھ اور پاؤں ماندھنے شروع کئے تھے۔ تنویر کا ذہنی ابال اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ لیکن جسمانی طور پر غلوج ہونے کی وجہ سے وہ کچھ کرنے یا رہا تھا۔ لیکن اس کے ذہن پر لمحہ بہ لمحہ سرخ آندھی سی چڑھتی جا رہی تھی۔ اور پھر اچانک آستیں بول محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں کشت رفتاری سے دوڑنے والا خون تیز ہونا شروع ہو گیا ہو۔ اور پھر خون کی یہ گردش لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی چلی گئی۔ لیکن اس کا جسم اُسی طرح ساکت و مسامت بڑا ہوا تھا۔ اور جب جبکی نے جولیا کو بلاتھ کر سیدھا کیا تو جولیا کے چہرے پر موجود بے بسی کے تاثرات سے تنویر کو روح کی گہرائیوں تک ہلا کر رکھ دیا۔

”رک جاؤ۔۔۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔۔۔“ اچانک تنویر کے حلق سے خود بخود چیخ سی نکلی اُسی لمحے جبکی نے گھوم کر پوری

نقاب پوش اور جبکی دونوں ہی حیرت سے متنبہ نہ رہ گئے۔ اور پھر تنویر کے پیروں میں تو جھلیاں دوڑنے لگیں۔ خنجر رابرٹ پر پھینکتے ہی اس نے قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے وہ کوپ سے نکلنے والے گولے کی طرح سرخ نقاب پوش سے ٹکرایا۔ اور اسے دیت جو دروازے کی دیز میں جاگرا۔

جبکی شاید عقل کے لحاظ سے فارغ ہی تھا۔ کیوں کہ وہ بھوڑا ٹھنڈے ان دونوں کی طرف بھاگا۔ لیکن تنویر نے نیچے کرتے ہی باب بارہ پھلانگ لگائی اور بھوڑا اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جبکی سے آگرایا۔ اور جبکی چیختا ہوا پشت کے بل فرش پر گرا۔ اور سرخ نقاب پوش نیچے کرتے ہی جبکی کی سی تیزی سے اٹھا لیکن تنویر شاید آج اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لے آیا تھا۔ یا اس کے ذہن پر انتقام کی سرخ آمدھی پڑھی ہوئی تھی۔ کہ جبکی کو نیچے کرتے ہی اس کا جسم ایسی قلابازی کھا کر ہوا میں بلند ہوا۔ ایسی قلابازی کی وجہ سے اس کی دونوں ٹانگیں پلٹ کر اٹھتے ہوئے سرخ نقاب پوش کے عین سر پر پڑیں۔ اور دوسرے لمحے تنویر نے دونوں ٹانگوں کو سرخ نقاب پوش کی گردن میں ڈال کر اپنے جسم کو آگے کی طرف جھکایا۔ اور اس کی پشت جیسے ہی فرش سے ٹکرائی وہ تیزی سے کروٹ بدل گیا۔ اور پھر اس نے مسلسل کروٹیں بدلتی شروع کر دیں۔ سرخ نقاب پوش کی گردن تنویر کی دونوں ٹانگوں کے درمیان کسی شکنے کی طرح جکڑی ہوئی تھی۔ اور تنویر کے انتہائی تیزی سے کروٹیں بدلنے کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ ہی دروازے کے

اندر نہ صرف گھسٹ کر آگیا تھا بلکہ کمرے کے فرش پر الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ ادھر جبکی نیچے کرتے ہی بوٹ بوٹ کر اٹھا۔ وہ اب تیزی سے رابرٹ کی طرف دوڑا۔ جو فرش پر چپٹ پڑا ہوا تھا۔ اور بھاری خنجر دستے تک اس کے سینے میں گھسا ہوا تھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ جبکی نے جلد ہی سے اس کے سینے میں ترازو خنجر باہر نکالا۔ اور خنجر نکال کر وہ جیسے ہی مڑا۔ اسی لمحے تنویر سرخ نقاب پوش کو چھوڑ کر تیزی سے اٹھا۔ اور اس نے فضا میں اچھل کر نیم دائرے کی صورت میں اپنی لات گھمائی اور خنجر جبکی کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں بلند ہوا۔ جسے تنویر نے فرش پر پیر گتے ہی بڑی مہارت سے دبوچ لیا۔ اور جبکی آنکھیں پھاڑے کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس قدر تیزی۔ پھرتی۔ مستعدی اور مہارت کا مظاہرہ اس نے شاید زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ خنجر ہاتھ میں لیتے ہی تنویر تیزی سے پلٹا۔ اور چمک چمکتے میں وہ نہ صرف سر کو بار بار جھٹکتے ہوئے سرخ نقاب پوش کے سر پر پہنچ گیا۔ بلکہ پلٹتے وقت اس کے ہاتھ سے خنجر نکل کر رابرٹ کی طرح جبکی کے سینے میں بھی ترازو ہو گیا۔ تنویر کو شاید اپنی خنجز کی مہارت پر اس قدر یقین تھا کہ اس نے پلٹتے ہوئے خنجر پھینکنے کے بعد دوبارہ پلٹ کر یہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ کیا اس کا خنجر نشانے پر بھی لگا ہے یا نہیں۔ بھاری خنجر اس بار جبکی کے سینے میں دستے تک گھس گیا تھا اور جبکی چیخ مار کر پشت کے بل ایک زبردست دھماکے سے فرش پر گر گیا۔ اور چند لمحے ٹپسنے کے بعد اس

کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے گئے۔ وہ بھی ایک ہی وار سے ختم ہو چکا تھا۔
تنویر جویا کی عزت کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں سے بڑے بھرپور
انداز میں انتقام لے چکا تھا۔ اور رابرٹ اور جیکی جوا نہیں مفلوج
کر کے اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے تھے۔ اب ان سے زیادہ
بے بسی کے عالم میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ جب کہ
جویا کی عزت اسی طرح محفوظ تھی۔

تنویر نے سرخ نقاب پوش کے سر پر پہنچے ہی دونوں ہاتھوں
کو ایک دوسرے سے باندھ کر سر سے بلند کیا۔ اور پھر اس
کا دو تہ پوری قوت سے سر کو جھٹک کر اٹھتے ہوئے سرخ نقاب
پوش کی گردن کی پشت پر پڑا اور نقاب پوش جیچا ہوا منہ کے بل
فرش پر گر گیا۔ تنویر تیزی سے فضا میں اچھلا اور دوسرے
لمحے اس نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر پوری قوت سے فرش پر منہ کے
بل پڑے ہوئے سرخ نقاب پوش کی پشت پر چب کیا۔ اور
سرخ نقاب پوش کا جسم ایک لمحے کے لئے یوں تڑپا جیسے اس
کی روح فضا میں غصے سے پھڑپھڑا کر نکل رہی ہو۔ مگر دوسرے
لمحے اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے گئے۔ اور وہ اسی طرح منہ کے بل
خاک چائیا ہوا فرش پر پڑا رہ گیا۔ تنویر نے جھکی کی تیزی سے
اُتے سیدھا کیا اور پھر اس کا بازو اٹھا کر جھوڑ دیا۔ بازو ایک جھپکے
سے فرش پر گر گیا۔ اس طرح تنویر کو معلوم ہو گیا کہ سرخ نقاب
پوش اگر مرا نہیں تو کم از کم بے ہوش ضرور ہو گیا ہے۔ اب تنویر
ہاتھ نہ بڑھا کر اسی ہاتھ اٹھا کر اس کا چہرہ خون کی روانی سے

اس قدر سرخ ہو چکا تھا کہ جیسے خوب پکا ہوا مٹاڑ ہو۔ لیکن اس کی
آنکھوں میں فتح اور کامیابی کی بے پناہ چمک موجود تھی۔
”زندہ باد تنویر“ میں مہارسی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔
تم نے واقعی لیسڈری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اُسی لمحے
صنذر کے منہ سے جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ اور پھر
کیپٹن شکیل اور اس کے باقی ساتھیوں نے بھی بے اختیار اسی
طرح کے فقرے کہے۔ جب کہ جویا خاموش پڑ رہی ہوئی تھی۔
لیکن اس کے چہرے پر اور تنویر پر بھی جویا کی نگاہوں میں ایسے تاثرات
تھے جیسے وہ تنویر کی بجائے کسی دیوتا کو دیکھ رہی ہو۔ تنویر نے
واقعی اپنی جان پر کیسل کر نہ صرف اس کی عزت بچائی تھی بلکہ اس
کی عزت کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں سے بھرپور انتقام بھی لے
لیا تھا۔ اور جویا کے چہرے کے تاثرات نے تنویر کو اپنے
ساتھیوں کے تحسین آمیز فقروں سے زیادہ مسرت بخش دی۔ وہ
تیزی سے مڑا اور اس نے جیکی کے سینے سے بھاری خنجر کھینچ کر
اُسے اس کے کپڑوں سے صاف کیا۔ اور پھر سب سے پہلے
اس نے جویا کے ہاتھوں اور پیروں میں بندھی ہوئی رسیاں اس
خنجر سے کاٹ ڈالیں۔ لیکن جویا تو ظاہر ہے اُسی طرح بے حس
و حرکت پڑی ہوئی تھی۔

اُسی لمحے کو نے میں پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور
تنویر چونک کر مڑا۔ اور پھر تیزی سے قدم بڑھاتا وہ فون
کے قریب پہنچ گیا۔

”یس۔“ تنویر نے رسیور اٹھا کر کہا۔ اس کا اہجہ بالکل نقاب پوش کی طرح تھا۔

”باس۔“ کا لہجہ بول رہا ہوں۔ غضب ہو گیا۔ سپیشل ایکشن گروپ نے گلشن کا کوئی میں ایک کوٹھی پر حملہ کیا۔ بجائے وہاں کون لوگ تھے۔ جن سے ان کا مقابلہ ہوا۔ اب مجبورا غائب ہے۔ البتہ اس گروپ کے تینوں ممبرز میٹیس۔ راکو اور فیلن ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان کی لاشیں وہیں کوٹھی پر سے ہی پولیس کو ملی ہیں۔ وہاں کثیر مقدار میں جگہ جگہ خون بھی پڑا ہوا پایا گیا۔ کوٹھی کے اندر سے سیکرٹری غار جہ رام داس کی لاش بھی ملی ہے۔ عللے کے لوگوں کے بیان کے مطابق وہاں بے تحاشا فائرنگ اور راکٹ ہوں کے دھماکے پولیس کے آنے تک گونجتے رہے ہیں۔ مجھے جیسے ہی اطلاع ملی میں نے وہاں کی رپورٹ حاصل کی اور آپ کو مطلع کر رہا ہوں۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا اہجہ قدرے گہرا پایا ہوا اور پریشان تھا۔ لیکن اب تنویر کی سمجھ میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ وہ اس کا کیا جواب دے۔ اُسے تو کسی بات کا علم ہی نہ تھا۔ نہ ہی اس کوٹھی کا اور نہ ہی رام داس کا۔ لیکن بولنے والے کا اہجہ بتا رہا تھا کہ یہ ان کے لئے بڑی خبر ہے۔

”ادہ۔“ یہ تو واقعی بہت بڑی خبر ہے۔ بہر حال میں دیکھ لوں گا۔ سنو۔ تم ایسا کہو کہ میرے دفتر سے انٹی سلیم لے کر یہاں بلیک روم میں پہنچو۔ تم نے خود آنا ہے۔ اکیلے۔ سمجھو۔“

تنویر نے بڑے محتاط انداز میں سرخ نقاب پوش کے ہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

وہ جکی اور رابرٹ کی باتیں سن چکا تھا کہ اس مغلوبیت کو دور کرنے کے لئے انٹی سلیم دوا چاہئے جو چیف باس کے دفتر میں ہے۔ اور سرخ نقاب پوش کی حیثیت دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ یہی ایف۔ ڈی کا چیف باس ہو گا۔

”انٹی سلیم۔“ لیکن کیا باس آپ فاسٹ ڈیٹھ کی مغلوبیت دور کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں تو رابرٹ سزا دینے لے گیا تھا۔“ کا لہجہ نے حیرت بھری ہجے میں کہا۔

”یاں۔“ میں یہاں آیا ہوں۔ ابھی نیا انکشاف ہوا ہے کہ یہ لوگ تو ہمارے حامی ہیں۔ ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہم آپس میں ٹکرائے گئے تھے۔ بہر حال تم فوراً انٹی سلیم لے کر بلیک روم میں پہنچو۔ باقی باتیں وہیں ہوں گی۔“ تنویر نے جواب دیا۔

”ادہ اچھا۔“ پھر تو سرخ بھی ساتھ لانی ہو گی۔ ٹھیک اسے میں لے کر آ رہا ہوں باس۔“ کا لہجہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

تنویر نے جلدی سے رسیور واپس کر ڈیل پر رکھا۔

”تنویر۔“ تم اس سرخ نقاب پوش کے جسم کو ایک کونے میں ڈال دو۔ یہ راہ داری سے نظر آئے۔ ایسا نہ ہو کہ آنے والا دیں سے بدک جائے۔“ صفدر نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے، تم نے اچھا سوچا ہے۔ مجھے تو اس پہلو کا خیال ہی نہ آیا تھا۔" تنویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے بڑھ کر اس نے فرش پر پڑے ہوئے سرخ نقاب پوش کو بازو سے پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا ایک کونے کی طرف لے گیا۔ جہاں سے وہ راہ داری یا دروازے سے نظر نہ آسکتا تھا۔ بجلی اور رابرٹ کی لاشیں پہلے ہی ایسے زاویے پر تھیں کہ کمرے کے اندر آئے بغیر انہیں نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ تنویر نے خنجر اٹھایا اور پھر دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد راہ داری میں تیز قدموں کی آوازیں ابھریں جو لمحہ بے لمحہ دروازے کے قریب آتی جا رہی تھیں۔ تنویر کے اعصاب تن گئے۔ اور پھر جیسے ہی آوازیں دروازے پر پہنچیں تنویر مستعد ہو گیا۔ دوسرے کمرے ایک آدمی ہاتھ میں ایک ڈبا پکڑے اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مڑ کر دیکھتا۔ تنویر کا ہاتھ تیزی سے بلند ہوا۔ وہ شاید اس کی پشت میں خنجر کا وار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ آدمی عین اُسی لمحے بجلی کی سی تیزی سے مڑ گیا۔ اور تنویر کا وار تو خالی گیا۔ لیکن اس کا جسم آنے والے کالپرچ سے ٹکرایا۔ اور کالپرچ کے ہاتھوں سے وہ ڈبا نکل کر دور جاگرا۔ اور کالپرچ اور تنویر ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے فرش پر گرے۔ کالپرچ نے نیچے گرتے ہی انتہائی پھرتی سے عمودی انداز میں لات ماری اور تنویر کے ہاتھ

سے خنجر نکل کر دور جاگرا۔ مگر تنویر نے پلٹ کر پوری قوت سے اپنا سر اس کی ناک پر مارنا چاہا۔ مگر کالپرچ اس کے اندازے سے کہیں زیادہ تیز اور پھر تیل تھا۔ وہ نہ صرف تیزی سے ایک طرف ہٹا بلکہ اس نے انتہائی پھرتی سے تنویر کو اپنے سر کے اوپر سے اچھال دیا۔ اور پھر وہ دونوں بیک وقت جابی کے گدڑوں کی طرح اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

وہ چند لمحوں تک ایک دوسرے کو نظروں ہی نظروں میں تولتے رہے۔ پھر یک لخت تنویر نے جھکائی دی اور کالپرچ کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ تنویر کا داکو کامیاب رہا۔ جھکائی دے کر تنویر ایک لمحے کے لئے رک گیا تھا۔ اور کالپرچ جھکائی کی وجہ سے جیسے ہی ٹیڑھا ہوا۔ تنویر کی فلائنگ کلک پوری قوت سے کالپرچ کے پہلو پر پڑی اور وہ چیخا ہوا سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ لیکن دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہ بجائے نیچے گرنے کے کسی گیند کی طرح واپس لیٹا۔ اور اس بار اس نے گواہیں ہی قلابازی کھاکر اپنی دونوں ٹانگیں تنویر کی گروں کے گرد ڈالیں۔ اور پھر اس کا پورا جسم تنویر کے قدموں کی طرف جھکا اور اس کے ساتھ کالپرچ کا جسم کسی گمان کی طرح مڑنا گیا۔ اور تنویر اس سے بھاری جسم کا ٹکراؤ نہ ہوئے کی وجہ سے قلابازی نہ کھاسکا اور رکوع کے بل نیچے جھکتا گیا۔ اُسی لمحے کالپرچ نے دونوں ہاتھوں سے تنویر کی ہڈیاں پکڑیں اور پوری قوت سے پلٹ گیا۔ تنویر کا سر اس کے جسم کے اوپر سے ہوتا ہوا اس

طرح مڑا کر تنویر کے پیر کا لہجہ کے ہاتھوں میں اور سر اس کی ٹانگوں میں پھنس کر مخالفت سمیت میں چلا گیا۔ اور تنویر ابھی صورت میں کھان کی طرح ٹیڑھا ہوتا گیا۔ یہ جو جھٹکے کا سب سے خطرناک داؤ تھا۔ اس داؤ میں پھنس کر بڑے سے بڑے لڑاکے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی تھی۔ اور کا لہجہ بڑی مہارت سے تنویر کو اس خوفناک داؤ میں پھنسانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

میرا نام کا لہجہ ہے۔ پوری دنیا میرے نام سے کانپتی ہے۔ بس ایک جھٹکا اور پھر تم زندگی بھر حرکت نہ کر سکو گے۔

کا لہجہ نے انتہائی فاخرانہ انداز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے جسم کو مخالفت سمیت میں جھٹکا دیا۔ لیکن شاید تنویر اسی ایک لمحے میں سنبھل گیا تھا جو لمحہ کا لہجہ نے دعویٰ کرنے میں گزار دیا تھا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے پہلوؤں پر ہنسنے

ہوئے اپنے دونوں بازوؤں کو پوری قوت سے کا لہجہ کے دونوں پہلوؤں میں مالا۔ یہ ضرب اتنی زوردار تھی کہ کا لہجہ پوری قوت سے جھکا نہ دے سکا اور تنویر کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے سے بچ گئی۔ تنویر نے پلک بھینکنے میں اسی انداز کا

دوسرا وار کیا اور کا لہجہ دھڑام سے پیچھے گرا۔ اور تنویر اس کے جسم کے اوپر پشت کے بل گرا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ تیزی سے پٹا اور اس نے کا لہجہ کو ایک لمحے کے لئے اپنے ساتھ پٹا کر اپنے اوپر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں پیر اس کے پیروں کے اوپر جمے۔ اور تنویر کا لہجہ کی گردن

پکڑے۔ انتہائی تیز رفتاری اور طاقت سے اور کو اٹھ کر پھر دوسری طرف جھٹکا گیا۔ اور اس بار اسی جو جھٹکے خوفناک داؤ میں کا لہجہ پھنس گیا۔

سرخ نقاب پوش جا رہا ہے۔۔۔ اچانک صفدر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

لیکن تنویر اس لمحے ایسی پوزیشن میں پھنسا ہوا تھا کہ اگر وہ ذرا بھی ڈھیلا ہو جاتا تو پھر کا لہجہ یقیناً اُسے لے ڈوبتا۔ چنانچہ تنویر نے کچھ سنے بغیر انتہائی تیزی سے اپنے جسم کو آگے کی طرف ہٹکا دیا۔ اور پھر کمرے میں کا لہجہ کی خوفناک چیخ گونج اٹھی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اور اس کا جسم ڈھیلا ہو کر فرش پر پھیلتا چلا گیا۔ تنویر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

لیکن اس وقت تک سرخ نقاب پوش دروازے سے نکل کر چایکا تھا۔ اُسے بس اچانک ہی ہوش آ گیا تھا۔ اگموہ جانتا تو فرش پر پڑا ہوا خنجر اٹھا کر تنویر کی پشت میں مار سکتا تھا لیکن شاید اس نے سوچا کہ رسک لینے کی بجائے باہر جا کر ساتھیوں کو ملے آئے۔

تنویر تیزی سے دروازے کی طرف بھاگا۔ اور اس نے دروازہ بند کر کے اندر سے چٹنی چڑھا دی۔۔۔ فولاد کا بنا ہوا مضبوط دروازہ اب آسانی سے نہ ٹوٹ سکتا تھا۔ کا لہجہ فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ البتہ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے منحنی ہو گیا تھا اور آنکھیں باہر کو ابل آتی تھیں۔

”جلدی کرو تنویر۔ وہ انہی سلیمہ انجکٹ کرو۔ یہ لوگ ابھی
بھر پور حملہ کریں گے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔
اور تنویر سر ملاتا ہوا انجکٹ کی تیزی سے فرس پر پڑے ہوئے
ڈبے کی طرف بڑھلا۔ اس نے ڈبہ اٹھا کر کھولا تو اس میں
ایک چھوٹی سی سرخ اور ایک شیشی رکھی ہوئی تھی۔ جس پر
رہٹ کا ڈھکن تھا۔ تنویر نے جلدی سے سرخ کی سوئی ڈھکن
کے اندر ڈالی اور پھر شیشی میں موجود سبز رنگ کے محلول سے پورن
سرخ بھری۔ شیشی کا صرف دو سو اونس حصہ خالی رہا تھا۔ اسی
 لمحے اس کی نظر شیشی پر گئی۔ بیل پر پڑیں تو اس نے
چونکا کر اسے دیکھا۔ شیشی کے بیل پر سرخ رنگ سے
چند الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس نے غور سے انہیں پڑھا۔ تو
دوسرے لمحے وہ مسکرا دیا۔ اس پر خاص طور پر درج تھا کہ
ہاٹ سی سی سے زیادہ ڈوز نہ دی جائے ورنہ فوری موت کا
خطرہ ہے۔ اور تنویر اس لئے مسکرایا تھا کہ اس کے اپنے
ساتھی اس کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتے۔ کیوں کہ اس کا خیال تھا
کہ یہ پوری سرخ ایک آدمی کو لگے گی۔ بہر حال اسے
خوش قسمتی ہی کہا جاسکتا تھا کہ اس کی نظر بیل پر پڑ گئیں۔
اسی لمحے راہ داری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھریں
اور پھر فولادی دروازے پر فائرنگ شروع ہو گئی۔
”ہم لے آؤ۔ ہم مار کر اڑاؤ۔ اندر بھی ہم پھینکو۔ سب کو
اڑا دو۔“ دور سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور

تنویر اس آواز کو پہچان گیا۔ یہ سرخ نقاب پوش کی آواز تھی۔
تنویر نے ڈبہ ایک طرف پھینکا۔ اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے
تھوڑی تھوڑی دوا اپنے ساتھیوں کے بازوؤں میں انجکٹ کرنی
شروع کر دی۔ سرخ پرسنے ہوئے نشانات کی وجہ سے وہ
ہاٹ سی سی کی مقدار کا اندازہ لگا رہا تھا۔ البتہ اس کے ہاتھ انتہائی
تیزی اور مہارت سے چل رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ بیس
سکانڈ میں اس نے اپنے ساتھیوں کے بازوؤں میں
انہی سلیمہ انجکٹ کر دیا۔ اور پھر سرخ کو ایک طرف رکھ کر
وہ درد آز کے سائیڈ میں جا کر رک گیا۔ فولادی دروازے پر
ابھی تک باہر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اور دوڑ کر آنے اور
جانے والوں کے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔
وہ سب انتہائی بُری طرح اس چوہے دان میں پھنس گئے تھے۔
اس پورے کمرے میں وہی کوئی کھڑکی تھی اور نہ کوئی روشندان
صرف وہی فولادی دروازہ تھا۔ باقی تھوس دیواریں تھیں۔
جن پر پرلنے زلنے کے آلات جنک لکھے ہوئے تھے۔ ایک دیوار
کے ساتھ آفیت دینے والی مشین نصب تھی۔ آہستہ آہستہ
اس کے سارے ساتھی حرکت میں آ گئے۔ اور پھر چند ہی لمحوں
بعد وہ سارے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ طویل بے بسی کے
بعد اب جسم کو حرکت دینا انہیں عجیب سا لگا رہا تھا۔
”اب یہاں سے نکلیں کیسے۔“ یہ تو ابھی اس کمرے کو جہنم
بنادیں گے۔“ صفدر نے کہا۔ اور پھر اس کے آخری الفاظ

ایک خوف ناک دھمکے میں دب گئے۔ دھمکے کے ساتھ ہی فولادی دروازہ ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر اندر کمرے میں گر گیا۔ اب وہاں خلا سا پیدا ہو گیا۔ دروازے کے ٹوٹنے ہی وہ سب تیزی سے سمٹ کر دروازے کے ساتھ راہ داری کی مختلف سمت میں آ گئے۔ اُسی لمحے کسی کا ہاتھ دروازہ کی سائیڈ پر لٹک آیا اور پھر ایک بم اچھل کر عین کمرے کے درمیان کی طرف بڑھا۔ مگر دوسرا ہی لمحہ ان سب کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا۔۔۔ کیوں کہ عین اُسی لمحے چوہان کسی عقاب کی طرح اپنی جگہ سے اچھل اور اس نے زمین کی طرف گرتے ہوئے بم کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی نہ صرف جھپٹ لیا بلکہ پیش فائر کے سے انداز میں انتہائی تیز رفتار فی سے واپس دروازے کی طرف اچھل دیا۔۔۔ دوسرے لمحے دروازے کی دوسری طرف راہ داری میں ایک خوف ناک اور کان بھڑدھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی راہ داری انسانی پنجوں سے بھر گئی۔ اور ساتھ ہی بوسے کی چیز دل کے گرنے کی آواز سنائی دی۔۔۔ اور پھر صف رنے سمیت کی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ سے نکلا۔ اور دروازہ کراس کر کے راہ داری میں نہ صرف پہنچ گیا۔ بلکہ اس نے دروازے کے عین سامنے موجود دیواریں پیدا ہو جانے والے بڑے سے سورخ کے اندر جھکا۔ یہ کوئی طویل سرنگ سی تھی جو اس جگہ سے ختم کھا کر آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔ چوہان کا واپس پھینکا ہوا بم دروازے کے سامنے اسی دیوار سے ٹکرایا تھا اور اس نے دیوار کے اس حصے کو اڑا دیا تھا۔۔۔ راہ داری میں

چھ افراد فرش پر پڑے ہوئے تڑپ رہے تھے۔ سامنے دروازے پر بھی ایک آدمی فرش پر پڑا ہوا تھا۔۔۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ ایک آدمی کے پاس ایک قیلا سا تھا۔ اور صفدر اس قیقلے کی ساخت دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ اس قیقلے میں بم رکھنے کے خانے بنے ہوئے ہیں۔ اس نے انتہائی پھرتی سے ایک مشین گن چھٹی اور پھر سامنے راہ داری کے دروازے کی طرف اس کا رخ کر کے بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی۔ دوسرے لمحے اس کے سب ساتھی اس کے پیچھے راہ داری میں آ گئے۔

اس سرنگ میں داخل ہواؤ۔۔۔ بھاگو۔۔۔ میں انہیں روکتا ہوں۔۔۔ صفدر نے چیخ کر کہا۔ اور وہ تیزی سے جھلانگ لگاتے ہوئے دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے کو پھلانگتے ہوئے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ صفدر مسلسل فائرنگ کئے چلا جا رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ سب ساتھی اندر پہنچ گئے ہیں تو وہ فائرنگ کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے ایک پانچ سے وہ بھول والا قیلا جھپٹا۔ اور تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔۔۔ سورخ کے سامنے آ کر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے سرنگ کے اندر چھلانگ لگا دی۔ اسی کے سب ساتھی سرنگ میں رک کر شاید اس کا انتظار کر رہے تھے۔ "بھاگو۔۔۔ سامنے یہ سرنگ آگے جا رہی ہے۔" صفدر نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے بھولے سے بھرے

ہوئے تھیلے سے ایک ہم نکالا۔ اور اُسے اس طرف اچھال دیا جس طرف سے سرنگ خم کھانکر آ رہی تھی۔ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور بیویوں پر پلے در پلے دھماکے ہوتے گئے جیسے سرنگ اس طرف سے نیچے بیٹھتی جا رہی ہو۔ صفدر ہم پھینک کر تیزی سے آگے کی طرف دوڑا۔ اب اس کے ہاتھ میں دوسرا بم تھا۔ اور اس نے بھاگتے ہوئے دوسرا بم عین اس جگہ پھینکا جہاں اس ٹوٹی ہوئی دیوار کا سوراخ تھا۔ ایک اور خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس جگہ گرد غبار پھیل گیا۔ اور ایک بار پھر ایسے دھماکے ہوئے جیسے اس جگہ سے بھی سرنگ بیٹھ گئی ہو۔ اب بھاگو۔ میں نے پیچھے سے آنے کا راستہ معدوم کر دیا ہے۔ صفدر نے کہا۔

”تیز چلو۔ وہ لازماً سرنگ کے دبانے کی طرف اکٹھے ہوں گے“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور اس کے بعد تو جیسے ان کے درمیان ورلڈ سٹینڈر ڈک کی دیس شروع ہو گئی۔ وہ سب اس قدر تیز رفتار سی سے دوڑ رہے تھے جیسے ان کے پیروں میں بجلیاں بھر گئی ہوں۔ سرنگ شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا اختتام ہی نہ آ رہا تھا۔ پھر ایک جگہ سرنگ تیزی سے مڑی اور اس کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ اب سامنے انھوں نے دیوار دیکھی۔

”ٹھہرو۔ میں اس کا میکنزم دیکھتا ہوں“۔ تنویر نے کہا۔

”ہٹ جاؤ۔ میکنزم دیکھنے کا وقت نہیں ہے“ صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا کر اس نے تھیلے میں سے ہم نکالا اور پوری قوت سے سامنے ڈالی دیوار پر پھینک دیا۔ ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور گرد و غبار سے سرنگ کا وہ حصہ بھر گیا۔

وہ سب سانس روکے کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی سورج کی تیز روشنی ابھری اور باہر کا منظر سامنے آ گیا۔ ہرے بھرے کھیت سائے نظر آرہے تھے۔ وہ تیزی سے اس خلا کو پھلانگتے ہوئے باہر آ گئے۔ یہ شاید کسی ٹوٹے ہوئے فارم کی عمارت تھی۔ جس کی چار دیواری تک منہدم ہو چکی تھی۔

باہر نکلتے ہی انہیں دور سے بہت سے لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دئیں۔ آوازیں خاصی دور تھیں اور اس طرف سے آ رہی تھیں جہر درختوں کا ایک کافی بڑا جھنڈ تھا۔

”کھیتوں میں چھپ جاؤ۔ جلد ہی کرو۔ وہ پہنچنے والے ہیں“ صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور وہ سب منہدم چار دیواری میں پھلانگتے ہوئے کھیتوں میں دوڑتے گئے۔ فارم والے ٹوٹے ہوئے کمرے کو انہوں نے درختوں اور اپنے درمیان آڑ کی صورت میں رکھا تھا۔ تاکہ ادھر سے آنے والے لوگ انہیں چیک نہ کر سکیں۔ اور پھر وہ سب کھیتوں میں بکھر کر فصلوں کے اندر

ساکت و جامد ہو کر بیٹھ گئے۔ چند ہی لمحوں بعد انہیں دس افراد دوڑ کر اس فارم کی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ ان سب کے

پاhtوں میں سب مشین گئیں تھیں۔ اور وہ بڑے بے تحاشا انداز میں دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ دسوں اس فارم کی چار دیواری کے اندر پہنچے۔ صفدر ایک جھٹکے سے اٹھا۔ اس کے دونوں پاhtوں میں دوہم دبے ہوئے تھے۔ اور پھر اٹھتے ہی اس کے دونوں پاhtے ایک دوسرے کے پیچھے یوں حرکت میں آئے جیسے وہ باؤنگ کر رہا ہو۔ اور اس کے دونوں پاhtوں سے نکلنے والے ہم راکٹوں کی طرح اٹھتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے ٹھیک اس فارم کی عمارت کی طرف بڑھتے گئے۔ اس کے بعد ایک خوف ناک دھماکا ہوا۔ اور پہلے دھماکے کی بازگشت بھی ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسرا خوف ناک دھماکا ہوا۔ اور دو طاقت ور بموں نے اس ٹوٹی ہوئی عمارت کے پرچے اڑا دیئے۔

”اب بھاگو۔ جس قدر دیر نکل سکو نکل جاؤ۔“ صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور وہ سب اٹھ کر بے تحاشا کھیتوں کے اندر بھاگتے چلے گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل بھاگنے کے بعد وہ ایک بڑی سڑک پر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان سب کے چلنے انتہائی خراب ہو چکے تھے۔ کپڑے مسلے ہوئے اور مٹی و گدے پورا جسم اٹا ہوا تھا۔

”ایسا کرو۔ ایک ایک کر کے واپس پہنچو۔ اس طرح اکٹھے ہم نظروں میں بھی آسکتے ہیں۔ اور اپنے چلنے کی وجہ سے مشکوک بھی ہو سکتے ہیں۔“ صفدر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔ اور ان سب نے سر ہلادیا۔ وہ دہاں سے کچھ مگر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

میجر لہیر سر سے گلشن کا نوٹی سے نکلنے کے بعد شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ اس کے ذہن پر بڑی طرح بھنجاریاٹ سوار تھی۔ آگے بڑھنے کے لئے کوئی کلیوپی نہیں مل رہا تھا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے اُسے گھپ اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس کی فطرت ایسی تھی کہ جو کام وہ اپنے ذمہ لے لیتا۔ وہ جب تک مکمل نہ ہو جاتا اُسے چین ہی نہ آتا تھا۔ اس لئے باوجود خفاصا تک جالنے کے وہ شہر کی سڑکوں پر کار و دوڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر عمر ان اس کے ساتھی اور وہ فاسٹ ڈیٹھ والے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ اس کی تیز نظریں کاروں میں بیٹھے ہوئے افراد کے ساتھ ساتھ فٹ پاhtوں پر چلنے والے افراد کا بھی مسلسل جائزہ لے رہی تھی۔ لیکن اُسے کہیں بھی کوئی مشکوک آدمی نظر نہ آیا تھا۔

کام اس طرح کھلے عام نہیں کئے جاتے۔ اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ بجائے یوں آوارہ گردی کے اسے ہی چیک کرے۔ شاید کوئی بات سامنے آہی جائے۔ وہ تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ وہ جلد از جلد اس سرکاری گاڑی کے پیچھے پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اور قوطی ویر بعد اُسے وہ گاڑی نظر آگئی۔ اس نے کار کو اور آگے بڑھایا اور پھر مناسب سافاصلہ رکھ کر اس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ کار میں صرف ایک ہی آدمی تھا جو سیٹرنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ میجر میرس نے ڈیش بورڈ کا ایک خانہ کھولا اور اس میں سے ایک باریک سی جھلی باہر نکال لی۔ خانہ بند کر کے جھلی اس نے اپنی گود میں رکھ لی۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یہ سڑک چوں کہ شہر کے باہر سے گزرنے والی سڑک تھی اس لئے اس پر صرف ہیوی ٹریک راول دواں تھی۔ البتہ اکا دکا کار آتی جاتی نظر آتی تھی۔ میجر میرس نے جیسے ہی ادھر دیکھی کہ جگہ خالی دیکھی۔ اس نے جھلی اٹھا کر سیٹرنگ پر رکھی اور پھر دونوں بازوؤں سے سیٹرنگ کو تقام کر اس نے دونوں ہاتھوں سے جھلی کا منہ کھولا۔ اور اُسے جلدی سے اپنے سر پر چڑھالیا۔ یہ جھلی کسی لفافے کی طرح تھی جس کا ایک سر اکھلا ہوا تھا۔ سر پر چھلی پہن کر اس نے سیٹرنگ کو دوبارہ متوازن کیا اور پھر اُسے دوبارہ بازوؤں میں تقام کر ایک جھٹکے سے منہ پر چڑھا کر نیچے گردن تک لے آیا۔ اب اس نے ایک ہاتھ سے

ایک موڑ پر جیسے ہی اس نے کار موڑی۔ وہ بے اختیار چونکا پڑا۔ اس نے ایک سرکاری کار کو تیز رفتار سے آگے کر اس ہوتے دیکھا۔ اس کے چونکنے کی وجہ دراصل اس کا دیکھ ڈیش بورڈ کے اوپر رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین تھی۔ جس پر سفید رنگ کی ایک پلیٹ باہر کو نکلی ہوئی تھی جس میں سرخ رنگ کے نمبروں کی فہرستیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ سیٹرنگ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی نظر اس پلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور میجر میرس اس مشین اور پلیٹ کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ مشین خفیہ فون کا لین چیک کرتی ہے۔ فون کاروں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو نہ صرف اس مشین کے ذریعے سنا جاسکتا ہے بلکہ اس مشین کے ذریعے دونوں طرف کے فون کے نمبروں کو بھی چیک کیا جاسکتا ہے۔ ایسی مشین کو اس طرح کھلی سڑک پر رکھ کر چیک کرنے کا مطلب واضح تھا کہ وہ آدمی کار چلانے کے ساتھ ساتھ کوئی کال بھی چیک کر رہا ہے۔ سرکاری گاڑی کا پتہ اُسے اس طرح چلا تھا کہ اس کار کی نمبر پلیٹ سرخ رنگ کی تھی۔ اور اُسے معلوم تھا کہ یہاں سرخ رنگ کی نمبر پلیٹ صرف سرکاری گاڑیوں پر ہی نصب کی جاتی ہے۔ چوں کہ یہ گاڑی اُسے کراس کر گئی تھی۔ اس لئے میجر میرس سوچتے سوچتے کافی آگے بڑھ گیا۔ لیکن پھر ایک مناسب جگہ دیکھتے ہی اس نے اپنی کار کو ٹران کیا اور اُسی طرف کو بڑھ گیا جدھر سرکاری کار جا رہی تھی گو ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی سرکاری کام ہو۔ لیکن سرکاری

دائیں طرف موڑ لیا۔ کیوں کہ باقی سڑکیں مضافات کی طرف جاتی تھیں۔ جب کہ یہ سڑک ایک بڑی، بالکشی کا لوئی رشید نگر کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا اندازہ تھا کہ سڑکاری کار اس کا لوئی کی طرف ہی جانے لگی۔ اس کی نظریں بیک مر پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ہی اسے کار اسی طرف مڑتی نظر آئی اور میجر بیرس نے عیمان کا سہاں لیا۔ اب وہ کار آگے بڑھنے لگے گی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس نئی اور وسیع و عریض کا لوئی کے پہلے چوک پر پہنچ گیا۔ چوک پر ہی ایک کیفے کا بورڈ اسے نظر آیا تو اس نے کار اس کے سامنے روک دی۔ اور خود دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کا اندازہ لیا تھا جیسے وہ کیفے میں چائے پینے کے لئے رکا ہو۔ چند لمحوں بعد سڑکاری کار اسے کر اس کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میجر بیرس کیفے کے برآمدے میں رک کر اسے دور جانے دیکھتا رہا۔ لیکن جب کار آگے جا کر دائیں طرف مڑ گئی تو میجر بیرس واپس اپنی کار میں بیٹھا۔ اور اس نے کار آہستہ آہستہ آگے بڑھانا شروع کر دی۔ پھر وہ بھی اُس چوک سے دائیں طرف مڑا۔ اور آگے آ کر ایک اور بڑے چوک پر پہنچ گیا۔ یہ ایک سینما کیفے اور ایک بڑا کا لوئی شاپنگ سنٹر تھا۔ سڑکاری کار اسے کافی آگے جا کر ایک شاپنگ سنٹر کے اختتام پر کھڑی نظر آئی۔ اس نے اپنی کار ایک کیفے کی سائیڈ میں روکی اور نیچے اتر آیا۔ سڑکاری کار میں سے ایک نوجوان باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اور چند لمحوں بعد ایک طرف

سے ایک اور نوجوان آ کر اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔

میجر بیرس تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھا۔ وہ حتی الوسع دکانوں کے ستونوں کی آڑے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر وہ اس شاپنگ سنٹر کی آخری دکان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ دونوں اس دکان کے اختتام پر ذرا اسٹپ کر کھڑے ہوئے تھے۔ میجر بیرس آخری ستون کی آڑ میں رک گیا۔

”میرا خیال ہے پہلے اندر جا کر چیک کر لیا جائے کہ کوٹھی کے اندر کتنے آدمی ہیں پھر ریڈ کیا جائے۔“ — آنے والا نوجوان کارولسے سے رہ رہا تھا۔

”نہیں۔“ — زیادہ دیر سے ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔ وہ پرسن مجھے بے حد ذہین لگتا ہے۔“ — نادر نے جب بن چپ کیا تو جو کہ اسے کدہ فوری یہاں سے نکل جائے، مرنے اور شہر سے پوچھا ہے کہ کوئی کوٹھی سے نکلا تو نہیں؟۔ کارولسے نے تحکمانہ ہجے میں کہا۔

”نہیں باس۔“ کوئی نہیں نکلا۔ اور باس اندر وہ کار بھی کھڑی نظر آئی ہے جس میں وہ پرسن نادر کے ساتھ بیٹھ کر گیا تھا۔ آنے والے نوجوان نے مودبانہ ہجے میں کہا۔

”اور۔“ — پھر ریڈ شروع کیا جائے۔ تم اپنے ساتھ پول کو کہہ دو کہ وہ کوٹھی کے گرد انتہائی چوکنا حالت میں رہیں۔ میں اور تم اندر جائیں گے۔ اگر حالات ذرا بھی خطرے کا

باعث ہوئے تو میں واپس ٹرانسمیٹر پر ڈیجیٹر کا نشان دوں گا۔ اور پھر
متم نے مل کر حملہ کر دینا ہے۔ بہر حال کوشش یہی ہوگی
کہ وہ پرنس زندہ پکڑا جائے۔ کاروائے باس نے کہا۔
اور دوسرا آدمی سر ملاتا ہوا تیزی سے واپس چلا گیا۔

میجر میرس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ اس کی
چھٹی جس نے بالکل راست اندازہ لگایا تھا۔ یہ لوگ بھی
اس کے ہم پیشہ تھے۔ اور اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ان کا
تعلق یقیناً مقامی سیکرٹ سروس سے ہے۔ کیوں کہ
مولے سیکرٹ سروس کے اور کوئی بارڈر اس طرح کھلے عام
سرکاری گاڑی استعمال نہیں کر سکتی۔ لیکن اب اُسے
صرف اس بات سے دل چسپی تھی کہ یہ پرنس کون ہے جس پر
رپڈ کرنے کے لئے یہ یہاں پہنچے ہیں۔ اچانک اس کے
ذہن میں ایک خیال کو ندے کی طرح پیکا اور دوسرے لمحے
وہ برقی طرح اچھل پڑا۔ اُسے یاد آ گیا تھا کہ اسرائیل میں
بھی عمران اپنے آپ کو اکثر پرنس ہی کہلاتا تھا۔ اور اس کے
ساتھ ہی اُسے یقین ہو گیا کہ یہ پرنس علی عمران ہی ہوگا۔ لیکن
اب سوال دوسرا پیدا ہو گیا تھا کہ کیا علی عمران جس کا تعلق
پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ یہاں حکومت کے خلاف
کام کر رہا ہے۔ کیوں کہ مقامی سیکرٹ سروس تو بہر حال
حکومت کی ہی نمائندگی کرتی تھی اور اس کا عمران سے ٹکراؤ
ظاہر کرتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

حلال کہ ایسا ممکن نہ تھا۔ ریڈ آرمی کو بھاشا نہ میں بلایا ہی اس
اطلاع پر گیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس حکومت کی
امداد کے لئے آرہی ہے۔ اس سوال کے بعد تو پرنس
کم از کم علی عمران نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال وہ وہیں رکا رہا۔
تاکہ جو بھی نیچے نکلے وہ سامنے آجائے گا۔

جلنے والا نوجوان چند ہی لمحوں بعد واپس آ گیا۔ اور اس
نے اپنے باس کو اشارہ کیا۔ اور باس نے مڑ کر کار کا
دروازہ کھولا اور پراس میں سے دو مشین گنیں نکال لیں۔
ایک اس نے اس نوجوان کی طرف بڑھا دی جب کہ دوسری
اس نے اپنے کوٹ کے اندر رکھی۔ اور پھر وہ دونوں
تیزی سے سامنے دالی بائی روڈ کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے
آگے بڑھ جانے کے بعد میجر میرس آڑ سے نکلا۔ اور پھر
وہ بھی عام آدمی کی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے پیچھے جانے
لگا۔ سیکرٹ سروس کے ارکان تیزی سے آگے بڑھے جارہے
تھے۔ اور پھر وہ ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر رک گئے۔
میجر میرس تیزی سے ایک سائیڈ پر ہو گیا۔ تاکہ اگر وہ مڑ کر دیکھیں
تو وہ انہیں نظر نہ آ سکے۔

وہ دونوں جنبہ لگے گیٹ پر رکے رہے۔ اور پھر باس نے
ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بزن پر پریس کر دیا۔ کافی دیر تک وہ
اُسے دبا رہا اور پھر خاموش کھڑا ہو گیا۔ لیکن جب چند منٹوں
تک انہیں اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو باس نے اپنے ساتھی

”اے پرنس آپ — کہاں ہیں زخمی۔ لینڈ اور میں :
 نادر نے تیز زبانی میں کہا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں کو مڑ کر ہدایات
 دیتے لگا۔ کہ لینڈ اور میں موجود زخمیوں کو احتیاط سے شیش دیکن
 میں منتقل کر دیا جائے۔۔۔ اور اس کے ساتھیوں نے جلدی
 سے لینڈ اور کے پچھلے حصے کا پردہ اٹھایا۔ اور پھر وہ اندر گھس
 گئے۔

”ان میں سے ایک جو ملکی ہے اُسے نہیں لے جانا وہ میرے
 ساتھ جائے گا۔۔۔ عمر ان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور
 نادر نے سر ملاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو دوبارہ ہدایات
 دینی شروع کر دیں۔

چند ہی لمحوں میں جوزف۔ جوانا اور ٹائیگر کو شیش دیکن میں
 اور اس بے ہوش غیر ملکی کو اس کار میں شفٹ کر دیا گیا جس سے
 نادر اتر اٹھا۔

”انہیں بی سی ہسپتال پہنچاؤ۔ میں نے ڈاکٹر سے بات کر لی
 ہے۔۔۔ جلدی جاؤ۔۔۔ لیکن احتیاط سے۔۔۔ نادر نے
 کہا۔ اور پھر شیش دیکن تیزی سے آگے بڑھ گئی۔
 ”آئیے پرنس۔۔۔ میں آپ کو کونٹی میں لے چلوں یہ
 کار آپ رکھ لیتا۔ میں دوسری کار میں واپس جاؤں گا۔“
 نادر نے کہا اور عمران سر ملاتا ہوا اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا۔
 نادر نے کار اسٹارٹ کی۔ دوسری کار بھی اس کے پیچھے
 آنے لگی۔

کو اشارہ کیا۔ اور اس کے بعد اس نے اچھل کر دونوں ہاتھ چھوٹے
 سے پھاٹک کے اوپر رکھنے۔۔۔ اور پھر اچھل کر وہ پھاٹک پر
 چڑھا اور تیزی سے اندر کود گیا۔
 نیچر میں سر خاموش وہیں کھڑا رہا۔



عمران سے کو نادر سے بات کئے ہوئے صرف آٹھ دس
 منٹ ہی اتھار کر نہایت آگے دو کاریں اور ایک اسٹیشن دیکن
 پبلک بوتھ کے پاس آکر رکیں۔۔۔ اور پھر ایک کار میں سے
 نادر باہر نکل آیا۔

”جلدی پہنچ گئے نادر۔۔۔“ عمران نے اپنی آوازیں کہا۔
 اور نادر چونک پڑا کیوں کہ عمران میک اپ میں تھا۔ اس نے
 وہ آواز سے ہی اُسے پہچان سکتا تھا۔

"یہ کون لوگ میں پرنس۔۔۔ جن سے آپ کا ٹکراؤ ہوا ہے؟
نادار نے مڑ کر پیچھے پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کو دیکھتے
ہوئے کہا۔

"یہی پوچھنے کے لئے تو اسے ساتھ لے جا رہا ہوں؟"
عمران نے مختصر سا جواب دیا اور نادار خاموش ہو گیا۔ سٹیشن
وہاں ان سے پہلے کسی باقی روڈ پر مڑ چکی تھی۔
"تم نے میرے ساتھیوں کو کس ہسپتال میں بھیجا ہے؟"
عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"ہمارے گروپ کا ایک بہت قابل ڈاکٹر ہے۔ اس نے
ایک خفیہ ہسپتال قائم کیا ہوا ہے۔ جہاں ان لوگوں کا علاج
ہو سکتا ہے جو پولیس سے بچنا چاہتے ہوں۔ اسے ہم کوڈیں بی سی
ہسپتال کہتے ہیں۔ اس کا انچارج ڈاکٹر رحمت اللہ ہے۔
بھاشا نہ کا مشہور ڈاکٹر۔" نادار نے جواب دیا۔

"اس کا فون نمبر بھی بتا دو اور کوڈ۔ جس سے میں کسی بھی
وقت اپنے ساتھیوں کے متعلق پوچھ سکیں۔ اور اگر ضرورت
پڑے تو انہیں وہاں سے لے بھی سکیں۔"۔۔۔ عمران نے
جنجیہ رہے میں کہا۔

"اس کا فون نمبر تقریاً زیر و تقریاً دن بدلتا رہتا ہے۔ آپ
صرف اُسے نادار کا نام لے کر بات کریں گے۔ وہ آپ سے
مکمل تعاون کرے گا۔ آپ اُسے بتا دیں کہ آپ پرنس ہیں۔"
نادار نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں نے اس سے بات کر لی ہے۔ آپ کے ساتھیوں کا وہاں
بہترین علاج ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں۔"۔۔۔ نادار نے سر
ہلاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔"۔۔۔ عمران نے کہا۔ وہ اب کسی اور سوچ
میں غرق تھا۔

شہر کی بیرونی سڑک سے گزرنے کے بعد وہ جلد ہی ایک
وسیع و غریب کالونی میں پہنچ گئے۔ اور پھر کالونی کے ایک
چوک سے مڑ کر وہ ایک کوچھی کے سامنے رگ گئے۔ کوکھی تھے
گیٹ پر تالا پڑا ہوا تھا۔ نادار نے نیچے اتر کر جیب سے چابی
نکالی اور اس کا تالا کھول کر پھاٹک کو دھکیل کر کھول دیا۔ اور
پھر دوبارہ سیڑجک پر بیٹھ کر وہ کار کو اندر لے گیا۔ یہ ایک
چھوٹی مگر عمارت کے لحاظ سے خاصی جدید انداز کی کوکھی تھی۔
نادار نے کار پورچ میں روک دی۔ دوسری کار بھی ان کے پیچھے
ہی اندر آگئی۔

"بس ٹھیک ہے۔"۔۔۔ شکر۔۔۔ تم واقعی احسان
کر رہے ہو۔"۔۔۔ عمران نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔
"ارے نہیں پرنس۔ یہ تکلف والی باتیں نہ کیا کریں۔ ہم
تو بس آپ کے خادم ہیں۔ آپ کے پرستار۔ وہاں پاکیزہ شیشیاں
بھی اور اب یہاں بھاشا نہ بھی۔"۔۔۔ نادار نے نیاز مندانہ
لہجے میں کہا۔

"اور کل جہنم میں بھی۔ یہ بھی تو ساتھ کہو۔"۔۔۔ عمران

نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور نادربے اختیار کھل کھلا کر منہس پڑا۔
 ”آپ جیسے لوگ جہنم میں نہیں جاسکتے۔ ورنہ دنیاں جانے
 والے بے چارے مجرموں کو دیاں سے بھی نکلتا پڑے گا۔“
 نادربے جنتے ہوئے کہا۔ اور عمران بھی اس بار منہس پڑا۔
 ”اچھا پرنس۔۔۔ اس کوٹھی میں کھانے پینے کا سامان۔
 میک اپ۔۔۔ لباس۔۔۔ اسلحہ۔۔۔ کرنسی۔۔۔ ہر چیز آپ
 کو الماریوں میں مل جائے گی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی چیز چاہیے
 تو میں حاضر ہوں۔“ نادربے کہا۔
 ”یار۔۔۔ اصل چیز تو تم نے رکھی ہی نہیں۔ اس لئے تو کوٹھی
 بجائیں بجائیں اور سائیں سائیں کر رہی ہے۔“ عمران
 نے کہا۔
 ”اصل چیز۔۔۔ وہ کون سی۔“ نادربے حیران ہوتے
 ہوئے پوچھا۔

”ارے وہ جسے کہتے ہیں کہ جس کے وجود سے تصویر کوٹھی
 میں رنگ بھر رہا ہے۔ ارے وہ کیا کہتے ہیں تن۔ من۔ دھن۔“
 عمران نے بے اختیار پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ
 کسی خاص لفظ کو یاد کر رہا ہو۔

”اچھا اچھا۔ آپ کا مطلب ہے زن یعنی عورت۔ نادربے
 نے جنتے ہوئے کہا۔ وہ بھی آسکتی ہے اگر آپ۔“ نادربے
 منہ خیز نظروں سے کہا۔

”ارے ارے۔۔۔ یہ نظم نہ کرنا۔ میں تو تصویر کوٹھی کی بات

کر رہا ہوں۔ یہ تو اصل کوٹھی ہے۔ بس تم تصویر میں ہی اس کا
 رنگ بھرتے رہو۔۔۔ عمران نے خوف زدہ ہوتے میں کہا۔
 اور نادربے اختیار منہس پڑا۔

”باس۔۔۔ بے ہوش آدمی کو اندر بڑے کمرے میں پہنچا
 دیتا ہے۔۔۔ نادربے کے ایک ساتھی نے نادربے سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

”ادہ اچھا۔۔۔ میں ذرا اس سے بھی انٹرویو کروں۔ بیچارہ
 کافی دیر سے بے ہوش پڑا ہے۔“ عمران نے کہا۔

اور نادربے ملتا ہوا تیز میز سے واپس مڑا۔ اس کے ساتھی
 بھی اس کے ساتھ ہی مڑے اور پھر وہ ایک کار میں بیٹھ گئے۔
 کار تیز میز سے مڑی اور چند لمحوں بعد پھاٹک سے باہر نکل گئی۔

عمران نے جاکر پھاٹک کو اندر سے بند کیا اور پھر تیز تیز
 قدم اٹھاتا واپس عمارت میں داخل ہو کر اس بڑے کمرے
 میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک کمرسی پر بے ہوش آدمی کو بٹھایا
 گیا تھا۔ اور نادربے کے ساتھیوں نے نہ صرف اُسے بٹھا دیا تھا

بلکہ وہ اسے رسیوں سے باندھ بھی گئے تھے۔ عمران
 نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو اس کے چہرے پر اطمینان
 کے آثار نمایاں ہو گئے۔ نبض بتا رہی تھی کہ اُسے کسی بھی
 لمحے ہوش آنے والا ہے۔ چنانچہ عمران نے سوچا کہ جب تک
 اُسے ہوش آئے۔ اس وقت تک وہ کوٹھی کا اچھی طرح جائزہ
 لے لے۔ چنانچہ اس نے اس کمرے کی الماریاں کھول

کر چپ کیس اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ تقریباً دس منٹ میں وہ کوٹھی کا مکمل طور پر جائزہ لے کر جب واپس اس بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ تو وہ آدمی ہوش میں آچکا تھا۔ اور آنکھیں کھولے غور سے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

”بڑی دیر لگا دی ہوش میں آتے آتے۔ میرے خیال میں بہت تھک گئے تھے۔“ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور وہ آدمی چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران کا اوجہ اس قدر بے تکلفانہ تھا۔ جیسے وہ اس کا گہرا دوست ہو۔ اس لئے ہوش میں آنے والے آدمی کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

”کون ہو تم؟“ اسی آدمی نے پوچھا۔

”تعارف۔“ ہاں تعارف بہت ضروری ہے۔ اچھے لوگ تعارف کرائے بغیر بات چیت کا آغاز نہیں کرتے۔ تو پہلے میں اپنا تعارف کرا دیتا ہوں۔ مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں۔ کافرستان کی سرحد پر ایک مایہ دین ریاست ہے ڈھمپ قبضہ خوش نصیب کو اس ریاست کے پرنس ہونے کا فخر حاصل ہے۔“ عمران نے اپنے تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو تمہارا تعلق کافرستان سے ہے؟“

اس آدمی نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ ہمارا علاقہ کافرستان کی سرحد پر ہی ہے۔“

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر تمہارا نام پرنس ہے تو پھر وہ عمران تمہارے ساتھی کا نام ہو گا۔“ اس آدمی نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

”عمران۔ ارے ہاں۔۔۔ وہ احمق۔۔۔ وہ تو ہمارا اور باری مسخرو ہے۔ تم اسے کیسے جانتے ہو۔“ عمران نے منہ نکالتے ہوئے کہا۔

”در باری مسخرو۔“ اس آدمی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں۔۔۔ ہمارے والا۔ حضور جناب کنگ آف ڈھمپ کے دربار کا مسخرو ہے۔“ عمران نے اسے باقاعدہ سمجھاتے ہوئے کہا۔

”لیکن کرنل سمیرن اور میجر ہیرس تو اس کے مطلب پر یوں پریشان تھے جیسے۔۔۔۔۔“ اور بات کرتے کرتے وہ آدمی یک لخت یوں چپ ہو گیا جیسے بے خیالی میں اس کے منہ سے غلط بات نکل گئی ہو۔

”تم نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ جناب کون سی ریاست کے پرنس یا کنگ ہیں؟“ عمران نے خورابی و شروع بدستے ہوئے کہا۔

”یہ تم نے مجھے باندھ کیوں رکھا ہے۔ کھولو مجھے اور میرے ساتھی کہاں ہیں؟“ اس آدمی نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے دوسری بات شروع کر دی۔ اس کا انداز ایسا تحکمانہ تھا جیسے وہ اپنے کسی ماتحت کو حکم دے رہا ہو۔

”تمہارے ساتھیوں کا تو پولیس افسر دشمن کا انتظام کر رہی ہوگی اور سوچو کہ تمہارے ساتھی کتنے خوش قسمت ہیں کہ مفت میں کفن و دفن ہو رہے ہیں ان کا۔۔۔ اور تمہیں میں نے نہیں بلکہ ہمارے بے شک قسم لے لو۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو میرے ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ سنو۔۔۔ اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو مجھے کھول دو۔ ورنہ یاد رکھو میں اپنے ساتھیوں کا انتظام بھی تم سے لوں گا۔۔۔ اور پھر تمہاری روح صدیوں تک جہنم میں رہے گی۔“ اس آدمی نے انتہائی غصے اور جھجکے ہوئے لہجے میں کہا۔

”خوب۔۔۔ بڑا دم ختم ہے۔ اچھا اب فضول باتیں ختم کر چپ شپ کا پیڑ ٹیٹم ہو گیا۔ اب بولو تمہارا نام کیا ہے اور ایف۔ ڈی سے تمہارا تعلق ہے یا ریڈ آرمی سے۔۔۔“ اچانک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ اور وہ بول چوک کر عمران کو دیکھنے لگا جیسے وہ عمران کی بجائے کسی نئے آدمی کو دیکھ رہا ہو۔۔۔ عمران کے چہرے کے تاثرات ایک لحظہ بدل گئے تھے۔ اور بوجھ میں بھی غائب ابھر آئی تھی۔

”اگر میں تمہاری بات کا جواب نہ دوں تو۔۔۔“ اس آدمی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”تو میں جواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے پہلے جیسے لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا۔ اور دوسرے لمبے اس کی دو انگلیاں اس آدمی کے ہتھکڑیوں میں

گھسٹی گئیں عمران نے انگلیوں کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو اس آدمی کے حلق سے یوں چیخ نکلی جیسے عمران کی انگلیاں اس کے ہتھکڑی کی بجائے اس کے دل میں گھر گئی ہوں۔

”ٹھٹ۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ باب۔۔۔ بتانا ہوں۔“ اس نے یوں پھرتے ہوئے انداز میں کہا جیسے اگر ایک لمحہ اور عمران کی انگلیاں اس کی ناک میں رہیں تو اس کی روح جسم سے نکل جائے گی۔

”بتاؤ۔۔۔ جلدی بتاؤ۔۔۔“ عمران نے انگلیوں کو ایک بار پھر ہلکا سا جھٹکا دیا۔ اور اس بار اس آدمی کے حلق سے پہلے سے زیادہ کرناک چیخ نکلی۔ اس کی آنکھیں ٹیکٹ کی شدت سے ابل آئی تھیں۔

”مم۔۔۔ میجر نتارا۔۔۔ پیشیل ایکشن گرپ ایف۔ ڈی۔۔۔“ ان انگلیوں کو ہٹاؤ۔۔۔ میجر نتارا نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے انگلیاں باہر نکال لیں۔ اس کی انگلیاں خون میں تھڑی ہوئی تھیں اور عمران کی انگلیاں باہر نکلتے ہی میجر نتارا کی ناک سے خون کی دھاریں اسی نکل کر اس کے منہ اور گردن پر بہنے لگیں۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے اپنی انگلیاں اس کے لباس سے صاف کرنی شروع کر دیں۔ میجر نتارا جیسے سخت جان آدمی سے اتنی آسانی سے سب کچھ اگلا لینے کا کارنامہ۔۔۔ دراصل اس کی انگلیوں میں لگے ہوئے مخصوص انداز کے بلیڈوں نے سر انجام دیا تھا۔

عہ ان جانتا تھا کہ ناک کی اندرونی سطح پر ایک رگ ایسی جوتی ہے۔ جس کا تعلق براہ راست اعصابی نظام سے ہوتا ہے۔ اس لئے عمران نے انگلیاں اندر ڈال کر جب انگلیوں کو جھکایا تو بیڈ باہر کو آگئے۔ اور پھر اس رگ پر ان کی خراشوں نے میجر نتارا کو بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ خون بھی ابھی خراشوں سے نکل رہا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ قدرتی مداخلتی نظام کی وجہ سے جلد ہی خون خود بخود رگ جلے گا اور وہی ہوا۔ چند ہی لمحوں بعد خون کی روانی ختم ہوگئی۔ البتہ میجر نتارا کے نھنوں اور اس کے چہرے اور گردن پر پیسے ہوئے خون کی ٹکیریں اب نمایاں تھیں۔

”ہاں تو میجر نتارا۔۔۔ تم نے اس کو ٹی کا کیسے پتہ چلایا۔ اور تم کو کل میجر اور میجر ہیوس کی بات کر رہے تھے۔ سب کچھ تفصیل سے بتا دو۔“ عمران نے انگلیاں معائنہ کر کے ایک بار پھر انہیں میجر نتارا کے نھنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”رگ جاؤ رگ جاؤ۔ یہ تو انتہائی خوف ناک ترین منزل ہے۔“

”اب سچ بھی نہ سکتا تھا کہ صرف نھنوں میں انگلیاں ڈالنے سے اس قدر خوف ناک تکلیف ہو سکتی ہے۔ تم۔۔۔ تم کوئی جادوگر ہو۔ ورنہ میجر نتارا سے کوئی بات اگلو ایسا ناممکن ہی ہو سکتا ہے۔“

میجر نتارا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے اُسے خود یقین نہ آ رہا ہو کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

”میں نے چلے کہا تھا کہ گپ شپ کا پیر یہ ختم ہو گیا ہے۔“

اس لئے میرے سوال کا جواب دو۔“ عمران کا لہجہ بدستور رہا تھا۔ اور اس کی انگلیاں ایک بار پھر نھنوں تک پہنچ چکی تھیں۔

”بس۔۔۔ جو میں نے بتا دیا ہے وہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اب پاتے تم میری بوٹیاں اڑا دو اور کچھ نہیں بتاؤں گا۔“

میجر نتارا موت تو قبول کر سکتا ہے۔ لیکن شکست نہیں۔۔۔ اچانک میجر نتارا نے کہا وہ شاید اب اپنی انا کا چیلنج قبول کر چکا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے۔ اس پر پوری طرح قائم رہنے کا جی فیصلہ کر چکا ہے۔

”تو تمہارا خیال ہے کہ میرے پاس اگلو نے کاغذ ایک ہی کر رہے۔ یہ تو بالکل ابتدائی عمل تھا میجر نتارا۔“ عمران نے طنز و انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر وہ ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔

میجر نتارا کی چوٹ کہ اس الماری کی طرف پشت تھی اس لئے وہ نہ دیکھ سکا کہ عمران کیا کر رہا ہے۔ عمران جب واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔ اس نے بیگ کرسی کے پاس فرش پر رکھ کر اُسے کھولا تو اس میں پلمبروں کے طلب کا سامان بھرا ہوا تھا۔ یہ شاید یہاں اس لئے رکھا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر کسی پلمبر کو بلانے کی بجائے خود ہی ضروری کام نپٹائے جائیں۔

میجر نتارا حیرت سے اس سامان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے۔ جیسے بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی ہو کہ

غدار ہی نہیں کر سکتا۔۔۔ میجر تارا نے چیخ کر کہا۔
 ”بالکل باطل۔۔۔ ہر گور غدار ہی نہ کرنا۔ مجھے خود غدار ہی کرنے
 والوں سے بڑی چٹ ہے۔ اسی لئے تو میرے دانت ابھی تک
 سلامت ہیں۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
 جھک کر فرخ شمس پر پڑا ہوا ہتھوڑا اٹھایا۔
 ”لیکن اُسی لئے اُسے قریب کے کمرے میں لٹکے ہوئے
 ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور عمران یہ آواز
 سن کر خوب ہلکا ہوا۔ یہاں سے کون فون کر سکتا تھا۔ صرف
 ایک ہی شخص جانتا تھا نادر۔ اور نادر ظاہر ہے سولے کسی
 ایمر جنسی کے فون نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے جلد ہی سے
 ہتھوڑا رکھا اور مگر کمرے کے دروازے سے نکل کر ساتھ
 والے کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سنائی
 دے رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر رسیدوار اٹھالیا۔
 اور پھر اس کی توقع کے مطابق فون واقعی نادر کا تھا۔ وہ اس سے
 باتیں کرتا رہا۔ نادر نے اسے بتایا کہ سیکرٹ سروس کا
 چیف کو پین تیز مری اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اس کے پاس
 آیا تھا۔ انہوں نے عمران اور نادر کو چیک کر لیا تھا۔ اور پھر
 مطمئن ہو کر چلے گئے تھے۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ سیکرٹ سروس
 دلے اس طرح آسانی سے مطمئن نہیں ہوا کرتے۔ اس سے
 صاف ظاہر تھا کہ انہوں نے وہاں کوئی ایسا آلہ لگایا ہے۔ جس
 سے وہ بعد میں بات چیت سن سکیں۔ اور انسانی نفسیات کے

مطابق نادر نے فوراً ہی عمران سے گفتگو کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کے
 کہنے پر جب نادر نے تلاش لی۔ تو پھر اس نے مین کی سطح کے
 نیچے چکا ہوا وہ بین تلاش کر لیا جس کے ذریعے بات چیت
 سنی جاسکتی تھی۔ نادر کے لئے بھی یہ ایک نیا انکشاف تھا۔
 ”ادھر پرس۔ میں سوچ رہی نہ سکتا تھا کہ ایسا ہی ہو سکتا
 ہے۔“ نادر کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔
 ”سب کچھ ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں اس بین کے
 ذریعے وہ لوگ اس کو بھی کچھ پتہ چلا دیں گے۔ بہر حال اب
 تم فوراً زیر زمین چلے جاؤ۔ ورنہ وہ دوبارہ تم پر آ چڑھیں گے۔
 اور میں بھی یہ کوئی غالی کر دیتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور
 جلد ہی سے سیور رکھ کر وہ تیزی سے مڑا اور دوبارہ اُسی
 کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں میجر تارا موجود تھا۔
 ”تو تم نہیں بتاؤ گے کہ ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟“
 عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں اب پہلے سے
 کہیں زیادہ حسنی کے تاثرات ابھرائے تھے۔
 ”نہیں۔ تم چاہتے کچھ کہو۔“ میجر تارا نے اُسی
 طرح پر غورم بھرم میں کہا۔
 ”تو ٹھیک ہے۔ اب میرے پاس تمہارے دانت توٹنے
 کا بھی وقت نہیں رہا۔ اور ویسے بھی یہ کام جہنم کے فرشتوں کے
 کرنے کا ہے۔ میں ان کا بوجھ کیوں بھکا کروں۔ تم چھٹی ہی
 کرو۔ میں خود ہی ڈھونڈھ لوں گا۔“ عمران نے سخت ہلچے

میں کہا۔ "پھر جیب سے ساکینہ نکال کر دیوالور نکال لیا۔ یہ دیوالور اس نے المار سی سے بیاہ نکالتے وقت جیب میں ڈال لیا تھا۔ کتاب کیا تم مار ڈالو گے۔ بندھے ہوئے کو۔ مجھے کھول دو پھر کوہا را جو جی چلبے کرو۔" میجر تارا نے ان کے لیے سے جی بھجوا دیا کہ عمر ان واقعی اسے گولی مارنے والا ہے۔ یہ میرے پاس اتنا وقت نہیں رہا۔ جو وقت بتا دہ کر گیا ہے۔ عمر ان نے سہ وجہ میں کہا۔ اور اس نے دیوالور کا میگزین باہر نکال کر دیکھا۔ "گولیاں اس میں بھی جی ہوئی تھیں۔ اس نے میگزین واپس بند کیا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ لیکن دیوالور کی نال کارخ اس نے ذرا نیچے رکھا تھا۔۔۔ ٹریچ کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی میجر تارا کے حلق سے زوردار چیخ نکلی گئی۔ گولی اس کے پچھلے گھٹنے کے موڑ پر پڑی تھی عمر ان نے دوسری بار ٹریگر دبا دیا اور میجر تارا کے حلق سے دوسری چیخ نکلی۔ اس کے دوسرے گھٹنے کا جوڑ بھی ٹوٹ گیا تھا۔

"بتانا ہوں۔۔۔ مت مارو۔ اس طرح مت مارو۔"

میجر تارا نے چیختے ہوئے کہا۔

"بتاؤ تو وعدہ رہا کہ زندہ چھوڑ دوں گا۔۔۔ ورنہ اس طرح سادھی مہیاں تو کر کہ آخری گولی پیشانی میں پڑے گی۔"

عمر ان نے سر دلوے میں کہا۔

"وائٹ مارک نکالوئی سکوٹھی نمبر تین۔۔۔ میجر تارا نے پیچھے ہٹنے کے کہا۔"

"صحیح پتہ بتاؤ۔۔۔ باک میں اس نام کی کوئی کاہونی نہیں ہے۔۔۔" عمر ان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا۔ اس بار گولی میجر تارا کی ران میں گھس گئی۔

"بتایا تو ہے۔۔۔ بتایا تو ہے۔۔۔" میجر تارا نے چیخ کر ڈوبتے ہوئے ایک میں کہا۔

اور عمر ان نے ایک لیول سائنس لیتے ہوئے اس بار ٹریگر دبا دیا تو گولی میجر تارا کے عین دل پر پڑی۔۔۔ اور میجر تارا کا جسم چند لمحے بمشکل ٹھپ سکا۔ اور اس کی ہڈی ہونی آنکھیں تیزی سے نور ہوئی گئیں۔

عمر ان نے دیوالور جیب میں رکھ لیا۔ اسے دراصل جلدی تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ کسی بھی وقت سیکرٹ سرورس یہاں چڑھائی کر سکتی ہے۔ اس لئے اس نے زیادہ وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اگر اسے ایک فی صد بھی یقین ہو جاتا کہ میجر تارا پتہ بتا دے گا تو وہ اسے نہ مارتا۔ لیکن جب اس نے دو گولیاں کھلانے کے باوجود غلط پتہ بتایا تو عمر ان سمجھ گیا کہ غدار ہی کا لفظ اس کے ذہن سے چپک چکا ہے۔۔۔ اور اب وہ مگر کبھی صحیح پتہ نہ بتائے گا۔ اس لئے عمر ان نے مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور زندہ اسے کسی قیمت پر نہ چھوڑ سکتا تھا۔ کیوں کہ اس طرح مجرموں کی طاقت میں اضافہ ہی ہو سکتا تھا کبھی نہیں۔

دیوالور جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے ایک المار کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے ایک خانے میں لٹکے ہوئے

لباسوں میں سے ایک لباس بابہ نکالا اور اپنا لباس اتار کر نیا لباس پہنے لگا۔ لباس اُسے فٹ آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے میک اپ باکس نکالا۔ اور اس میں سے ٹیوہیں نکال کر اس نے اپنے چہرے اور بالوں پر نیا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ برق رفتار می سے چل رہے تھے۔ ہتھوڑی دیر بعد وہ مکمل طور پر میک اپ بدل چکا تھا۔ وہ ایک عام مقامی غنڈہ لگ رہا تھا۔ میک اپ سے فارغ ہو کر اس نے باکس بند کر کے اُسے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا۔ ایک اور ریلو اور اور گولیوں کا سیٹ بھی اٹھا کر اس نے جیبوں میں منتقل کیا۔ بڑے ڈٹوں کی پانچ چھ گڈیاں بھی اسی طرح اس کی جیب میں منتقل ہو گئیں۔ وہ الماری بند ہی کر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں الماری کے پچھلے خلعے میں رکھے ہوئے کاغذ کے ایک دستے پر پڑیں۔ اس کے ساتھ ہی شیفتی کا پورا سامان موجود تھا۔ اذیتھان کے بون پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ نادرواقتی بے حد دور اندیش تھا۔ اس نے ضرورت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ کیا تھا۔ عمران نے جھک کر ایک کاغذ کھینچی اور ساتھ پڑی پنوں کی ڈبی اور مار کر بھی اٹھالیا۔ اس کے بعد اس نے الماری بند کر دی۔ اور اس کی صاف سطح پر کاغذ کو رکھ کر مار کر سے اس پر کیپٹن تمیزی کے لئے پیغام لکھنا شروع کر دیا۔ مار کر سے جلد ہی جلد ہی چند لائنیں کاغذ پر گھسیٹ کر وہ واپس مڑا اور اس نے ڈبی سے سوئی پن

نکال کر اس کی مدد سے کاغذ کو نیچر تار کے سینے سے نتھی کر دیا۔ اور پھر مار کر اور ڈبی کو ایک طرف پھینک کر وہ واپس مڑا۔ اور تیزی سے کوٹھی کی عتبی سمت کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جب لگایا اور دوسرے لمحے وہ دیوار پر موجود تھا۔ چند لمحے دیوار پر لیٹا ہوا وہ عتبی گلی کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن نہ صرف گلی خالی تھی بلکہ وہاں اُسے کوئی آدمی کہیں چھپا ہوا بھی محسوس نہ ہوا۔ تو اس نے چھلانگ لگائی اور عتبی گلی میں اتر گیا۔ اس کے بعد وہ یوں اطمینان سے چلتا ہوا اُسے بڑھنے لگا۔ جیسے اس کا اس کوٹھی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

چند ہی لمحوں بعد وہ کوٹھی کے عین سامنے چوک پر موجود کیفے کے سامنے پہنچ گیا۔ کیفے میں داخل ہو کر اس نے ایسی میز کا انتخاب کیا۔ جس سے نہ صرف وہ کوٹھی کے پھانگ کا جائزہ لے سکتا بلکہ ارد گرد کا علاقہ بھی اس کی نظروں میں آ سکتا تھا۔ اور دیکھ کر اس نے کافی لئے کا آرڈر دے کر بڑے مطمئن انداز میں کرسی کی پشت سے پشت لگالی۔ اب وہ صرف کیپٹن تمیزی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ہی پر جگہ گرامنایا تھا کہ وہ کم از کم ایک گھنٹہ یہاں بیٹھ کر چیک کرتے گا۔ اگر کیپٹن تمیزی نے خون قاتل کی مدد سے اس کو کوٹھی کا پتہ چلا لیا ہے تو پھر وہ یقیناً اس دوران یہاں پہنچ جائیں گے۔ ورنہ وہ ہی سمجھے گا کہ وہ لوگ اس کو کوٹھی کا پتہ نہیں چلا سکے۔ اس طرح کم از کم اُسے اطمینان ضرور ہو جائے گا۔

چند لمحوں بعد کافی اس کی میز پر سر و کر دی گئی اور کافی پیش کے ساتھ ساتھ اب وہ جو لیا اور اس کے گروپ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ انہیں بھی یہاں آئے ہوئے تین روز گزر گئے تھے بنانے اب ہمک ان کی کارکردگی کیا رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کیپٹن تیزوی کی طرف سے اطمینان ہوتے ہی وہ ان سے فوری طور پر رابطہ قائم کرے گا تاکہ ان کی طرف سے بھی وہ باخبر رہے۔ اُسے اپنے ممبرز کی صلاحیتوں پر یوں تو پورا اعتماد تھا کہ وہ لوگ آسانی سے قابو میں آنے والے نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان سے باخبر رہنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے کافی پیسے لگا کر ساتھ ساتھ وہ باہر کے حالات کا بھی جائزہ لے رہا تھا۔ لیکن ابھی تک اُسے کوئی ایسا آدمی نظر نہ آیا تھا جسے وہ مشکوک سمجھتا۔ بہر حال وہ انتظار کرتا رہا۔ اور اطمینان سے کافی پیتا رہا۔

کرنل چارلس کا چہرہ بُری طرح بکھا ہوا تھا۔ اس نے اندازاً ایسا تھا جیسے کوئی جوارمی مسلسل مارنے کے بعد مایوس اور دل گرفتہ ہو چکا ہو۔ حالات تیزری سے ایف۔ ڈی کے خلاف ہوتے جا رہے تھے۔ وزیر خارجہ قتل ہونے سے بیچ گئے۔ رام داس بھی مارا جا چکا ہے۔ ریڈ آرمی نے کسی فاسٹ ڈیوٹ کی خبر دی۔ اُسے اغوا کر کے لے جانے والے غائب ہو گئے۔ کوٹھی خالی ملی۔ اس کے بعد ایک گروپ کرنل ہیرن لی وجہ سے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر چڑھ دوڑا۔ زبردست فاطمی انتظامات کی وجہ سے وہ گروپ بکڑا گیا۔ لیکن اب نل چارلس اپنی حماقت پر افسوس کر رہا تھا کہ اس نے رابرٹ کہا مان کر انہیں فوراً ہی گولیوں سے کیوں نہ بھون ڈالا۔ اور برت نامک سزا کے چکر میں پڑ کر انہیں مہلت دے دی۔ اور پھر

ان کا جیہ کہ اور ٹر سے بچ کر نکل جانے کے ساتھ ساتھ اس کے
اجم ترین اور فعال ساتھی کارپج کی موت۔ رابرٹ کا قتل اور
ایف۔ ڈی کے بندہ سولہ مزید مہبوں کا قتل۔ ادر
سپیشل گروپ کا قتل۔ میجر تار کی گم شہی۔ یہ ساری ایسی
خبریں تھیں جس نے کرنل چارلس کے ذہن کو ہلا کر رکھ دیا تھا
اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر اچانک یہ ایسا کچر کیسے چلنا شروع ہو
گیا۔ ایف۔ ڈی جیسی تنظیم کو آج تک بڑے بڑے باوسا
ممالک میں ایسے دھکے نہ لگے تھے کہہاں بھاشانہ جیسے پس ماندہ
ملک میں اس کے ساتھ یہ مشہور پایا تھا۔ اور اس گروپ ء
جسے اب وہ فاسٹ ڈیوڈ والا گروپ ہی سمجھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔
جیہ کو اور ٹر سے بچ کر نکل جانے کے بعد اُسے فوری طور پر
جیہ کو اور ٹر خالی کرنا پڑا تھا۔ اور اس طرح ایسے انتظامات
ہوئے جنہوں نے پہلے بڑے اطمینان سے کئے تھے جنکا می طور پر
شفٹ نہ ہو سکتے تھے انہیں تباہ کرنا پڑا۔ اس کی اپنی جان
بھی بس اتفاق سے ہی بچی تھی۔ ورنہ اُسے یقین تھا کہ اگر اُسے
عین اس وقت ہوش نہ آتا جب کہ کارپج اور وہ فاسٹ گروپ
کالیڈر آپس میں الجھ ہوئے نہ ہوتے تو پھر اس کی دت بھی یقینی
تھی۔ اب مین ممبرز میں سے صرف دو آدمی بچے تھے۔
بارسن اور آرنلڈ۔

ادر ایف۔ ڈی کی سرگرمیاں بالکل ختم ہو کر رہ گئی تھیں۔
ملک میں امن امان بحال ہوتا جا رہا تھا۔ اور جس خوف کی

فضا ایف۔ ڈی نے پیدا کر دی تھی وہ فضائیں ہی سے ناکل ہوتی
جا رہی تھی۔ خاص طور پر بھاشانہ کے صدر کی جرات مندانہ
تقریر اور ایف۔ ڈی کی خاموشی نے حالات کو تیزی سے بدل دیا
تھا۔ اور عوام برسر عام یہ کہہ رہے تھے کہ چاہے پورا ملک
ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے وہ خبریوں کے ہاتھوں ایک میل نہ
ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اس بات کا ثبوت تھیں۔ کہ
ایف۔ ڈی کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ اور اب تو ایف۔ ڈی کو اپنی
جان بچانے کی فکر لاحق ہو گئی ہے۔ ریڈ آرمی بھی خاموش
تھی۔ اس نے بھی کوئی کارنامہ سرانجام نہ دیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے
اس جیسی فعال تنظیم کو کسی نے ہانک کر رکھ دیا ہو۔

”اب ایک زوردار دھماکا ہونا چاہیے۔ ابھی اور فوراً تاکہ
بھاشانہ کو معلوم ہو جائے کہ ایف۔ ڈی کو شکست نہیں دی
جاسکتی۔ کرنل چارلس نے زوردار انداز میں سامنے
پڑی ہوئی میز پر کھمارتے ہوئے کہا۔

”اسی لمحے دروازہ کھلا اور دو آدمی آگے پیچھے چلتے ہوئے
اندروخل ہوئے۔ یہ آرنلڈ اور بارسن تھے۔ کرنل چارلس
نے انہیں بلوایا تھا۔

”لیں باس۔“ دونوں نے اندر آکر مڑو بانہ لہجے
میں کہا۔

”بیٹھو۔“ کرنل چارلس نے اپنے آپ کو سنبھلاتے ہوئے
لہجہ اور میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

میٹھے رہیں۔ کرنل چارلس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”خاموش بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے باس۔ ہم اس
 دوران کوئی جہاز کوئی ٹرین کوئی بڑا ڈیم کوئی بڑی
 اور اہم عمارت اڑا سکتے ہیں۔ اس بار آرملڈ نے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”ناں۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیے۔ کوئی بڑا دھماکہ۔ ایسا دھماکہ
 کہ ایک بار پھر حکومت کی جڑیں تک بل جائیں۔ کرنل چارلس
 نے ایک بار پھر اضطرابی انداز میں میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ یہاں بالکل سے چند میل دور ایک بہت بڑا آئل
 ڈپو ہے۔ اس ڈپو میں آئل کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ اس ڈپو کے ارد گرد
 فوجی سامان کی سچائی کے بڑے بڑے ڈپو ہیں۔ جن میں
 اسلحہ بھی ہے اور بارود کے ذخیرے بھی۔“ آرملڈ نے کہا۔
 ”تو پھر یہ آئل بھی فوجی مقاصد کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہوگا۔“
 کرنل چارلس نے چونک کر کہا۔

”بالکل باس۔ بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اگر ہم اس آئل ڈپو کو
 تباہ کر دیں تو نہ صرف یہ ایک خوف ناک تباہی ہوگی بلکہ اس کے
 ساتھ ساتھ فوجی سامان کے ڈپو بھی تباہ ہو جائیں گے۔ اور
 یہ حکومت اور یہاں کے عوام کے لئے ایک خوف ناک دھچکناک
 ہوگا۔“ آرملڈ نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے۔ اسے ان چار دنوں کے اندر اندر تباہ ہونا
 چاہیے۔“ کرنل چارلس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”تو پھر اس مشن پر کام کروں۔“ آرملڈ نے خوش
 ہوتے ہوئے کہا۔
 ”تم کیسے نہیں۔ بلکہ میں اور میرا گروپ بھی اس مشن میں
 بطور حصہ لے گا۔ البتہ ہمارے اپنے مشن میں مصروف رہنے کا۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔

”آپ میرے گروپ پر اعتماد کریں باس۔ ہم ٹری آسانی
 سے اس ٹارگٹ کو ہٹ کر لیں گے۔ آپ کا یہاں ہیڈ کوارٹر میں
 بننا بے ضروری ہے۔“ آرملڈ نے کہا۔

”باس۔ میری ایک تجویز ہے۔ آرملڈ تو آئل ڈپو مشن
 پر کام کرے۔ میں بین باورڈ ٹارگٹ پر کام کر رہا ہوں۔ آپ
 اس گروپ کے خلاف کام کریں جس نے کالج اور رابرٹ کو قتل
 کیا ہے۔ اور ہمیں فوری طور پر ہیڈ کوارٹر چھوڑنے پر مجبور کر
 دیا ہے۔ یہ گروپ کسی بھی وقت دوبارہ ہمارے راستے میں رکاوٹ
 بن سکتا ہے۔ ان کے خاتمے کے بغیر ہماری مکمل کامیابی ہر
 لئے مشکل ہی رہے گی۔“ میجر ہارسن نے کہا۔

”لیکن ریڈ آرمی بھی تو کام کر رہی ہے۔ وہ انتہائی فعال تنظیم
 ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لازماً اس پر قابو پالے گی۔“
 کرنل چارلس نے کہا۔

”باس۔ ریڈ آرمی کی ابھی تک تو کوئی واضح کارکردگی نظر
 نہیں آئی۔ جب کہ ان کی حماقت کی وجہ سے ہی ہمارا ہیڈ کوارٹر
 تباہ ہوا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے۔ اس گروپ کو صرف

ان پر چھوڑ دینا عقل مند ہی نہیں کہلائے گا۔ ہمیں خود بھی ان کے خلاف کام کرنا ہوگا۔ آرٹلڈ نے میجر بارسن کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ واقعی ہمیں ریڈ آرمی پر سب کچھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ پھر یہ فیصلہ ہو گیا کہ میں اور میرا گروپ فاسٹ ڈیویژن کے خلاف کام کرے گا۔۔۔ اور تم دونوں اپنے اپنے ٹارگٹ کو ہٹ کرنے کی کوشش کرو گے۔“ کرنل چارلس نے سر ہلے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے بائس۔ ایسا ہی ہوگا۔ اس بات کا ہمیں یقین ہے کہ ایف۔ ڈی۔ جہاں کامیاب ہوگی۔۔۔ ان دونوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کرنل چارلس کے سمجھے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”ایف۔ ڈی۔ کو شکست دینے والا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ نہ ایف۔ ڈی۔ اُسے پیدا ہونے دے گی۔ ٹھیک ہے اب تم جاسکتے ہو۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

اور وہ دونوں اٹھے اور مؤدانہ انداز میں سلام کر کے میرا دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے جانے کے بعد کرنل چارلس نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔۔۔ تو میں پیکنگ۔“ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”مائیکل کو بھیج دو۔“ کرنل چارلس نے حکمانہ لہجے میں

اور رسیور دکھ دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ یہ مائیکل تھا۔ کرنل چارلس گروپ کا نمبر پوچھا۔

”یس بائس۔“ مائیکل نے اندر داخل ہوتے ہوئے مؤدانہ لہجے میں پوچھا۔

”مائیکل۔۔۔ تم اپنا پورا گروپ لے کر شہر میں پھیل جاؤ۔ جو گروپ سید کو اتر سے نکلا ہے۔ ہم اُسے تلاش کرنا ہے جیسے ہی اس کا کوئی آدمی نظر آئے اس کی نگرانی کرو۔ اور پھر مجھے ٹرانسمیٹر پر مطلع کرو میں خود بھی انہیں تلاش کروں گا۔ ہمیں فوراً انہیں ڈھونڈنا ہے۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”بہت بہتر بائس۔“ مائیکل نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ اور تیزی سے سرگرم دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

انداز کے تھے کہ دیکھنے والے مشکوک ہو سکتے تھے۔ اور اُسے نظر ہوتا تھا کہ اگر کہیں کوئی پولیس کی گشتی گاڑی آگئی تو پھر وہ یقیناً اُسے ہیڈ کوارٹر سے جائیں گے۔ اس لئے وہ دانستہ درختوں کی آڑ سے گریل رہا تھا۔ اس کا پروگرام یہی تھا کہ جیسے ہی کوئی ٹیکسی آتی دکھائی دے گی وہ درختوں کی اوٹ سے نکل کر سامنے آجائے گا۔ درندہ اسی طرح درختوں کی آڑ سے گئے بڑھتا چلے گا۔

کارواں تیزی سے اس کے قریب سے ہوتا ہوا گزر گیا۔ اور پھر ایک کار میں بیٹھے ہوئے شخص کے چہرے کی ایک جھلک سی چوہان کو نظر آئی۔ اور چوہان بڑی طرح چونک بڑا۔ یہ وہی شخص تھا جو انہیں میو روم سے اٹھا کر بیک روم میں لے گیا تھا۔ وہ اس کا چہرہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔ کارواں آگے بڑھ گیا تھا۔ چوہان نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن ٹیکسی تو ایک طرف کوئی کار تک نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ الیفن ڈی اے ان کے نکل جانے کی وجہ سے اپنا ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر کسی اور جگہ مشقت ہو رہے ہیں اور نئی جگہ کا پتہ معلوم کرنا بے حد ضروری تھا۔ درندہ وہ دوبارہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں گے۔ چنانچہ اُسے اور تو بچھ نہ سوجھا۔ اس نے بے مشاقتا بھاگنا شروع کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے کار کی رفتار اور ایک انسان کی رفتار میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ کاریں چند ہی لمحوں میں اس کی نظروں سے غائب ہو گئیں۔ لیکن وہ اُسی طرح بھاگتا رہا۔ اور پھر ایک ایک باقی روڈ سے ایک نوجوان سپورٹس ٹائپ موٹر سائیکل پر برآمد ہوا۔ اس وقت چوہان

چوہان **سڑک** کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے تمام ساتھیوں کو ایک ایک کر کے ٹیکسیاں اور بسیں مل گئی تھیں۔ لیکن اُسے ابھی تک کوئی سواری نہ مل رہی تھی۔ اس لئے وہ خاموشی سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ابھی وہ تھوڑی سی دور آگے گیا ہو گا کہ اُسے اپنے پیچھے کسی کار کی آواز سنائی دی۔ چوہان نے مڑ کر دیکھا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید ٹیکسی ہو۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لے کر کہ گیا کہ یہ ایک کار نہیں تھی بلکہ تین شیش وینکوں اور چار کاروں کا ایک کاررواں سا تھا۔ جو تیزی سے اس طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ چوہان جا رہا تھا۔ چوہان اُسی انداز میں آگے بڑھا جا رہا تھا۔ سڑک کے کنارے پر گھٹنے درختوں کی قطار سی چلی گئی تھی اور چوہان ان درختوں کے نیچے چل رہا تھا۔ چون کہ اس کا علیہ اور کپڑے اس

اُسی بائی روڈ کے سرے پر ہی تھا۔ موٹر سائیکل کو دیکھتے ہی چوہان تیز سی سے مڑا۔ اور اس نے دونوں ہاتھ اور پیر اس طرف پھیلادیتے جیسے موٹر سائیکل کو آگے بڑھی سڑک پر جانے سے روکنا چاہتا ہو۔

”کیا بات ہے۔ پائل ہو گئے ہو۔ مرنے کا ارادہ ہے۔“
نوجوان نے اس کے قریب آکر پورے زور سے بریکیں لگاتے ہوئے کہا۔ اور سپورٹس موٹر سائیکل کے بڑے پہیے پیچ مار کر عین چوہان کے قریب رک گئے۔

”آگ۔۔۔ خوف ناک آگ۔۔۔“ چوہان جیتنا بڑا نوجوان کی طرف بڑھا۔

”کہاں۔ کہاں ہے آگ۔۔۔ اس کی توقع کے عین

مقابلہ نوجوان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

اور یہی چوہان چاہتا تھا کہ اس کی توجہ مبٹ جائے۔ اور

موٹر سائیکل پر اس کی گرفت کمزور پڑ جائے۔ پیناچر نوجوان

کے ادھر ادھر دیکھتے ہی چوہان کا ہاتھ سجلی کی سی تیزی سے گھوما۔

اور نوجوان چیخ مار کر کسی گیند کی طرح اچھل کر سڑک پر جاگرا۔ موٹر سائیکل

کے جینڈل پر چوہان پہلے ہی ہاتھ رکھ چکا تھا۔ نوجوان کے موٹر سائیکل

سے بھٹکتے ہی وہ اچھل کر اس پر سوار ہوا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ نوجوان

اچھل کر کوئی احتجاج کرے یا اس کے پیچھے بھاگے۔ موٹر سائیکل نے ایک

زوردار جھپ لیا۔ اس کا اگلا پہیہ ہوا میں اٹھا ہوا کافی فاصلے

تک بڑھتا گیا۔ اور پھر سڑک پر جیسے ہی وہ پہنچ لگا۔ چوہان

نے آستے اُسی طرف موٹر ادھر کاررواں کیا تھا۔ اور دو۔۔۔ سے لمحے اس نے فل ایکسیڈنٹ دبا دیا۔ اور سپورٹس موٹر سائیکل گیلی سے بھی زیادہ تیز رفتار سے آگے بڑھتا گیا۔ چوہان نے ایک لمحے کے لئے بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا کہ موٹر سائیکل کا مالک کس حال میں ہے۔ اور کیا کر رہا ہے۔ اس کے ذہن میں تو بس صرف ایک ہی خیال تھا کہ اس نے اینٹ رڈی کے نئے جیٹ کو مار کر کا پتہ چلا نا ہے۔

موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا چند ہی لمحوں میں چوہان ایک چوک پر

پہنچ گیا جہاں سڑکیں مختلف سمتوں میں جا رہی تھیں۔ چوہان

نے موٹر سائیکل چوک پر روک دیا۔ اُسی لمحے اس کی نظر اس ایک

کونے میں پڑ گئی۔ ایک نوجوان پر پڑی۔ یہ نوجوان ایک

میز اپنے سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ جس پر ایک بڑی سی سندھوچی رکھی

ہوئی تھی جس پر کسی زیر تعمیر سی کانٹا مٹکا ہوا تھا۔۔۔ چوہان جھیر

گیا کہ یہ نوجوان کسی مسجد کا چندہ لکھا کر لے کے نے یہاں موجود

ہے۔ اس نے تیز سی سے موٹر سائیکل موڑا۔ اور اُسی نوجوان

کی طرف بڑھتا گیا۔

”جناب۔۔۔ مسجد پر تعمیر ہے چندہ دیکھیے۔۔۔“ نوجوان

نے اُت اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر مسرت سے بولے انداز میں بھٹتے

ہوئے کہا۔ اس نے یہی سمجھا تھا کہ موٹر سائیکل سوار سخی آدمی

ہے اور خود ہی چندہ دینے آیا ہے۔ چوہان نے جلد ہی اسے اپنی

بچوں کو ٹوٹو لٹا کر دے کر دیا۔ کسی نرس حبیب میں موجود تھی۔ اس

نے ایک بڑا نوٹ نکال کر نوجوان کی طرف بڑھایا۔

”اوه۔۔۔ جنک اللہ جناب۔۔۔ میں رسید کاٹ دیتا ہوں۔۔۔“ نوجوان نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔ شاید اتنا بڑا نوٹ دیکھ کر خوشی سے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔
 ”رہنے دو رسید۔۔۔“ ماں یہ بتاؤ کہ ابھی تین شیٹیں وگینوں اور چار کاڈوں پر مشتمل میرے دوستوں کا ایک گروپ یہاں سے گزرا ہے۔ وہ کس طرف گیا ہے۔۔۔“ نوجوان نے کہا۔
 ”وہ۔۔۔“ ماں جناب۔۔۔ ابھی وہ گزرے ہیں وہ دائیں طرف گئے ہیں ذیشان کا لونی کی طرف جناب۔۔۔“ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور ساتھ ہی اس نے اس سمت ہاتھ سے بھی اشارہ کر دیا۔

نوجوان نے شکر یہ کہ اسے سے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے موٹر سائیکل اس سمت والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔ دوسرے لمحے وہ انتہائی تیز رفتاری سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا اس سڑک پر بڑھا جا رہا تھا۔ اس سڑک پر ٹریفک قدرے موجود تھا۔ شاید ذمی شان کا لونی خاصی آباد ہوگی۔ ایف۔ ڈی والوں کا کارواں ابھی تک نظر نہ آیا تھا۔ لیکن سپورٹس موٹر سائیکل پورن رفتار سے اڑی چلی جا رہی تھی۔ اور نوجوان کی شیٹیں تھا کہ وہ کا لونی میں داخل ہونے سے پہلے ہی انہیں پکڑے گا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اس موٹر سائیکل والے نوجوان کا شکریہ ادا کر رہا تھا جو عین وقت پر اس کی مدد کے لئے وہاں پہنچ گیا تھا ورنہ ظاہر ہے بھاگ بھاگ کر تو وہ قیامت تک بند پڑ سکتا تھا

کچھ ہی دیر بعد اسے دور سے وہ شیٹیں دیکھیں جاتی ہوئی نظر آ گئیں۔ کاریں ان کے آگے تھیں۔۔۔ اور نوجوان نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے رفتار آہستہ کر لی۔ اب وہ کافی فاصلہ رکھ کر ان کا تعاقب کر رہا تھا تاکہ وہ اس کی شکل نہ دیکھ سکیں۔ ورنہ ظاہر ہے وہ اسے پہچان جاتے۔

کاریں اور شیٹیں دیکھیں اب کا لونی کی حدود میں داخل ہو چکی تھیں۔ اور پھر مختلف سڑکوں پر مڑنے کے بعد وہ ایک عظیم الشان کوٹھی کے پھاٹک کے سامنے رک گئے۔ اور نوجوان نے ان سے بہت دور ایک نو تعمیر شدہ کوٹھی کی دیوار کی آڑ میں موٹر سائیکل روک لیا۔ اور موٹر سائیکل سینڈ کر کے وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اور دیوار کی اوٹ لے کر بڑے محتاط انداز میں اس طرف جانے لگا جدھر وہ کوٹھی تھی۔ کوٹھی کا پھاٹک کھل چکا تھا۔ اور کاریں اور شیٹیں دیکھیں اب اندر جا رہی تھیں۔ جب نوجوان پھاٹک کے سامنے پہنچا تو پھاٹک بند ہو چکا تھا۔۔۔ نوجوان اس کے سامنے سے گزرتا گیا۔ اس نے کوٹھی کا خبر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ اور اس طرح آسانی سے ایٹ۔ ڈی کے نئے ہیڈ کوارٹر کا پتہ لگا جلتے پر اس کا دل بیوں اچیل رہا تھا۔ کچھ فاصلہ آگے بڑھنے کے بعد وہ واپس مڑا اور تیزی سے اس جگہ کی طرف مڑنے لگا۔ بعد وہ اپنا موٹر سائیکل چھوڑ آیا تھا۔ اب وہ جلد از جلد اس جگہ پہنچنا چاہتا تھا جہاں ان کا اپنا ہیڈ کوارٹر تھا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھی اب تک وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔

اور اس کے نہ پہنچنے پر یقیناً پریشان ہوں گے۔ ایک لمحے کے لئے
 اُسے خیال آیا کہ وہ موٹر سائیکل کو یہیں چھوڑ کر ٹیکسی پوٹے۔
 کیوں کہ جو سکتا ہے موٹر سائیکل کے ٹاکس نے اب تک پولیس
 کو اطلاع دے دی ہو۔ اور پولیس نے چیکنگ شروع کر دی
 ہو۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ
 یہاں کی پولیس کی کارکردگی کو اچھی طرح جانتا تھا اگر یہاں اُسی
 طرح کی سی پولیس تھی جیسے پاکیشیا میں تھی۔ یہ کوئی یورپ
 کا علاقہ تو نہ تھا کہ پولیس برق رفتاری سے حرکت میں آجاتی چنانچہ
 اس نے موٹر سائیکل سنبھالا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ اب
 وہ بڑے اطمینان سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ بچوں کہ اس کے
 ذہن کے کسی کونے میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ آتے کوئی چیک کر سکتا
 ہے یا اس کا تعاقب کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس نے نہ ہی
 مڑ کر دیکھا اور نہ ہی اُسے ان باتوں کا خیال آیا۔ حالانکہ اُسے
 معلوم نہیں تھا کہ اس کا موٹر سائیکل سڑک پر آتے ہی قریبی کوٹلی
 سے ایک شیعہ رنک کی کارڈنگلی اور پھر وہ اس کے تعاقب میں
 لگ گئی۔

چوہان تیزی سے موٹر سائیکل دوڑاتا مختلف سڑکوں سے
 گزرنے کے بعد اپنے جیڈ کو اوڑھ کر پہنچ گیا۔ بھاگتا پر پہنچ کر
 اس نے موٹر سائیکل روکا اور پھر مخصوص انداز میں رگ رگ کرکٹین
 بار کال جیل کا بٹن دبا دیا۔ کھڑکی ہی دیر بعد صدیقی نے
 فیملی کھڑکی کھول کر باہر بھاگنا۔

”اوہ چوہان۔ تم آگے۔ ہم تمہارے لئے پریشان تھے“
 صدیقی نے باہر نکلے ہوئے کہا۔
 ”یار۔ دیکھ نہیں رہے میرے پاس موٹر سائیکل ہے۔ اور
 اب میں موٹر سائیکل سمیت تو اس کھڑکی سے نہیں گزر سکتا۔ اس
 لئے بھاگتا کھوکھلو ہوں۔“ چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”اوہ ہاں۔ مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ بس پریشانی کی وجہ
 سے اچانک تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر خیال نہیں رہا۔ بھڑو۔
 میں کھولتا ہوں۔ یہ کس کا موٹر سائیکل اٹا لائے۔“
 صدیقی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”بس ایک اٹھ کا بندہ بد وقت پہنچ گیا تھا۔ جلدی کرو۔
 میرے پاس ایک بہت بڑی خوش خبری بھی ہے۔“
 چوہان نے کہا۔ لیکن اس دوران صدیقی مڑ کر کھڑکی میں غائب
 ہو چکا تھا۔ چند لمحوں بعد بھاگ کھل گیا اور چوہان موٹر سائیکل
 بند کرنے لگا۔ صدیقی نے مڑ کر بھاگتا بند کر کے کھڑکی کی کنڈومی
 بھی نکال دی۔ چوہان موٹر سائیکل بھاگتا کے اندر ہی لئے
 کھڑا تھا تاکہ صدیقی بھی بھاگتا بند کرے تو اُسے ہی آگے جائیں۔
 ”ہاں اب بتاؤ۔“ کس خوش خبری کی بات کر رہے تھے۔
 صدیقی نے موٹر سائیکل کی عقبی نشست پر سوار ہوتے ہوئے
 کہا۔

”میں نے ایف۔ ڈی کا نیا جیڈ کو اوڑھ کر دیکھ لیا ہے۔“
 چوہان نے فائنحانہ انداز میں کہا۔

”نیا سیڈ کو ارٹھر۔ کیا مطلب۔ کیا وہ سیڈ کو ارٹھر انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔“ صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 موٹر سائیکل اس وقت تک پورچ میں پہنچ چکا تھا۔ برآمدے میں صفر اور نعمانی موجود تھے۔

”تو اور کیا۔۔۔ وہ دیاں ہمارے نئے حملے کے انتظار میں بیٹھے رہتے۔۔۔ چوہان نے موٹر سائیکل روک کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ صدیقی پہلے ہی اتر چکا تھا۔ اس نے موٹر سائیکل سٹیڈ کر دیا۔

”کہاں رے گئے تھے چوہان۔۔۔ یہ موٹر سائیکل کہاں سے اڑا لائے۔۔۔ صفر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”صفر صاحب۔۔۔ چوہان کہہ رہا ہے کہ وہ الیف ڈی کا نیا سیڈ کو ارٹھر دیکھ آیا ہے۔۔۔ چوہان نے جواب دینے سے پہلے صدیقی نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”نیا سیڈ کو ارٹھر۔۔۔ اس بار صفر اور نعمانی بھی پکے پڑے۔“

”ہاں صفر صاحب۔۔۔ اسی لئے تو مجھے دیر ہو گئی۔“ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کارواں نظر آنے سے لے کر سیڈ کو ارٹھر دیکھنے تک تمام تفصیل بتا دی۔
 ”مہرا۔۔۔ یہ کام ہوا۔۔۔ دیری گٹھ چوہان۔۔۔ تمہارے واقعہ میدان مار لیا۔ میں یہاں آکر سوچ رہا تھا کہ ہم سے کسی کو لارڈ اس کوٹھی کے سامنے پہنچا چلیے تھا۔ تاکہ اگر الیف ڈی

والے وہاں سے شفٹ ہوں تو ان کا نیا سیڈ معلوم ہو سکے۔ اس وقت تو افراتفری کی وجہ سے اس کا خیال نہ آیا تھا۔۔۔ بہ حال دیری گٹھ کیو۔۔۔ صفر نے بے اختیار چوہان کا منہ ہاتھ پکڑے ہوئے کہا اور چوہان کا سینہ بے اختیار پھول گیا۔

”کیا ہوا۔۔۔ چوہان آگیا ہے۔۔۔ اجانب راہ داری سے تنویر اور جوہیل نے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔ ان کی آوازیں شاید ان کے کانوں تک پہنچ گئی تھیں۔ وہ سب اپنا لباس بدل چکے تھے۔

”چوہان نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے مس جوہیل۔۔۔ وہ الیف ڈی کے نئے سیڈ کو ارٹھر کا پتہ معلوم کر کے آیا ہے۔“ صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور چرچا انہیں تفصیل معلوم ہوئی تو تنویر اور جوہیل بھی اس اہم ترین کلیو پر بے جا خوش ہوئے۔ وہ باہر نکلتے ہوئے ہنسے کھستے میں آ گئے۔

”کیا خیال ہے۔۔۔ فوری ریڈ کیا جائے۔ ابھی وہ اس نئی جگہ پر ایئر بسٹ ہو رہے ہیں گے آسانی سے قابو آجائیں گے۔“ تنویر نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”نہیں تنویر۔۔۔ ہم پہلے ہی جوش میں آکر غلطی کر چکے ہیں اور قسمت ہر موقع پر ساتھ نہیں دیتی۔۔۔ ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔“ جوہیل نے خردابی کہا۔

”تنویر۔۔۔ دراصل ایسی تنظیموں کا صرف ایک ہی اوڈ نہیں

”ہوتا یہ لوگ بیک وقت کئی اڈے رکھتے ہیں تاکہ فوری طور پر
 تشغیل جو سکیں۔ اس لئے یہ نہ سوچو کہ وہ کسی بالکل اجنبی
 جگہ پہنچے جوں گے جہاں انہوں نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام
 پہلے سے نہ کر رکھا ہوگا۔ یقیناً وہاں پہلے سے ایسے انتظامات
 موجود ہوں گے۔ اس جویا ٹھیک کہہ رہی ہیں ہمیں اس بار
 واقعی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے۔“ صفدر نے جویا
 کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیا پروگرام ہے۔ بہر حال تم میری طبیعت جانتے
 ہو۔ میں دیر برداشت نہیں کر سکتا۔“ تنویر نے بے چین
 سے لہجے میں کہا۔

”دیر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم رات کو اس میڈیکوارٹر
 پر ریڈ کریں گے۔ لیکن باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے تاکہ
 اس بار کوئی بڑا خطرہ سامنے نہ آئے۔“ صفدر نے
 جواب دیا۔

”میرنی ایک اور تجویز ہے۔“ اچانک کیپٹن ٹیکسل
 نے کہا۔

”کون سی تجویز کی بات کر رہے ہو۔“ تنویر نے چونک
 کر پوچھا۔

”ایف۔ ڈی کے میڈیکوارٹر کا ہمیں معلوم ہو گیا ہے کیوں
 نہ خود اس پر ریڈ کرنے کی بجائے ہم حکومت سے رابطہ قائم
 کریں اور فوجی دستوں کا ریڈ اس پر کرادیں۔“ اس طرح

”کومت کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ہم لوگ واقعی کام کر رہے ہیں
 اور یہ لوگ بھی بچ کر نہ بچل سکیں گے۔ بات تو ایک ہی ہے
 کہ ہم ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں حکومت
 کے حوالے کریں یا حکومت کو اطلاع کردیں۔ اور وہ خودی
 ان پر حملہ کر کے اپنے ہاتھوں سے سارے کام انجام دے
 دے۔ اس طرح ناکامی کا بھی کوئی چانس باقی نہیں رہے
 گا اور ہماری کارکردگی بھی ظاہر ہو جائے گی۔“ کیپٹن ٹیکسل
 نے کہا۔

”تمہاری بات دل کو تو لگتی ہے۔ لیکن اس میں دو باتیں
 ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم یہاں غیر سرکاری طور پر آئے ہیں۔
 ہم پاکیشیا سکیورٹی سروسز کا نام استعمال نہیں کر سکتے۔
 دوسری بات یہ کہ یہاں ہم کسی سے رابطہ قائم کریں۔ اور
 آخر وہ کس طرح ہماری بات کا یقین کریں گے۔“ صفدر
 نے بحث کرتے ہوئے کہا۔

”اس کا بھی حل ہو سکتا ہے۔ ہم لانگ ریج ٹرانسمیٹر ایکسٹو
 سے رابطہ قائم کریں۔ اور اسے اطلاع دے دیں وہ خود ہی
 یہاں کسی کو مطلع کر دے گا۔“ کیپٹن ٹیکسل نے
 جواب دیا۔

”ارے نہیں۔ یہ غضب ذکرنا۔ ایکسٹو نے اس
 بات پر غصے میں آ جانا ہے کہ جب ہمیں میڈیکوارٹر کا علم ہو
 گیا ہے تو پھر ہم خود آگے بڑھنے کی بجائے دوسروں کو کیوں

”خوالہ آپ کو مل چکا ہے۔ تعارف بعد میں ہو جائے گا۔ پہلے آپ لائن کو محفوظ کیجیے۔“ صفدر نے محسوس کی کہ جس بات کرنے سے ہوئے کہا۔

”ادہ اچھا۔ ایک منٹ بول دیجیے۔“ سر وادج حسین نے کہا۔ اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سر وادج حسین کی آواز دوبارہ رسیور پر ابھری۔

”ہیلو۔ لائن کلیر ہو چکی ہے۔ اب آپ اطمینان سے بات کر سکتے ہیں۔“ سر وادج حسین نے کہا۔

”سر وادج حسین۔ ہمارا تعلق پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹریٹس سے ہے۔ گو ہم سیکرٹ سروس کے ممبر تو نہیں۔ لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ یہ سیکرٹ سروس سے بٹ کر ایک متوازی تنظیم ہے۔ ہماری تنظیم کا نام فاسٹ ڈیٹھ ہے۔ ایک ٹونے ہمیں ایف۔ ڈی کے مقابلے کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ ہم تین روز سے یہاں مسلسل کام کر رہے ہیں۔ ہم نے ایف۔ ڈی کا سپیڈ کوارٹر ٹریس کر لیا اور اس پر حملہ بھی کیا۔ لیکن ہمارا حملہ ناکام رہا۔ اور ہمیں گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن ہم دہان سے نکل آئے ہیں کامیاب ہو گئے۔ ہمارے حملے کی وجہ سے ایف۔ ڈی کو فوری طور پر اپنا سپیڈ کوارٹر شفٹ کرنا پڑا۔ کیوں کہ ہماری وجہ سے ان کے بیس پیچیس اہم آدمی بھی مارے گئے تھے۔ اور ان کا سپیڈ کوارٹر بھی نظروں میں آ گیا تھا۔ لیکن ہم نے ان کے نئے سپیڈ کوارٹر کا بھی پتہ چلا لیا ہے۔ پہلے

”سر وادج حسین صاحب سے بات کرائیے۔“ صفدر نے ہاتھ دھو کر کہا۔

”کون صاحب بول رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”میں پاکیشیا سے بات کر رہا ہوں۔۔۔ انہیں صرف ایک ٹون کا خوالہ دے دیجئے۔“ صفدر نے جان بوجھ کر پاکیشیا کا نام لے دیا۔

”ایکس ٹون۔ یہ کیا چیز ہے۔“ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔ ظاہر ہے بولنے والا ان کی پی۔ ایسے جو گت ایک ٹون کی کیا خبر ہو سکتی تھی۔

”آپ خوالہ دیجئے۔ اور پلے جلدی۔“ اس نے اذیت سے صفدر نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

”اور کسے۔“ بول دیجئے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور صفدر خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ٹیلی فون پر ایک ہاتھ دھو کر آواز ابھری۔

”میں۔۔۔ وادج حسین سپیکنگ۔“

”سر وادج حسین۔ اگر آپ کا پی۔ ایسے یہ کال سن رہا ہے تو پلے اسے بتا دیجئے میں ایک سیکرٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”ادہ۔ لیکن آپ پہلے اپنا تعارف کرائیے۔“ سر وادج حسین نے چوتھے ہونے کہا۔

ہم نے ہی سوچا کہ ان کے نئے بیٹہ کو ارٹھر پر حملہ کیا جائے۔ لیکن اس کے بعد ہم نے پروگرام بدل دیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے۔ اب وہ لوگ بے حد چوکناس ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ ہماری فہمی بے حد کم ہے۔ اور دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت کو بھی ہماری سرگرمیوں کا پتہ چل سکے۔ کہ ایم ایف۔ ڈی کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس نئے بیٹہ کو ارٹھر پر حکومت خود بھروسہ انداز میں ریڈ کرے۔ فوجی دستوں کی مدد سے۔ تاکہ وہاں سے کوئی آدمی نکل نہ سکے۔ اور وہ سب گرفتار بھی ہو جائیں اور حکومت کو پتہ بھی چل جائے کہ کام ہو رہا ہے۔ اور یقیناً ان کے میڈیکل سے ایسے شواہد بھی مل جائیں گے جس سے اس تنظیم کی تفصیلات سامنے آسکیں گی۔ اس طرح عوام کو بھی حوصلہ ہوگا۔ اگر آپ کا ریڈنا کام رہا تو پھر ہم خود کو کشش کرس گے۔ ہم نے تو بہر حال کام کرنا ہی ہے۔“ صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ منشر۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کیا واقعی آپ ایف۔ ڈی کا میڈیکل ارٹھر ٹریس کر چکے ہیں۔ پلیزر حلیدی سے پتہ بتائیے۔ میں پورے بھاشا نے کی فوج اس پر چڑھا دوں گا۔ ہمارے لئے تو ایک ایک لمحہ قیامت کا گز رہا ہے۔ ہم تو خود پریشان تھے کہ جناب ایک کٹھونے تو ہمیں صرف ایک ہفتہ کہا تھا کہ ایک ہفتہ میں ایف۔ ڈی کو بے نقاب کر دیا جائے

گا۔ اور تین روز گزر چکے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس کامیابی کی کوئی خبر نہیں تھی۔“ سر واد حسین نے انتہائی اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”پتہ نوٹ کر لیجیے۔۔۔ ذمی شان کا فون کو بھی نمبر ایک سو آٹھ۔ لیکن ریڈ انتہائی محتاط انداز میں اور خفیہ طور پر ہونا چاہئے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے یہ لوگ نکل جائیں گے۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔ اگر یہ لوگ واقعی وہاں موجود ہیں تو ان کی روحیں بھی باہر نہ سکیں گی۔“ سر واد حسین نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بھیکاس سے جناب۔ اجازت۔“ صفدر نے کہا۔
”ارے ارے۔۔۔ سینے سینے۔“ دوسری طرف سے سر واد حسین نے پتختے ہوئے کہا۔ لیکن صفدر ریسیور رکھ چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سر واد حسین اب ان کے متعلق تفصیلات پوچھیں گے اور وہ فی الحال مزید کچھ نہ بتانا چاہتا تھا۔

”کہیں وہ ہماری فون کال سے اس کو فحشی کا پتہ نہ چلا لیں۔“ بولیلے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔
”ہاں۔۔۔ ہمیں یہ کال کسی فون بوتھ سے کرنی چاہیے تھی۔“ نور نے بھی جولیائی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔“ سر واد حسین وزیر خارجہ ہیں۔ سی سی کرٹ سر دس کے چیف نہیں کہ اس قسم کے حربے انہیں

کاروائے کارادہ کیسے کے سامنے آئے روکنے کا تھا۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ اور اُسے آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ شاہجی سنٹر کے آغوش جا کر اس نے کار روکی۔ اور ابھی عمران اٹھ کر ادھر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک اور کار کیسے کے سائیڈ میں آکر رکی اور اس کا ڈرائیور نیچے اتر آئے دیکھتے ہی عمران بری طرح چونک پڑا۔ کیوں کہ وہ نوجوان حلالانہ مقامی رنگ و روپ کا تھا۔ لیکن اس کے نقوش ایسے تھے جنہیں عمران ابھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ ریڈ آرمی کا تیز ترین اور فعال ایجنٹ میجر بیرس تھا۔ وہ کار سے اتر کر ادھر ہی بڑھ گیا جدھر پہلی کار گئی تھی۔ اور عمران نے جبب سے ایک نوٹ نکال کر میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے کے نیچے رکھا۔ اور خود کیسے سے باہر آگیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میجر بیرس نے مقامی نظر آنے کے لئے صرف اپنا رنگ تبدیل کیا ہے۔ اُس کے اصل نقوش اسی طرح تھے۔ مقامی سیکرٹ سروس کے پیچھے اس طرح میجر بیرس کی آمد عمران کی نظروں میں انتہائی خفیہ رنگ تھی۔

کیسے سے باہر آکر وہ ستونوں کی آٹھ لے کر ادھر ہی بڑھ گیا۔ جدھر پہلی کار گئی تھی۔ اور اس کے بعد میجر بیرس گیا تھا۔ اور پھر اس نے کار میں سے نکلے ہوئے ایک نوجوان کو پہلے آنے والے ایک آدمی سے باتیں کرتے دیکھا۔ میجر بیرس ان کے بالکل قریب ہی ایک ستون کی آٹھ میں چھپا ہوا تھا۔ وہ اتنا قریب تھا کہ یقیناً ان دونوں کی باتیں سن رہا ہوگا۔ وہ

عمران کو کیسے میں بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ تین کاریں وہیں کیسے کے پاس آکر رکیں۔ اور ان میں سے نوا افراد اتر کر تیزی سے اس کوٹھی کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں سے عمران آیا تھا۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کے رکن ہیں اور عمران کے لبوں پر طنز یہ مسکراہٹ کھجی۔ اس کا خیال درست ثابت ہوا کہ کیپٹن تیزی نے فون کال کی مدت اس کوٹھی کا تیرہ چلا لیا تھا۔ چوں کہ آنے والے کوٹھی کے گرد پھیل کر رک گئے تھے۔ اس لئے عمران خاموش بیٹھا ان کی حرکات سکنا ت دیکھتا رہا۔ وہ سب شاید کسی کی آمد کے منتظر تھے اور عمران ان کا انتظار دیکھ کر سمجھ گیا کہ ابھی ان کا پاس کیپٹن تیزی نہیں پہنچا۔ اور یہ تھوڑی سی دیر بعد ایک اور کار کیسے کے قریب آکر رکی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ٹھکتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ پہلے شاید

دو دنوں چند لئے آپس میں باتیں کر کے تیزی سے عمران وانی کو ٹھہری کی طرف بڑھ گئے۔ میجر میرس بڑے مسخا انداز میں ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ عمران بھی ستون کی اوٹ سے نکلا کر میجر میرس کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران کو یہ تو معلوم تھا کہ اس کو ٹھہری میں سے سیکرٹ سروس دلوں کو صرف میجر میرس کی لاش اور اس کے سینے پر پیاں عمران کا لکھا ہوا پیغام ہی ملے گا۔ اس پیغام پر عمران نے کیپٹن تیزی کو دوسرے دن کرکھا تھا۔ کہ یہ لاش ایف ڈی کے پیش لیکن گروپ کے لیڈر میجر میرس کی ہے۔ وہ اسے حکومت کے حوالے کر دے۔ اور اس کی خوب تشہیر کی جائے تاکہ عوام کا حوصلہ بلند ہو سکے۔ اُسے معلوم تھا کہ کیپٹن تیزی کے لئے یہی بہت ہو گا۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ کیپٹن تیزی اسے اپنا کارنامہ بنا کر حکومت کے سامنے پیش کرے گا لیکن اُسے اس کی پرواہ نہ تھی۔ لیکن اب میجر میرس کی موجودگی نے اسے چونکا دیا تھا۔ اور اب وہ میجر میرس کو ہر صورت میں قتل کرنا چاہتا تھا تاکہ ریڈ آرمی کو قتل ہو گیا جاسکے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ ریڈ آرمی اور ایف ڈی چوں کہ ایک ہی ملک کی تنظیمیں ہیں۔ اس لئے یقیناً یہ دونوں تنظیمیں ایک دوسرے سے مل کر کام کر رہی ہوں گی۔ اور انہیں ایف ڈی کے میجر میرس کا علم ہو گا۔ چنانچہ اب وہ میجر میرس کے ذریعے ریڈ آرمی اور ایف ڈی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ کوٹراشمیر کی مدد سے اُسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ ریڈ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ڈیٹان کالونی

میں ہے۔ لیکن کوٹھی کا نمبر معلوم نہ ہو سکا تھا اور ڈیٹان کالونی خاصی بڑی کالونی تھی۔ اس کالونی میں ریڈ آرمی کا ہیڈ کوارٹر نہیں کھلے میں خاصا وقت لگ سکتا تھا جب کہ میجر میرس کے ذریعے فوری ہیڈ کوارٹر کا پتہ مل سکتا تھا۔

عمران نے دیکھا کہ سرکاری کار میں آنے والا ہونیٹا سیکرٹ سروس کا نیا چیف کیپٹن تیزی تھا اُسی کوٹھی کا پھاٹک پھاٹک کر اندر چلا گیا تھا۔ اور پھر اس نے پھاٹک کھول کر اپنے ساتھی کو اندر بلا لیا تھا۔ جب کہ میجر میرس ایک اور کوٹھی کے برآمدے میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی نظر بھی اُسی کوٹھی پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران تیزی سے آگے بڑھتا گیا اور پھر وہ آسانی سے میجر میرس کے قریب ایک بڑے ستون کی آڑ میں جا کر رک گیا۔ یہاں سے وہ ستون بالکل ہی قریب تھا۔ جہاں میجر میرس چھپا ہوا تھا۔ چوں کہ میجر میرس کی تمام تر توجہ اُسی کوٹھی کی طرف تھی۔ اور اُسے شاید یہ توقع بھی نہ تھی کہ اس کی بھی نگرانی ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ چونکا نہ تھا۔ ابھی عمران کو وہاں پہنچے چند ہی لمحوں کے بعد گے کہ اچانک عمران کو ٹراشمیر کی ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی آئیں۔ یہ آوازیں اُسی ستون کے پیچھے سے آرہی تھیں جہاں میجر میرس چھپا ہوا تھا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ میجر میرس کو ٹراشمیر پر ہلکا کیا گیا ہے۔

میلو۔ میجر میرس پیکنگ اور۔۔۔ چند ہی لمحوں بعد میجر میرس کی دہلی دہلی آواز سنائی دی۔

”کنزل ہمیرخ بول رہا ہوں۔۔۔ تم کہاں ہو اور؟“

کرنل ہمیر خ کی آواز سنی دہلی میں مقامی سیکرٹ سروس کا چھپا کرتے ہوئے رشید نگر میں آیا ہوں۔ مقامی سیکرٹ سروس کا چیف کیپٹن تمیزی کسی پرس کا چھپا کر تا وہاں آیا ہے۔ اب وہ اندر گھسنے ہوئے ہیں جب کہ میں باہر موجود ان کی نگہبانی کر رہا ہوں اور میجر ہیرس نے رپورٹ سننے کہا۔

پرنس ————— پرس ————— کرنل ہمیر خ نے پوچھا۔

"پرنس — کون پرنس؟" — کنل ہمیر نے پوچھا۔

تیسرے جہاں تک میرا آئیڈیا ہے۔ یہ پرنس علی عمران ہی ہو سکتا ہے کیوں کہ وہی اپنے آپ کو امیر ایل میں بھی پرنس کہلاتا تھا۔ لیکن یہ بات سمجھیں نہیں آرہی کہ وہ بھاشانہ کے لئے مجرم تو نہیں ہو سکتا وہ ان کا حمایتی ہی ہو گا۔ پھر یہ مقامی سیکرٹ سروس اس سے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے۔ ادھر سر سیکرٹ سروس کی ایک کار کو کھنچی کی طرف آرہی ہے۔ وہ کوٹھی کے پھاٹک کے اندر چلی گئی ہے۔ میرے خیال میں کوٹھی خالی ہے

ادورے ————— میجر ہمرسن نے کہا۔

”سفرِ ہجر میں نے فاسٹ ڈیجھ کے ہیڈ کو اسٹریپر کا تیر چلا لیا ہے۔ میں اپنے ہیڈ کو اسٹریپر میں بیٹھا معمول کے مطابق آؤٹ چیکنگ سکین کو دیکھ رہا تھا کہ میں نے ایک آدمی کو موٹر سائیکل پر دو ہاں قریب ہی ایک نو تعمیر شدہ کوشی میں رکھے ہوئے دیکھا۔

اس آدمی کے کپڑے اور حلیہ اس طرح کا تھا جیسے وہ کسی سے زبردست جنگ کر کے آ رہا ہو۔ وہ آدمی موٹر سائیکل وہیں بیٹھ کر کے آگے بڑھ گیا۔ اس کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق یقیناً زیر زمین دنیا سے ہے۔ میں نے اس کی طرف سے متحکوک ہو کر اس کی مزید چیکنگ کی۔ لیکن وہ جلد ہی واپس آ کر موٹر سائیکل پر سوار ہو کر واپس چل پڑا۔ میں نے خود اس کا تعاقب کیا۔ میں اس کے متعلق تفصیل جاننا چاہتا تھا۔ وہ شخص وہاں سے سیدھا عالم گیر ٹاؤن کی کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ میں پہنچا۔ وہاں تک تو صورت حال واضح نہ تھی۔ لیکن جو شخص اس کی کال ہیل کے جواب میں باہر نکلا۔ اُسے دیکھ کر ساری صورت حال واضح ہو گئی۔ یہ انہی دو میں سے ایک تھا جو ہمارے ہیڈ کوارٹر سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ فاسٹ گروپ کے دو آدمی۔ چنانچہ یہ بات یقینی ہو گئی کہ یہ کوٹھی فاسٹ ڈیوٹ کا ہیڈ کوارٹر ہے میں نے اس انکشاف کے ہوتے ہی سارے گروپ کو وہاں کال کر لیا ہے۔ تاکہ فوری طور پر اس پر چھاپہ مارا جا سکے۔ تم بھی فوراً وہاں پہنچ جاؤ اور دوسرے دوسری طرف سے کرنل مہیر خ کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔ لیکن یہاں کا کیا کروں ادور؟“
ميجمر ہيرس نے کہا۔

مقامی سیکرٹسروس کا کیا ہے۔ انہیں تو کسی وقت بھی ان کے ہیڈ کوارٹر سے ٹریس کیا جاسکتا ہے۔ ویسے بھی یہ لوگ

اس قابل نہیں کہ ان پر وقت ضائع کیا جاسکے۔ کوئی اور مجرم ہو گا پرنس۔ علی عمران کو ان کا حمایتی ہے۔ اس پر چھاپہ مارنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔ تم فوراً یہاں پہنچو۔ یہاں ہتھماری زیادہ ضرورت ہے اور راینڈ آل۔ کرنل ہیرن نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں ابھریں۔ اور پھر آوازیں ختم ہوتے ہی میجر ہیرن تیزی سے ستون کی آڑ سے نکلا اور تیز قدم اٹھاتا واپس چل پڑا۔ عمران اور زیادہ اوٹ میں ہو گیا۔ اور پھر جیسے ہی میجر ہیرن آگے بڑھا وہ تیزی سے ستون کی آڑ سے نکلا اور بجائے سیدھا جانے کے وہ دوڑ کر سٹنہ دانی پٹی سی گلی میں گھس گیا۔ اسے معلوم تھا کہ میجر ہیرن کیفے کی سائڈ میں کھڑی ہوئی اپنی کار کی طرف ہی جائے گا جب کہ یہ گلی ٹھوم کروم سے چوک پر نکلتی تھی جہاں سے اسے ٹیکسی کار آسانی سے مل سکتی تھی کیوں کہ وہاں ٹیکسی سٹینڈ تھا۔ عمران دوڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور چند ہی لمحوں بعد وہ دوسری سڑک پر آ گیا۔ اس کی توقع کے مطابق وہاں کافی ٹیکسی کاریں موجود تھیں۔ عمران نے پیک کر ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اچھل کر اندر بیٹھ گیا۔

”جلدی کرو۔۔۔ عالم گیر ٹاؤن لے چلو۔ ڈبل کرایہ دوں گا۔ لیکن انتہائی تیزی دکھاؤ۔“ عمران نے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

اور عمران کی توقع کے عین مطابق اس نے سٹاٹ کٹ راستہ استعمال کیا تھا۔ ٹیکسی خاصی تیز رفتار سے چل رہی تھی۔ اور پھر تقریباً آٹھ منٹوں میں ٹیکسی عالم گیر ٹاؤن کے پہلے چوک پر پہنچ گئی۔ عمران نے ٹیکسی وہیں رکوائی۔ وعدے کے مطابق ڈرائیور کو ڈبل کرایہ دیا۔ اور جب وہ ٹیکسی ڈرائیور شکر یہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا تو عمران تیزی سے کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ کی طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ جولیا اور اس کے ساتھیوں کے لئے اس نے پاکیشیا سے روانگی سے پہلے اسی کوٹھی کا ہی بندوبست کرایا تھا۔ اس لئے اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ فاسٹ ڈیوڈ اصل سیکرٹ سہ ورس کے ممبران نے ہی اپنے گروپ کا نام رکھا ہے۔ اور چوں کہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کرنل ہیرن کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس لئے وہ براہ راست کوٹھی کے اندر نہ جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک اور ہی راستہ اختیار کیا۔ اور وہ گھومتا ہوا اس کوٹھی کے سائڈ میں بنی ہوئی دوسری کوٹھی کی دوسری سمت میں پہنچ گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ اس کوٹھی کی سائڈ کی عقبی دیوار پر چڑھ چکا تھا۔ اس نے چند لمحے دیوار پر روک کر اندر کا جائزہ لیا۔ لیکن عقبی سمت میں نہ ہی کوئی آدمی تھا اور نہ کوئی گتہ وغیرہ نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ سے اندر کودا اور پھر دبے پاؤں دوڑتا ہوا عمارت کے سائڈ میں لگے ہوئے فرش یا پتوں تک پہنچ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ان پاتھوں پر کسی بندر کی طرح بڑھ کر عمارت کی چھت پر پہنچ چکا تھا۔

اُسے معلوم تھا کہ دونوں کو شیوں کی سائنڈ آپس میں ملی ہوئی ہے کیوں کہ وہ اس کو کبھی میں پہلے بھی کبھی بارہ چکا تھا۔ اس کو کبھی کا بندوبست بھی اس نے مالدے کے ذریعے ہی کرایا تھا۔ چھت کے کنارے پتیزری سے ریگتا ہوا وہ اصل کو کبھی کی چھت پر آسانی سے پہنچ گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں اترتا ہوا درمیان میں منزل کی راہ داری میں پہنچ گیا۔ اس نے جیب سے مشین پش نکال لیا۔ اس پش میں میگزین فیل تھا۔ ادنیہ مشین گن کے سے انداز میں کام کرتا تھا۔ البتہ اس کی ریج مشین گن سے کم ہوئی تھی یہ پش اس نے رشید نگر والی کو کبھی کی الماری سے نکالا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی وہ اس راہ داری میں چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں پچھلے کمروں کے روشندان تھے۔ اور ایک کمرے سے کسی کے بات کرنے کی ادنیٰ آواز آ رہی تھی، آواز نامانوس سی تھی۔ عمران نے اس روشندان کو آہستہ سے کھسکایا۔ اور پھر اندر جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے اس کے لبوں پر مسکراہٹ ریگ لگی۔ تقریباً تمام ممبران اس کمرے میں موجود تھے۔ اور صفدریشی فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے شاید جان بوجھ کر اچھ بدل رکھا تھا۔

”نیک ہے جناب۔ اجازت۔“ صفدر نے اچانک تیز لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ اس نے ایک جھٹکے سے ریوڑ رکھ دیا۔ وہ فون پر بات چیت ختم کر چکا تھا۔

”کہیں وہ ہماری فون کال سے اس کو کبھی کا پتہ نہ چلا لیں؟“

صفدر کے ریوڑ رکھتے ہی جویمانے تشویش جبرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ ہمیں یہ کال کسی فون بوتھ سے کرنی چاہیے تھی۔“

تنویر نے بھی جویمانے تائید کر دی۔

ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ سر و اجہ حسین وزیر خراجہ میں کسی سیکرٹ سرورس کے چیف نہیں۔ کہ اس قسم کے حربے نہیں آتے ہوں گے۔ اور دوسری بات یہ کہ ان کے لئے الٹ۔ ڈی کا میڈ کو آرڈر ہماری تفصیلات سے زیادہ اہم ہے۔ وہ یقیناً فوری طور پر اس پورڈیک کی کارروائی میں مصروف ہو جائیں گے۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور عمران سمجھ گیا کہ جویمانہ گروپ الٹ۔ ڈی کے میڈ کو آرڈر کو صرف ٹرپس کر چکا ہے بلکہ وہ اس کی تفصیلات سر و اجہ حسین کو فون پر بتا چکا ہے تاکہ حکومت اس پورڈیک کرے۔ البتہ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی کہ انہوں نے خود اس پورڈیکوں نہیں کیا۔

”بہر حال یہ مسئلہ تو طے ہوا۔ صبح اخبارات میں یقیناً تفصیل آ جائے گی۔“ اور اگر ریڈ کا میاب رہا۔ تو اس کا مطلب ہے ہمارا مشن مکمل ہو گیا۔۔۔ تنویر نے انگڑائی لے کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ ریڈ آؤٹی تو ابھی باقی رہتی ہے۔“ نعمانی نے کہا۔

”ارے ہاں۔۔۔ وہ واقعی رہتی ہے۔“ جوادھر سے فارغ ہو کر اُسے تلاش کریں گے۔ تنویر نے جواب دیا۔ اس کے

بات کرنے کا انداز یہ تھا جیسے گرد پ کا لیڈر وہی جو اور عمران
زیر لب مسکرا دیتے۔ کیوں کہ ظاہر سے تو یہ اپنی عادت سے عجوبہ
تھا اور نہ جو لب نہ غصہ اور نہ کیپشن شکیل کی موجودگی میں وہ لڑکھ
کیتے جانتا تھا۔

غرض اس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم خود حاضر ہو گئے
ہیں۔ اچانک ایک کرنٹ آواز دروازے سے سنائی
دی۔ اور کمرے میں بیٹھے ہوئے ممبران کے ساتھ ساتھ عمران بھی
چومک پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنا مشین پیش روٹھایا
کے کونے میں رکھ کر سیدھا کمر لیا اور خود دروازہ کھٹ گیا۔
کیوں کہ روشندان بالکل دروازے کی سیدھ میں تھا۔ دروازے
میں کرنل ہمیرن موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔
پھر اس کے تین ساتھی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ اور ادھر
ادھر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین گنیں تھیں لیکن
عمران دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ سب عمران کے
مشینی پستول کے ٹارگٹ میں تھے۔

پھر کرنل ہمیرن نے سب ممبران کو ہاتھ اوپنے کر کے دیوار کے
ساتھ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ یہ وہی دیوار تھی جس کے روشندان
کے پیچھے عمران موجود تھا۔ ممبران دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے تو وہ
عمران کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

تم لوگوں نے ابھی ابھی کسے فون کیا تھا۔ جلد ہی بتاؤ وہ
میں صرف دو نمک گنوں گا۔ اور اس کے بعد تم سب کی لاشیں
میں صرف دو نمک گنوں گا۔ اور اس کے بعد تم سب کی لاشیں

یہاں پڑی ہوں گی۔ کرنل ہمیرن کی سرور آواز سنائی دی۔
عمران ویسے ان کی اس طرح اچانک آمد پر خود بھی حیران تھا کیوں
کہ اس نے بھی فوراً اسٹھکڑا ہوا تھا۔ ویسے اسے معلوم تھا کہ
کرنل ہمیرن کے ساتھ صرف یہی پھر افراد نہیں ہوں گے۔ اس کے
اور ساتھی کو بھی کچھ صحن برآمدے اور عقبی طرف موجود ہوں گے۔
میں ہمیرن بھی کمرے میں موجود نہ تھا۔ جب کہ عمران کو معلوم
تھا کہ وہ اب تک پنج چکا ہو گا۔

فون۔ کیسا فون۔ اور تم کون ہو۔ صفدر کی
آواز سنائی دی۔

"ایک....." کرنل ہمیرن نے گنتی شروع کر دی۔
اور عمران نے مشین پستول کے ٹریگر پر انگلی جما دی۔ اس نے اپنے
ٹارگٹ منتخب کر لئے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ کرنل ہمیرن صرف
حکم دے گا۔ فائرنگ اس کے ساتھی کریں گے۔ اس لئے اس کے
ساتھیوں کا پہلے خاتمہ ضروری تھا۔ ورنہ پہلے اگر کرنل ہمیرن پر
گولی چلائی گئی تو اس کے ساتھی دو چار ممبران کو بہر حال گولی مارے میں
کا مایاں ہو جائیں گے۔

دو..... "فائر۔" اچانک کرنل ہمیرن نے کہا۔ لیکن
اس کے منہ سے لفظ فائر پوری طرح ادا نہ ہوا تھا کہ عمران نے
پوری قوت سے ٹریگر دبایا اور ساتھ ہی ہاتھ گھمادیا۔ مشین پستول
نے مشین گن کی طرح ریٹ ٹیٹ کی آوازیں نکلیں اور پک بھینکے میں
کرنل ہمیرن کے تینوں ساتھی فرس چلے گئے۔ اسی لمحے

عمران کو انتہائی تیزی سے ایک طرف مٹھنا پڑا۔ کیوں کہ گولیاں چلتے ہی کرنل ہمیرنج نے روشندان پر فائر کھول دیا تھا۔
اب عمران فوری طور پر سامنے نہ جاسکتا تھا۔ لیکن دوسرے کمرے میں تیز چرچ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر کوئی دھڑام سے گرا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک باہر اندر سے تیز فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کے بعد تو عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کوٹھی کے اندر خوف ناک جنگ شروع ہو گئی ہو۔ عمران مشین پشیل پکڑے تیزی سے واپس پلٹا۔ وہ چرچ اور کسی کے گرنے کے بعد کمرے سے اور کمرے کے باہر سے ہونے والی فائرنگ سے ساری صورت حال سمجھ گیا تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبران ان تین افراد کے گرنے ہی فوری حرکت میں آ گئے ہیں۔ اور اب شاید ان تینوں کی مشین گنوں سے وہ اندر سے فائرنگ کر رہے ہیں۔ وہ چرچ لازماً کرنل ہمیرنج کی ہونی چاہیے کسی دیکسی نے لازماً اس پر چھلانگ لگائی ہوگی یا اس پر گولی چلائی ہوگی۔ اس لئے اب روشندان سے بھاگ کر اندر دیکھنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ وہ پشیل ہاتھ میں پکڑے تیز رفتار سے دوڑنا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھتا گیا۔ اور پھر موڑ مڑتے ہی وہ بجائے نیچے اترنے کے اوپر اٹھنے ہوئے ایک پڑے سے روشن دان کو کھول کر اس کے اندر دیکھا گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کے نیچے ایک سن شیڈ ایسا موجود ہے جو درمیان سے جھکا ہوا اور سائیڈوں سے اٹھا ہوا ہے۔ اس سن شیڈ پر وہ ہر طرف سے محفوظ ہو کر اپنے ساتھیوں کی مدد کر سکا۔

چنانچہ روشندان سے باہر سن شیڈ پر قدم رکھتے ہی وہ تیزی سے سائیڈ میں ہوا۔ اور پھر اس نے پوربج کے ستون کی آڑ میں ایک آدمی کو مشین گن سے فائرنگ کرتے دیکھا۔ اس نے مشین پشیل سیدھا کیا اور فائر کھول دیا۔ ریٹ ٹینٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ آدمی اچھل کر دوسری طرف پہلو کے بل گر ا۔ اسی لمحے اس شیڈ پر فائرنگ ہوئی۔ لیکن شیڈ چوں کہ اس طرف سے ادھر کو اٹھا ہوا تھا۔ اس لئے گولیاں اس سے ٹکرا کر آسمان کی طرف بلند ہو گئیں۔ جیسے ہی برسرِ ختم ہوا عمران نے دوبارہ فائر کیا۔ اور اس بار اس کا نشانہ باڈ کے اسیچھ لپٹا ہوا ایک آدمی تھا۔ عمران پر فائرنگ بھی اسی نے کی تھی۔ دوسرے لمحے باڈ کے پیچھے سے چرچ سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ تیز سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اور پھر کوٹھی میں دوڑتے ہوئے قدموں کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ آوازیں سائیڈ سے ہو کر قطعی سمت کی طرف مڑ گئی تھیں۔ عمران سمجھ گیا کہ یوں کہ وہ خود سامنے کے رخ پر تھا۔ اس لئے ریڈ آرمی قطعی سمت سے فرار ہو رہی ہے۔ ابھی عمران سن شیڈ سے نیچے چھلانگ لگنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ پے درپے خوف ناک دھماکے ہونے لگے۔ اور اس کے ساتھ ہی عمارت کی دوسری سائیڈ سے گود و خراب کا بادل سا اٹھادیوں لگتا تھا جیسے آدھی عمارت تباہ ہو گئی ہو۔ عمران تیزی سے اٹھا اور اس نے نیچے چھلانگ لگنے کی بجائے دوبارہ روشندان میں چھلانگ لگائی اور گھسٹ کر قلابی کھانا ہوا سیڑھیوں پر جا گرا۔ سیڑھیوں پر جیسے ہی اس کے قدم پڑے وہ انتہائی تیز رفتار سے سیڑھیاں

چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا۔ درود کو اس کی تکی سمت کے کنارے سے
 وہاں گیا۔ اس نے کونے سے سر اٹھا کر محتاط انداز میں عقبی باغ کی
 طرف جھانکا۔ وہاں وہ ایک طویل سانس لے کر اونچا ہو گیا۔ عقبی باغ
 خالی تھا۔ مگر ایک آدمی کی دیوار پھلانگ کر دوسری سمت
 کو دینے کی جھمک نظر آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ نکل گئے
 ہیں۔ اسی لمحے اس نے تنویر اور صفدر کو مشین گین اٹھائے تیزی
 سے عقبی طرف آئے دیکھا۔

آتش بازی والے جا چکے ہیں۔ تمہارے دینے ہوئے پیسے
 ختم ہو چکے تھے۔ عمران نے اوپر سے ہانک لگاتے ہوئے
 کہا اور تنویر اور صفدر دونوں نے چونک کر اوپر دیکھا۔
 "یار۔۔۔ اور آتش بازی دیکھی تھی تو ابھی خامی رقم خرچ کر
 ڈالی تھی۔ آخر تنویر کی خوشی روز روز ہونی تھی۔" عمران نے
 یاتہ جلاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔۔۔ آپ۔۔۔ صفدر اور تنویر نے حیرت
 بھرے بچے میں کہا۔

ظاہر ہے وہ عمران کو اس کی آواز سے ہی پہچان سکے ہوں گے
 ورنہ عمران اصل شکل و صورت میں تو نہیں تھا۔

اور عمران تیزی سے مڑا۔ اور پھر سیڑھیاں اترتا نیچے جانے لگا
 اس نے جان بوجھ کر رفتار آہستہ رکھی تھی تاکہ اتنی دیر میں صفدر اور
 تنویر گھوم کر برآمدے تک پہنچ جائیں جہاں سیڑھیوں کا اختتام ہوتا
 تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ دیکھ اپ میں نیچے اترتا تو اس کے

ساتھی ہی اسے ریڈار می میں شامل سمجھ کر گولیوں سے ریڈر نہ کریں یہی
 وجہ تھی کہ اس نے اوپر سے ہی صفدر اور تنویر سے بات بھی کر لی تھی۔
 جب وہ سیڑھیاں اتر کر برآمدے کے قریب پہنچا تو نہ صرف صفدر
 اور تنویر وہاں موجود تھے بلکہ باقی ممبران بھی وہاں موجود تھے۔ ان
 سب کی نظریں سیڑھیوں کی طرف مگی ہوئی تھیں۔ چونانے اپنا
 ایک بازو پکڑا ہوا اٹھا اور جولیا اس پر پٹی باندھنے میں مصروف تھی۔
 برآمدے میں دو لاشیں پڑی تھیں۔

"واہ۔۔۔ کسی شان دار شادی ہے۔ لوگ تو شادی پر ایک
 آدھ جانور کی قربانی کرتے ہیں یہاں تو انسانوں کو جینٹل چڑھایا گیا
 ہے۔" عمران نے سیڑھیوں سے ہی ہانک لگاتے ہوئے
 کہا۔

"خاموش رہو۔۔۔ صورت حال بہت نازک ہے۔"
 تنویر نے غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"ابھی سے تنویر ابھی سے۔۔۔ ابھی تو ابتدائے شادی ہے۔
 آگے آگے دیکھنا کیا جو نلکے ہے۔" عمران نے برآمدے میں
 قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔۔۔ تنویر ہمارے گروپ کا لیڈر ہے۔"
 صفدر نے شاید اس لئے فورا اعلان کو منع کر دینا فریسی پہنچا کہ
 عمران شاید اس بات پر ذہین کا لحاظ کر جائے۔

"ارے باپ رے۔۔۔ گروپ شادی اور جولیا کیلے۔۔۔ اے
 یہ تو بھی ظلم ہے۔ یہ سچا ظلم ہے۔" عمران نے حیرت سے

ہم کہیں بھاڑتے ہوئے کہا۔
 "یوشٹ اپ۔ بڑی مشکل سے تمہاری اس زبان سے نجات
 ملی تھی۔ جگنے پھر کہاں سے آن چکے۔۔۔ جو لینے مر کر غصے
 اپنے میں کہا۔"

"اگر میں نہ آن چکے تو تم اب تک کچے ہوئے آدموں کی طرح
 کمرے کے فرش پر ٹپک چکے ہوتے۔ اور ریڈ آرمی اس وقت
 تمہیں برف میں لگا کر دعوت اڑا رہی ہوتی۔۔۔ عمران نے منہ
 بناتے ہوئے کہا اور جو لینے ہو نہ کہہ کر منہ موڑ لیا۔

ظاہر ہے عمران کی بات درست تھی۔ یہ عمران ہی تھا جس نے
 عین موقع پر فائرنگ کر کے انہیں بچا لیا تھا۔ ورنہ وہ جس بُری
 طرح گھر گئے تھے۔ ان کا بچ نکلتا تقریباً ناممکن تھا۔

"عمران صاحب۔ کرنل ہمیرخ پنج کر نکل جانے میں کامیاب
 ہو گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دوبارہ حملہ کریں ہمیں فوری یہاں سے
 نکل جانا چاہیے۔" کیپٹن شیکس نے موضوع بدلتے ہوئے
 کہا۔
 "وہ دے دے کیسے نکل گیا۔ وہ تو کمرے میں موجود تھا۔

عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔
 "جب آپ نے روشندان سے اس کے ساتھیوں پر فائرنگ
 کی۔ اس وقت تو ہم حیران تھے کہ آخر یہ اچانک ہماری مدد پر
 کون آن پہنچا ہے۔ بہر حال اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے۔ تو کرنل ہمیرخ
 نے روشندان پر فائرنگ کی۔ اُسی لمحے چوہان نے کمال عزت

کا مظاہرہ کیا۔ اور اپھل کر کرنل ہمیرخ پر جا کر مارا۔ مگر کرنل ہمیرخ اس
 دوران نال ذرا سی نیچے کر چکا تھا۔ اور گولیاں چوہان کا بازو
 چیر گئیں۔ لیکن کرنل ہمیرخ بھی دھکا کھا کر دروازے کے پیچھے جا کر۔
 ہم سب تیزی سے تیشین گجڑوں کی طرف پکے۔ مگر کرنل ہمیرخ
 اس دوران اٹھ کر کہیں چھپ گیا تھا۔ ہم نے فوراً اندر سے فائرنگ
 شروع کر دی۔ جب کہ وہ باہر ہی ڈٹ گئے۔ انہیں شاید معلوم
 تھا کہ آخر کار جاما میگزین ختم ہو جائے گا اور وہ ہمیں چھاپ لیں گے۔
 کہ اس دوران ان پر باہر سے فائرنگ شروع ہو گئی جو یقیناً آپ نے
 کی تھی۔ اور ان کے دوا آدمی مے تو وہ فار ہو گئے۔

"لیکن وہ فائرنگ کی بجائے کم مار کر تمہارے اس پورے کمرے
 کو ہی اٹا سکتے تھے۔ جب کہ بھلائے ہوئے انہوں نے سائیڈ پر
 ہمداری کی ہے۔۔۔ عمران نے اس سائیڈ والی عمارت کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا جو تباہ ہو چکی تھی۔

"میرا خیال ہے۔ ہم ان کے اس ساتھی کے پاس تھے جو سائیڈ
 میں تھا۔ اور اسی نے بھلائے ہوئے یہ ہم پھینکے ہیں تاکہ ہم فوری
 مورچہ پر ان کے عقب میں نہ پہنچ جائیں۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہی ہوگا۔ بہر حال کرنل ہمیرخ اپنے پانچ ساتھیوں
 کی بھینٹ دے کر نکل گیا۔ جلدی سے سامان باندھو ہمیں فوراً
 یہاں سے نکلتا ہے۔ وہ اگر حملہ نہ بھی کریں تو پولیس تو حملہ
 کرے گی ہی۔ عمران نے کہا اور وہ سب تیزی سے اندر
 مروں کی طرف دوڑ گئے۔

جب وہ سب میگزین اٹھائے واپس برآمدے میں آئے تو پولیس گاڑیوں کے سائرن بھی سنائی دینے لگے۔
 ”اب وقت ہے اگر کرنل میریخ اور اس کے ساتھی باہر سے بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تو پولیس کی وجہ سے وہ بھی سامنے نہ آئیں گے۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور وہ سب سر ہلاتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھے۔

”ارے ادھر سے نہیں۔۔۔ ادھر سے تو پولیس فوراً ہمیں چھاپ لے گی۔ چھت پر چلو دہاں سے سائیڈ کوٹھی کی چھت سے ہو کر دوسری طرف نکلیں گے۔“ عمران نے چیخ کر انہیں روکتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران کے پیچھے وہ سب تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آ گئے۔

عمران کے پہنچنے ہی وہ سب لاشعوری طور پر عمران کی رہنمائی میں کام کرنا شروع ہو گئے تھے۔ چھت سے ملحقہ کوٹھی کی چھت پر پہنچ کر وہ سب تیزی سے فرش پائپ سے اثر کر عقبی سمت میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ یہ وہی کوٹھی تھی جن کے راستے عمران پہنچا تھا۔ ان سب کے چھت پر چلنے اور اترنے سے خاصا شور مچا رہا تھا۔ لیکن یا تو یہ کوٹھی خالی تھی یا پھر اس کے مکین غائب ہو گئے اور وہما کوں سے سہم کر باہر نہ نکلے ہوں گے۔ بہر حال عقبی دیوار میں لگا ہوا دروازہ کھول کر وہ پھیلی گی میں پہنچ گئے۔

”جلدی سے میرے پیچھے آؤ۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ ابھی پولیس گھیر لے گی۔“ عمران نے کہا۔
 اور پھر وہ دوڑتے ہوئے عمران کے پیچھے ایک دو گیلوں سے گزر کر ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کال ہیل کا بٹن دبا دیا۔ وہ مسلسل بٹن دبائے چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے بڑے غصیلے انداز میں باہر جھانکا۔

لیکن عمران نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ غریب چیخ مار کر پشت کے بل اندر جا کر اُڑا۔ اور عمران تیزی سے کھڑکی یا درکے کے اندر پہنچ گیا۔ ظاہر ہے اس کے ساتھیوں نے اس کی پیروی کر نہ کی تھی۔

”ارے ارے۔۔۔ تمہارے کپڑے خراب ہو گئے۔ ڈاکٹر تو صابن کے پیسے بھی تمہاری تنخواہ سے کاٹ لے گا۔“

عمران نے نیچے گرے ہوئے نوجوان کو اٹھاتے ہوئے بڑے مہمردانہ لہجے میں کہا۔ وہ اب ماتھوں سے اس کے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ اور نوجوان حیرت سے انہیں پھاڑے ان بن بلانے مہاتوں کو دیکھ رہا تھا جو بیگ اٹھائے یوں اندر آ گئے تھے جیسے یہ کوٹھی نہ جو کوئی مسافر خانہ ہو۔

”آ۔۔۔ آپ کون ہیں؟“ اس آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر انسن سے جا کر کہو پرنس آف ڈھمپ اپنے سرکس

بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔۔۔ ناراض کیوں ہو رہے ہو ڈیٹھ لیڈ صاحب۔ میں تو ذرا تم لوگوں کی ڈیٹھ کو مزید فاسٹ کرنے آیا ہوں غضب خدا کا۔۔۔ تین دن ہو گئے میں تمہیں یہاں آئے ہوئے۔ اور ابھی تک تم زندہ ہو۔ اس کے باوجود نام رکھ رکھا ہے فاسٹ ڈیٹھ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تویر کے علاوہ باقی سب سا بھی جیسی طرح ہنسنے لگے۔ جب کہ تویر کا چہرہ غصے سے مزید بگڑ گیا۔

”پرنس۔۔۔ کہاں سے پرنس؟“ یو کوئی آوارہ گرد اندر آ گئے ہیں۔ بلاڈ پولیس کو بلاڈ۔۔۔ جلدی بلاڈ۔۔۔ اچانک برآمدے سے کسی کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔

اور وہ سب چونک کر برآمدے کی طرف دیکھنے لگے جہاں ایک دہلا پتلا بالکن بانس کی طرح لمبا بوڑھا کھڑا تھا۔ اس کا سر انڈے کی طرح صاف تھا۔ البتہ مونچھیں گلہری کی ذوں کی طرح ہونٹوں کے دونوں کناروں سے نیچے لٹک رہی تھیں۔

”ارے ڈاکٹر رابنسن۔۔۔ ارے میں نے سمجھا تھا کہ اب تک تم سر پر بال اگانے کا کوئی فارمولا ایجاد کر چکے ہو گئے۔ مگر تم تو وہی چھلے ہوئے انڈے کی طرح ہو۔۔۔ عمران نے چپکے ہوئے اصل لہجے میں کہا۔

اور بوڑھا حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگا۔ اب ظاہر ہے وہ شکل سے تو عمران کو نہ پہچان سکتا تھا۔

سمیت آلیتے۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”سرکس؟۔۔۔ نوجوان نے حیرت سے مزید آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اب وہ عمران کے ساتھیوں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ انسانوں کی بجائے سرکس کے سدھائے ہوئے شیر اور جیتے ہوں۔

”اگر تم نے مزید حیرت ظاہر کی تو تمہاری آنکھیں ابل کر باہر آ گریں گی اور ڈاکٹر رابنسن کسی اندھے کو ملازم رکھنے پر تیار نہ ہو گا۔ اس لئے یہ حیرت کی پریکٹس ختم کر دو اور جا کر پیغام دو۔ عمران نے نوجوان کو کاندھے سے پکڑ کر فالین عمارت کی طرف اس کا رخ گھماتے ہوئے کہا۔ اور نوجوان چلنے کی بجائے دوڑتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

”یہ ڈاکٹر رابنسن کون ہے؟“ جو لیلے نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

”یہ مونیشیوں کا ڈاکٹر ہے۔ تمام سرکسوں والے اپنے جانوروں کا علاج کرانے انہیں یہیں لے آتے ہیں۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ وہ سب بھی اب عمارت کی طرف ہی چل رہے تھے۔

”یوشٹ اب۔۔۔ زیادہ کم اس کی ضرورت نہیں۔ پہلے تم نے مداخلت کر کے کرنل سمیرخ اور اس کے ساتھیوں کو فرار ہونے میں مدد دی ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ کہ تو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔۔۔ تویر نے غصے سے

"تم۔۔۔ تم پرنس آف ڈھمپ ہو۔ لیکن تمہاری شکل تو کسی مردے دفتار کے والے کی طرح ہے۔ وہ پرنس کہاں ہے جو واقعی پرنس لگتا ہے۔" ڈاکٹر نے منہ بنا تے ہوئے کہا اور اس بار عمران کے سارے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔ تنویر کے حلق سے نکلنے والا تہقہ ان سب سے بلند تھا یہ میڈیسنر نے عمران کی شکل پر واقعی دل چسپ تبصرہ کیا تھا۔

"وہ زندوں کو دفتار لگتا۔ اس لئے میں نے اُسے زندہ ہی دفن کر دیا۔ لیکن آج مجھے اس محاورے پر یقین آ گیا ہے کہ مردہ بولے تو کفن بھاڑ کر ہی بولتا ہے۔ اور تمہارا کفن تو تمہاری عقل ہی تھی۔ وہ تو یقیناً پھٹ چکی ہوگی۔" عمران نے مسکرتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے کہیں تم نے پرنس سے زبان تو تبدیل نہیں کر لی۔" لہجہ وہی۔ زبان وہی۔ انداز وہی۔ لیکن شکل کفن پر ورل جیسی۔ ڈاکٹر رابنسن نے تیزی سے اس کے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحہ وہ عمران سے یوں لپٹ گیا جیسے صدیوں کے بعد کوئی بچہ اجوا غریب ملا ہو۔

"ارے ارے۔۔۔ کون سی بچی کا آٹا کھاتے ہو۔ غضب خدا کا۔۔۔ ارے میری ہسلیاں۔" عمران نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا اور ڈاکٹر نے بے اختیار خستہ ہوئے اُسے چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر مسرت کا ابشار بہہ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُسے دنیا کی سب سے قیمتی چیز اچانک میسر آ

آگئی ہو۔

"ارے معاف کیجئے۔۔۔ پرنس سے میں سال بعد ملاقات ہوئی ہے۔ اس لئے میں اور ہو گیا۔ مجھے ڈاکٹر رابنسن کہتے ہیں۔" ڈاکٹر رابنسن کی نظر اب عمران کے ساتھ والے پرنس جو حیرت سے ان دونوں کا ملاپ دیکھ رہے تھے۔

"یہ مس شمر شرار ہیں۔ غضب ان کی ناک پر دھرا رہتا ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی ہے کہ ان کی ناک سے پھسل کر نیچے گر جائے۔ لیکن بنجانے مقناطیس کی ناک بنو کر گئی ہے۔" عمران نے جویا کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

"شمر شرار۔۔۔ یہ کیا نام ہوا۔" ڈاکٹر رابنسن نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میرا نام صوفیہ ہے۔ پرنس گزشتہ دنوں یاگل نطے سبے ہیں۔ اس لئے الٹی سیدھی کچا اس کرتے رہتے ہیں۔" جویا نے بڑا سا منہ بنا تے ہوئے کہا۔

"ارے۔۔۔ وہ تو میں تمہیں دیکھنے گیا تھا۔ میں کوئی خود بخود ہی گیا تھا۔ اچھا پھر اپنا تعارف خود ہی کہا لو۔"

عمران نے روٹھنے والے انداز میں کہا۔ اور ڈاکٹر نے اختیار ہنس پڑا۔ چوں کہ جویا نے اپنا نام غلط بتایا تھا اس لئے سب نے اپنے اپنے فرضی نام بتا دیئے۔

"ادرا ب تم ہم سب کی شان نزول بھی پوچھو گے۔" عمران نے تعارف کے خاتمے کے بعد سوال کرتے ہوئے کہا۔

”ہرگز نہیں پوچھوں گا۔ میرے لئے نزول ہی کافی ہے۔ شان کی مجھے ضرورت نہیں تھی۔ ڈاکٹر رابنسن نے جتنے ہوئے کہا۔“

”آئیے۔۔۔ اندر تشریف لے آئیے۔ راجہ جاو۔ سب کے لئے جو کچھ کچن میں پڑا ہوا ہو۔ لے آؤ۔۔۔ جلد ہی کرو چلئے بھی بلاؤ۔۔۔ ڈاکٹر نے قریب کھڑے ملازم سے کہا اور ملازم سر ملاتا ہوا ایک راہ داری کی طرف چلا گیا۔“

ڈاکٹر رابنسن انہیں لے کر اندر آگیا۔
”تشریف رکھیے۔۔۔ ڈاکٹر نے صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”یار ڈاکٹر ہمیں بہت جلد ہی ہے۔ سرکس کا شو شروع ہونے والا ہے۔ چلو بھی باری باری میک اپ کرو۔ ہم سیدھے یہیں سے شو میں چلیں گے۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”میک اپ کیا مطلب۔۔۔ ڈاکٹر رابنسن نے چونکتے ہوئے کہا۔“

”کمال ہے۔۔۔ دس گز لمبی ڈگریاں تو لے ڈالیں۔ لیکن میک اپ کے معنی نہیں آتے۔ آؤ بیٹھو۔ میں سمجھاتا ہوں عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔“

”اچھا اچھا۔ سمجھ گیا۔ تو تم ابھی تک اُسی جاسوسی کے چکر میں الجھے ہوئے ہو۔ اور اسی لئے شکل بھی بدل رکھی ہے۔“

ڈاکٹر رابنسن نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ جب کہ صفدر سب سے پہلے اپنا بیگ اٹھائے سلسلے موجود بائو روم کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ چوں کہ بائو روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے بغیر پوچھے ہی بائو روم کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے اندر جا کر دروازہ بند کر لیا تھا۔۔۔ چوں کہ ضروری سامان کا بیگ ہر ایک کے پاس تھا۔ اس لئے ظاہر ہے میک اپ باکس بھی اس بیگ میں ہی ہوگا۔

”سناؤ ڈاکٹر۔۔۔ وہ تہبازی مردہ خلیوں والی تحقیق کہاں تک پہنچی تھی۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”اؤ۔۔۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں مردہ خلیوں پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ تہبازی میری ملاقات تو بیس سال بعد ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے شدید حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ حیرت کی شدت کی وجہ سے اس کی سونٹوں کے کناروں سے لٹکی ہوئی مونچھیں بُری طرح پھڑپھڑانے لگی تھیں۔“

”اسی لئے تو کہتا ہوں کہ کفن پھاڑ کر مت بولا کرو۔ لگتا ہے تم نے بولنے کے شوق میں ساری عقل ہی پھاڑ ڈالی ہے۔ حضرت ابھی کچھ سال تو بین الاقوامی سائنس کا نفرنس میں آپ نے اسی موضوع پر مقالہ پڑھا ہے۔ اور آج پوچھ رہے ہیں تمہیں کیسے پتہ۔۔۔ عمران نے منہ سناتے ہوئے کہا۔“

”اؤ۔۔۔ حیرت ہے کہ تم جاسوسی جیسے غیر سائنسی پیشے میں

الجھنے کے باوجود سائنسی مقالے پڑھتے ہو۔ بہر حال ریسرچ جاری ہے۔ ابھی کوئی ٹھوس نتیجہ نہیں نکلا۔۔۔۔۔ پروفیسر نے جواب دیا۔

”کنڈوپ سرکل تقیوری آزمائی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”جنگ۔ کیا۔۔۔۔۔ کنڈوپ سرکل تقیوری۔۔۔۔۔ ادہ۔

واقعی۔۔۔۔۔ ارے اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ ارے ارے واقعی میری عقل غائب ہو گئی ہو۔۔۔۔۔ ادہ پرنس تم۔ یہ تم آخر جو کیا چیز۔۔۔۔۔ پروفیسر عمران کی بات سنتے ہی بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”میری بات چھوڑو۔ اس تقیوری کو آزماؤ۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔ نہ ہو تو پھر یہ ریسرچ چھوڑ کر کہیں گھاس کھونے کا پیشہ اختیار کر لینا۔۔۔۔۔ عمران نے منہ ملتے ہوئے کہا۔

”بالکل ہوگی۔۔۔۔۔ لازماً ہوگی۔ ارے۔ مجھے تو اس کا خیال ہی نہ آیا تھا۔ اور واقعی سامنے کی بات تھی میں خواہ مخواہ دوسرے پکروں میں پڑا رہا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے عقیدت مندانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم اس پر غور کرو۔ میں ذرا فون کروں۔۔۔۔۔ عمران نے فون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر نے واقعی صوفے کی پشت سے سرٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

عمران۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اور پھر اس نے

فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رحمت اللہ مسیتال۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوئے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر صاحب بات کر او۔۔۔۔۔ میں نادرا کا آدمی بول رہا ہوں پرنس۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادہ یس۔۔۔۔۔ بولڈ کیجیے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے چونکے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز رسیور میں گونجی۔

”ڈاکٹر رحمت اللہ سپیکنگ۔۔۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ بے حد باوقار تھا۔

”ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔۔ میں پرنس بول رہا ہوں۔ نادرا نے میرے کچھ ساتھی آپ کے پاس بھیجے تھے۔ ان کی کیا پوزیشن ہے؟“ عمران نے کہا۔

”ادہ۔۔۔۔۔ وہ تین مریض جو نادرا نے بھیجے تھے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”یاں ہاں دی۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”ان تینوں کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ لیکن ان کا ابتدائی آپریشن کس نے کیا تھا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”ادہ۔۔۔۔۔ وہ ڈاکٹر وہ میں نے خود ایم جی ٹریٹمنٹ کے لئے کیا تھا۔ کیوں کیا ان سے بگاڑ تو نہیں پیدا ہوا۔۔۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”آپ سرجن ہیں۔“ ڈاکٹر نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

”ارے سرجن کہاں۔“ میرا تو سرجری سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں تسلیم نہیں کرتا۔ اس قدر پیچیدہ اور نازک آپریشن ماہر سرجن کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ خود کو چھپا رہے ہیں۔ بہر حال اگر واقعی یہ آپریشن آپ نے کئے ہیں تو آپ میرے نزدیک ایک عظیم ترین سرجن ہیں۔ کہ بغیر ضروری انداز کے اس قسم کے پیچیدہ آپریشن کر کے آپ نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ مبارک باد کے قابل ہیں۔ بہر حال ان آپریشنز کی وجہ سے ان تینوں کی جانیں بچ گئیں۔ اگر یہ حیرت انگیز آپریشنز فوری نہ کئے جاتے تو پھر ان کی موت یقینی تھی۔“ ڈاکٹر رحمت اللہ نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”اب کیا وہ کام کرنے کے قابل ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ارے نہیں۔ ابھی تین چار روز مزید انہیں بیڈ ریسٹ چلانیے۔ ورنہ ٹانگے ٹوٹ جائیں گے۔“ ڈاکٹر رحمت اللہ نے جواب دیا۔

”اور کسے تھینک یو۔“ عمران نے جواب دیا اور مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”پرنس۔ کنڈوپ سرکل تھوری میں آٹوبان کیسے فٹ

ہوں گے۔ ان کے بغیر تو کام نہیں ہو سکتا۔“ اُسی لمحے ڈاکٹر رابنسن نے آنکھیں کھولتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید اب تک اسی ٹیکہ میں الجھا ہوا تھا۔

”ارے یہی تو فٹ نہیں ہوتے۔ اگر فٹ ہو جاتے تو اب تک میں اپنے سارے آباء اجداد کو زندہ نہ کر چکا ہوتا۔“ عمران نے منہ بٹلاتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر رابنسن چند لمحے اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر اس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیلنے لگے۔

”تو تم نے کیوں مجھے اس میں الجھایا تھا۔“ ڈاکٹر نے نہاتے ہوئے کہا۔

”اس لئے تاکہ تم سوچتے رہو۔ میں ذرا اس دوران فون کر لوں۔ تمہاری زبان سی کسی طرح نہ رک رہی تھی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم واقعی شیطان ہو۔“ اصلی شیطان۔“ ڈاکٹر نے شرمندہ سے انداز میں منہ پھرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ہی شاگرد ہوں ڈاکٹر۔“ اصلی شاگرد۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر جہقہ مار کر بغس پڑا۔ عمران واقعی اسفورڈ میں اس سے پڑھ چکا تھا۔

عمران کے تقریباً سارے ساتھی سی نئے میک اپ میں آئے تھے۔ صرف چوہان میک اپ میں مصروف تھا۔ ملازم لے اور دوسرا سامان میز پر رکھ گیا تھا۔ اور اس کے ساتھی خود کام و دہن کی آزمائش میں مصروف ہو گئے تھے۔

”وہ باکا نگر والی کوٹھی بیچ ڈالی۔ بہت شان دار کوٹھی تھی۔ پورا محل تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ چوں کہ میری بیوی وہیں فوت ہوئی تھی۔ اور اُسے یہ رہائش گاہ بے حد پسند تھی۔ اس لئے میں نے اُسے فروخت نہیں کیا۔ اب بھی کبھی کبھی میں وہاں جا کر دو چار روز گزار آتا ہوں۔“ ڈاکٹر رابنسن نے جواب دیا۔

”اور کسے۔ ذرا اس کی چابی مجھے دینا۔ میں بھی دیکھوں تم نے اُسے کس حالت میں رکھا ہوا ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ پچھلے دنوں لیڈی رابنسن کیوں خواب میں آکر شکایت کر رہی تھی کہ تم نے اس کی رہائش گاہ کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔“

عمران نے کہا۔
”تمہارے خواب میں آئی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

ڈاکٹر رابنسن نے چونکتے ہوئے کہا۔
”کیوں۔ میرے خواب میں آنے سے اس کے جوہر گھسن جاتے ہیں۔“ عمران نے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔ ضرور آتی ہوگی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا۔ کہ میرے خواب میں آنے کی بجائے وہ تمہاری طرف کیسے چلی گئی۔“

بیوی وہ میری تھی اُسے پہلے میرے خواب میں آنا چاہیے تھا۔“ ڈاکٹر رابنسن نے جواب دیا۔

”تمہاری خواب میں آکر اس نے پھنسا تھا۔ عیسی تمہاری کھوپڑی ہے ویسا ہی تمہارا خواب ہوگا۔“ اچھا وہ چابی دو۔ ذرا

”ڈاکٹر۔ میں نے سنا تھا تم پہلے باکا نگر میں رہتے تھے۔ یہاں شفٹ ہوئے۔“ عمران نے اچانک چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ پہلے میں وہیں رہتا تھا۔ جب سے میں یہاں آیا تھا وہیں رہا تھا۔ یہاں تو پچھلے سال یوں سمجھو سائنس کا کونفرس سے کچھ روز پہلے شفٹ ہوا تھا۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ اور یہ تو بتاؤ آخر تمہیں یہ سب معلومات کیسے حاصل ہو جاتی ہیں۔ کیا تم میری نگرانی کرتے رہتے ہو۔“ ڈاکٹر

رابنسن کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات پھیلنے لگے تھے۔
”بس میں زیادہ حیرت کی ضرورت نہیں۔ جب تم مستقل طور پر اس علاقے میں آکر رہے تھے تو میں ایک بار تمہیں ملنے آیا تھا۔ اس لئے مجھے معلوم تھا کہ تم باکا نگر میں رہتے ہو۔ لیکن سائنس کا فن میں تمہارا ریڈھا ہوا مقالہ جب سائنس میگزین میں چھپا تو تمہارا یہ عالم گمراہی کا دیا ہوا تھا۔ اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ تم اپنی رہائش بدل چکے ہو۔ اور آج اتفاق سے یہاں سے گزرتے ہوئے مجھے یاد آگیا کہ اپنا ڈاکٹر رابنسن بھی تو یہیں رہتا ہے۔ چلو مل لیں۔“

عمران نے کہا۔
”حیرت ہے اتنی سیدھی اور صاف سی بات پہلے میری

میں کیوں نہیں آئی۔ کیا تم نے کوئی جادو وغیرہ تو نہیں سیکھا کہ تمہارے یہاں آتے ہی میری عقل غائب ہو گئی ہے۔“

ڈاکٹر رابنسن نے اپنے انڈے کے چھلکے کی طرح صاف سر پر ہاتھ پیرتے ہوئے بے اختیار لہجے میں کہا۔

تھی۔ عمران نے چانی نکال کر صفدر کو دی جو اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اور صفدر نے نیچے اتر کر پیناک پر لنگھوا تاکا کھولا اور دھکیل کر پرانے انداز کا بنا ہوا پیناک کھول دیا۔ عمران کا راند ریتا لگ گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ سب پورچ میں کار رکھتے ہی باہر نکل آئے۔ وہ سب حیرت بھرے انداز میں اس غلیظ الشان اور محل مناکو کھچی کو دیکھ رہے تھے۔

”کیسا دیکھ رہے ہو۔ اس سے خوب صورت رہائش گاہ پورے دارالحکومت میں اور نہیں ملنی۔ ڈاکٹر تو مردم بیزار ہے۔ اس لئے شہر سے دور جا بسا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا اب ہم نے یہاں مستقل رہنا ہے۔“ جولیانے کہا۔

”اگر تم چاہو تو ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ میں ابھی باقی سب کو بنگا دیتا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیانے جینینپ کو منہ پر سے کر لیا۔ فقروں کے مفہوم لانے میں عمران کا کوئی تامل نہیں تھا۔ وہ اچھے بننے سیدھے سادھے فخرے کا مفہوم اس طرح بان دیتا تھا کہ فقرہ بولنے والا خواہ مخواہ جینینپ جاتا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ سب کوشی میں گھوم پھر کر اس کا اچھی طرح جائزہ لے چکے تھے۔

”ماں۔ اب بتاؤ کہ سردار احمد حسین کو تم نے ایف ڈی

کے ہیڈ کوارٹر کا جو پتہ دیا تھا وہ کہاں سے حاصل کیا تھا کیا کسی نجومی کی خدمات حاصل کی تھیں۔“ عمران نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”پہلے آپ بتائیں کہ آپ وہاں کیسے پہنچ گئے۔ اس کے بعد ہم بھی آپ کو تفصیل بتائیں گے۔“ درنہ نہیں۔“ صفدر نے کہا۔

”اچھا تو تویر کے لیڈر بننے ہی تم میں بھی بلیک میلروں عیسیٰ خصوصیات آگئیں۔“ دیے تم لوگوں نے تویر کو اتنا بڑا اعزاز بخش کیسے دیا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے عمران صاحب۔ تویر نے وہ کام کر دکھائے ہیں کہ ہم سوچ رہے ہیں کہ آپ کو ان کا شاگرد بنا دیں۔“ صفدر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جوش میں آ کر ایف ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر حملے اور وہاں سے نکلنے کے تمام واقعات تفصیل سے بتا دیئے۔ اس کے بعد چوہان کا کارنامہ کہ کس طرح اس نے ان کا نیا اڈہ دیکھ لیا تھا۔“ صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تویر کو دیکھنے لگا۔ تویر فخریہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”کمال ہے یہی۔“ واقعی تویر میں تو بے پناہ خصوصیات ہیں۔ میں تو اب تک اپنی سمجھتا رہا کہ اسے بس عشق کرنا ہی آتا ہے۔“ عمران نے بڑے پُر غلوں لہجے میں کہا۔ اور تویر مسکرا دیا۔

”عمران صاحب۔ اس بار تو نعمانی۔ صدیقی۔ چوہان سب نے ہی کام دکھا یا ہے۔ چوہان اگر اندر آتے ہوئے ہم کو فصائیں ہی کیج کر کے والیس پھینکنے کا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیتا تو یقین کیجئے جاری قبریں دیں بتیں۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔“

”مطلب یہ ہوا کہ اس بار صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں ہی پیچھے رہے اور باقی اس میں آگے بڑھ گئے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ تو موقع ملنے کی بات ہے۔“ تنویر نے فوراً صفدر اور کیپٹن شکیل کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ عین موقع پر وہاں کیسے پہنچ گئے۔“ صفدر نے کہا۔“

اور عمران نے ذرا سی بات بدل کر انہیں بتایا کہ کس طرح میجر ہیرس کو آنے والی کرنل بمیرن کی کال اس نے سنی۔ اور اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ مقام پر رید کرنے والے ہیں۔ چنانچہ میں ان سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔ باقی باتیں تم زیادہ جانتے ہو۔“ نعمانی۔ ذرا خون اٹھاؤ۔ میں ذرا سر وادج سے بات کروں۔“

اس ایف ڈی کا کیا ہوا۔ اب تک تو ریڈ جو چکا ہو گا۔ عمران نے کمرے کے کونے میں رکھی ہوئی چھوٹی میز پر بیٹے ہوئے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نعمانی سے کہا۔ اور نعمانی نے اٹھ کر فون اٹھایا۔ اور اُسے لاکر عمران کے سامنے درمیانی میز پر

رکھ دیا۔

”کیا ممبر تھا۔ سر وادج حسین کی رہائش گاہ کا۔“ عمران نے رسیور اٹھاتے ہوئے صفدر سے پوچھا اور صفدر نے نمبر دوسرا دیا۔

”ہیلو۔ وزیر خاں جہاؤس۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔“

”سر وادج حسین صاحب سے بات کرو۔ میں پاکیزہ شہ سے عمران بول رہا ہوں۔ ایک ٹوکا کو حوالہ دے کر بات کرو۔“ عمران نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”اوہ لیس۔“ ہولڈ کیجئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کہا گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد سر وادج حسین کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ وادج حسین سپیکنگ۔“ سر وادج حسین کے لہجے میں عجیب سی مسرت پہاں تھی۔ اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ دیکھ گیا تھا کہ چھاپہ کامیاب رہا۔

”سر وادج حسین میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سنائیے۔ ایف ڈی کے سید کو آرڈر پر چھاپے کا کیا نتیجہ نکلا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ عمران صاحب۔ آپ بھی یہیں ہیں۔ لیکن سید کو آرڈر کی اطلاع دینے والے تو کوئی اور صاحب تھے۔“ سر وادج حسین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں وہ فاسٹ ڈیٹھ دالے لوگ تھے۔ انہیں میں نے کہا تھا۔
 کہ آپ کو اطلاع دے دیں۔ عمران نے مسکرا کر ممبرز کی
 طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور تنویر کا منہ بن گیا۔ کہ محنت تو انہوں
 نے کی اور اب کم بیڑٹ عمران لے رہا ہے۔ جب کہ صفدر اور
 کیپٹن شکیل مسکرا دیئے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران اپنا تعلق
 براہِ راست فاسٹ ڈیٹھ سے ثابت نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے
 ایسی بات کر رہا ہے۔

”فوج کے دستے نے وہاں چھاپہ مارا ہے۔ وہاں موجود چار افراد
 کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ وہاں سے ایسا سامان اور ایسی فائلیں
 ملی ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ایف۔ ڈی جس کا پورا نام
 فیس آف ڈیٹھ ہے۔ اسرائیل کی خفیہ تنظیم ہے۔ اور ان کا
 مشن بھاشانہ میں انقلاب لاکر کافرستان کی مرضی کی حکومت
 لانا ہے۔ یہ تنظیم اسرائیل اور کافرستان کی سازش سے کام کر رہی
 ہے۔ بہر حال وہاں سے اتنا ثبوت مل گیا ہے کہ ہم نہ صرف
 اپنی عوام کو مطمئن کر سکتے ہیں بلکہ بین الاقوامی طور پر کافرستان
 اور اسرائیل کو غراب کر سکتے ہیں۔ صبح کے اخبارات میں تمام
 تفصیل آرہی ہے۔ تم لوگوں نے واقعی اپنے دعوے کے مطابق
 حیرت انگیز رفتار رہی سے کام کر دکھایا ہے۔ صدر مملکت
 بھی بے حد خوش تھے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ سر سلطان سے
 بات کروں کہ آپ کا فون آگیا۔“ سر واجد حسین نے
 مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ چاروں آدمی جو گرفتار ہوئے ہیں وہ اس وقت کہاں
 ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”وہ فوج کی تحویل میں ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ لیکن
 ابھی ابھی مجھے ٹھہری سیکورٹی سروس کے چیف نے اطلاع دی
 ہے کہ یہ چاروں عام ممبر ہیں۔ اصل سرغنہ ریڈ کے وقت
 ہیڈ کوارٹر میں موجود نہ تھا۔ اس کا نام کرنل چارلس بتایا گیا ہے۔
 بہر حال ابھی ان سے مزید پوچھ گچھ ہوگی۔“ سر واجد حسین
 نے کہا۔

”اور کسے۔“ ان کا خیال رکھنا۔ کہیں یہ لوگ فرار نہ ہو جائیں۔
 سرغنہ بھی پکڑا جائے گا۔ آغاز تو ہوا۔“ عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ وہ جمود تو ٹوٹ گیا ہے۔ اسے ہاں سیکورٹی سروس
 کے چیف کیپٹن تیزی نے بھی اطلاع دی ہے کہ اس نے
 ایف۔ ڈی کے ایک خاص ایجنٹ میجر نثار کو پکڑا۔ لیکن وہ لڑائی
 میں مارا گیا ہے۔ اس کی لاش بھی بین الاقوامی ممبرین کے
 سامنے بطور ثبوت رکھنے کے لئے محفوظ کر لی ہے۔ اب بس سرغنہ
 مل جائے تو یہ مسئلہ ختم ہوگا۔“ سر واجد حسین نے کہا۔
 ”وہ بھی مل جائے گا۔ غنہ مل گیا ہے تو سہ آگیا کہاں جا
 سکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور سر واجد حسین بے اختیار
 ہنس پڑے۔

”اچھا اجازت۔ گڈ بائی۔“ عمران نے کہا اور پھر

دوسری طرف سے بات سے بغیر سیور رکھ دیا۔

”چھاپہ جزدی طور پر کامیاب رہا ہے۔ کرنل چارلس نکل
جلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ عمران نے سیور رکھ کر
ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے اب ریڈ آرمی اور یہ کرنل چارلس باقی رہ
گئے ہیں انہیں ڈھونڈھنا ہے۔“ صفدر نے کہا۔

”کرنل ہمیرنگ کا ہیڈ کوارٹر تو مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ چوٹان نے
ذی شان کالونی میں جس جگہ موٹر سائیکل کھڑا کیا تھا۔ وہیں قریب
ہی اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ شاید ساتھ والی کو بھی ہو۔“

عمران نے سرتلاتے ہوئے کہا۔

”دادہ عمران صاحب۔ اب مجھے خیال آرہا ہے کہ وہیں

سے میرے پیچھے نیلے رنگ کی نئے ماڈل کی سیڈان لگی تھی۔

چوں کہ اس وقت مجھے کسی کے تعاقب کا خیال تک نہ تھا۔ اس

لئے میں نے کہہ تو جہ نہ دی تھی۔ وہ نیلے رنگ کی سیڈان

میں نے عالم گیر ٹاؤن پہنچے تک کسی بار دیکھی تھی۔“ چوٹان

نے جواب دیا۔

”ارے پھر تو مسئلہ حل ہو گیا۔ اس نیلے رنگ کی سیڈان کو تو آسانی

سے ڈھونڈھا جاسکتا ہے۔ کیا خیال ہے۔“ چوٹان نے جوابی

کارروائی کی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل ہونی چاہیے۔ وقت کیوں ضائع کیا جائے۔“ تنویر

نے فوراً ہی کہا۔

”لیکن اب لیڈری کا کیا فیصلہ ہو گا۔ کون لیڈر ہو گا۔“
صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھئی میں تو اعزازی اداکار ہوں۔ لیڈر تو فاسٹ ڈیٹھ کا تنویر
ہی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور تنویر کا عمران کی آمد کے بعد سکرٹا ہوا سینہ ایک بار پھر
پھولتا گیا۔



میں پادرواٹھاس کے کی طرف جانے والی سڑک دونوں
کے ایک چھوٹے سے فخرے کے اندر سے ہو کر گزرتی تھی۔ اور
چوں کہ یہ سڑک شہر سے صرف مین پادرواٹھاس تک ہی جاتی تھی۔
اس لئے اس پر صرف پادرواٹھاس کی گاڑیاں ہی گزرتی تھیں۔ البتہ
نفٹ کی تبدیلی کے وقت اس سڑک پر بے پناہ رش ہو جاتا
تھا۔ کیوں کہ سینکڑوں بڑاؤں کی تعداد میں پادرواٹھاس

کی بجائے کوئی لاش ہو۔ اس کے جسم پر مین پاور ہاؤس کے مزدوروں جیسی پرانی سی بوئی فارم تھی۔ جو جگہ جگہ سے بھیٹی ہوئی اور مسلی ہوئی نظر آرہی تھی۔

جیب تیزی سے اسی ذخیرے کی طرف ہی بڑھی چلی آرہی تھی۔ اور درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے سب افراد بڑے چوکنے اور مستعد نظر آنے لگے تھے۔ ہارسن نے بغل میں لٹکی ہوئی مشین گن اتار کر ماتھ میں پکڑ لی تھی۔ ان کا منصوبہ ہی تھا کہ سڑک پر لاش بڑی دیکھ کر کرنل عمر لانا جیب روکے گا۔ اور نیچے اتر کر لاش کو دیکھے گا۔ اسی وقت کرنل عمر پر قابو پایا جائے گا اور اس کی جگہ کراؤڈ لے لے گا۔

جیب جیسے ہی ذخیرے میں داخل ہوئی۔ اس کی رفتار ایک جھٹکے سے آہستہ ہو گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کراؤڈ جیسے خدو قامت کا آدمی فوجی وردی میں بیٹوس بیٹھا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔ جیب میں وہ اکیلا تھا۔ یہ مین پاور ہاؤس کی پیشل سیکورٹی کا انچارج کرنل عمر تھا۔ جو معمول کے مطابق حقے بند اپنے پچوں میں چند گھنٹے گزار کر واپس ڈیوٹی پر جا رہا تھا۔

جیب سڑک پر پڑے ہوئے آدمی کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ کرنل عمر اب ہارسن کے بالکل سامنے تھا۔ اس کی تیز نظریں سڑک پر پڑے ہوئے آدمی پر جمی ہوئی تھیں۔ جو ٹیڑھے میڑھے انداز میں سڑک پر پڑا ہوا تھا۔ کرنل عمر یقیناً ضرورت سے زیادہ محتاط قسم کا آدمی تھا۔ اس نے چند لمحوں تک سڑک پر پڑے

ہوئے آدمی کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس نے غور سے ادھر ادھر دیکھا وہ خاص طور پر سڑک کے کناروں کی زمین کو چیک کر رہا تھا۔ اُسے شاید قدموں کے نشانات کی تلاش تھی۔ لیکن اور گرد و اپنی گھاس ہونے کی وجہ سے قدموں کے نشانات کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ البتہ اس کی نظریں ایک جگہ جم گئیں جہاں گھاس اس انداز میں مسلا ہوا تھا جیسے وہاں سے کوئی حال ہی میں گزرا ہو۔ ہارسن ہونٹ پیچھے خاموش کھڑا تھا۔ اُسے کرنل عمر کی طرف سے اس طرح کی احتیاط کی ہرگز توقع نہ تھی۔ اس کا تو خیال تھا کہ کرنل عمر لاش دیکھتے ہی جیب روکے گا۔ اور انسانی نفسیات کے مطابق اچھل کر نیچے آئے گا۔ لیکن کرنل عمر اس کی توقع کے برعکس نکلا۔ ہارسن دراصل چاہتا تھا کہ کرنل عمر نیچے اترے تب اس پر حملہ کیا جائے۔ درنہ وہ جیب کے اندر بھی کرنل عمر پر گولی چلا سکتا تھا۔ لیکن اس طرح جیب پر خون یا دوسرے نشانات پیدا ہو سکتے تھے جن کی وجہ سے سیکورٹی کے دوسرے لوگ چونک سکتے تھے۔ اس نے وہ خاموش کھڑا تھا۔

چند لمبے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کرنل عمر نے ایک طویل سانہ لیا اور پھر وہ اچھل کر جیب سے نیچے اتر آیا۔ اس کا ہاتھ ہولسٹر میں رکھے ہوئے رہا اور کے دستے پر جا ہوا تھا۔ اُسے شاید اور گرد کے ماحول کی طرف سے تسلی ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ نیچے اتر آیا۔ جیب سے اتر کر وہ تیزی سے سڑک پر پڑے ہوئے

اونی کی طرف بڑھا۔ اور اسی لمحے ہارسن نے مشین گن کا رخ کرنل عمر کے سر کی پشت کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ ریٹ ٹیٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی کرنل عمر دھکا کھا کر اچھلا اور اس نے مڑنے کی کوشش کی مگر فائرنگ مسلسل جاری تھی۔ دوسرے لمحے وہ ایک دھماکے سے ہاتھ پاؤں فضا میں جلتا ہوا سڑک پر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی ہارسن نے فائرنگ بند کر دی۔ سڑک پر پڑا ہوا آدمی فائرنگ شروع ہونے ہی بجلی کی سی تیز رفتار سے سمٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر ترک کے کنارے پر پہنچے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح وہ فائرنگ کی زد میں آنے سے بچ گیا۔

کرنل عمر کے پیچھے گرتے ہی درختوں کے پیچھے موجود افراد تیزی سے باہر کی طرف نکلے۔ اور ان میں سے دو کرنل عمر کو گھسیٹ کر تیزی سے سڑک سے ہٹا کر دور ذخیرے کے اندر لیتے گئے۔ جب کہ باقی افراد نے عیبوں سے بڑے بڑے رومال نکالے اور انتہائی تیز رفتار سے سڑک پر پھیلنا شروع کیا۔ ان رومالوں میں جذب کرنے لگے۔ ان کے ہاتھ انتہائی تیز رفتار سے چل رہے تھے۔ اور چند لمحوں بعد ہی سڑک پہلے کی طرح صاف ہو چکی تھی۔

سیدٹ سنبھالو۔ ہارسن نے تیز لہجے میں کہا۔ اور کراؤڈ جو کرنل عمر کے میک اپ اور یونی فارم میں

میں تھا سر ملتا ہوا درخت کے پیچھے سے نکلا اور اچھلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جیب کا انجن چل رہا تھا۔ اس نے بیٹھے ہی جیب کو آگے بڑھایا۔ اور جیب دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ کراؤڈ بڑے اطمینان سے بیٹھا جیب چلا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں کرنل عمر کی تمام عادات۔ انداز گفتگو۔ چلنے کا انداز۔ اور اسی قسم کی تمام تفصیلات محفوظ تھیں۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ کرنل عمر کے پین پاور یاؤس میں ساتھی کون کون سے ہیں اور کرنل عمر ان سے کیسے پیش آتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد مین پاور یاؤس کی کپساؤنڈ وال نظر آنے لگا۔ گئی۔ دیاں فوج کے دستے بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے۔ سڑک پاور یاؤس کے مین گیٹ تک چلی گئی تھی۔ جہاں فوج کے ساتھ ساتھ سیکورٹی والوں کا پہرہ تھا۔ کراؤڈ کی جیب جیسے ہی گیٹ پر پہنچی۔ اس نے جیب کو ایک سائیڈ میں دھکا دیا اور اچھلا کر نیچے آ گیا۔ سیکورٹی کے افسران اور فوجی دستے نے اُسے سیلوٹ کیا۔ وہ ملتا ہوا سائیڈ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ سائیڈ گیٹ میں موجود فوجی افسر جو کمپن رینک کا تھا اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور پھر سائیڈ گیٹ کے پاس پہنچا۔ اس کے سامنے گردیل۔ کراؤڈ سے بڑے اطمینان سے سائیڈ میں رکھے ہوئے قلم دان سے ایک تمکینیا اور دستہ میں بھرے ہوئے خانوں کے آخری خالی خانے کے آخر میں دستخط کر دیئے۔ اس

نے کرنل عمر کے دستخطوں پر بڑی محنت کی ہوئی تھی۔ اس لئے اُسے
 اطمینان تھا کہ ان میں رتی بھر بھی فرق نہیں آئے گا۔
 سب اور کے سے۔ یا کوئی گڑبڑ۔ کوئی مشکوک آدمی
 کراؤ ڈنے دستخط کر کے قلم بجائے واپس قلم دان میں رکھنے کے
 میز پر رکھتے ہوئے کیپٹن سے پوچھا۔ یہ بھی کرنل عمر کی مخصوص
 عادت تھی کہ وہ اپنے قلم کی بجائے قلم دان سے قلم لے کر دستخط
 کرتا تھا۔ اور پھر اُسے قلم دان میں رکھنے کی بجائے میز پر
 ہی چھوڑ دیتا تھا۔

نوسر آل۔ اوکے۔ کیپٹن نے مستعد ہجے
 میں جواب دیا۔ اور کراؤ ڈسر ملاتا ہوا واپس مڑا۔ اور اپنی جیب
 کی طرف بڑھتا گیا۔ اس کے جیب میں بیٹھتی سی گیٹ کھول
 دیا گیا۔ اور کراؤ ڈ جیب دوڑاتا ہوا اچھٹ کر اس گر گیا۔
 تحیٹ سے ذرا آگے جا کر ایک اور چینگ پوسٹ تھی۔

جہاں صرف یکورٹی کے افراد موجود تھے۔ یہ سب کرنل عمر
 کے ماتحت تھے۔ ساتھ ہی ایک بڑا سا شیڈ بنا ہوا تھا جس میں
 ایک لمبی میز بڑی تھی۔ جس پر پاور یاؤس میں آنے والے سامان
 کو کرنل عمر چیک کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ آنے والوں
 کی جامعہ تلاشی لیتے تھے۔ چوں کہ شفٹ تبدیل ہونے کا
 وقت قریب تھا اس لئے کراؤ ڈ شیڈ کے ساتھ بنے ہوئے اپنے
 مخصوص دفتر میں جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے نائب نے
 مختلف کاغذات اس کے سامنے رکھے اور کراؤ ڈ کرنل عمر کے

سے انداز میں کاغذات کو چیک کر کے ان پر دستخط کرتا رہا۔
 تقریباً آدھے گھنٹے بعد سامان بجنے کی آواز سنائی دی۔
 یہ شفٹ کی تبدیلی کا سامان تھا۔ اور سامان کی آواز سننے
 ہی کراؤ ڈ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور تیزی سے باہر آ گیا۔
 سیکورٹی انفران بھی اب شیڈ میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ یہ
 شیڈ باہر سے آنے والوں کی چینگ کے لئے تھا۔ باہر جانے
 والوں کے لئے دوسری طرف علیحدہ شیڈ تھا۔ جہاں کرنل عمر کا
 اسسٹنٹ اس کی جگہ کام کرتا تھا۔ کرنل عمر چوں کہ آنے
 والوں کی طرف سے زیادہ ہوشیار رہتا تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز
 اندر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکیں جو پاور یاؤس کے لئے
 خطرناک ثابت ہو سکے۔ اس لئے اندر جانے والوں کی
 نگرانی وہ خود کرتا تھا اور انتہائی سختی سے چینگ کرتا تھا۔
 کراؤ ڈ کرنل عمر کی جگہ پر کھڑا ہوا۔ آنے والے اب اندر آ کر
 اس شیڈ میں اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان کا سامان وغیرہ میز پر رکھ
 دیا گیا تھا۔ کراؤ ڈ ایک ایک بیگ کو خود کھولتا۔ اُسے چیک
 کرتا اور پھر اس پر چاک سے اپنے دستخط کر دیتا۔ ان کے دستخطوں
 کے بغیر کوئی سامان اندر نہ جاسکتا تھا۔

کراؤ ڈ سامان چیک کر کے آگے بڑھتا گیا جب کہ اس کے
 ساتھ جامعہ تلاشی لے لے کر آنے والوں کو آگے بڑھاتے جا
 رہے تھے۔ اور چند لمحوں بعد چیف انجنیئر آگے بڑھا۔ اس
 نے اپنا بیگ ہاتھ میں ہی پکڑا ہوا تھا۔ کراؤ ڈ نے چونک کر

اس کی طرف دیکھا اور چیخ اٹھ کر مہر مارا۔ کراؤ نے سر ہلایا اور چیخ اٹھ کر چیخ اٹھ کر مہر مارا۔ اس کے سامنے رکھ دیا۔ یہ ایک خاصا بڑا برکت کیس تھا۔ کراؤ نے اس کے اوپر لگی ہوئی زپ کو ایک جھٹکے سے کھولا تو چیخ اٹھ کر مہر مارا۔ ایک لخت زرد پڑ گیا۔ کراؤ نے زپ کھولنے کے ساتھ ہی اُسی تیز رفتاری سے اُسے بند کیا اور پھر چاک سے بیگ پر اپنے دستخط کر دیئے۔ چیخ اٹھ کر مہر مارا۔ کراؤ نے جلدی سے بیگ اٹھایا اور اطمینان بھرے بحال ہو گیا۔ اس نے جلدی سے بیگ اٹھایا اور اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا اندرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کراؤ اُسی طرح دوسرے سامان کی مکمل چیکنگ میں مصروف رہا۔ اور تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ فارغ ہوا۔ آنے والے تمام افراد اندر جا چکے تھے۔

یہ ڈیوٹی بے حد سخت ہے۔ بنجانے یہ جنگی حالات کب ختم ہوں گے۔ کراؤ نے بے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھیوں نے سر ہلادیا۔ کراؤ دراصل اپنی سیاری کے لئے ابھی سے حالات کو سازگار کر لینا چاہتا تھا۔ وہ دفتر میں آکر بیٹھ گیا۔ اور چنلے سانس لینے کے بعد وہ معمول کے مطابق اٹھا اور اپنے اسسٹنٹ اور ڈرائیور کو ساتھ لے کر جیپ میں سوار ہو کر پاور ہاؤس کے جنرل راؤڈ پر نکل کھڑا ہوا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ تقریباً تمام شعبوں کا اندرونی راؤڈ مکمل کرنے کے بعد وہ واپس اپنے دفتر پہنچ گیا۔

اور پھر دفتر کے ساتھ بنے ہوئے ریسٹ روم میں جا کر آرام کر سکی۔ پریسٹ کو اس نے ٹانگیں پھیلالیں۔ اور دلی سے چائے کا کپ لاکر ساتھ والی میز پر رکھ دیا۔ اور کراؤ ڈھانچے بیٹھے اور اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ چائے ختم کرنے کے بعد اس نے ہاتھ میں کپڑا ہوا اخبار اپنی آنکھوں پر رکھا اور پھر آرام کرنے کے لئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مگر کئی عمر چوں کہ ایسی طرح کرتا تھا اس لئے کراؤ ڈھبھی پوری طرح اس کی پیروی کر رہا تھا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ چیخ اٹھ کر مہر مارے۔ روپ میں بیٹھو الیف۔ مگر کوئی طریقہ سے میں ٹرانسفارمر میں نصب کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ تاکہ اس کی جان اس سخت ترین ڈیوٹی سے آج ہی چھوٹ جائے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بنجانے کون کس طرح اس قدر سخت ڈیوٹی کو روزانہ نبھاتا تھا۔ شاید فوج کی سخت ترین ٹریننگ نے اُسے اس قابل بنادیا تھا۔ ورنہ کراؤ تو ایک ہی بار میں خاصا ٹھک گیا تھا۔

بہر حال وقت گزرتا رہا اور پھر صبح کا ذب سے ذرا پہلے کراؤ اٹھا اور واپس دفتر میں آکر بیٹھ گیا۔ ساری رات اس نے اُسی آرام کر سکی پر سہی لیٹے لیٹے گزار دی تھی۔ چوں کہ وہ ذہنی اور اعصابی تناؤ کی وجہ سے سو نہ سکا تھا۔ اس لئے اس کی آنکھوں میں ملکی سی سرخی تیر آئی تھی۔ اور جب بے پر بھی تھکن کے آثار نمایاں تھے۔

اب جانے والوں کی شفٹ کو اس نے جھگڑانا تھا۔ کیوں کہ کرنل عمر کا طریقہ کار یہی تھا کہ ایک شفٹ وہ جانے والوں کی اور ایک شفٹ آنے والوں کی خود چیک کرتا تھا۔ اسی لئے بارسن نے اس کا پادر ہاؤس میں پہنچنے کا ایسا وقت مقرر کیا تھا کہ وہ چیف انجینئر کے اندر جاتے وقت بھی اُسے خود چیک کرے اور اس کے باہر جاتے وقت بھی وہی چیک کرے۔ ہتھوڑی دیر بعد سائرن بجا اور کراؤڈ اٹھ کر باہر رشید میں آگیا۔ اب فیکٹری کے اندر سے لوگ نکل نکل کر اس شیڈ میں جمع ہو رہے تھے۔ کراؤڈ ان کی تماشائی میں مصروف ہو گیا۔ ہتھوڑی دیر بعد چیف انجینئر وہی جگہ اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ کراؤڈ نے چوتک کر اُسے دیکھا اور چیف انجینئر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلادیا۔ کراؤڈ نے اس کی تماشائی یعنی شروع کر دی۔

”اور کسے“۔ چیف انجینئر نے آہستہ سے کہا۔ اور کراؤڈ نے اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے اُسے باہر جانے کا اشارہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔ ان کا اہم ترین مشن کامیاب ہو گیا تھا۔ اب صرف یہاں سے نکلنا باقی رہ گیا تھا۔

چیکنگ سے فارغ ہو کر کراؤڈ جب اپنے دفتر جانے لگا تو اچانک لڑکھڑاسا گیا۔ اور پھر وہ دل پر ہاتھ رکھ کر قدمے جھبکا۔

”کیا ہوا؟“ کیا ہوا؟۔ اس کے ایک اسسٹنٹ نے جلدی سے اُسے سنبھال لیا۔

”پانی لاؤ۔ جلدی۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔“ کراؤڈ نے پھٹے پھٹے لہجے میں کہا۔

اور دوسرا اسسٹنٹ دوڑتا ہوا دفتر میں گیا۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس نے پانی کا گلاس لاکر کراؤڈ کے ہاتھ میں دے دیا۔ سیکورٹی کے تمام افسران اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان سب کے چہروں پر تشویش کے آثار تھے۔ کراؤڈ نے پانی پیا اور پھر گلاس واپس کر دیا۔

”جمیل“۔ کراؤڈ نے اپنے چیف اسسٹنٹ سے مخاطب ہو کر آہستہ سے کہا۔

”ایس۔“ چیف اسسٹنٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میں ڈاکٹر مریش کے پاس جا رہا ہوں تاکہ اچھی طرح چیکنگ ہو سکے۔ تم میرے پیچھے کام سنبھال لینا۔“ کراؤڈ نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔“ آپ اچھی طرح چیک کر آئیں۔ ریسیٹ کریں۔ کام صبح طور پر ہوتا رہے گا۔“ چیف اسسٹنٹ نے کہا۔

”جنگامی حالات میں بھی تو نہیں ملتی۔“ کراؤڈ نے لٹ پٹ پھینچتے ہوئے کہا۔

”س۔۔۔ صحت سے اوپر کوئی چیز نہیں۔ آپ کچھ روز
ویسے ریسٹ کر لیں۔ یہاں کون سی آپ کی چیکنگ ہو رہی ہے۔
جب آپ پوری طرح فٹ ہو جائیں تو آجائیں۔“ چیف
اسسٹنٹ نے کہا۔ اور کراؤڈ سر ملاتا ہوا جیپ کی طرف
بڑھ گیا۔
”ڈرائیور کو بلاؤں۔“ چیف اسسٹنٹ

نے کہا۔
”نہیں۔۔۔ میں خود جاؤں گا۔“ کراؤڈ نے کہا۔ اور
جیپ میں بیٹھ کر اس نے اپنے عملے کو الوداعی ہاتھ ملایا۔ اور
جیپ موٹر کرتی تیزی سے آؤٹ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
آؤٹ گیٹ پر جیپ روک کر اس نے ڈیوٹی ٹیریڈر کو دیکھ کر
کہا۔
”کیپٹن نے قریب آکر فوجی انداز میں
سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”میری طبیعت کچھ گرد بڑھی ہو رہی ہے۔ میں ڈاکٹر کے پاس
جار رہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔“ کراؤڈ نے اس سے
مخاطب ہو کر کہا۔

”یہیں۔۔۔ بے فکر رہیں سر۔“ کیپٹن نے جواب
دیا اور کراؤڈ نے سر ملاتے ہوئے جیپ آگے بڑھا دی۔
آؤٹ گیٹ کراس کر کے سڑک پر پہنچے ہی اس نے اطمینان
کا ایک طویل سانس لیا۔

شہر پہنچ کر اس نے جیپ ایک تنگ سی گلی میں موڑ دی اور اُسے
روک کر وہ تیزی سے نیچے اترا اور اس نے ایک مکان کے دروازے
پر دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔ دروازہ
کھولنے والا مارسن خود تھا۔
”آؤ۔۔۔ سب اور کے بے نال۔“ مارسن نے اُسے
دیکھتے ہی پوچھا۔

”یہیں۔۔۔ کراؤڈ نے کہا اور پھر دروازے کے اندر
داخل ہو گیا۔ مارسن نے دروازہ بند کر دیا اور اس کے ساتھ گیا۔
یہ ایک بڑی عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اس عمارت کے سامنے
کے رخ ایک کمرشل سنٹر بنا ہوا تھا۔ جب کہ عقبی حصے میں ایک
بڑا ریالٹی یونٹ تھا۔

”میسو بھی پہنچ گیا ہے۔ اس نے بھی او۔ کے رپورٹ دی ہے۔
چیف باس بھی آئے ہوئے ہیں۔“ مارسن نے کراؤڈ سے
مخاطب ہو کر کہا۔

”چیف باس۔۔۔ اور یہاں ہمارے ہیڈ کوارٹر میں۔“
کراؤڈ نے جو مارسن کا نمبر ٹوا اور اس کا دست راست تھا پوچھتے
ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔“ ہیڈ کوارٹر پر فوج نے ریڈ کر دیا۔ یہ تو لشکر ہے
کہ چیف باس اور ان کا گروپ اس وقت ہیڈ کوارٹر سے باہر
گھاٹ۔ مارسن نے سبر ملاتے ہوئے کہا۔

”فوج نے ریڈ کر دیا۔ کیا مطلب باس۔ فوج نے کیسے

رید کر دیا۔ کراؤ نے حیرت سے بڑی طرح چونکتے ہوئے

پوچھا۔

اس بات پر تو سب حیران ہیں کہ آخر حکومت کو اس ہیڈ کوارٹر
کھا کیسے پتہ چلا۔ اس ہیڈ کوارٹر کا تو رید آرمی تک کو علم نہ
تھا۔ مارسن نے جواب دیا۔ اور پھر وہ اُسے لئے ہوئے ایک
بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔

اس کمرے میں ایک بڑی میز کے پیچھے چیف باس کرنل چارلس
موجود تھا۔ اس کا چہرہ سستا ہوا اور قدرے پشمرہ سا نظر آتا

تھا۔ "کیا رپورٹ ہے۔" کرنل چارلس نے مارسن کے ساتھ

ایک فوجی کو دیکھتے ہی چونک کر کہا۔ یوں کہ مارسن اُسے پہلے ہی
بریف کر چکا تھا کہ کرنل غمر کی جگہ کراؤ ڈکوبھیجا گیا ہے۔ اور
وہ داپسی میں ہیں اگر رپورٹ دے گا۔ اس لئے کرنل چارلس
زیادہ پریشان نہ ہوا۔

"باس۔ سب کام ادرے ہے۔ اب مین پاور ہاؤس

ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم جب چاہیں اور جس وقت چاہیں اُسے
پہیں بیٹھے بیٹھے مکمل طور پر تباہ کر سکتے ہیں۔ مارسن نے
مسکراتے ہوئے اور فاختانہ لہجے میں کہا۔

"جگہ۔ کافی دونوں کے بعد یہ پہلی اچھی خبر سنی ہے۔ لیکن اچھی
آؤٹلڈ کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں آئی۔ حالانکہ ہمارا خیال تھا
کہ آؤٹلڈ ڈیوڈ لاماشن پاور ہاؤس کے قتل سے پہلے ہٹ ہو جائے

گا۔ کرنل چارلس نے کہا۔

"باس۔ آپ کے آنے سے پہلے آؤٹلڈ نے کال کی تھی۔ وہ
آؤٹلڈ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ابھی وہ اُسے ہٹ کرنے
میں کامیاب نہیں ہو رہے۔ ان کا خیال ہے کہ آج رات
وہ اسے ہٹ کر لے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مارسن
نے جواب دیا۔

"ادھ چلا۔ پھر ایسا ہے کہ ابھی ہم ایف۔ ڈی کی طرف
سے یہ اعلانات کر دیتے ہیں کہ اگر حکومت فوری طور پر مستعفی
نہ ہوئی تو پہلے ایک بڑا دھماکا بطور نمونہ کیا جائے گا۔ اور
اس کے بعد مین پاور ہاؤس تباہ کر دیا جائے گا۔ اس طرح حکومت
اور عوام کی خوش فہمی بھی دور ہو جائے گی کہ انہوں نے ایف۔ ڈی
کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ مار کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مہم نے ابھی
صدر مملکت کی تقریر سنی ہے۔ انہوں نے کس طرح فخریہ انداز میں
اس بات کا اعلان کیا ہے۔" کرنل چارلس نے ہوش کاٹتے
ہوئے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ ضروری ہے۔" مارسن نے تو کھل کر اسرائیل
اور کافرستان کا بھی نام لے دیا ہے۔ اور یہ اعلان کیا ہے کہ ان
کے قبضے میں ایسے ثبوت موجود ہیں جنہیں وہ بین الاقوامی مبھروں
کے سامنے پیش کر دیں گے۔ مارسن نے جواب دیا۔

"میں ایک فائل ایسی ہے۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر پر
حکومت اس طرح رید کر دے گی۔ بہر حال اب جو ابی کارروائی

انتہائی ضروری ہے۔ اسرائیل اور کافرستان نے تو بہر حال سرکاری سطح پر اس کی تردید کر دینی ہے۔ اور اس فاکل کو خود ساختہ اور جعلی قرار دے دینا ہے۔ لیکن ظاہر ہے صدر بھاشا نے کی اس تقریر نے ہمارے ملک کے اعلیٰ حکام میں کھلبلی مچا دی ہوگی۔ سپر لانگ ریجن ٹرانس میٹر بھی حکومت کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ ورنہ اب ملک ہماری جواب طلبی بڑے سخت انداز میں جو بھی ہوئی بہر حال میں نے تو انہیں کسی نہ کسی طرح رپورٹ دینی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ رپورٹ دیتے وقت ہماری پوزیشن اس وقت سے زیادہ مضبوط ہو۔ کرنل چارلس نے کہا۔

”میں باس۔ یہ درست ہے۔“

جواب دیا۔
”ٹرانس میٹر آرئلڈ کو کال کرو۔ اور مجھ سے بات کرو اور بتا کہ اس سے جتنی پروگرام بنا کر میں اعلان نشر کروں۔“ کرنل چارلس نے کہا۔
”نشر کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اعلان کرنا ہے۔“

مارسن نے چومکتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ میں سی۔ ایف کو استعمال کروں گا۔“
کرنل چارلس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”ادھ ہاں۔ کمیونیکیشن فریڈ ریڈیو سی۔ ایف کے ساتھ یہ آسانی سے ہو جائے گا۔ لیکن باس۔ سی۔ ایف یہاں کیسے آئے گا۔“

”مہارے پاس ٹی۔ ایف وائرلیس آپرٹنگ مشین موجود ہے نا جس سے تم پاور ہاؤس میں نصب ٹی۔ ایف کو تباہ کر دو گے۔“
کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”میں باس۔ وہ یہاں موجود ہے۔“ مارسن نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
”اس میں سی۔ ایف سمسم بھی موجود ہے۔ تم آرئلڈ کو کال کرو۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

اور مارسن سر ہلاتا ہوا داپس مٹ گیا۔ کرارڈ بھی اس کے پیچھے ہی چلا گیا۔ ظاہر ہے اب اس نے ایٹامیک اپ صاف کرنا تھا۔
”باس۔ اصل کرنل عسکر کا کیا کیا۔ اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کرنل عمر کی اس طرح اچانک گم شدگی سے وہ لوگ مشکوک نہ ہو جائیں۔“ کرارڈ نے باہر آتے ہوئے مارسن سے پوچھا۔
”کرنل عسکر کی لاش کو برقی بجھتی میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور تم فکر نہ کرو۔ اب چاہے وہ اسلئے ہی کیوں نہ کھڑے ہو جائیں۔ وہ ایف ٹی کو چپک نہ کر سکیں گے۔ اسے میٹھو نے ایسی جگہ فٹ کر دیا ہے جہاں کا خیال کسی کو آ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر آ ہی جائے تو پھر انہیں پاور ہاؤس کی مین مشینری کو بند کرنا پڑے گا۔ اور اس ایف ٹی میں ایسا سمسم موجود ہے کہ جیسے ہی مین مشین کا درمیان گھومتا ہوا پنکھا جس میں ایف ٹی کو نصب کیا گیا ہے بند ہوگا ایف ٹی خود بخود پھٹ جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی پورے پاور ہاؤس کی تباہی یقینی ہو جائے گی۔“ مارسن نے

آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

اور کراڈ سر ملاتا ہوا ہاتھ روم کی طرف مڑ گیا۔ ہارسن نے اپنے کمرے سے دائرہ میں ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اسے لاکر چیف ہارسن کے سامنے رکھ لیا۔ اور اس پر آرنلڈ کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے ٹرانسمیٹر کا بیٹن آن کر دیا ٹرانسمیٹر سے تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ ہارسن کا لنگ آرنلڈ اور۔۔۔ ہارسن نے بار بار بیٹن دبا کر فقرہ دوسرا نثر شروع کر دیا۔

”یس۔۔۔ آرنلڈ آرنلڈ لنگ اور۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی آرنلڈ کی آواز ٹرانسمیٹر سے سنائی دی۔

”آرنلڈ۔۔۔ چیف ہارسن سے بات کر دو اور۔۔۔ ہارسن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا رخ بدل کر اسے کرنل چارلس کی طرف کھسکا دیا۔

”آرنلڈ۔۔۔ ٹیکاپو ریشن ہے اور۔۔۔ کرنل چارلس نے بیٹن دہاتے ہوئے کہا۔

”ہارسن۔۔۔ ہم آئل ڈپوکے پاس پہنچ چکے ہیں۔ انتظامات تیزی سے جاری ہیں۔ ہم آج رات اس ڈپوکو تباہ کرنے میں یقیناً کامیاب ہو جائیں گے اور۔۔۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”لیکن یہ کام تو گذشتہ رات کو مکمل ہو جانا چاہیے تھا پھر اس میں دیر کیوں ہوئی اور۔۔۔ چیف ہارسن نے قدرے کڑی لہجے میں کہا۔

”ہارسن۔۔۔ گذشتہ رات ہم نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن عین وقت پر ہمیں ان کے ایک ایسے خفیہ حفاظتی نظام کا پتہ چل گیا جس کا علم پہلے نہ تھا۔ اس نظام کو بے کار کئے بغیر آئل ڈپوکو تباہ نہ ہو سکتا تھا۔ بلکہ ہم سب مارے جاتے۔ اس لئے میں نے بروگرام آئندہ رات تک ملتوی کر دیا۔ آج ہم اس نظام کو ختم کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور پھر رات کو آئل ڈپوکو تباہ ہو جائے گا اور۔۔۔ آرنلڈ نے وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا۔

”دیکھو ہارسن نے مین پاؤر ہاؤس میں ایف۔ ڈی نصب کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اور اسے جس وقت بھی ہم چاہیں تباہ کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے اس کی تباہی کو آئل ڈپوکو کی تباہی سے بعد عمل میں لانا ہے۔ میں ایف۔ ڈی کی طرف سے اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اگر حکومت نے ہمارے مطالبات نہ ملنے تو ہم پاؤر ہاؤس کو تباہ کر کے بھاشنا کو سو سال پیچھے دھکیل دیں گے۔ اس کے لئے میں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دوں گا۔ اور منونے کے

طور پر میں یہ اعلان کر دوں گا کہ ایف۔ ڈی ایک زبردست دھماکہ کرے گی۔ تاکہ بھاشنا کے عوام اور حکومت کو یہ یقین ہو سکے کہ ایف۔ ڈی جو چاہے کر سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے وہ دھماکہ اس آئل ڈپوکا ہی ہو گا۔ لیکن میرے اعلان کے بعد اگر یہ دھماکہ نہ ہو سکا تو پھر ایف۔ ڈی کی پوزیشن پہلے سے بھی کمزور ہو جائے گی۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ اب یہ دھماکہ بے حد ضروری ہو گیا ہے کیوں کہ

ہمارے نمبر ٹو بیڑ کو مار پر فوج نے چھاپہ مارا ہے۔ ہمارے چار آدمی بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ اور بیڑ کو مار ٹر میں موجود تمام سامان پر بھی قبضہ کر لیا گیا ہے اور ڈ۔ کرنل چارلس نے کہا۔
 ”اوہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
 فوج کو ہمارے بیڑ کو مار کا علم کیسے ہو گیا اور ڈ۔ آرنلڈ کی حیرت سے یہ آواز سنائی دی۔

”یہ تو فوج کو ہی علم ہو گا کہ وہ کیسے دہان تک آن پہنچے۔ بہر حال اب نیا بیڑ کو مار نمبر تھری بنا دیا گیا ہے۔ ایسی صورت حال کے بعد ایف۔ ڈی کے لئے یہ دھماکہ ناگزیر صورت اختیار کر گیا ہے۔ اسے بہر حال میں پروگرام کے مطابق ہونا چاہیے اور ڈ۔ کرنل چارلس نے جواب دیا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ آئل ڈپو آج رات لازماً تباہ ہو جائے گا۔ آپ اعتماد سے اس کا اعلان کر دیں اور ڈ۔ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”جگہ۔۔۔ میں صحیح خوش خبری سننا چاہتا ہوں۔ اور آئیڈل کرنل چارلس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

”آرنلڈ لازماً کامیاب ہو گا باس۔ وہ اس قسم کے کاموں کا ماہر ہے۔ ہمارے ہمارے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ آداب آپریشن روم میں چل کر میں سی۔ ایف پر اپنا اعلان نشر کروں گا کہ پورے بھاشانہ میں بھونچال آجائے

کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کے پہرے پر مایوسی اور پشیمردگی کی بجائے اعتماد اور کامیابی کی چمک تھی۔

اس بڑے کمرے سے نکل کر وہ دونوں ایک راہ داری سے ہوتے ہوئے اس کے اختتام پر موجود سیڑھیاں اتر کر ایک بڑے تہ خانے میں پہنچ گئے۔ اس تہ خانے کی ایک دیوار کے ساتھ ایک کافی بڑی مشین کھڑی ہوئی تھی۔

”اسے آن کر ڈ۔ کرنل چارلس نے مشین کے سامنے سٹول پر بیٹھے ہوئے ہمارے کہا۔

اور ہمارے نے سائیڈ میں لگا ہوا ایک سرک سوچ آن کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی مشین میں زندگی کی لہری دوڑ گئی۔۔۔ یہ مشین

اسرائیلی سائنس دانوں کی جدید ترین ایجاد تھی۔ یہ ایک وقت بہت سے کام کرتی تھی۔ لاگ ریٹج ٹرانسمیٹر کے علاوہ ایف۔ ڈی آپریٹنگ اور سی۔ ایف آپریٹنگ بھی اس سے ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی وورڈ آرڈر کے ٹرانسکریپٹ کو بھی اس میں فوکس کیا جاسکتا تھا۔ اسی طرح کے اور بے شمار کام اس مشین سے لئے

جاسکتے تھے۔ ایف۔ ڈی یہ مشین اپنے ہمراہ لاتی تھی۔ اور شروع سے ہی اسے بیڑ کو مار نمبر تھری میں سی نصب کیا گیا تھا۔ اس کے یہاں نصب کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ جگہ دار حکومت کا سنٹر تھا۔

اور یہاں سے اس مشین کو آپریٹ کیا جاتا تو شہر میں پیدا ہونے والی آوازیں کی کثرت سے اسے کسی بھی طرح چیک نہ کیا جاسکتا تھا۔

کرنل چارلس نے اس کے مختلف بٹن دہائے اور پھر ایک ناب کو گھما کر دیکھ کر دیا۔ درمیان میں لگے ہوئے مختلف ڈاکٹروں کی سونیاں اس ناب کو گھماتے ہی حرکت میں آگئیں۔ کرنل چارلس کی نفسی ان ڈاکٹروں پر جبری ہوئی تھیں۔ اور وہ بڑی احتیاط سے ناب کو گھما رہا تھا۔ جب تمام سونیاں مخصوص مقام پر پہنچیں تو موشین کے شمالی سمت لگا ہوا ایک بڑا سا بلب تیزی سے جلنے لگا اور اس کے نیچے موجود بڑا سا ڈائل روشن ہو گیا۔ جس میں دو مختلف رنگوں کی سونیاں موجود تھیں جو مخالف سمتوں میں تھیں۔ بلب کے روشن ہوتے ہی دونوں سونیاں ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ جب دونوں سونیاں عین درمیان میں آکر ایک دوسرے سے ملیں تو جلتا بجھتا بلب مسلسل جلنے لگا۔ اور کرنل چارلس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ سی۔ ایف۔ آپریشن اب پوری طرح تیار تھا۔ صرف ایک بٹن دہاتے ہی پورے ملک کے ریڈیو اسٹیشنوں اور ٹیلی ویژن سٹروں کی نشریات یک لخت جام ہو جائیں اور پھر مائیک پر جو کچھ بھی کرنل چارلس کہتا وہ ملک کے ہر ریڈیو سیٹ اور ٹی۔ وی سیٹ سے واضح طور پر سنا جاتا۔ اور حکومت اُسے روک نہ سکتی تھی اور نہ ہی اس بات کو چیک کیا جاسکتا تھا کہ یہ نشر کہاں سے جو رہا ہے۔ کیوں کہ شہر میں پیدا ہونے والی لاتعداد آوازیں چینگ کاراستہ روک دیتیں۔

مارس ساتھ ہی خاموش کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کرنل چارلس نے موشین کا ایک خانہ کھولا اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن

آن کیا تو موشین کے درمیان میں لگی ہوئی سکریں روشن ہو گئیں۔ اس پر ٹیلی ویژن کی نشریات دکھائی دینے لگیں۔ اس وقت ٹیلی ویژن پر خبر نامہ جاری تھا۔ اور خبریں ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ اور وہاں سے ملنے والے کاغذات کی تفصیل پر مبنی تھی۔ کرنل چارلس اور مارسن دونوں ہی چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ ہیڈ کوارٹر کے اندر کی فلم سکریں یہ دکھائی جانے لگی اور اس کے ممبر افراد کو بھی دکھایا گیا جو ہیڈ کوارٹر سے گرفتار ہوئے تھے۔ کرنل چارلس نے بے اختیار ہوش بھینچ لے۔

اُسی لمحے نیوز ریڈر نے ایک اور خبر سنائی کہ ایف۔ ڈی کا ایک اہم رکن میجر نثار ابھی مقامی سیکرٹ سروس کے ساتھ مقابلے میں مارا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی سکریں پر میجر نثار کی لاش بھی دکھائی جانے لگی۔ کرنل چارلس یہ خبر سنتے ہی بزمی طر

اچھلا۔

”اوہ تو میجر نثار ابھی مارا جا چکا ہے۔“ کرنل چارلس نے فیصلے انداز میں کہا۔

”باس۔۔۔ یہ مقامی سیکرٹ سروس تو اس قابل نہیں کہ میجر نثار جیسے آدمی کا مقابلہ کر سکے پھر یہ کیسے ہو گیا۔“

بارسن نے کہا۔

”یہ میجر نثار اور اس کے گروپ کا خاتمہ ایف۔ ڈی کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ اور میں میجر نثار کی موت کا بھانسانہ ایسا انتقام لوں گا کہ اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر

رکھ دوں گا۔۔۔ کرنل چارلس نے دانت پٹے ہونے کہا۔
 اور اس کے ساتھ ہی اس نے مارسن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
 اور پھر ایک مینڈل کو جھٹکے سے نیچے کر دیا۔۔۔ مینڈل کے
 نیچے ہوتے ہی مشین میں گونج سی پیدا ہوئی اور ٹیلی ویژن سکرین
 پر نیوز ریڈر کی تصویر غائب ہو گئی۔
 ”سنو۔ بھاشانہ کے لوگو غور سے سنو۔ میں فیس آف
 ڈیٹھ جسے آپ سب ایف ڈی کے نام سے جانتے ہیں کا چیف
 باس آپ سے مخاطب ہوں۔ حکومت نے ابھی ابھی جو کچھ
 آپ کو ٹیلی ویژن سکرین پر دکھایا ہے یہ سب جعل سازی اور
 فراڈ ہے۔ ایف ڈی کا کوئی کچھ نہیں جگاڑ سکتا۔ ایف ڈی
 چلے ہے تو اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتی ہے۔ اب تک
 ایف ڈی اس لئے نرم اقدامات کرتی رہی ہے کہ ہمیں بھاشانہ
 کے عوام سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ بھاشانہ کے جیلے عوام
 ہمارے لئے باعث فخر ہیں کیوں کہ ایف ڈی بھی بھاشانہ کی ہی
 ایک محب وطن تنظیم ہے۔ ایف ڈی کوئی غیر ملکی تنظیم نہیں
 ہے جیسا کہ حکومت نے اسے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ
 تنظیم بھاشانہ کے محب وطن افراد نے بھاشانہ کو غیر ملکی تسلط سے
 بچانے کے لئے قائم کی ہے۔ موجودہ حکومت بھاشانہ کو
 تباہ کرنے کے ور ہے۔ یہ پاکیشیا کے ساتھ کنفیڈریشن کرکے
 بھاشانہ کو دوبارہ پاکیشیا کا غلام بنانا چاہتی ہے۔ یہ حکومت
 پاکیشیا کی اکیٹ ہے۔ اور اس کے مفادات کے لئے

یہاں کام کر رہی ہے۔ یہ حکومت بھاشانہ کے ساتھ غداری کر رہی ہے۔
 اس لئے ایف ڈی نے اس حکومت کا مقابلہ کرنے کا بیڑا
 اٹھایا ہے۔

”سنو بھاشانہ کے جیلے عوام۔ میری بات غور سے
 سنو۔ میں حکومت کو چیلنج کر رہا ہوں کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے
 اندر اندر بھاشانہ کی حکومت نے پاکیشیا کے ساتھ کنفیڈریشن
 کے منصوبے کو ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا باقاعدہ سرکاری
 اعلان نہ کیا اور موجودہ وزیر خارجہ سرواجد حسین جو کہ پاکیشیا
 کا خاص اکیٹ ہے کو اس کے عہدے سے معزول کرنے کا
 اعلان نہ کیا تو پھر بھاشانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔
 پہلے اقدام کے طور پر بھاشانہ کا مین پاؤر ہاؤس دھماکے سے اڑا
 دیا جائے گا۔ ایف ڈی نے ایسے انتظامات کر لئے ہیں
 کہ جب بھی ایف ڈی چاہے یہ پاؤر ہاؤس صفحہ ہستی سے غائب
 ہو جائے گا۔ اور آپ کو جان لینا چاہیے کہ اس پاؤر ہاؤس
 کی تباہی کے بعد بھاشانہ کی معیشت کو زبردست دھچکا پہنچے گا اور
 بھاشانہ آئندہ سو سال تک معاشی طور پر سر اٹھانے سے قابل نہ
 ہو سکے گا۔ ہم ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ہم یہ بھی
 نہیں چاہتے کہ بھاشانہ کو کنفیڈریشن کی آڑ میں دوبارہ پاکیشیا
 کا غلام بنا دیا جائے۔ اس غلامی سے تو بہتر ہے کہ بھاشانہ کا
 وجود ہی ختم کر دیا جائے۔ غلامی سے موت زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ
 بھی سن لو کہ اس بات کی یقین دہانی کے لئے کہ اگر بنا دی بات نہ

مانی گئی تو چوبیس گھنٹے بعد پادریاؤں کو واقعی اڑا دیا جائے گا۔
ایک ڈیڑھ گھنٹے کے طور پر آج رات ایک ایسا دھماکہ کرے گی۔
کہ جس سے خوف ناک تباہی پھیلے گی۔ انتہائی خوف ناک۔
اس لئے بھاشانہ کے جیلے عوام اب یہ تمہارا فرض ہے کہ تم
ہیروکول پر نکل آؤ اور حکومت کو مجبور کر دو کہ وہ پاکیشیا کی غلامی
کے منصوبے سے باز آجائے۔ اور پاکیشیا کے حامی وزیر خارجہ
کو معزول کر دے۔ ورنہ پھر خوف ناک اور مسلسل تباہیوں کے
لئے تیار رہو۔ یہ آخری وارننگ ہے۔ کرنل چارلس نے کہا۔
اور اس کے ساتھ ہی اس نے میڈنل کو جھٹکا دے کر اونچا
کر دیا۔

”بہت خوب باس۔ آپ نے بہت خوب صورت انداز میں
بات کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب حکومت ہمارے مرضی پر چلنے
پر مجبور ہو جائے گی۔“ بارسن نے کہا۔

”اُسے ایسا کرنا پڑے گا۔ میں اُسے مجبور کر دوں گا۔“
کرنل چارلس نے کہا۔ اور مشین کے بٹن آن کرنے شروع کر دیئے۔
بارسن نے آگے بڑھ کر ایک ٹرک سوئچ بھی آن کر دیا۔

”میرا خیال ہے باس۔ اس دوران ہمیں اس فاسٹ ڈیٹھ
کا کچھ کرنا چاہیے۔ ہیڈ کوارٹر پر فوج کے ریڈیو میں بھی مجھے فاسٹ ڈیٹھ
کا ہی ماتھے نظر آتا ہے۔“ بارسن نے آپریشن روم سے
نکلے ہوئے کہا۔

”لیکن وہ سب تو اس طرح غائب ہو چکے ہیں جیسے گدھے کے

سر سے سینک۔ ان کا تو کہیں نشان چمک نظر نہیں آیا۔“
کرنل چارلس نے کہا۔

اور پھر وہ جیسے ہی بڑے کمرے میں پہنچے۔ میز پر رکھے ہوئے
ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور کرنل چارلس اور
بارسن دونوں ہی چونک پڑے۔ کرنل چارلس نے جلدی سے
اس کی فریکوئنسی چیک کی اور دو سے لے کر اٹھ گھنٹے اطمینان بھرے انداز
میں سر ہلا دیا۔ کیوں کہ دوسری فریکوئنسی جو اس ٹرانسمیٹر پر
نظر آ رہی تھی ریڈار می کی مخصوص فریکوئنسی تھی۔ اس سے ظاہر تھا کہ
یہ کال ریڈار می کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ کرنل چارلس
نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو میڈ۔“ کرنل ہمیرخ کا لنگ اور۔۔۔ بٹن آن
ہوتے ہی کرنل ہمیرخ کی تیز آواز گونجی۔

”ہیس۔“ کرنل چارلس اسٹنڈنگ اور۔۔۔ کرنل چارلس
نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

”کرنل چارلس۔ میں نے آپ کے ہیڈ کوارٹر پر فوج کے
چلے اور آپ کا نشریہ دونوں سن لئے ہیں۔ آپ کا یہ ہیڈ کوارٹر
بس پر چھاپہ مارا گیا ہے ذمی شان کا لوئی میں تھا اور۔“
کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”ہاں۔“ وہیں تھا۔ یہ ہیڈ کوارٹر نمبر ٹو تھا۔ کیوں اور۔“
کرنل چارلس نے چورنگتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔ اگر مجھے پہلے اس کا علم ہوتا تو آپ کے ہیڈ کوارٹر

پر چھاپہ نہ پڑ سکتا۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ فاسٹ ڈیٹھ کا ایک آدمی کیبول ڈی شان کا نوئی میں موٹر سائیکل پر آیا تھا۔ وہ یقیناً آپ کا تعاقب کرتے ہوئے آیا تھا۔ وہ صرف وہاں آکر واپس چلا گیا۔ میں نے اس کا تعاقب کر کے فاسٹ ڈیٹھ کا ہیڈ کوارٹر معلوم کر لیا۔ اور پھر اپنے گروپ کے ساتھ اس پر ریڈ کیا۔ فاسٹ ڈیٹھ کا خاتمہ کرنے کے قریب ہی تھے کہ ان کے حمایتیوں کا ایک اور گروپ درمیان میں کود پڑا اور اس طرح ہمیں واپس ہونا پڑا۔ اس دوران پولیس آگئی۔ پولیس نے اندر تلاشی لی تو اسے کچھ بھی نہ ملا۔ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بہر حال میرے آدمی ان کے پیچھے ہیں۔ ہم بہر حال انہیں تلاش کر لیں گے۔ لیکن آپ نے یہ یاد دلایا دس والا زبردست دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اب تو وہ پوری طرح ہوشیار ہو جائیں گے اور۔۔۔ کرنل ہمیر نے کہا۔

”وہ چلے ہے کچھ بھی کر لیں۔ یاد دلایا دس کی تباہی میری انگلیوں کو ایک ضرب کی محتاج ہے۔۔۔ دیسے ہم آج رات منہ منے کے طور پر ایک دھماکہ کر رہے ہیں۔ ایسا دھماکہ کہ حکومت اپنے زخم چاٹتی رہ جائے گی اور۔۔۔ کرنل چارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُسے دراصل کرنل ہمیر کی اس بات کو سن کر خوشی ہوئی تھی کہ فاسٹ ڈیٹھ کے ہیڈ کوارٹر پر اس کا حملہ ناکام رہا ہے۔ اس طرح وہ ایف۔ ڈی کے خلاف بولنے کے قابل نہ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے ضرور کیجئے۔ کیا کوئی ٹرین اڑانی ہے اور۔۔۔ کرنل ہمیر نے جنتے جوتے کہا۔

”اُسے ٹرین اڑانا تو ایف۔ ڈی کے لئے معمولی سی بات ہے۔ ہم اس بار فوجی انداز کا دھماکہ کر دیں گے۔ ایک بہت بڑا آئل ڈپو ہے فوجی۔ آج اس کی تباہی مقدر ہو چکی ہے۔ بہر حال آپ اس فاسٹ ڈیٹھ کا کچھ کریں۔ یہ لوگ اب حد سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اگر آپ ان پر قابو نہ پا سکتے ہوں تو پھر ہمیں بتائیے ہم خود ان سے نیٹ لیں گے۔“ کرنل چارلس نے کہا۔

”کرنل۔۔۔ آپ ریڈ آرشی کی توہن کر رہے ہیں۔ ریڈ آرشی کے لئے کچھ ناممکن نہیں ہے۔ دراصل بات صرف اتنی ہے کہ یہ لوگ آپ کے پیچھے پڑتے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی سرگرمیوں کا ہمیں علم نہیں ہوتا۔ اگر ان کا ٹکراؤ براہ راست ہم سے ہوتا تو اب تک ایک بار کیا سینکڑوں بار ان کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور۔۔۔ کرنل ہمیر نے سر ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہمارے پیچھے پڑے ہوئے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ کا ہم سے تو کبھی ٹکراؤ نہیں ہوا اور۔۔۔ کرنل چارلس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹکراؤ نہ ہوا ہوگا۔ بہر حال انہوں نے آپ کا ہیڈ کوارٹر ٹرین کر لیا۔ اور شاید انہی کی وجہ سے آپ کو اپنا مین ہیڈ کوارٹر چھوڑنا پڑا۔ بہر حال آپ بے فکر رہیں۔ فاسٹ ڈیٹھ کا جلدی ہی خاتمہ ہو جائے گا اور اینڈ آئل۔“ کرنل ہمیر نے سنست

بچے میں کہا۔ اور اس لئے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا کہ نل چارلس
نے منہ بنا کر سر جھٹکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
”جوہرہ۔۔۔ بچانے یہ ریڈ آر می ولے اپنے آپ کو سمجھنے کیا
ہیں۔ اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ فاسٹ ڈیٹے کا بیڈ کو ارد گرد کہاں ہے۔
تو میں دیکھتا کہ کس طرح جیپا یہ ناکام ہوتا ہے۔ میں ایک ایک کوچن
کو ختم کر دیتا۔۔۔ کرنل چارلس نے کہا اور ہارسن خاموش لکھ
رہا۔ اب وہ کیا کہتا کہ فاسٹ ڈیٹے والوں نے تو انہیں اس حالت
میں پہنچا یا ہے کہ پیشل ایکشن گروپ ختم ہو گیا۔ کامیج اور رابرٹ
ختم ہو گئے۔ بیڈ کو ارد گرد تباہ ہو گیا۔ لیکن غلام ہے وہ چیف باس سے
کوئی بات کر کے اس وقت اپنی شامت تو نہ بلوا سکتا تھا۔ اس
لئے خاموش رہا۔

پوری ذمی شان کا لونی چھان مارنے کے باوجود بلیو
سیڈان انہیں کہیں نظر نہ آئی۔۔۔ چوہان نے وہ جگہ بھی دکھا
دی تھی جہاں اس نے موٹر سائیکل پارک کیا تھا۔ اور عمران اور
اس کے ساتھیوں نے ارد گرد کی کوٹھڑیوں کا تفصیلی جائزہ لے
لیا۔ لیکن وہ سب عام سی رہائشی کوٹھیاں نظر آرہی تھیں۔
اور ان میں بھی کہیں بلیو سیڈان جو ان کے خیال کے مطابق نل
ہمیرن کی تھی کسی کوٹھڑی میں نظر نہ آئی تھی۔
”اب ایک سی عل ہے کہ یہاں کسی جگہ بیڈ کر چلے گا ٹا جلتے اور
کوئی جن آکر بتلے گا کہ ریڈ آر می کا بیڈ کو ارد گرد کہاں ہے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ وہ سب اس
وقت ایک کیفے کے لان میں بیٹھے چائے پینے میں مصروف تھے۔
لان کے ایک طرف ریڈیو پر پروگرام چل رہے تھے۔ کہ

اچانک خبر نامے کا وقت ہو گیا اور ریڈیو سے خبریں نشر ہونے لگیں۔
چوں کہ ریڈیو کی آواز کو ایک مائیکروفون سے منسلک کر دیا گیا تھا۔
اس لئے وہ یہ آواز بخوبی سن رہے تھے۔ خبر نامے میں ایف۔
ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر پہنچا ہے۔ اور میجر تارا کی مقامی سیکرٹ سروس
کے ہاتھوں ہلاکت کی خبر بھی شامل تھی۔ ساتھ ہی صدر مملکت
کی خصوصی تقریر کا اقتباس بھی نشر کیا جا رہا تھا۔ وہ سب خاموشی
سے بیٹھے یہ خبریں سن رہے تھے۔

”یہ میجر تارا کون ہے جسے مقامی سیکرٹ سروس نے ہلاک
کیا ہے۔“ تو میر نے صدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
”معلوم نہیں۔ ایف۔ ڈی کا ہی کوئی رکن ہو گا۔“

صدر نے جواب دیا۔
”اب اسے میجر تارا کی بجائے میجر بے جا رہ ہی کہنا چاہیئے کہ
مقامی سیکرٹ سروس والے بھی اُسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو
گئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ سب عمران
کے اس دل چسپ تبصرے پر ہنس دیئے۔

خبر نامہ جاری تھا کہ اچانک نیوز ریڈر کی آواز مدہم پڑتی گئی۔
اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک ایک بھاری سی آواز
ریڈیو سے گونجی۔ اور وہ سب یہ آواز سنتے ہی بُری طرح
چوٹک پڑے۔ کیوں کہ بولنے والا اپنے آپ کو ایف۔ ڈی کا
چیف باس کہہ رہا تھا۔ اور گمرو بیٹھے ہوئے باقی لوگ بھی یہ آواز
سننے ہی بُری طرح چوٹک پڑے۔

ایف۔ ڈی کے چیف باس نے پوری تقریر کر ڈالی۔ اور میں
پاور ہاؤس اڑانے کی دھمکی کے ساتھ ساتھ آج رات ایک اور
خوف ناک دھماکہ کرنے کی بھی دھمکی دی۔ جب نشر یہ ختم ہوا
تو اناؤنسر کی آواز دوبارہ سنا دی۔ چیف باس نے ریڈیو پر میزوں
بجنا شروع ہو گیا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ ریڈیو پر اس پیغام نے
کھلبلی مچا دی ہوگی۔

ایف۔ ڈی کی طرف سے یہ اس قدر خوف ناک دھمکی دی تھی۔
کیسے میں بیٹھے ہوئے لوگ فوراً ہی حکومت کے خلاف اور خاص
طور پر پریکٹیشیا کے ساتھ کنفیڈریشن کے خلاف تیز تیز باتیں کرنے
لگے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ خوف کی وجہ سے اٹھ کر
وہاں سے جانے لگے۔

”بڑا خوف ناک ٹارگٹ منتخب کیا ہے ایف۔ ڈی نے۔“
عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس پاور ہاؤس پر کوئی
سیکورٹی نہ ہوگی۔“ صدر نے کہا۔

”مجھے فوراً سردار واجد حسین سے بات کرنی ہوگی۔ ورنہ حکومت
نواس اعلان کے بعد بُری طرح بوکھلا جائے گی۔“ اور ہو سکتا
ہے کہ وہ واقعی کنفیڈریشن کے منصوبے کو ترک کرنے کا اعلان
دے کر دے۔ حالانکہ یہ ان کی سب سے بڑی حماقت ہو
گی۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ
بے حد سنجیدہ تھا۔

”میرا خیال ہے اب یقیناً ایسا ہوگا۔ اگر حکومت نے نہ کیا تو عوام سرکوں پر نکل آئیں گے۔“ جولیہ نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”لیکن سر واجد حسین سے فون پر بات ہو سکتی ہے۔ اور پبلک فون بوتھ تو یہاں کہیں نظر نہیں آ رہا۔“ صفدر نے کہا۔

”میں ٹرانسمیٹر دائر لیس فون کر لیتا ہوں۔ میری واپس ٹرانسمیٹر میں اس کا سسٹم موجود ہے۔“ عمران نے جلدی سے واپس ٹرانسمیٹر کے ٹان کو مخصوص انداز میں دباتے ہوئے کہا۔

مگر جیسے ہی اس نے بٹن کو دبایا۔ گھڑی میں سے ایک مدھم سی آواز ابھری اور عمران بٹنی طرح چونک پڑا۔ آواز نکلتی تھی۔

کی بھئی۔ عمران نے گھڑی کو کان سے لگایا۔ اور دوسرے لمحے اس کے سنجیدہ چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ دوڑنے لگی۔ قدرت نے خود ہی ان کے لئے راستہ بنا دیا تھا۔ کرنل ہمیرخ اور کرنل چارلس کی گفتگو اسے واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔ اس سے صاف مطلب تھا کہ جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے

کرنل ہمیرخ کا ہیڈ کوارٹر وہاں سے قریب ہی تھا۔ اس نے واپس ٹرانسمیٹر نے اس کی کال کیج کر لی تھی۔ باقی ممبران حیرت سے

عمران کو دیکھتے رہے۔ لیکن وہ سب عمران کے چہرے پر بھلے ہوئے تاثرات کو دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔ جب کال ختم ہوئی تو عمران نے ہاتھ ہٹا کر ونڈیشن کو دوبارہ دبا دیا۔ اب

وہ یہاں سے سر واجد حسین کو کال نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ جس طرح کرنل ہمیرخ کی کال اس کے ٹرانسمیٹر نے کیج کر لی تھی۔ اس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کی کال کرنل ہمیرخ کا ٹرانسمیٹر کیج کر لیتا۔ کیا ہوا عمران صاحب۔“ صفدر نے سب سے پہلے پوچھا اور عمران نے کرنل ہمیرخ اور کرنل چارلس کے درمیان ہونے والی سادھی گفتگو دہرا دی۔

”اے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی فوجی آئل ڈپو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ اور دوسری بات یہ بھی سامنے آئی ہے کہ میں پاور ہاؤس میں انہوں نے کوئی تباہ کن بم نصب کر دیا ہے۔ جسے وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر پھاڑ سکتے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تو اب کیا کیا جائے۔ کیا وہ جگہ معلوم ہو سکتی ہے جہاں کرنل ہمیرخ نے کال کی ہے۔“ جولیہ نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ یہ تو اتفاق سے کال کیج ہو گئی۔ ویسے اگر میرے پاس ٹرانسمیٹر کیج ہوتا تو پھر معلوم ہو سکتا تھا۔ بہر حال اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان دونوں ٹارگٹس کو بچانے کے لئے کیا کیا جائے۔“ عمران نے کہا۔

پہلے تو وہ آئل ڈپو تلاش کیا جائے جسے یہ لوگ آج رات تباہ کرنا چاہتے ہیں۔“ تو میر نے کہا۔

”اس کا تو مجھے علم ہے۔ رادار حکومت سے چند میل دور ایک

ہی فوجی مین آئل ڈپو ہے۔ اس کے گرد اسلحہ کی سپلائی کے
 بڑے بڑے ڈپو ہیں۔ وہ میں نے دیکھا ہوا ہے۔ چوں کہ
 صرف یہی ایک آئل ڈپو ہے۔ اس لئے یقیناً اسے تباہ کرنے کے
 لئے کارروائی کی جا رہی ہوگی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر آج
 رات اس تباہی کو روک دیا گیا تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کرنل چابرس
 غصے میں آکر مین پاؤر ہاؤس دیئے ہوئے وقت سے پہلے ہی
 اڑا دے۔ اور پاؤر ہاؤس کی تباہی واقعی بھاشانہ کی معیشت
 کی مکمل تباہی ہوگی کیوں کہ پورے بھاشانہ کو بجلی اسی پاؤر ہاؤس
 سے ہی سپلائی کی جاتی ہے۔ ادھر حکومت بھی کو کھلائی ہوئی
 ہوگی۔ میرے خیال میں بیک وقت دونوں جگہ کام کیا جائے۔
 پاؤر ہاؤس میں موجود بم کو بھی ناکارہ کیا جائے اور آئل ڈپو کو بھی
 بچا یا جائے تب ہی بات بنے گی۔ عمران نے سر
 بلاتے ہوئے کہا۔
 ”لیکن کیسے۔ ہمیں تو وہاں کوئی گھسنے بھی نہ دے گا۔“
 تنویر نے کہا۔

”ہاں۔ اس کا بھی حل نکالنا ہوگا۔ اس کے لئے مجھے
 سردار احمد حسین سے بات کرنا ہوگی۔ لیکن پہلے ہمیں اپنا پروگرام
 طے کر لینا چاہیے۔ میرا خیال ہے ہمیں بیک وقت دونوں
 سائڈوں پر کام کرنا چاہیے۔“ عمران نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کہیں۔“ صفدر نے کہا۔
 ”تو ایسا ہے کہ آپ لوگ آئل ڈپو پر کام کریں۔ میں پاؤر ہاؤس

کو چیک کرتا ہوں۔“ عمران نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔
 ”آپ اکیلے کام کریں گے۔“ صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 ”وہاں لیکے آدمی کا کام ہے۔ ہم تلاش ہی کرنا ہے۔ آپ لوگ ایسا
 کریں گے کہ آئل ڈپو پر جا کر وہاں سیکورٹی چیک کریں گے اور مجرموں
 کی فہرست لگائیں گے۔ اگر انہوں نے آج رات اسے تباہ کرنا ہے
 تو ہو سکتا ہے وہاں بھی انہوں نے کوئی بم نصب کیا ہو۔“
 عمران نے کہا۔

”میرا خیال ہے اگر وہ نصب کر چکے ہوتے تو پھر رات کا وقت
 نہ دیتے۔ وہ اسے منو نے کے طور پر فوری پھاڑ ڈالتے۔ رات کا
 وقت دینے کا مطلب ہے کہ وہ رات کو اس پر حملہ کریں گے۔“
 نعمانی نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال ہمیں سر ہیڈ کو خیال رکھنا
 ہے۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔
 ”تو پھر پہلے کوئی سرکاری اتھارٹی محاصل کی جائے۔ تب ہی بات
 آگے بڑھ سکتی ہے۔“ تنویر نے کہا۔

”ہاں۔ آدھلین وہاں میڈیکل وارڈ چل کر سردار احمد حسین سے
 بات کریں یا پھر راستے میں کوئی پبلک فون بوتھ سے بات کریں گے۔“
 عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب اٹھ کر باہر کی طرف چل دیئے۔ صفدر نے سیرے
 نوپے منٹ کی اور وہ سب کا ریس میڈیکل کمرٹک پر آگے۔ کاکوئی
 سے نکل کر وہ جب شہر میں پہنچے تو وہاں واقعی افراتفری کا عالم تھا۔

دکانیں بند ہو رہی تھیں۔ لوگ انتہائی خوف زدہ تھے۔ جگہ جگہ ایف۔ ڈی کے بارے میں تبصرے ہو رہے تھے۔ ایک جگہ تو انہوں نے باقاعدہ حکومت کے خلاف جلوس بھی دیکھا جو بھاشا کو بچانے کے لئے کنفیڈریشن کے خلاف نعرے لگا رہا تھا۔

”بہت خطرناک وار کیا ہے ایف۔ ڈی نے۔“ عمران نے ہونٹ پیچھتے ہوئے کہا۔

اور ابھی وہ ٹھوڑی سی دور گئے ہوں گے کہ عمران کو ایک پبلک بوتھ نظر آگیا۔ عمران نے گاڑی اس کے قریب روکی اور پھر اتر کر وہ بوتھ میں گھس گیا۔ جیب سے سکے نکال کر ڈالنے ہی لگا تھا کہ اچانک اُسے خیال آگیا کہ اُسے سردار جاحد حسین کے دفتر کے منبروں کا تو علم نہیں۔ اور ایسے جنگمی حالات میں ظاہر ہے وہ گھر پر تو نہیں ہو سکتے۔ اس نے رسیور واپس ہک پر رکھا اور بوتھ سے نکل کر گاڑی کے پاس آیا۔

”صفدر۔۔۔ سردار جاحد حسین کے دفتر کے منبروں کا علم ہے تمہیں؟“ عمران نے کھڑکی پر پھٹکتے ہوئے صفدر سے پوچھا۔

”ہاں۔“ صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے دفتر کا منبر دوہرا دیا۔

عمران سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور اس بار اس نے سکے ڈال کر دفتر کے منبر لکھا دیئے۔ چند لمحے گھنٹی بجنے کے بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا۔

”یس۔ پی۔ اے ٹو فار ان فکٹر۔“ ایک بھاری سی

آواز سنائی دی۔

”سنئے۔۔۔ میں پاکیشیا سے ایک سٹو کا نمائندہ عمران بول رہا ہوں۔ سردار جاحد حسین سے بات کر لیتے۔ اٹا از امیر جنسی؟“ عمران نے انتہائی باوقار لہجے میں کہا۔

”اے۔۔۔ سوری۔۔۔ وہ تو پریذیڈنٹ ہاؤس ایک جنگمی میٹنگ میں شرکت کے لئے گئے ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔“

”جہاں بھی ہوں ان سے بات کر لیتے۔ یہ بھاشا کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔“ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

”ایک منٹ بول دیجیئے۔“ میں ٹرائی کرتا ہوں سر۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔ پھر ایک منٹ کی بجائے دو منٹ گزر گئے۔ اس کے بعد رسیور پر آواز ابھری۔

”یس۔۔۔ جاحد حسین سپیکنگ۔“ سردار جاحد حسین کی آواز سنائی دی۔

”میں علی عمران بول رہا ہوں۔ میں نے ایف۔ ڈی کا نشر یہ سن لیا ہے اور میں نے وہ ٹارگٹ بھی تلاش کر لیا ہے جسے وہ آج رات اڑانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح میں پاور ہاؤس کو بھی بچانا چاہتا ہوں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی سرکاری اتھارٹی موجود نہیں ہے۔“ عمران نے باوقار لہجے میں

عمران نے با اعتماد دلچسپی میں کہا۔
 "ٹھیک ہے آپ بھی کوشش کر دیکھئے۔ ایسا ہے کہ آپ
 فوراً پریذیڈنٹ یا وائس پرنسپل بن جائیں گے۔ میں گریٹ پر آپ کی آمد
 کی اطلاع بھجوا دوں گا۔ وہ آپ کو مجھ تک پہنچا دیں گے۔ حوالے کے
 لئے کوئی لفظ مقرر کر بیٹھیں۔" سر واجد حسین نے کہا۔
 "پرنس آف ڈھمپ۔ یہ حوالہ کافی ہے گا۔" عمران
 نے کہا۔

"ٹھیک ہے فوراً آجیلے میں اس دوران صدر صاحب کو آپ
 سے ملاقات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"
 سر واجد حسین نے کہا اور عمران نے اس کے کہہ کر سیور رکھ دیا۔
 اور پھر وہ آکر کار میں بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار تیزی سے
 آگے بڑھی۔

"کیا رہا؟" صفر نے پوچھا۔
 "وہ ایف ڈی کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی تیاری کر رہے ہیں۔
 میں نے انہیں کہا ہے کہ ایسا نہ کریں میں خود آپ کے صدر سے
 بات کرتا ہوں۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 "ادہ۔ یہ تو انتہائی شرم ناک کمزوری کا مظاہرہ ہے۔ کہ
 حکومت اس طرح مجرموں کے مقابلے میں شکست تسلیم کرے۔
 تنویر نے کہا۔

"کیا کریں کاش! یہ سب کچھ پاکیزہ دنیا میں ہو رہا ہوتا۔ پھر
 میں دیکھتا کہ ایف ڈی کیسے دھمکی دیتی ہے۔" بہر حال میں

"اب یہ سب کچھ فضول ہے عمران صاحب۔ صدر مملکت
 کنفیڈریشن کے منصب کے لئے کسی طرح کی طور پر ختم کرنے کا اعلان کرنے
 ہی والے ہیں۔ اور میں نے بھی بھاشا کی سلامتی کی خاطر مستعفی ہونے
 کا فیصلہ کر لیا ہے۔" سر واجد حسین نے مایوس سے ہجے میں
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ مجرموں کے سامنے جھک
 کر ان کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔ وہ تو کل یہ بھی کہہ دیں گے کہ حکومت
 ان کے حوالے کر دی جائے تو کیا آپ ایف ڈی کو اقتدار بھی دے
 دیں گے۔" عمران کو شاید سر واجد حسین اور صدر بھاشا کی
 کمزوری پر غصہ آ گیا تھا۔ اس لئے اس نے خاصے غصیلے انداز میں
 یہ فقرہ کہا تھا۔

"لیکن عمران صاحب۔ اب ہم اور کبھی کیا سکتے ہیں۔
 عوام کا رد عمل انتہائی خوف ناک ہے۔ پورے شہر میں ہڑتالیں اور
 جلوس شروع ہو گئے ہیں۔ ہر شخص خوف زدہ ہے اور حکومت
 پر ایسا کرنے کے لئے دباؤ ڈال رہا ہے۔" سر واجد حسین
 نے کہا۔

"آپ سرگزدا ایسا نہ کیجئے۔ آپ یقین رکھیں کہ ایف ڈی بہر حال
 ناکام رہے گی۔" عمران نے فیصلہ کن ہجے میں کہا۔
 "صدر مملکت نہیں مان رہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

سر واجد حسین نے کہا۔
 "آپ ان سے میری بات کرائیے۔ میں انہیں قائل کر لوں گا۔"

ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں پریذیڈنٹ ہاؤس پر اتر جاؤں گا۔ آپ لوگ وائس پریذیڈنٹ کو اڈر ٹریچے جائیں۔ اور وہاں جا کر اگل ڈپو پر ریڈ کو بچانے کی تیاری کریں۔ میں پریذیڈنٹ ہاؤس سے سیدھا وہیں واپس آؤں گا۔ عمران نے کہا۔

اور پھر ایک موڑ مٹتے ہی وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے پہنچ گئے۔ عمران نے گیٹ پر کاررو کی اور خود نیچے اتر گیا۔ پاس والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صفدر نے اس کی جگہ سنبھال لی۔ اور کا دیتیڑی سے آگے بڑھ گئی۔

عمران گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"مجھے سردار جاحد حسین صاحب سے ملنا ہے۔ میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے۔" عمران نے سیکورٹی آفیسر کے پاس جا کر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔" وہ آہستہ آہستہ وزیر خزانہ آپ کے منتظر ہیں۔ آئیے۔ سیکورٹی آفیسر نے فوراً ہی کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس نے میز کی دروازے سے ایک کارڈ نکال کر اس پر پرنس آف ڈھمپ کا نام لکھا۔ اس کا اندراج ایک رجسٹر پر کر کے اس نے رجسٹر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ تاکہ عمران اس پر دستخط کر سکے۔ عمران نے قلم کیڑ کر اس پر پرنس کے دستخط کئے۔ اور سیکورٹی آفیسر نے کارڈ پر وہ رجسٹر کا نمبر ڈالا اور کارڈ عمران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے وہ اندرونی دروازے کی طرف

بڑھ گیا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ آگے ایک اور چیک پوسٹ تھی۔ جہاں عمران کی باقاعدہ تلاشی لی گئی اور اس کا اسلحہ وہاں رکھ لیا گیا۔ اور کارڈ پر ان کی مہر لگا دی گئی۔

ان کا دروازوں سے فارغ ہو کر وہ پریذیڈنٹ ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ اور پھر مختلف راہ واریوں سے گزر کر سیکورٹی آفیسر ایک دروازے پر رک گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

"پرنس کم ان۔" اندر سے سردار جاحد حسین کی آواز سنائی دی اور سیکورٹی آفیسر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔

"پرنس آف ڈھمپ جناب۔" سیکورٹی آفیسر نے ایک طرف ہٹ کر عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔" مگر..... " سردار جاحد حسین بڑی طرح چونک کر عمران کو دیکھنے لگے۔

عمران چون کہ میک اپ میں تھا۔ اس لئے ظاہر ہے وہ عمران جس سے ان کی ملاقات سردار سلطان کے پاس ہوئی تھی۔ اس کی شکل اور بھی۔

"سردار۔" پریذیڈنٹ صاحب ملاقات پر راضی ہو گئے ہیں یا نہیں؟ عمران فوراً ہی اصل آواز میں بول پڑا۔ تاکہ سردار جاحد حسین کسی ادبھی چکر میں نہ پڑ جائیں۔

"اوہ پرنس۔" وہ آپ۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ تم

جاء :۔ سر واجد حسین نے نیم گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔
اور فقرے کا آخری حصہ انہوں نے سیکورٹی آفیسر سے مخاطب
ہو کر کہا تھا۔ جو سر واجد حسین کے تاثرات دیکھ کر حیران چور ہوا
تھا۔ اور سیکورٹی آفیسر کندھے اچکاتے ہوئے خاموشی سے باہر
نکل گیا۔

”تو آپ میک اپ میں ہیں۔ اگر آپ ایک لمحہ مزید بات نہ کرتے تو میں یقیناً سیکورٹی آفیسر کو آپ کی گرفتاری کا حکم دینے والا تھا۔“ بہر حال میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ میک اپ کے ذریعے اس قدر تبدیلی بھی لائی جاسکتی ہے۔ سر واجد حسین نے اٹھ کر باقاعدہ عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ تو ابھی میں نے اپنی شکل ہی بدلی ہے۔ ہمارے بعض دوست
تو جس بھی بدل لیتے ہیں۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب
دیا۔ اور سرور احمد حسین باوجود اس قدر ذہنی تناؤ کے بے اختیار
ہنس پڑے۔۔۔ اور عمران چاہتا بھی یہی تھا کہ ان کے ذہن پر موجود
بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے تاکہ وہ نارمل ہو کر بات کر بھی سکیں اور سن
بھی سکیں۔

”آئیے۔۔۔ صدر مملکت بڑی بے معنی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے بڑی مشکل سے انہیں راضی کیا ہے۔ کہ آپ علی عمران صاحب سے بات کرنے تک اس فیصلے کو ملتوی کر دیں۔ بہر حال اب انہیں قائل کرنا آپ کا کام ہے۔۔۔“ سردار جید حسین نے

ایک صوفی پر بیٹھ گیا۔ جب کہ بی۔ اے انظر کام پر عمران اود

”تشریف لے جائیے سر۔ جناب صدر آپ کے منتظر

اور سراجہ حسین عمران کو آنے کا اشارہ کر کے پی۔اے کے ساتھ نئے موئے رنگین شیشے کے مددوازے کی طرف بڑھ گئے۔

عمران جب ان کے پیچھے اندر داخل ہوا تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیوں کہ اندر والا کمرہ بالکل ہی سادہ تھا۔ ایک بڑی میز اور اس کے آگے رکھی ہوئی چند کرسیوں کے علاوہ وہاں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ میز پر چھ سات مختلف رنگوں کے فون اور ایک انٹر کام پڑا تھا۔ دیواریں سیاٹ تھیں۔ ان پر کئی قسم کا کوئی آرٹسٹ سا مان نہ تھا۔ میز کے پیچھے ایک مٹنی سا دبلا تلاء شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بہترین تراش کا سوٹ پہنا ہوا تھا نیلے رنگ کی شوخ ٹائی باندھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکاوٹ کے جلکے سے آئنا نمایاں تھے۔ لیکن آنکھوں میں خاصی تیز چمک تھی۔ یہ بھاشانہ کے صدر تھے۔

”آئیے۔ تشریف رکھیے۔“ صدر صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے سر واجد حسین اور عمران سے مخاطب ہو کر کہا جو آؤ کی طرح دیدے پھاڑے صدر اور گھرے کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی دیرانے سے نکل کر آبادی میں آیا ہو۔

”یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کے خصوصی نمائندہ جناب علی عمران صاحب ہیں اور پرنس آف ڈھمپ ان کا کوڈ نام ہے۔“ سر واجد حسین نے باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”انہی سے میری بات فون پر ہوئی تھی۔“ صدر مملکت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں جناب۔ نام تو دی ہی ہے۔ لیکن شکل دوسری ہے۔“

عمران نے بڑے سنجیدہ انداز میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ شکل دوسری ہے۔ کیا مطلب؟ صدر مملکت اس فقرے پر بڑی طرح چونک پڑے۔

”جناب۔ یہ میک اپ میں ہیں۔ کیوں کہ مجرم انہیں چھپاتے ہیں۔“ سر واجد حسین نے فوراً ہی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔“ بہر حال مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی اصل شکل نہ دیکھ سکا۔“ صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا ہوا ہے جناب۔“ درنہ آپ رات کو خواب میں بھی ڈرتے رہتے۔ میرے ڈیڈی قید نے بھی مجھے اسی لئے گھر سے نکالا ہوا ہے۔ کیوں کہ میری شکل دیکھنے کے بعد اقل تو انہیں یقین نہیں آتی۔ اور اگر مترمہ نیند ابھی جاتی ہے اور ساتھ اپنے بچے یعنی ڈراوے خواب لے آتی ہے۔“ عمران کی زبان حسب معمول چل پڑی۔ اور صدر مملکت کے چہرے پر ناگوار سی کے تاثرات پھیلتے گئے۔

”جناب عمران صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ایف۔ ڈی کے دونوں ٹارگٹس تلاش کر لیے ہیں۔“ اور یہ ایف۔ ڈی کو دونوں ٹارگٹس پر ناکام بنا دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

سر واجد حسین نے بات بگڑتے ہوئے دیکھ کر فوراً موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر عمران نے اُسی طرح کی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا جیسے سر سلطان کے گھر میں ان کے ساتھ کی تھی۔ تو صدر مملکت شاید اپنے ہاتھوں سے عمران

کو شوٹ کر دینے سے بھی گریز نہ کریں۔

"اور دو ڈارگٹش کون سے؟" صدر مملکت نے فوراً ہی چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ایک ریڈ فائر گٹ اور ایک بلیو ٹارگٹ۔ ویسے باقی دہی وے جناب۔ آپ کو کیا شوق ہے مجرموں کے ہاتھوں بلیک میل ہونے کا؟" عمران نے یوں منہ ملتے ہوئے کہا جیسے اُسے صدر مملکت کی کمزوری پر غصہ آ رہا ہو۔

"اور۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں؟" صدر مملکت نے یک لخت غصے سے بگڑے ہوئے بچے میں کہا۔ ان کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ کوئی شخص ان سے اس طرح بھی بات کر سکتا ہے۔

"عمران صاحب۔۔۔ پلیز۔۔۔ ملک اس وقت انتہائی نازک صورت حال سے گزر رہا ہے۔۔۔ سر و اجد حسین نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"جناب آپ ناراض نہ ہوں۔۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ حکومت ایک بے حد طاقت ور چیز ہوتی ہے۔ اس کا فرض مجرموں کی بلیک میلنگ سے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ عوام کو بھی بچانا ہے۔ آج اگر آپ نے مجرموں کے سامنے متفیار ڈال دیئے تو کل آپ کس منہ سے رشید لے سکیں گے۔ اگر کل مجرموں نے پاؤں پاؤں کے ساتھ ساتھ ڈیم اڈانے کا چیلنج کر دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ ایف۔ ڈی کے کرمل چارٹس کو صدر بنا دیا جائے تو کیا

آپ اس کے لئے سیدٹ خالی کر دیں گے۔ کیا عوام نے آپ کو صدر اس لئے بنایا ہے کہ آپ مجرموں کے سامنے جھک جائیں۔ آپ کی حیثیت گھر کے چوکیدار جیسی ہے۔ اور عوام نے آپ کو ملک کی اور اپنی حفاظت کے لئے یہ عہدہ دیا ہے۔ اگر کل کوئی بدمعاش گھر پر حملہ کرے تو چوکیدار کا یہی کام ہوتا ہے کہ بجائے ان مجرموں سے لڑ کر گھر اور اس کے مکینوں کی حفاظت کرے بلکہ ان کے سامنے جھک کر ان کے لئے خود گھر کا دروازہ کھول دے۔

جواب دیجئے۔ کیا آپ کا یہ اقدام بالکل ایسا نہیں ہے؟" عمران نے بڑے جوشیے انداز میں کہا۔ اور صدر مملکت کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ حیرت سے بت بنے بیٹھے تھے۔

"مگر میں تو ملک کو تباہی سے بچانا چاہتا ہوں۔"

صدر مملکت نے کمزور سے لہجے میں کہا۔

"کل کا فرستان یا کوئی اور ملک بھاشا نہ پر حملہ کر دے تو آپ مقابلہ کرنے کی بجائے اُسے خوش آمدید کہیں گے۔ تاکہ ملک تباہی سے بچ جائے۔ جناب صدر۔۔۔ تباہی سے بچانا اس کو نہیں کہتے۔ بلکہ ملک کو تباہی سے بچانے کا مطلب ہوتا ہے کہ پوری قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ طاقت۔ قوت اور حوصلے سے ان کے سر کچل دیئے جائیں مجھے سیاست سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آپ بے شک پانچویں کے ساتھ کنفیڈریشن کریں یا نہ کریں میرا اس سے واسطہ نہیں ہے۔ اس سیاست کو آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آپ سمجھیں کہ پانچویں

پیٹ برکھل کر کام کرنا ہوگا۔ اور ظاہر ہے ایسا سرکاری شیلڈ کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اگر آپ ہمیں کوئی ایسی اتحادی دے دیں جس سے ہم پوٹیشن پر موجود ہر شخص کو کنٹرول کر سکیں تو آپ یقین کریں ایف۔ ڈی نہ صرف اپنے منصوبوں میں ناکام رہے گی بلکہ اُسے اپنے زخم بھی چاٹنے کی مہلت نہیں ملے گی۔
عمران نے کہا۔

”اوہ ضرور۔ میں آپ کو ریڈ سرکل اتحادی دے دیتا ہوں۔ یہ ہمارے ملک کی سب سے بڑی اتحادی ہے۔ سولے صد کے باقی بھاشا نہا بر آدمی اس اتحادی کے ماتحت اور اس کے احکامات کی پابندی اس پر لازمی ہو جاتی ہے۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”ایک اتحادی تو یہ دیجیئے۔ اسے میں پاور یاؤس میں استعمال کروں گا۔ اور دوسرے ایسے سات کارڈ جاری کر دیجیئے جس سے میرے ساتھیوں کو آگلی ڈپٹی کی سیکورٹی پر برتری حاصل ہو جائے۔ اور وہ دباں اپنی مرضی سے کام کر سکیں۔“ عمران نے کہا۔
”اوہ ٹھیک ہے۔ بلیک کارڈ ایسے ہی مقصد کے لئے ہوتے ہیں۔ میں ابھی احکامات جاری کر دیتا ہوں۔ پاور یاؤس اور آگلی ڈپٹی پر بھی احکامات پہنچا دیئے جائیں گے کہ ریڈ سرکل اور بلیک کارڈ کے احکامات کی پوری پابندی کی جائے۔“ صدر مملکت نے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے انٹر کام کارسیور اٹھا کر ایک

بٹن دبایا اور کسی کو اس اتحادی اور کارڈوں کے اجرا کے احکامات دیتے شروع کر دیئے۔

”اچھا جناب۔ اب مجھے اجازت دیجیئے۔ اور آپ عوام کا حوصلہ بڑھائیے۔ انہیں یقین دلائیے کہ ایف۔ ڈی مجرموں کا ایک ٹولہ ہے جو حکومت کو بلیک میل کر کے ملک کو تباہ کرنا چاہتا ہے ان کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔“ عمران نے کہا۔

”کیا میں یہ اعلان کر دوں کہ جس دھمکی کی ایف۔ ڈی آج رات دے رہی ہے اس ٹارگٹ کو تلاش کر لیا گیا ہے۔ اور ایسے انتقامات کر لئے گئے ہیں کہ یہ دھمکا اب نہ ہونے لگا۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”جناب۔ آپ کھل کر بات نہ کریں۔ بس اشارہ کہیں۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ پاور یاؤس میں ایف۔ ڈی نے کوئی تباہی نہ اچھا رکھنا ہے۔ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر تباہ کر سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آگلی ڈپٹی سے مایوس ہو کر انتقامی کارروائی پر تر آئیں اور اس سے پہلے کہ اس ہم کو ناکارہ بنایا جائے وہ اسے تباہ کر دیں اس لئے کھل کر اور واضح بات نہ کیجئے۔ صرف حوصلہ بلند کرنے کے لئے اشارہ بات کیجئے۔ البتہ اس ہم کے ناکارہ ہونے کے بعد میں آپ کو اطلاع دوں گا اور پھر آپ بے شک چیلنج سے بات کر سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔“ صدر مملکت نے کہا۔ اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس

کارڈ لے کر کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔۔۔ بہ حال میں بھاشانہ اور اس کے عوام کی طرف سے آپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یقین رکھیے کہ ہم اپنے محسنوں کو کبھی نہیں بھولتے۔“ صدر مملکت نے اس بار بار قاعدہ اٹھ کر مصافحہ کے لئے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بڑے پُر غلوں لہجے میں کہا۔

”اور محسن بھی اپنا احسان نہیں بھولتے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ احسان انہیں بھول جائے۔“ عمران نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ سرد واجد حسین بھی سلام کر کے اس کے پیچھے چل دیئے۔

چند لمحوں بعد عمران ایک ٹیکسی بکڑے فاسٹ ڈیوٹ کے بیڈ کوائر کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ اس کی فراخ پیشانی پر شکلوں کا جال سا پھیلا ہوا تھا۔ اور وہ آکل ڈپو اور پائس میں کئے جانے والے اقدامات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ کیوں کہ اس وقت یہ دونوں مارگٹ ہی اس کے لئے اہم ترین بن چکے تھے۔

کے ہاتھ میں دو فائلیں تھیں۔ اس نے وہ فائلیں بڑے مؤدبانہ انداز میں صدر صاحب کے سامنے رکھ دیں۔ صدر مملکت نے ایک فائل کھولی اور اس میں رکھے ہوئے ایک سرخ رنگ کے کارڈ کو ایک لمحے کے لئے غور سے دیکھا اور پھر قلم اٹھا کر اس پر اپنے دستخط کر دیئے۔ اور یہ کارڈ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”بیچئے۔ یہ ریڈیو سرکل اتھارٹی ہے۔“ صدر مملکت نے کہا اور عمران نے اٹھ کر وہ کارڈ لے لیا۔ اس پر ایک سرخ رنگ کا دائرہ بنا ہوا تھا جس کے اندر بھاشانہ کا سرکاری نشان تھا۔ اور نیچے صدر مملکت کے دستخط اور مہر لگی ہوئی تھی۔

”شکریہ۔“ عمران نے کہا اور کارڈ کو یوں لاپرواہی سے جیب میں رکھ لیا جیسے اس کارڈ کی اہمیت اس کی نظروں میں عام کارڈوں سے بڑھ کر نہ ہو۔

صدر مملکت اب دوسری فائل کھول کر اس میں رکھے ہوئے سات کارڈوں پر دستخط کر رہے تھے اس لئے وہ عمران کے انداز کو نہ دیکھ سکے۔ البتہ وہ نوجوان جو یہ کارڈ لے کر آیا تھا۔ انتہائی تعجب بھرے انداز میں عمران کو دیکھ رہا تھا کہ اس قدر بڑی اتھارٹی کو کس لاپرواہی سے جیب میں رکھ لیا گیا ہے۔ صدر مملکت نے ساتوں کارڈوں پر دستخط کر کے وہ کارڈ بھی عمران کی طرف بڑھا دیئے۔ ان کارڈوں پر سیاہ رنگ کا کر اس بنا ہوا تھا۔ اور اس کے نیچے بھاشانہ کا سرکاری نشان اور صدر مملکت کے دستخط تھے۔

”شکریہ جناب۔۔۔ اب مجھے اجازت ہے۔“ عمران نے

کوٹھی کی ٹنگرائی کر رکھی تھی۔ آخرا ب کیا ہو گا۔ ریڈ آرمی کے لئے یہ ڈوب کر مر جانے کا مقام ہے۔ کمرل ممبیر خ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ دراصل ہمارا طریقہ کار شروع سے ہی غلط رہا ہے۔ ہم اندھیرے میں ہاتھ پیرا رہے ہیں۔ اتفاق سے کوئی گلیو ہاتھ آجاتا ہے تو ہم اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ ہمیں کوئی باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔“ میجر جہیرس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اؤم۔۔۔ یہ تم کہہ رہے ہو۔ جب کوئی چیز سامنے ہی نہ ہو تو پھر
آفریقا منصوبہ بندی کی جائے۔ اب تم بتاؤ جو مجھ کو وہ صورت حال
میں کیا منصوبہ بندی کی جائے؟“ کونسل میں رخنے حیرت بھرے
انداز میں کہا۔ اور آفریقہ کے پیچھے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”باس۔۔۔ موجودہ صورت حال میں ہمیں ایک اور کام کرنا چاہیے جیسا کہ کرنل چارلس نے بتایا ہے کہ وہ آج رات آئل ڈپو پر کام کر رہے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ فرسٹ ڈیوڈ اس ٹارگٹ کو تلاش کرے گی۔۔۔ اور وہ ایف۔ ڈی کو ناکام بنانے کے لئے دماں پہنچے گی۔ اسی عرصہ پاور ہاؤس میں بھی یقیناً وہ لوگ کام کریں گے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ ان دونوں ٹارگٹس کی ہر باقاعدہ نگرانی کریں۔ اور پھر جیسے ہی یہ مجرّمین دیکھائی دیں عقابوں کی طرح ان پر جھپٹ بڑھیں۔۔۔ پھر میرے لئے کہا۔“

ادہ — تمہاری بات بالکل درست ہے۔ آئل ڈیو کے متعلق

کرنال (ہیمہ) بڑے بے چین سے انداز میں کمرے میں ٹپ رہا تھا۔ میجر میرس ایک سائیڈ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی اور الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

تھے۔ ہجرت تیرس۔ ہمارے پانچ ممبر بھی ختم ہو گئے۔ لیکن ہمیں حاصل ہوئی کچھ نہ ہوا۔ اور آج کرنل چارلس نے جس انداز میں بات کی ہے اس سے مجھے بے حد کوفت ہوئی ہے۔ یہ ریڈ آرمی کے لئے بہاؤ موقع ہے کہ اس کے دشمن اُنے انجیوں پر تیار ہے میں پہلے دو آدمی ہمارے قبضے میں آکر نکل گئے۔ پھر ہم نے ان کے بیٹے کو اپنے پر چھاپا۔ مادہ ہمارے ہتھ بھی چڑھ گئے۔ لیکن پھر بنانے کس طرح ان کے ساتھی دہان آگودے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آخر وہ کہاں غائب ہو گئے۔ ہم نے پولیس کے آنے کے باوجود

تو میں کہہ نہیں سکتا۔ البتہ پاور ہاؤس والی بات درست ہے۔

فاسٹ ڈیٹھ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کا دوسرا نام ہے۔

عمران بھی یہاں موجود ہے اور وہ مجھ پر بھی سامنے آگئے ہیں۔ جو

اسرائیل میں ہمارے خلاف کام کرتے رہے ہیں۔ میں نے انہیں

خود دیکھا ہے۔ اس لئے یہ فاسٹ ڈیٹھ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس

کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس لئے یہ لازماً الیف ڈی کوٹا کام بنانے

کے لئے مہمدران میں اترے گی۔ اس لئے ہمیں ان دونوں

ٹارگٹس پر نگرانی کرنی چاہیئے۔ کرنل ہمیرخ نے مسرت

بھرے لہجے میں کہا۔

”درست ہے جناب۔ اس کے سوا اور کوئی صورت بھی

نہیں۔“ میجر ہمیرس نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ پھر ایسا ہے کہ میں چارمبہڑ کے ساتھ پاور ہاؤس

کی نگرانی کرتا ہوں۔ تم باقی چارمبہڑ کو ملے کر آئل ڈپو کی نگرانی کرو۔

میں فل ایکشن کے لئے پوری طرح تیار رہنا چاہیئے۔ اور جیسے ہی

یہ لوگ نظر آئیں ان پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ انہیں ایکسٹے کی بھی

مہلت نہیں ملنی چاہیئے۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔

مجھے ایک اور خیال آ رہا ہے۔ اس کے سوا ان دونوں ٹارگٹس

پر پاکیشیا سیکرٹ سروس غیر سرکاری طور پر کام نہیں کر سکتی۔ یہ

یقیناً سرکاری اتھارٹی سے کام لیں گے۔ اس طرح ہم انہیں آسانی

سے چیک کر سکتے ہیں۔“ میجر ہمیرس نے کہا۔

”او۔“ ویری گڈ آئیڈیا۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ گڈ۔ اس

طرح ہم آسانی سے انہیں چیک کر لیں گے۔“ کرنل ہمیرخ

نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

لیکن باس۔ ایک انجمن ضرور سامنے آئے گی کہ ہم ان

ٹارگٹس پر اندر نہ جاسکیں گے۔“ میجر ہمیرس نے کچھ سوچتے

ہوئے کہا۔

”او۔“ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم فوری طور پر ایسے مطلب

کے چند افراد کو اغوا کر کے ان کا روپ دھار سکتے ہیں۔“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں ہمیں فوری

ایکشن میں آ جانا چاہیئے۔ تاکہ رات ہونے سے پہلے ہم کسی خاص

سچو کن کو کور کر سکیں۔“ میجر ہمیرس نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اپنے گروپ کو تیار کرو اور آئل ڈپو پر پہنچ

جاؤ۔ اور جیسا مناسب سمجھو اقدام کرو۔ میری طرف سے مکمل اجازت

ہے۔“ کرنل ہمیرخ نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور میجر

ہمیرس سر ہلاتا ہوا اٹھا اور تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل

گیا۔

میجر ہمیرس کے جانے کے بعد کرنل ہمیرخ کافی دیر تک بیٹھا

سوچتا رہا کہ آئے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ اب یہ تو

ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے گروپ کو ملے کر پاور ہاؤس کے مین گیٹ

پر کھڑا ہو جاتا اور جیسے ہی عمران یا اس کے ساتھی وہاں پہنچتے۔

وہ انہیں دبوچ لیتا۔ یہ اس کا اپنا ملک تو نہ تھا یہاں تو

وہ خود مجرم تھا۔ اور یہ بات بھی طے تھی کہ پاور ہاؤس کے حفاظتی انتظامات ایف۔ ڈی کی اس دھمکی کے بعد انتہائی سخت کر دیئے گئے ہوں گے۔ اور جو سکتا ہے کہ پورا پاور ہاؤس براہ راست فوج کی نگرانی میں دے دیا گیا ہو۔ اور آخری بات جو اس کے ذہن میں آئی وہ یہ کہ ضروری نہیں کہ فاسٹ ڈیٹھ دیا جائے۔ لیکن اب فاسٹ ڈیٹھ کو ٹریس کرنے کی ادھر کوئی صورت بھی نہ تھی۔ اور پاور ہاؤس کی طرف جانا اُسے محض حماقت نظر آ رہا تھا۔ اس وقت جوش میں آکر اس نے میجر بیرس کی بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن اب بغور سوچنے پر اسے یہ ساری تجویزیں کچکا نہ نظر آ رہی تھی۔ دوسری بات یہ کہ پاور ہاؤس میں تو ہزاروں افراد کام کرتے ہوں گے اور وہاں بے شمار شعبے ہوں گے۔ وہ آخر کس طرح وہاں پہنچ کر چیک کرے کہ فاسٹ ڈیٹھ کے ممبران وہاں پہنچے ہیں یا نہیں۔ بس میجر بیرس کی صرف یہی بات دل کو گنتی تھی کہ پاور ہاؤس میں داخلے کے لئے فاسٹ ڈیٹھ کے ممبران لازماً سرکاری انتظاماتی استعمال کریں گے۔ اور یہ انتظاماتی طریقہ کوئی پیشیل اتھارٹی ہی ہوگی۔ سچی وہ پاور ہاؤس میں ایف۔ ڈی کے پلان کے خلاف کوئی کام کر سکتے ہیں سوچتے سوچتے اس نے انٹر کام کارسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

”یس۔ مائیکل سپیکنگ۔ دوسری طرف سے اس کے گروپ کے نمبر ڈو کی آواز سنائی دی۔“

”میسے پاس آؤ۔“ کرمل بھیرخ نے کہا اور سیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد ایک لمبا ترنگا ٹو جوان اندر داخل ہوا اس کے انداز میں بے پناہ پھرتی تھی۔

”بٹھو۔“ کرمل بھیرخ نے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور مائیکل کرسی پر جم گیا۔

”ایف۔ ڈی نے حکومت کو دھمکی دی ہے کہ اگر جوہن گھنٹوں کے اندر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ بھاشا نہ کے مین پاور ہاؤس کو اڑا دیں گے۔ تم نے یہ نشر یہ سننا ہے۔“

کرمل بھیرخ نے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

”یس باس۔ میں نے ٹیلی ویژن پر سننا ہے۔“

مائیکل نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

”گڈ۔ آج رات وہ ایک فوجی آئل ڈپو اڑانے والے ہیں۔ یہ دونوں ٹارگٹس حکومت کے لئے بے حد اہم ہیں۔ لیکن ہمارا ان سے تعلق نہیں ہے یہ ایف۔ ڈی کا اپنا کام ہے۔ ہماری یہاں آمد کا مقصد پائشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہے۔ نظام پر تو پائشیا سیکرٹ سروس یہاں نہیں آئی۔ اور اس کی جگہ ایک تنظیم فاسٹ ڈیٹھ سامنے آئی ہے جس سے ہمارا کوئی بارگراؤ ہو چکا ہے۔ لیکن عالم گیر ٹاؤن میں ہم نے فاسٹ ڈیٹھ پر جو ریڈ کیا۔ اس میں پہلی بار یہ بات سامنے آئی ہے کہ دراصل پائشیا سیکرٹ سروس ہی ایک نئے نام سے یہاں کام کر رہی ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ پائشیا سیکرٹ سروس کا ہی دوسرا نام ہے۔ اب میجر بیرس کا

انداز میں سر ہلا دیا۔



یہ خیال ہے کہ دونوں ٹارگٹس پر فاسٹ ڈیٹھ ہی ایف۔ ڈی کے خلاف کام کرے گی۔ اور ہمیں وہاں ان لوگوں کو گولی مار دینی چاہیے۔ چنانچہ میجر ہمیں اپنے چار ساتھیوں کو لے کر آئل ڈپو کے ٹارگٹ کو کور کرنے کیلئے۔ جب کہ پاور ہاؤس کا ٹارگٹ میں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ لیکن اب یہ بات میرے ذہن میں نہیں آ رہی کہ وہاں سمارٹ طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔ کرنل ہمیں رخ نہ کہا۔ ”باس۔ نیچر ہمیں سے میری بات ہوئی ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ فاسٹ ڈیٹھ اس بار کوئی سرکاری اتھارٹی لے کر ہی دونوں ٹارگٹس پر سامنے آئے گی۔ اور باس اس کاوفی میں دو بھائی رہتے ہیں۔ دونوں ہی پاور ہاؤس میں انجنیئرز ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں ان دونوں کو انوکھا کر لیتا ہوں۔ ان کی جگہ ہم اپنے دو آدمی بھیج دیتے ہیں۔“ مائیکل نے کہا۔

”ان کے قدمقامت۔“ کرنل ہمیں رخ نہ چونک کر پوچھا۔ ”بس ہماری طرح کے ہی ہیں۔ معمولی سا فرق ہوگا۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

”اوہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ٹھیک ہے تم ان دونوں کو انوکھا کر کے یہاں لے آؤ۔ ان سے معلومات بھی حاصل ہو جائے گی اور پھر ان کے مینک اپ میں پاور ہاؤس میں بھی پہنچ جائیں گے۔“ کرنل ہمیں رخ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے جناب۔ میں بندوبست کرتا ہوں۔“ مائیکل نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور کرنل ہمیں رخ نے المیہ مانا۔

آئل ڈپو اور اس کے گرد پھیلی ہوئی عمارتوں سے تقریباً تین فرلانگ دور ایک ویران سے زرعی فارم ہاؤس کے پچلے تہ خانے میں آرنلڈ اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ انہوں نے تہ خانے کے اندر ایک چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس کی ساخت ریڈیو انٹرنیٹ جیسی تھی۔ اور اس کے اوپر ایک خاصی چوڑی سکرین موجود تھی۔ اس وقت آرنلڈ جس کے جسم پر آئل ڈپو سیکورٹی کی ہونی فارم تھی۔ اور وہ مقامی افراد کے مینک اپ میں تھے اس مشین پر جھکا ہوا تھا۔ مشین کے اوپر لگی ہوئی سکرین روشن تھی۔ اور اس پر بجلی کی لہروں جیسے کوندے مختلف سمتوں میں دوڑتے پھرتے تھے۔ اس کے چھ ساتھی بھی سیکورٹی ڈپو ہونی فارم میں ان کے پیچھے قطار باندھے ہوئے کھڑے تھے۔ آرنلڈ مختلف بن

آف۔ آن کرنا ہوا۔ اور پھر اچانک ایک زوردار جھکا ہوا۔ اور سکریں پر ایک مقامی آدمی کا چہرہ نمودار ہوا۔

میلو ماس۔ ریچرڈ سپیکنگ اور ڈی۔ ریڈیوٹر انسپیکٹر کی سائیڈ پر لگی ہوئی جانی سے آواز نکلی۔ جب کہ سکریں پر موجود اس آدمی کے لب ہلکے دکھائی دئے۔

س۔ آرنلڈ اسٹیننگ یورپورٹ دو اور۔ آرنلڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

باس۔ میں نے راستہ صاف کر دیا ہے۔ چیف سیکورٹی آفیسر کی جگہ میں نے سنبھال لی ہے۔ اور میں نے مین الارم کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ اب ہم آسانی سے ڈپو کے اندر بی۔ بم نصب کر سکتے ہیں اور ڈی۔ ریچرڈ نے جواب دیا۔

مگ۔ لیکن ہمیں کون سے راستے سے پہنچنا ہوگا اور ڈی۔ آرنلڈ نے کہا۔

جناب۔ سوالے سیدھے راستے سے اندر آنے کے اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اب سے تین چار گھنٹے قبل اچانک سات افراد جن میں ایک عورت بھی شامل ہے آئل ڈپو پر پہنچیں۔ وہ بلیک کار ڈیولڈر ہیں۔ بلیک کار ڈیولڈر کے متعلق پتہ چلے ہے کہ وہ لوگ شاید ملٹری سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیوں کہ یہاں موجود تمام سیکورٹی ان کے سامنے بھی جا رہی ہے انہوں نے پورے آئل ڈپو کی نہ صرف چیکنگ کی بلکہ انہوں نے ایک ایک آدمی کو بھی اچھی طرح چیک کیا۔ میں چوں کہ اس

وقت صرف پورٹر کی حیثیت میں وہاں موجود تھا۔ اس لئے میں چیک نہ کیا جاسکا۔ کیوں کہ پورٹر بہر حال اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں۔ وہ سیکورٹی والوں کو چیک کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ سب بکھر گئے۔ اور مختلف سپاٹس پر خود بھی نگرانی کرنے لگے ہیں یہ لوگ اب بھی موجود ہیں اور بے حد چونکا نظر آتے ہیں۔ میں نے چیف سیکورٹی آفیسر کو مارک اسٹ ایک آئل ڈپو کی ٹیم مشین کے چھپے پھینک دیا ہے اور خود اس کے روپ میں آگیا ہوں۔ چوں کہ وہ پہلے سب کو چیک کر چکے ہیں۔ اس لئے انہیں دوبارہ مجھ پر شک نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب بیحد چونکا ہیں۔ ان کے انداز سے یوں لگتا ہے جیسے انہیں ہمارے پردہ گرام کا علم ہو۔ اس لئے اگر آپ کسی بھی مشکوک راستے سے داخل ہوئے تو فوراً چیک ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے یہ پردہ گرام بنایا ہے کہ آپ سیدھے مین گیٹ پر آئیں۔ میں وہاں موجود ہوں گا۔ میں نے حفاظت قدم کے طور پر یہ بات کہہ دی ہے۔ کہ میں نے حکومت سے درخواست کر کے سپیشل سیکورٹی کا ایک گروپ طلب کیا ہے اور وہ کسی بھی وقت پہنچے والے۔ اس طرح میں آپ کو سپیشل سیکورٹی کے طور پر متعارف کراؤں گا۔ اور پھر آپ چیکنگ کے بہانے باری باری آئل ڈپو کے اندر جائیں گے مین الارم بند ہے۔ آپ وہاں بی۔ بم نصب کریں گے۔ جب سارے بم نصب ہو جائیں گے تو پھر ہم وہاں سے نکل پڑیں گے۔ کوئی بھی یہاں نہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد ان بہوں کو اڑا

دیا جائے گا اور۔۔۔ پھر ڈنہ پوری تفصیل بیان کرتے ہوئے
کہا۔

شکستہ۔۔۔ رچرڈ تم نے واقعی بے حد سچہ داری سے کام لیا ہے۔ یہ سب سے اچھا پروگرام ہے۔ ہمارے پاس سیکورٹی دیکھیں تو جو دہائی ہے۔ ہم آج بے ہیں۔۔۔ آرنلڈ نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

میں بائیں آنجائیں۔ میں گیمٹ پر آپ کے استقبال کے لئے
موجود ہوں گا۔ کوڈ پیش سیکورٹی ٹی رہے گا اور

بچہ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور آہ غلطی اور اینٹال
کہہ کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

آؤ بھئی۔۔۔ پھر چلنے والی قابل قدر کام کیلئے۔۔۔ بنی۔۔۔
ایک بار پھر چیک کر لو۔ اور ہم نے دہائی انتہائی احتیاط سے کام
لیا ہے۔ کوئی ایسا اقدام نہیں ہونا چاہیے جس سے کوئی شخص مشکوک
ہو سکے۔۔۔ آکل ڈپو کا اندرونی نقشہ آپ کے ذہنوں میں ہے۔
ہم نے پہلے سے طے شدہ ٹارگٹس پر ہی اپنے اپنے بم نصب کرنے
میں۔۔۔ آرگنڈ نے انہیں ہدایات دیں۔ اور پھر وہ سب دروازے
کی طرف چل پڑے۔ دروازے سے باہر نکل کر وہ ایک راہ داری
میں سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ایک ٹوٹے ہوئے
کمرے میں پہنچ گئے۔۔۔ وہاں سے نکل کر وہ فارم کی عقبی سمت
گئے۔ جہاں ایک ٹوٹے پھوٹے کمرے کے اندر ایک شیش دیوار
کھڑی تھی۔ جس کی نمبر پلیٹ پر سیکیورٹی کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا۔

یہ سیشن دیکھنا انہوں نے اس گروپ سے پھینکی تھی جس کی یونی فارمز انہوں نے پہن رکھی تھیں اور جن کی لاشیں اس وقت بھی اسی زرعی فارم کے ایک ٹوٹے ہوئے کمرے کے کونے میں ڈھیر کی صورت میں پڑی تھیں انہوں نے میک اپ نئے کئے تھے۔ کیوں کہ ان لوگوں کو تو آئل ڈیپو پر موجود لوگ پہچانتے تھے اور پھر وہ اپنی شفٹ ختم کر کے جا رہے تھے۔ اب ان کی ڈیوٹی ڈوڈو سکروروز فصیح کی تھی اس لئے ان کے میک اپ میں تو واپس نہ جاسکتے تھے۔ اور اب یہی احتیاط ان کے کام آرہی تھی۔ روز نما ہر ہے انہیں پیشیل سیکورٹی ٹھکے طور پر کون قبول کرتا۔

آرنلڈ نے سٹیرنگ سنبھالا اور باقی سب دوسری سیٹوں پر سوار ہو گئے۔ آرنلڈ نے انجن سٹارٹ کیا اور وین کو یکایک کر کے ٹھہرے سے باہر نکالا۔ اور پھر فارم سے باہر آکر اس نے اُسے مین روڈ کی طرف دوڑا دیا۔ یہ سڑک سیدھی آئل ڈپ کے مین گیٹ تک پہنچتی تھی۔ مین گیٹ سے بہت پہلے ایک سیکورٹی چیک پوسٹ تھی۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے وین ایک طرف روکی اور نیچے اتر آئے۔ یہاں ایک کین بنا ہوا تھا۔ کین کے ساتھ ہی ایک سرخ رنگ کی کار موجود تھی۔ جیسے ہی وہ نیچے اترے کین سے ایک لمبا ترنگ سا آدمی باہر نکلا۔ اس نے سیکورٹی کی یونی فارم پہنی ہوئی تھی اور اس کے سینے پر چیف سیکورٹی آفیسر کا رینج لگا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے اکھکھکایا کہ کونا آہستہ سے دیا اور ان سب نے ایک طویل سانس لیا۔ وہ مجھ گئے

کہ آنے والا ان کا ساتھی رچرڈ ہی ہے۔ اس نے واقعی عقل مندی کی تھی کہ وہ خود یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ اس طرح وہ آسانی سے نہ صرف اس چیک پوسٹ کو گراس کر سکتے تھے بلکہ آگے بھی انہیں سہولت ہو جاتی تھی۔

”ہیلو۔۔۔ میں چیف سیکورٹی آفیسر عبد السلام ہوں۔“

رچرڈ نے مقامی لہجے میں کہا۔
”ہمارا تعلق پیشل سیکورٹی گروپ سے ہے۔ ہمیں خاص طور پر یہاں حفاظتی انتظامات کو چیک کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ میں نمبر ڈون ہوں۔۔۔ آرڈر دینے آگے بڑھ کر بڑے باقاعدہ لہجے میں کہا۔
”ادہ میں۔۔۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے۔ آئیے۔۔۔ بہر حال رسمی چیکنگ تو کی جلتے گی۔“ رچرڈ نے کہا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔ اصولوں کی پابندی بہر حال ضروری ہے۔۔۔ آرڈر دینے میں ہلکا ہے۔“

کیبن میں دو سیکورٹی آفیسر اور بھی موجود تھے۔ رچرڈ نے ان سے بھی ان کا پیشل سیکورٹی گروپ کے طور پر تعارف کرایا اور وہ بھی مؤدب ہو گئے۔ پھر رچرڈ نے خود ہی باری باری ان سب کی جائزہ تلاشی لی۔ اُسے معلوم تھا کہ بی بی بم یونی فارم کے کارڈوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ وہ پتلی پیٹروں کی صورت میں ہوتے ہیں۔

”اور۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔ آئیے۔“ رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک رجسٹر پر اندراجات کرنے کے

بعد رچرڈ نے کیبن سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ سب مسکراتے ہوئے اپنی دیکھنے کی طرف بڑھے جب کہ رچرڈ اس سرخ رنگ کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ سرک پر دکھا ہوا راڈ اٹھایا گیا۔ اور انہوں نے اطمینان سے یہ چیک پوسٹ کراس کی۔ کار ان سے آگے آگے جا رہی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ مین گیٹ پر پہنچ گئے۔ یہاں رچرڈ نے ان کا تعارف کرایا۔ ان کی چیکنگ ایک بار پھر ہوئی۔ اندراجا ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے باقاعدہ چارج سنبھال لیا۔ ایک لمحے تو لگے آدمی سے رچرڈ نے بطور بلیک کارڈ ہولڈر تعارف کرایا۔ وہ شخص بڑے عجز سے انہیں دیکھتا رہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوالات کرتا۔ اس کے کسی ساتھی نے اُسے آواز دے دی اور وہ واپس مڑ گیا۔

اب وہ آٹھ کل ڈپو کی اصل عمارت میں داخل ہو گئے۔ رچرڈ ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ وہ انہیں یہاں کے سیکورٹی انتظامات کی تفصیلات بتا رہا تھا۔ تمام علاقہ نگہانے کے بعد وہ انہیں اصل عمارت کی طرف لے گیا۔ اور وہاں ایک طرف پہنچتے ہی اس نے انہیں دہراستہ بتا دیا جس سے گزر کر انہوں نے بی بی بم نصب کرنے تھے۔ یوں کہ وہ ایسا ممنوعہ علاقہ تھا جہاں سیکورٹی والے بھی اندر نہ جاسکتے تھے۔ وہاں کمپیوٹر میں الارم لگا دیا گیا تھا۔ اگر کوئی شخص دیوار کو بھی ہاتھ لگا دیتا تو وہ الارم بج اٹھتا تھا۔ اس لئے رچرڈ نے انہیں پوری تفصیل بتا دی۔ اس نے بتایا کہ اس نے بڑی مہارت سے ایک چھوٹے سے رستے کا الارم سسٹم آن کر دیا ہے۔ اب اگر

اس راستے سے اندر جایا جائے تو الارم نہیں بجے گا۔ وہ پورا سسٹم جام نہ کر سکتا تھا۔ کیوں کہ اس طرح مختلف جیک پوسٹوں پر موجود ٹیلی ویژن سکرینوں پر نظر آنے والے آئل ڈپو کے مناظر ایک تخت غائب ہو جاتے۔ اور سب سمجھ جاتے کہ مین الارم سسٹم خراب ہو گیا ہے یا اسے جام کر دیا گیا ہے۔ ریچرڈ تین روز سے بطور پورٹر یہاں کام کر رہا تھا۔ اس نے اس نے یہاں کے سارے نظام کی اچھی طرح چیکنگ کر لی تھی۔ ویسے ہی ریچرڈ ایکٹرڈنک کی فیلڈ میں ماہر تھا۔ اس نے ایکٹرڈنک انجینئرنگ میں ڈگریا لی ہوئی تھیں۔ اس نے آرٹلڈ نے خاص طور پر اسی کی ڈیوٹی یہاں لگائی تھی۔ اور ریچرڈ اس کی توقع سے کہیں زیادہ کامیاب رہا تھا۔ آرٹلڈ نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا اور پھر وہ سب ارد گردیوں ماؤنڈنگلنے لگے جیسے چیکنگ کر رہے ہوں جب کہ ان کا ایک ساتھی بڑی خاموشی سے اندر کھسک گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر ملکی سی مسکراہٹ موجود تھی۔ اس کی معنی خیز مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ کامیابی سے اپنے ٹارگٹ پر بمی بم نصب کر آیا ہے۔ اس کے آنے کے بعد ایک اور آدمی کھسک گیا۔ اس طرح وہ وہاں ٹپکتے رہے۔ چیکنگ کا بہانہ کرتے رہے اور ان کا ایک ایک ساتھی خاموشی سے اس ہتھیار خانے سے جا کر بمی بم اپنے اپنے طے شدہ ٹارگٹ کے مطابق نصب کر کے واپس آتا رہا۔ سب سے آخر میں آرٹلڈ اندر گیا۔ اور پھر جب وہ واپس آیا تو سب کے چہروں پر اطمینان کی جھلکیاں اٹھ آئیں۔

"آپ یہاں ٹھہریں۔ میں وہ راستہ دوبارہ درست کر دوں کہیں اچانک چیکنگ میں نہ پکڑا جائے۔" ریچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ آرٹلڈ اور اس کے ساتھی خواہ مخواہ ادھر ادھر چکراتے رہے۔ جیسے بڑی باریک بینی سے چیکنگ کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ریچرڈ واپس آ گیا۔ اس نے آلہ اور اس کے کا اشارہ کیا۔ اور پھر وہ سب واپس مین گیٹ کی طرف چل پڑے۔ ہم اسے آدھے گھنٹے بعد تباہ کر دیں گے۔ آرٹلڈ نے آہستہ سے ریچرڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کافی مار جن ہے۔ میں بھی کسی نہ کسی بہانے نکل آؤں گا۔" ریچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور تھوڑی دیر بعد جب وہ مین گیٹ پر پہنچے تو وہاں چار بلیک کارڈ بولڈر موجود تھے جن میں ایک عودت بھی تھی۔ ان سب کی تیز نظریں ان گروپ پر لگی ہوئی تھیں۔

ہم نے چیک کر لیا ہے۔ سب ادا۔ کسے ہے۔ ہم رپورٹ کر دیں گے۔ آرٹلڈ نے بڑے گرم جوش انداز میں ریچرڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تھیک یوس۔ ویسے بھی ملکی حالات کی وجہ سے ہم بے حد چوکنا ہیں۔" ریچرڈ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا پھر ہمیں اجازت دیجئے۔" آرٹلڈ نے کہا اور ریچرڈ کے سر ہلاتے ہی وہ مین گیٹ کی طرف مڑے ہی تھے کہ ایک

بلیک کارڈ ہولڈران سے مخاطب ہو گیا۔
 ”آپ لوگوں نے کیا چیلنج کی ہے۔۔۔ بلیک کارڈ ہولڈر کے
 بلجے میں ملکی سی سختی تھی۔
 ”ہماری چیلنج پیش ہوتی ہے۔ اور یہ سرکاری راز ہے اسے
 آؤٹ نہیں کیا جاسکتا سوری۔۔۔ آؤٹ نے اس سے بھی زیادہ
 سخت بلجے میں کہا۔
 ”آپ کے پاس شناختی کارڈز ہیں۔۔۔ اُسی بلیک کارڈ ہولڈر
 نے تیز بلجے میں کہا۔

”مسٹر چیف سیکورٹی آفیسر ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور
 میں نے پہلے کہا ہے کہ ہماری چیلنج پیش ہوتی ہے۔“
 آؤٹ نے گزشتہ بلجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے
 ساتھیوں کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔۔۔ بلیک کارڈ ہولڈر تیز نظروں
 سے انہیں دیکھتا رہا لیکن وہ بولا نہیں۔ اور وہ سب مین گیٹ سے
 نکل کر اپنی دیگن کی طرف بڑھ گئے۔ اور چند لمحوں بعد ان کی دیگن
 تیزی سے مین گیٹ کو گرا کر اس کرتی ہوئی مین گیٹ سے باہر نکل گئی۔ وہ سب
 اپنی اپنی جگہ بے حد مطمئن تھے۔ سب سے اہم اور مشکل کام اس
 قدر آسانی سے سرانجام پانگیا تھا کہ انہیں اب حیرت مہر ہی تھی اب
 صرف اس قدر کام باقی رہ گیا تھا کہ وہ یہاں سے واپس فادیم میں
 جاتے اور وہاں تہہ خانے میں موجود دائر لیس آپریٹنگ مشین کی
 مدد سے ان بی۔ بموں کو آپریٹ کر دیتے۔ اور اس کے ساتھ
 ہی آکل ڈپو اور اس کے ارد گرد موجود عمارتوں کی تباہی مکمل ہو جاتی۔

عمران نے کارپا ور ہاؤس کے مین گیٹ کے قریب رد کی
 ادینچے اتر آیا۔۔۔ مین گیٹ پر سیکورٹی کے علاوہ فوجی بھی کثیر
 تعداد میں موجود تھے۔ اور وہ سب بے حد مستعد اور چمکنے نظر آ رہے
 تھے۔ عمران تیز تیز قدم اٹھانا گیٹ کے ساتھ بیٹے ہوئے کیمن
 کی طرف بڑھ گیا۔ کیمن کے اندر ایک فوجی کیپٹن اور ایک سیکورٹی
 آفیسر موجود تھا۔

”ریڈ سرکل اتار دینی۔۔۔ عمران نے جیب سے ریڈ سرکل
 کارڈ نکال کر ان کے سامنے پھینکے ہوئے کہا۔

”ادھ میں۔۔۔ میں سر۔۔۔ وہ دونوں کارڈ دیکھتے ہی
 بوکھلا کر اٹھے۔ اور پھر ان دونوں نے ہی بڑے زوردار انداز میں
 عمران کو فوجی سیلوٹ مارا۔

”شہادت کریں۔۔۔ بس صرف آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔“

کر کیپٹن اور عمران کو دیکھنے لگا۔

”سر۔۔۔ آدھیں۔ اے صاحب۔۔۔ کیپٹن نے ریڈ سرکل اٹھارٹی کا مخف ادا کرتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے جیب سے کارڈ نکال کر میجر کے سامنے رکھ دیا۔

”ادھیں۔۔۔ سر۔۔۔ میجر کارڈ دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوا۔ اور اس نے بڑی تیزی سے عمران کو سیلوٹ مار دیا۔ ٹھیک اس جیسے کیپٹن۔۔۔ آپ جاسکتے ہیں۔۔۔ عمران نے سلام کا جواب دینے کے بعد کیپٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن سیلوٹ مار کر واپس چلا گیا۔

”آئیے میجر شفاعت۔۔۔ میں ایک تفصیلی رازنڈ لگانا چاہتا ہوں۔۔۔ عمران نے کارڈ اٹھا کر دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے میجر شفاعت سے کہا۔

”یہیں۔۔۔ سر۔۔۔ چلیے۔۔۔ سر میں ڈرائیور کو بلاتا ہوں۔۔۔ میجر شفاعت نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”ڈرائیور کی ضرورت نہیں۔۔۔ ہم پیدل جائیں گے۔“

عمران نے سر ہلجے میں کہا۔ اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ میجر شفاعت سر ہل کر رہ گیا۔۔۔ دفتر سے باہر نکل کر وہ دونوں پیدل چلتے ہوئے پادرس کی اصل عمارت کی طرف چل پڑے۔

”میں پادرس پلائی شعبہ کس طرف ہے۔۔۔ عمران نے باہر نکل کر پوچھا۔

”ادھر ہے سر۔۔۔ ادھر۔۔۔ میجر نے شمالی طرف اشارہ

عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔ اور کارڈ واپس اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

”ادھیں۔۔۔ سر۔۔۔ دونوں نے ہی مشینی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سیکورٹی انچارج کون ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
”کرنل عمریں۔ ان کی طبیعت بگڑ گئی تھی وہ ریسٹ پر پٹے گئے ہیں اب ان کی جگہ میجر شفاعت ہیں۔ ان کا دفتر اندر ہے۔“

کیپٹن نے جواب دیا۔
”اوکے۔۔۔ مجھے ان کے دفتر تک لے چلیے۔“

عمران نے کہا۔

اور فوجی کیپٹن سر ہلانا عمران کے ساتھ باہر آ گیا۔ پھر وہ عمران کے ساتھ ہی اس کی کار میں سوار ہوا۔ اس کے اشارے پر ہرڈل رازنڈ اٹھایا گیا اور عمران کا رازنڈ لیتا گیا۔ اندر پہنچ کر کیپٹن کے اشارے پر اس نے کار وائیں سائیڈ پر موڑ دی۔ اور کافی فاصلے پر جا کر ایک برآمدے کے سامنے اس نے کیپٹن کے اشارے

پر کار روکی اور پھر وہ دونوں کار سے نیچے اتر آئے۔ یہاں برآمدے میں کئی مسلح فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ کیپٹن عمران کو لے کر ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے باہر بھی دو فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ دونوں نے کیپٹن کو دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا اور عمران کیپٹن کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک کرخت چہرے والا میجر بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چونک

کہتے ہوئے کہا۔ اور عمران اس طرف چل پڑا۔
اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک لفٹ کے ذریعے نیچے بنے ہوئے
مین باورسپلائی شعبے میں پہنچ گئے۔ یہاں بڑی بھاری مشینری
نصب تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اندر
جلنے سے پہلے سیر اور عمران دونوں کو مخصوص ایکٹوں پر وف
لباس اور مخصوص قسم کے ہلمٹ پہننے پڑے۔ اس ہلمٹ سے
مشینری کا شور ختم ہو گیا تھا۔ ہلمٹ کے ساتھ دائر لیس ٹرانسمیٹر
نصب تھے۔ جن سے وہ باآسانی ایک دوسرے کی باتیں سن سکتے
تھے۔ چیف انجینئر سیر شفاعت کے اشارے پر ساتھ چل
پڑا۔ عمران نے چیف انجینئر سے اپنا تعارف عزیز المرحومہ چیف
سیکورٹی آفیسر حکومت بھاشا کے طور پر کر لیا تھا۔ مختلف شعبوں
کو غور سے دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھتے گئے۔

عمران کی تیز نظریں مشینری پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ اس
مشینری کا صرف اس اینٹکی سے جائزہ لے رہا تھا کہ اگر کوئی
تباہ کن دائر لیس بم نصب کیا جائے تو وہ کہاں نصب کیا جاسکتا
ہے۔ اس نے مین باورسپلائی شعبے کی چیکنگ پہلے اس
لئے کرنا مناسب سمجھی تھی کہ اس شعبے میں بم کی موجودگی کا اُسے
سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس شعبے کو اگر
تباہ کر دیا گیا تو پورا ماؤس اڑ جائے گا کیوں کہ پاور ہاؤس کے
تقریباً سب شعبے کا لنک اس شعبے کے ساتھ تھا۔ لیکن یہاں اس
کوئی مشینری نظر نہ آ رہی تھی جہاں کوئی بم نصب کیا جاسکتا۔

وہ مشینری کو چیک کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر اچانک وہ
ایک بڑی مشین کے سامنے ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس مشین
پر دو انجینئر کام کر رہے تھے۔ لیکن عمران کی تیز نظروں نے ایک
لحظے میں یہ بات چیک کر لی تھی کہ وہ دونوں ہی کسی طرح انجینئر نظر
نہ آ رہے تھے۔ مشینری یوں تو خود کار تھی اور اس کی صرف
نگرانی کی جا رہی تھی۔ اس لئے دونوں انجینئر صرف اس مشینری کے
سامنے بیٹھے اُسے بغور دیکھ رہے تھے۔ لیکن عمران جو چیز دیکھ
کر ٹھٹھکا تھا وہ ان دونوں کے ہاتھ تھے۔ ان کے ہاتھوں کی انگلیاں
اور ساخت بتا رہی تھی کہ وہ کسی طور پر بھی انجینئر نہیں ہو سکتے کیوں کہ
اُسے ہاتھوں کی ساخت کے علم پر اچھا خاصہ عبور حاصل تھا۔ وہ
صرف انگلیوں اور ہاتھوں کی سائنٹ دیکھ کر آدمی کے پیشے کا اندازہ
کر لیتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہر پیشے سے تعلق رکھنے والوں
کے ہاتھوں اور انگلیوں کی ساخت علیحدہ ہوتی ہے۔ قاتل اور
مجرم قسم کے آدمیوں کے انگوٹھے بہت موٹے کی طرح ہوتے ہیں۔
ان کی انگلیاں بھدی اور چبڑی ہوتی ہیں۔ جب کہ شاعر مزاج۔
ادیب۔ مصور اور تخلیقی علوم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی
انگلیاں پتلی اور لمبی ہوتی ہیں۔ اسی طرح انجینئروں کی انگلیاں سٹول
ہوتی ہیں اور وہ درمیان سے مخصوص انداز میں ذرا اسی ٹیڑھی ہوتی
ہیں۔ اور اگر ٹیڑھا پن پیدا انسانی نہ بھی ہو تو انجینئر تک سے
واحد ہونے کے بعد ان میں لازمی وہ ہلکا سا ٹیڑھ پن آجاتا ہے۔
جب کہ ان دونوں انجینئرز کی جو شکل سے بھائی لگ رہے تھے۔ انگلیاں

چیف انجینئر نے جواب دیا۔

"آپ نے الٹ ڈی کا چیلنج سنبھالے کہ اگر حکومت نے ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے تو وہ یہ پاور ہاؤس اٹا دیں گے۔" عمران نے چیف انجینئر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سب سے پہلے تو ہم سب گھبرا گئے تھے۔ لیکن پھر ہمارے صدر نے بڑی خوشنودی اور حوصلہ افزائی کی کہ ہمیں مجرموں کے سامنے جھکنے کی بجائے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ہم سیاسی طور پر اپنا مستقبل خود طے کریں گے۔ اور کسی ملک یا مجرم تنظیم کو یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ قوم اور ملک کو بلیک میل کرے۔ ہمارے معاملات میں مداخلت کرے۔ اس تقریر کے بعد جناب پورے ملک کا رویہ بدل گیا۔ عوام مجرموں کے خلاف ہو گئے ہیں۔ جہاں تک پاور ہاؤس کے اٹانے کا تعلق ہے۔ یہ صرف مجرموں کی گیدڑ بھٹکی ہے۔ یہاں سیکورٹی کے انتظامات اتنے سخت ہیں کہ مجرم تو مجرم مجرموں کی رد میں تک داخل نہیں ہو سکتیں۔" چیف انجینئر نے بڑے جوشیلے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور عمران اس کے دعویٰ پر دل ہی دل میں ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے۔ آئیے مجرما صاحب۔" عمران نے کہا۔ اور پھر وہ لباس اتار کر اس شخص سے باہر نکل آئے۔

"جناب۔۔۔ ہم نے بڑی سخت چیکنگ رکھی ہوئی ہے۔" میجر نے باہر نکلتے ہی خود بانہ انداز میں کہا۔

اور ہاتھوں کی ساخت خاصی مختلف تھیں اور عمران کو محسوس ہو رہا تھا۔ کہ ان کا تعلق انجینئرنگ کی بجائے ایسے شعبے سے ہے جس میں لانا مارشل آرٹ کا زیادہ سے زیادہ سہارا لیا جاتا ہے۔ ساخت کے لحاظ سے وہ مجرم تو نظر نہ آتے تھے لیکن ان کا تعلق بہر حال اسی شعبے سے لگتا تھا۔

"ان کا کتنا تجربہ ہے۔" عمران نے چیف انجینئر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ یہاں آٹھ سال سے ہیں۔ دونوں کے بھائی ہیں۔ انجینئر رحمت حسین اور سلامت حسین۔" چیف انجینئر نے ان دونوں کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں بھی چونک کر عمران کو دیکھنے لگے۔ اور دوسرے لمحے عمران کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بہت تجربہ کار انجینئر لگتے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ سب واقعی کافی تجربہ کار ہیں۔" چیف انجینئر نے کہا۔

اور عمران سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ دیگر مشینری کو دیکھنے کے بعد وہ واپس چیف انجینئر کے کمرے میں پہنچ گئے۔

"میرا خیال ہے آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ شفت کس وقت تبدیل ہوگی۔" عمران نے چیف انجینئر سے پوچھا۔

"ابھی شفت تبدیل ہونے میں چار گھنٹے باقی ہیں۔"

کسی سیکورٹی آفیسر کو مثال کے طور پر آپ کو اغوا کر لیں اور خود اس کے میک اپ میں یہاں آکر چینگ شروع کر دیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ کسی اپنے ساتھی کو بغیر چیک کئے اندر نہیں جانے دیں گے۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور میجر کا چہرہ حیرت اور خجالت سے جگڑنے کے قریب ہو گیا تھا۔

”ادہ سر۔۔۔ آپ واقعی درست فرما رہے ہیں۔ ادہ واقعی ہم سے زبردست حماقت ہوئی ہے۔“ میجر نے انتہائی محذرت بھلے لہجے میں کہا۔ اُسے اب احساس ہو رہا تھا کہ واقعی ان کی چینگ صرف رسمی ہی ہے۔ مجرم اس چینگ کو بڑی آسانی سے ناکام بنا سکتے ہیں۔

”میجر صاحب۔ مجرموں نے باقاعدہ چیلنج کسی برتے پر ہی کیا ہوگا۔ ان کے چیلنج سے ہی صاف ظاہر ہے کہ وہ اس یا دریاؤں کی تباہی کا مکمل انتظام کر چکے ہیں۔ کسی نہ کسی جگہ ایسا تباہ کن بم نصب ہے جسے کہیں دور بیٹھے وہ دائرہ لیس کے ذریعے آپریٹ کر سکتے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے جناب۔ لیکن اب آپ فرمائیے کہ کیا کیا جائے۔“ میجر نے مکمل طور پر شکست تسلیم کرتے ہوئے ساری بات عمران پر ڈال دی۔

”ابھی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا ہو سکتا ہے۔ فی الحال آپ ایسا کیجیے کہ آپ فورس اپنے ہمراہ لے جلیں اور ان دو بھائی انجینئروں کو بڑی حفاظت سے یہاں لے آئیے۔ اگر وہ بھاگنے لگیں

”کیا کیا چیک کہتے ہیں آپ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”بھتیخار۔ اور ایسی ہی دوسری ضرور ساں چیزیں۔“ میجر نے جواب دیا۔

”کیا آپ میک اپ بھی چیک کرتے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”میک اپ۔۔۔ میک اپ کا کیا تعلق۔۔۔ میک اپ تو ہم چیک نہیں کرتے۔“ میجر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ”یعنی مجرم اگر یہاں کے کسی آدمی کو مثال کے طور پر اس چیف انجینئر کو اغوا کر لیں اور اس کے میک اپ میں اندر آجائیں تو آپ کیسے چیک کریں گے۔“ عمران نے اس کے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”ادہ سر۔۔۔ اس طرف تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں۔ اور سر۔۔۔ اگر کوئی بھی آجائے تو وہ کیا کرے گا۔ ہاتھ سے تو وہ کسی مشینری کو تباہ کرنے سے رہا۔ اور ساتھ ہم کوئی چیز آنے نہیں دیتے۔“ میجر نے عمران کے کمرے پر بیٹھنے کے بعد دوسری کمرے پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”میجر صاحب۔ زمانہ بہت آگے جا چکا ہے۔ اب تو کمپیوٹر چینگ مخین انسان فی عقل کے سامنے خیل ہو جاتی ہیں۔ آپ تو صرف ہاتھوں سے تلاشی لیتے ہیں۔ اور پھر کوئی سیکورٹی والا بھی تو مجرموں کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔ اور پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ مجرم پہلے

نظام درست کام کر رہا ہے۔ انہوں نے سیکورٹی افراد کو بھی غور سے چیک کیا۔ لیکن وہ سب ہی شبہ سے بالاتر تھے۔
”یہاں تو فوجیوں کا ہاتھ بڑھا مشکل ہے۔“ تنویر نے تمام جائزہ لینے کے بعد کہا۔

وہ سب مین گیٹ سے کافی فاصلے پر ایک چھوٹی سی بارہ دری نما عمارت میں رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف صفدران میں موجود نہ تھا وہ راؤنڈ پر گیا ہوا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد صفدر بھی دہاں پہنچ گیا۔

”ایک پیشل سیکورٹی گروپ حکومت کی طرف سے آیا ہے تاکہ انتظامات کو چیک کیا جاسکے۔“ صفدر نے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے حکومت نے چیلنج کے بعد ہر طرف چیکنگ کرنی ہے۔“ کیڈن شکیل نے کہا۔ اور وہ سب ایک بار پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔

”میرا خیال ہے۔ ہمیں یہاں بیٹھ رہنے کی بجائے اس آئل ڈپو کے اطراف میں موجود علاقے کو بھی چیک کرنا چاہیے۔“ ہو سکتا ہے مجرموں نے کوئی ایسا سائنسی حربہ اختیار کر کے کاسوچا ہو جس سے وہ کوئی تباہ کن بم فلائنگ انڈاز میں ڈپو پر پھینکیں۔

نعمانی نے کہا۔
”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے یہاں آتے ہی

سب سے پہلے ہی چیک کیا تھا۔ یہ آئل ڈپو اور اس سے ملحقہ عمارات تمام بم بردار ہیں۔ باہر سے پھینکا جانے والا بم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ چلے دے وہ کس قدر طاقت ور رہی کیوں نہ ہو۔“ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ایٹم بم کو بھی روکا جاسکتا ہے؟“ تنویر نے کہا اور اس کی بات سن کر سب ہنس پڑے۔

”مجرموں کے پاس ایٹم بم ہوتا۔ تو بھاشا نہ کب کا نیست و نابود ہو چکا ہوتا تنویر۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور تنویر بھی ہنس پڑا۔ اُسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس نے جوش میں آکر مضحکہ خیز بات کر دی تھی۔

”یہ عمران اب ہم سے آتا ہے۔ یہ آغراب تک کیا کرتا رہا ہے؟“ اچانک جولیہ نے کہا۔

”تمہیں یہ بیٹھے بیٹھے عمران کیسے یاد آگیا۔ کہہ بن دھکے کھاتا پھرتا رہا ہوگا۔ جب پچھو نہ بن سکا تو جہاز کی طرف آگیا لیڈر سی چمکانے۔“ تنویر نے فوراً ہی بڑا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”تنویر۔“ مجھے تو بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے تمہیں عمران سے اللہ واسطے کا بیر ہو۔ تم خود سوچو جب ریڈ آرمی

ہمارے ہیڈ کوارٹر میں گھس آئی تھی۔ اگر اس وقت عمران دہاں پہنچ کر ہماری مدد کو نہ آتا تو اس وقت ہماری لاشیں سڑکوں پر پڑی

گل سڑ رہی ہوتیں۔ اس کے بعد یہ عمران کا ہی کام ہے کہ ہم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ ایف ڈی

آکل ڈپو کو آج رات اٹھانا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ جو لیلے سخت بچے میں کہا۔

”تو کیا عمران کے آنے سے پہلے ہم لے کر بیٹھے رہے ہیں۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔ تنویر نے منہ بند نہ ہونے جواب دیا۔
”ارے۔۔۔۔۔ یہ پیشل سیکورٹی والا گروپ شاید واپس جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اچانک کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور وہ سب مڑ کر اس طرف دیکھنے لگے جدھر دور سے وہ گروپ مین گیٹ کی طرف بڑھتا نظر آ رہا تھا۔

”ہمیں انہیں بھی پک کر ناپا چیتے۔۔۔۔۔ چوہان نے رائے دیتے ہوئے کہا۔
”جنگ کی کیا ضرورت ہے، اگر یہ جو ہم بھی ہوئے تو یہاں احاطے میں گھوم کر واپس چلے جائیں انہوں نے کون سا تیر مار لیتا ہے؟ تنویر نے کہا۔

”یہ کئی دیکھیں تو سہی۔ کیا واقعی یہ واپس جا رہے ہیں یا ان کا کوئی اور پروگرام ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔
”جیو دیکھ لیتے ہیں۔۔۔۔۔ تنویر نے بادل خواستہ اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر تنویر۔۔۔۔۔ صفدر۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل اور جولیا اٹھ کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ جب کہ باقی ممبران وہیں بیٹھے رہے۔ ظاہر ہے یہ کوئی ایسا کام تو نہ تھا کہ وہ سب وہاں اکٹھے ہوتے۔
ان چاروں کے جانے کے بعد وہ عمران کی باتوں میں مصروف

ہو گئے۔ ان کے خیال کے مطابق عمران کی اس گروپ میں عدم موجودگی کی وجہ سے وہ اب تک کوئی فیصلہ کن اقدام نہیں کر سکے۔ اور وائے ادھر ادھر بھاگنے کے اور کچھ نہیں ہو سکا۔

”لیکن ایک بات ہے۔۔۔۔۔ عمران کی غیر حاضری کی وجہ سے ہم کسی حد تک فعال ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔۔۔۔۔ ورنہ سارا ہوجہ اکیلا عمران ہی اٹھایا کرتا تھا۔
نعمانی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”اس بار ایک اور بات سامنے آئی ہے۔ کہ ایک سٹو ہمیں بھی کمر بالکل ہی غیر متعلق ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اس نے مڑ کر خبری نہیں لی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ کچھ کچھ رہے ہیں یا نہیں۔ مارے جاتے ہیں گرفتار ہو گئے ہیں۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔
”ارے ہاں۔۔۔۔۔ واقعی اس بات کا تو ہمیں خیال تک نہیں آیا۔ واقعی اس بار ایک سٹو قطعاً لائق ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ چوہان نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور ابھی چوہان کا فقرہ مکمل نہ ہوا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ میں بندھی ہوئی داغ ٹرانسمیٹر سے اس کی گلابی برص بن گئی چوہان نے چونک کر داغ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بن مخصوص انداز میں دبا دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔۔۔ ہوا اسٹیشننگ می اور ری۔۔۔۔۔ گھڑی سے ایک ٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اور وہ سب یہ آواز سننے ہی بڑی طرح چونک پڑے۔ ان سب کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہاں آنے کے بعد انہوں

ہوا چھوٹا سا بڑا کاکڑا اسولے چوہان کی گھڑی کے اور کسی میں بھی موجود نہ تھا۔ اس بڑے کھوڑے کے نہ بھلنے کی وجہ سے کنکٹنگ پوائنٹ پسینہ آ جانے کی وجہ سے گھبرا جاتا تھا۔ اور کال ٹرانسمٹ نہ ہو سکتی تھی۔

”میری گھڑی میں کور موجود ہے جناب۔ باقی کی گھڑیوں میں موجود نہیں ہے۔ شاید کہیں گر گئے ہیں اور۔۔۔ چوہان نے سب سے ہوتے لیجے میں کہا۔

”اسے دقتاً دقتاً چیک کرتے رہا کرو۔ لانگ ریج کال کے لئے اس کور کی موجودگی انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ بہر حال آئل ڈیو میں تھارسی چیکنگ کیسی جا رہی ہے۔ کوئی مشکوک بات تو سامنے نہیں آئی اور۔۔۔ ایک ٹونے پوچھا۔

ادہ نور۔۔۔ یہاں سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ حفاظتی انتظامات بے حد اعلیٰ ہیں اور درست کام کر رہے ہیں اور۔۔۔ چوہان نے جواب دیا۔

”تمہارے گروپ فاسٹ ڈیٹھ کالیڈر توخیر کہاں ہے اور۔۔۔ ایک ٹونے پوچھا۔

اور وہ سب معنی خیز انداز میں بھنویں اچکانے لگے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کا خیال غلط تھا۔ ایک ٹوان سے لاتعلقی نہ ہوا تھا بلکہ اُسے ان کے متعلق سب کچھ علم تھا۔

”جناب۔۔۔ توخیر۔۔۔ حضور۔ جولیا اور کیپٹن شکیل مین گیٹ پر گئے ہیں۔ ایک پیشل سیکورٹی گروپ یہاں آیا تھا۔ وہ اب

نے پہلی بار ایک ٹو کا ڈر کیا تھا اور اسی لمحے ایک ٹو کی کال بھی آگئی۔ اور وہ بھی چوہان کے وائچ ٹرانسمیٹر پر۔۔۔ جب کہ یہ کال جولیا صفحہ وغیرہ کے وائچ ٹرانسمیٹر پر ہی آئی چاہیے تھی۔

”چوہان اسٹنڈنٹ جاک باس اور۔۔۔ چوہان نے فوراً ہی مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باقی ممبران کے وائچ ٹرانسمیٹر کام کیوں نہیں کر رہے۔ میں کافی دیر سے مخصوص فریکوئنسی پر کال کر رہا ہوں اور۔۔۔

ایک ٹونے کی رخت لہجے میں پوچھا۔

اور باقی ساتھیوں نے چوہان کی گھڑیوں کو دیکھا اور دوسرے لمحے وہ سب ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔ ان کے وائچ ٹرانسمیٹر پر بارہ کا ہندسہ توجہ دل بکھ رہا تھا۔ لیکن کال اسٹنڈنٹ جو رہی تھی۔

”جناب۔۔۔ کاشن تو سب پر آرہا ہے۔ لیکن کال صرف میرے وائچ ٹرانسمیٹر پر ہی ٹرانسمٹ ہو رہی ہے اور۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ چیک کر کے بتاؤ ان کی ریسیٹ واپس آ کے نیچے کنکٹنگ پوائنٹ کور موجود ہے یا نہیں اور۔۔۔ ایک ٹونے کہا۔

اور ایک ٹو کی بات سنتے ہی ان سب نے تیزی سے اپنی اپنی گھڑیاں تار میں چوہان نے بھی اپنی گھڑی تار دی تھی۔ اور دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ گھڑیوں کے نیچے لگا

واپس جا رہا تھا۔ اُسے چیک کرنے گئے ہیں اور ٹ۔۔۔ چوہان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سپیشل سیکورٹی گروپ کہاں سے آیا ہے اور ٹ ایک ٹونے چوکنٹے ہوئے پوچھا۔

”حکومت نے بھیجا تو گا سر چیکنگ کے لئے اور ٹ۔

چوہان نے جواب دیا۔

”بھیجا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے تم نے انہیں چیک نہیں کیا۔ وہ لوگ موجود ہیں اور ٹ۔۔۔ ایک ٹونے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے اب وہ جا چکے ہوں گے۔ تنویر صفدر کیپٹن شکیل اور جولیا واپس آ رہے ہیں اور ٹ۔۔۔ چوہان نے کہا۔ کیوں کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ چاروں باتیں کرتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔

”تنویر سے بات کر آؤ اور ٹ۔۔۔ ایک ٹونے سخت لہجے میں کہا۔

اور اُسی لمحے صدیقی اٹھ کر تیزی سے تنویر اور اس کے ساتھیوں کی طرف بھاگا جو پڑے مطمئن انداز میں باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ اس نے جب انہیں ایک ٹونے کی کال کے متعلق بتایا تو وہ سب تیزی سے اس بارہ دہی کی طرف دوڑ پڑے۔ چوہان نے واپس ٹرانسمیٹر اتار کر ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے تنویر کی طرف بڑھا دیا۔

”یس سر۔۔۔ تنویر بول رہا ہوں سر اور ٹ۔۔۔ تنویر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تنویر۔۔۔ سپیشل سیکورٹی گروپ واپس چلا گیا ہے اور ٹ دوسری طرف سے ایک ٹونے کی تیز آواز سنائی دی۔

”یس سر۔۔۔ وہ ابھی ابھی گیا ہے۔ انہوں نے بھی حفاظتی انتظامات پر اطمینان کا اظہار کیا ہے اور ٹ۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

”تم نے ان کے شناختی کارڈ وغیرہ چیک کئے تھے اور ٹ۔۔۔ ایک ٹونے پوچھا۔

”یاس۔۔۔ میں نے بات کی تھی۔ لیکن انہوں نے اسے سرکاری سیکرٹ کہہ کر ٹال دیا تھا۔ ویسے چیف سیکورٹی آفیسر انہیں پرسنل جانتے تھے اور ممکن تھے اس لئے ہم خاموش ہو گئے۔ اور ویسے بھی وہ چلے گئے ہیں اور کمپیوٹر نظام کے مطابق آلہ کے آگے اور ٹ۔۔۔ تنویر نے جلدی سے تمام وضاحتیں کرتے ہوئے کہا۔

”ایسا کہہ کر فوراً کسی ڈریپر پر ٹھکر طاقت در دوہین سے چیک کرو کہ وہ وہاں کہاں جاتے ہیں۔ اب کار میں تو ان کا پیچھا منول ہے۔ تمہارا بے سہارے تھک کافی دور جا چکے ہوں گے۔ درہین سے چیک کرو جلدی۔ میں بعد میں کال کریں گا اور ٹ۔۔۔ ایک ٹونے کہا۔

اور تنویر نے جلدی سے گھڑی چوہان کی طرف پھنکی۔ اور پھر

تیزی سے بھاگتا ہوا نزدیکی ٹاڈر کی طرف بڑھنے لگا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر وہ دونوں ہی اس ٹاڈر کی طرف دوڑے جو مین گیٹ سے نزدیک تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس ٹاڈر سے دیکھنے پر باہر جانے والی سڑک دور تک نظر آسکتی ہے۔ جب کہ جس ٹاڈر کی طرف تنویر گیا تھا وہاں سے سڑک کو زیادہ دور تک چیک نہیں کیا جا

سکتا۔ ٹاڈر پر پہنچنے کے بعد انہوں نے وہاں نصب دوربین کو سیدھا کیا۔ ٹاڈر میں موجود سیوری ڈالے حیرت سے انہیں دیکھے۔ لیکن چون کہ انہیں معلوم تھا کہ یہ بلیک کارڈ ہو گا۔ اس لئے وہ خاموش رہے۔ پہلے صفدر نے اور بعد میں کیپٹن شکیل نے بڑی دیر تک دوربین سے دیکھیں لگائے۔ یہاں سے وہ سڑک دور دور تک صاف پڑی ہوئی تھی۔ سڑک کا وہ کنارہ تک دیکھ رہے تھے جو سڑک شہر کی مصروف سڑک سے مل جاتا تھا۔ لیکن سڑک گئے کے سڑکی طرح صاف تھی۔

”یہ ابھی جوائنٹیشن دیکن آئل ڈپوسے گئی ہے کیا وہ شہر کی طرف چلی گئی ہے۔“ صفدر نے وہاں موجود سیوری ڈالوں سے پوچھا۔

”نہیں اُسے چیک نہیں کیا جناب۔ بس جاتے ہوئے ضرور دیکھا ہے۔“ ایک سپاہی نے مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔ ”جناب۔ وہ شہر ہی جا سکتے ہیں۔ اور تو یہ سڑک کہہ نہیں جاتی۔“ دوسرے سپاہی نے جواب دیا۔ اور وہ

دونوں سر ملاتے ہوئے ٹاڈر سے نیچے اتر آئے۔ اُسی لمحے انہیں دور سے تنویر بھاگ کر ادھر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ جیسے اس نے کوئی خاص بات دیکھ لی ہو۔

”وہ شیش دیکن میں نے ایک ٹوٹے پھوٹے زرعی فارم میں داخل ہونے دیکھی ہے۔“ تنویر نے قریب آکر تیز تیز کہے میں کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے یہ لوگ واقعی مشکوک تھے۔ ہمیں فوراً ان پر چھاپہ مارنا چاہیے۔“ صفدر نے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی چمک ابھر آئی تھی۔

”وہ چیف سیوری آفسر کہاں ہے۔ اس کا بھی پتہ کریں اگر یہ لوگ مشکوک ہیں تو پھر وہ بھی لازمًا مشکوک سمجھا جائے گا۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

اور تنویر نے اپنے ساتھیوں کو آنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے مین گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں پہنچنے کے بعد جب انہوں نے چیف سیوری آفسر کے متعلق معلوم کیا تو انہیں بتایا گیا کہ چیف صاحب کو سپیشل سیوری ڈالوں کے رجسٹر پر داسی کے دستخط کرانے یاد نہیں رہے تھے وہ انہیں واپس لانے کے لئے گئے ہیں۔ اور ان کی بات سنتے ہی انہیں یقین آگیا کہ ایک ٹوٹے صحیح لائن دی ہے۔ یہ لوگ واقعی مشکوک ہیں۔ اور پھر وہ سب اپنی کار کی طرف دوڑے جو مین گیٹ کے

سب کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔
 "اسکھلے لو۔۔۔ وہ لوگ اگر مجھ منکے تولاندا مسلح ہوں
 گے۔۔۔ تنویر نے کہا۔ اور ان سب نے کار کی سیڈوں کے
 نیچے بٹے ہوئے باکسز میں سے مشین گنیں اور تھوڑے سے
 دھڑکی بگڑا دی۔

"ہمیں نیم دائرے کی صورت میں آگے جانا ہے۔ لیکن انتہائی
 احتیاط سے۔۔۔ تنویر نے ایک بار پھر کسی فوجی سپہ سالار
 کی طرح انہیں ہدایات دیں۔ اور سب تیزی سے بکھرتے چلے گئے۔
 اس کے بعد وہ کھیتوں کے اندر سے ہوتے ہوئے سلتے بڑھنے
 لگے۔ تنویر ان سے ذرا سا آگے تھا۔ اور وہ پوری طرح اپنی
 ٹیم کی رہنمائی کر رہا تھا۔

سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اور چند سی لمحوں بعد کار تیز رفتاری سے
 دوڑتی ہوئی بیرونی چیک پوسٹ کی طرف بڑھنے لگی۔
 ہمیں سیدھا ان کے پاس جانے سے بکھر کر جانا چاہیے۔ ہو
 سکتا ہے وہ لوگ نگرانی کر رہے ہوں۔۔۔ کیپٹن خشک نے
 کہا اور سٹیجنگ پر بیٹھے ہوئے تنویر نے سر ہلا دیا۔
 بیرونی چیک پوسٹ سے گزرنے کے بعد وہ سیدھے آگے
 بڑھتے گئے۔ تنویر کے ذہن میں وہ جگہ موجود تھی۔ جہاں سے
 اس کے خیال کے مطابق ٹوٹے ہوئے زرعی فارم کو سرک جاتی تھی۔
 لیکن وہ کار کو آگے دوڑانے لگا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ
 شہر جانے والی سرک پر پہنچ گئے۔
 یہ تو عم شہر والی سرک پر آگئے۔۔۔ صفدر نے چونکتے
 ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ میں جان بوجھ کر ادھر آیا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کے
 کچھ اور ساتھی وہاں موجود ہوں اور وہ دوربین سے ہمیں چیک کر
 لیں اور انہیں اطلاع دے دیں۔ ہم عقب سے ہو کر واپس
 جاتیں گے۔۔۔ تنویر نے کار کا رخ بائیں سمت موڑتے ہوئے
 کہا۔ اور صفدر اور جولیا دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ واقعی
 تنویر نے خاصی عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔

بائیں سمت ایک لمبی سڑک سیدھی کھیتوں کے اندر بڑھی جا
 رہی تھی۔ تنویر کار آگے بڑھانے چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر
 بعد اس نے درختوں کے ایک جھنڈ کے پیچھے کار روکی۔ اور ان

عام طور پر کپڑوں کی تلاشی لیتے وقت کالہر کی اندر ونی طرف کو کوئی بھی چمک نہیں کرتا۔ اس لئے انہیں اطمینان تھا کہ بظاہر یہ چمکنا سائیکن دراصل خوف ناک ہتھیار وہ آسانی سے اپنے ہمراہ اندر لے جائیں گے۔ ان دونوں انجینئر بھائیوں کا تعلق جس شعبے سے تھا۔ وہ پاور ہاؤس کا مین سپلائی شعبہ تھا۔ اور کرنل ہمیرخ کو یقین تھا کہ اگر فاسٹ ڈیوڈ والے یا عماد ان دہلی چمکنگ کرنے آیا تو وہ لازماً اسی شعبے میں چکر لگائے گا۔

چنانچہ دس بجے انہیں دہلی ڈیوٹی دیتے ہوئے اپنے ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ سکورپٹ کے میجر اور چیف انجینئر کے ساتھ ایک مقامی نوجوان ان کے شعبے میں آیا۔۔۔ چیف انجینئر اور سکورپٹ میجر اس کے ساتھ اس طرح مودبانہ انداز میں پیش آتے تھے کہ کرنل ہمیرخ چمک گیا۔۔۔ اور پھر جب اس نوجوان کے ساتھ اس کی آنکھیں ملیں تو اس کا دل بلبلوں اچھٹے لگا کیوں کہ وہ عمران کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ عمران کی آنکھوں میں موجود مخصوص قسم کی چمک کو وہ سببزاروں کے درمیان شناخت کر سکتا تھا وہ سمجھ گیا کہ عمران ان کی توقع کے عین مطابق چمکنگ کے لئے دہلی آیا ہے۔

نہوڑی دیے بعد عمران اور وہ میجر واپس چلے گئے۔ تو کرنل ہمیرخ نے مائیکل کو دہلی ٹینکے کا اشارہ کیا اور وہ ڈاکٹر کر تیز سی چیف انجینئر کے ساتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

یہ کون صاحب تھے باس۔۔۔ بڑے عجیب انداز میں

کرنل ہمیرخ اور مائیکل دونوں ہی دو انجینئر بھائیوں کے میک اپ میں بھی آسانی سے پاور ہاؤس کے اندر داخل ہو گئے۔ مائیکل نے بڑی آسانی سے اُسی کانوینینس روم کے لئے دونوں بھائیوں کو اغوا کر لیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں جو سیدھے ساوے انجینئر تھے۔ مائیکل اور کرنل ہمیرخ کے خوف ناک تشدد کے سامنے چمکے بھی نہ تھے۔ اور انہوں نے اپنی ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ پاور ہاؤس کی مکمل تفصیلات۔ سیکورٹی چمکنگ کے بارے میں تفصیلات سب کچھ بتا دیا۔ اور اس کے بعد ظاہر ہے ان بے چاروں کا آخری ٹھکانہ برقی ٹھنی نے ہی بننا تھا۔

کرنل ہمیرخ اور مائیکل دونوں نے پیش میک اپ کیا۔ اور پھر انہوں نے مخصوص قسم کا جیٹا ربو اور جس پر ایک خاص ساختہ کے ربڑ کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اپنے کالہر کی اندر کی طرف چپکالیں۔

مشینوں کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل ہمیرخ نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

”اوہ رحمت حسین۔ تم مشین چھوڑ کر کیوں آگئے۔“
عزیز الرحمن نے پیشیل سیکورٹی چیف۔۔۔ چیف انجینئر نے قدرے ناگوار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے کرنل ہمیرخ کا ہاتھ فضا میں کسی کوڑے کی طرح لہرایا اور جٹان کی تیز آواز ابھری اور چیف انجینئر منہ کیونے کر سی سے اچھل کر فرش پر جا گرا۔ وہ کنپٹی پر پگنے والی بھر پور غزب سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ لیکن اس کا حیرت سے کھلا ہوا منہ ویسے کا دیسا ہی کھلا رہ گیا تھا۔ چیف انجینئر کا کمرہ یوں کہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے کرنل ہمیرخ کو معلوم تھا کہ آواز باہر نہیں گئی ہوگی۔ چیف انجینئر کے نیچے گرتے ہی کرنل ہمیرخ نے بڑی پھرتی سے اپنے کپڑے اتارے۔ اور پھر اس کے بعد اس نے چیف انجینئر کے کپڑے اتار کر اپنے کپڑے اُسے پہنائے اور خود اس کے کپڑے پہن لئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے

لباس کی جیب میں موجود وہ چٹا سا ریوا اور نکال لیا جسے وہ کالیہ کی اندرونی طرف چپکا کر ساتھ لایا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ریوا لور کے پیچھے دستے کو مخصوص انداز میں پھیلی طرف سے دیا۔ تو دستے کا اوپر والا حصہ کسی ڈھکن کی طرح کھل گیا۔ اس کے اندر چھوٹی چھوٹی کئی ٹیو میں اس طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے وہ کوئی کمرہ باکس ہو۔ کرنل ہمیرخ نے بڑی پھرتی سے چند میوبوں کو کھول کر

ان کے اندر موجود میٹ کو ہاتھ پر رکھ کر کس کیا اور پھر اس میٹ کو تیزی سے چہرے پر لپیٹ دیا۔ ساتھ ہی چھوٹا سا ہاتھ روم تھا۔ وہ اندر گیا اور اس کے آئینے میں دیکھتے ہوئے اس نے بڑی مہارت اور پھرتی سے اپنی متبیلی کو چہرے پر بقیہ تھپانا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں بعد اس کی ناک موٹی ہو گئی۔ گالوں کی مڈیاں ذرا سی ابھرائیں اور انکھیں دب کر چھوٹی ہو گئیں۔ اور اس کا چہرہ چیف انجینئر جیسا ہو گیا۔ یہ مخصوص انداز کا میک اپ تھا اب پی رمنیک اپ یعنی میٹ میک اپ کہا جاتا تھا۔ اور اس کا ماجر چند ہی لمحوں میں صرف اس میٹ کی مدد سے نہ صرف جلد کا رنگ بدل لیتا تھا۔ بلکہ چہرے کے غدود خال بھی بدلے جاسکتے تھے۔ اور کرنل ہمیرخ نے تو اس کی باتا قاعدہ تربیت لی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ چیف انجینئر کے میک اپ میں اس کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ بانوں کا انداز اور رنگ بدلنے کی اسے ضرورت ہی پیش نہ آئی تھی کیوں کہ مقامی افراد کے بانوں کا انداز اور رنگ تقریباً متساوی تھا میک اپ کی طرف سے تسلی کر لینے کے بعد اس نے دستہ بند کیا۔ اور ریوا لور کو دوبارہ جیب میں ڈال کر وہ واپس کمرے میں آیا۔ اس نے فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش چیف انجینئر کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے دبا دیا۔ اور ساتھ ہی اس کے سینے پر گھسنا رکھ دیا چیف انجینئر چند ہی لمحوں میں پوش میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے تاثرات یورنی شدت سے اُبڑ آتے تھے۔ اس کا جسم زندگی کے لئے پھوٹنے لگا۔ لیکن کرنل ہمیرخ کی گرفت اس قدر

”کیا بات ہے۔۔۔ آپ اس طرح۔۔۔ کرنل ہمیرخ نے
سیرت بھرے لہجے میں کہا۔

کرنل بمبیرخ نے کہا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں عمران کی تیزنگا ہی کی داو دے رہتا کہ اس نے ان دونوں کو بچان لیا تھا اور اگر وہ فوری طور پر چیف انجینئر کا روپ نہ ڈھارتا تو یقیناً دونوں ہی حقیر حیویوں کی طرح مار ڈالے جاتے۔

”اچھا اُسے بوائیے۔ دوسرے کو میں ڈسپنری سے لے لوں گا۔“ میجر نے کہا۔ وہ شاید بالکل سیٹھے دماغ کا فوجی تھا۔ ورنہ اتنا وہ سمجھ ہی لیتا کہ ڈسپنری میں جانا ہوا شخص تو یقیناً اُسے راستے میں ہی ملے گا۔ ڈسپنری تو اس کے دفتر کے ساتھ ہی تھی۔

”بہتر—میں اُسے بلا لاتا ہوں۔ انٹرکام خراب ہو گیا ہے۔“

سخت تھی کہ چند ہی لمحوں بعد اس کا بڑی طرح پھر پھر ٹپا ہوا جسم سکت ہوتا گیا اور آدھے گھنٹے میں بے نور ہو گئیں۔ چھپ انجینئر زندگی کے دو جاچکا تھا۔ جب کہ نل ہمیرن کو اطمینان ہو گیا کہ چھپ انجینئر کے جسم میں زندگی کی کوئی رقیق باقی نہیں رہی تو وہ اسے چھوڑ کر اٹھا اور پھر اسے گھسیٹتا ہوا غسل خانے میں لے جا کر ایک کونے میں ڈال دیا۔ غسل خانے کا دروازہ بند کر کے وہ بیرونی دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تین تین قدم اٹھاتا سیدھا مائیکل کی طرف بڑھا۔ جو بار بار گردن پھرتے ہوئے چھپ انجینئر کے کمرے کی طرف دیکھ رہا تھا اسے حیرت تھی کہ کمرنل وہاں اتنی دیر سے کیا کر رہا ہے۔

میکل۔ میں نے چیف انجینئر کو ختم کر دیا ہے۔ اور اس نے ایک اپ میں ہوں۔ اس لئے گھبرانا نہیں۔ کمرل ممبر نے اس کے قریب جا کر آہستہ سے کہا، اور پھر واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ چیف انجینئر کے طور پر شعبے سے باہر جا کر یہ چیک کرے گا کہ عمران اب کس شعبے کے واؤنڈز پر ہے۔ اور پھر موقع دیکھتے ہی وہ اُسے ہلاک کر دے گا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس کا بیٹا ریو اور نہ سی شعلہ دیتا تھا۔ اور نہ کوئی آواز پیدا کرتا تھا۔ اور اُس کی پیٹی گوئی اس قدر خوف ناک تھی کہ وہ جیسے ہی جسم کے اندر گھستی دوسرے لمحے انسانی جسم یوں پھٹ کر ہزاروں ٹکڑوں میں بکھر جاتا جیسے اس انسان کے اندر ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔ اس ریو اور کی مدد سے وہ نہ صرف انسانی سے عمران کا خاتمہ کر سکتا تھا بلکہ خود بھی شبہ سے بالاتر رہ سکتا تھا۔

کرنل ہمیرخ نے کہا۔ اور پھر تیزی سے اس نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ چوں کہ اس نے پہلے سے وہ مخصوص لباس اور ہلمٹ پہن رکھا تھا۔ اس لئے اسے کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ میجر اور اس کے ساتھی وہیں رکن گئے کیوں کہ مخصوص لباس اور ہلمٹ کے بغیر وہ اندر نہ جا سکتے تھے۔

سیکورٹی میجر واپس آیا ہے وہ ہم دونوں کو لینے آیا ہے۔ وہ آدمی جو یہاں چپک کر رہا تھا۔ ہمارا ٹارگٹ علی عمران ہے۔ تم یہی کہنا کہ رحمت حسین کی طبیعت گڑبگڑ گئی تھی وہ ڈسپنری گیا ہے۔ اور پوری طرح ہوشیار رہنا میں بھی ساتھ ہی ہوں گا۔ موقع دیکھتے ہی عمران کو شوٹ کر دینا۔ باقی جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ کرنل ہمیرخ نے مائیکل کے قریب جلتے ہوئے کہا اور مائیکل سر ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ اپنے آپ کو عراست میں سمجھیں مگر سلامت حسین۔ اور میرے ساتھ آئیں۔ کسی غلط حرکت کی ضرورت نہیں ہے۔" کرنل ہمیرخ نے مائیکل کو دیکھ کر دینے جاؤ گے۔ میجر شفاعت نے مائیکل کو دیکھتے ہی تیز بچے میں کہا۔ اور اس کے سپاہیوں نے جلدی سے آگے بڑھ کر مائیکل کے دونوں بازو پکڑنے چاہے۔ مگر اس نے جلدی سے بازو جھٹک دیئے۔

"یکہ بات ہوئی میں یہاں کا اعلیٰ عہدے دار ہوں۔ کوئی لیٹرا یا ڈاکو تو نہیں ہوں۔ تم مجھے کس جرم میں حراست میں لے رہے ہو؟" مائیکل نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"مالی میجر۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو سلامت حسین میرا انتہائی با اعتماد ملازم ہے۔ آخر اس نے کیا جرم کیا ہے؟" کرنل ہمیرخ نے بھی پاس ہونے کی دعوت میں اپنا ردی ادا کرتے ہوئے کہا۔ "پیشل سیکورٹی آفیسر انہیں طلب کر رہے ہیں۔ وہاں جا کر ان کا جرم بھی بتا دیا جائے گا۔ ابھی میں نے اس کے بھائی کو بھی لینڈ ہے۔" میجر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں اس شخص کا انچارج ہوں۔ اس لئے میں بھی پیشل سیکورٹی ایجنٹ کے پاس اس کے ساتھ جاؤں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے اگر یہ میجر ہے تو میں اپنے ماتحتوں سے شوٹ کرنا فخر سمجھوں گا۔ اور اگر یہ مجرم نہیں تو اس کو کسی بھی دباؤ اور ظلم سے بچانا میرا فرض ہے۔" کرنل ہمیرخ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بھی آجائیں۔" میجر شفاعت نے سر ملتے ہوئے کہا۔ اور پھر مائیکل سپاہیوں کے نرغے میں ادرکشل ہمیرخ کے عہدہ چلتا ہوا شخص کی عمارت سے نکل کر چپ میں سوار ہو کر سیکورٹی کے دفتر کی طرف بڑھنے لگے۔ کرنل ہمیرخ کا ایک ماتحت اس جیب میں تھا جس میں اس نے چٹیا سا ریو اور رکھا ہوا تھا۔ اور وہ بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عمران کو دیکھتے ہی گولی مار دے گا۔ اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

بیٹھے تھے۔ چونکہ دیوار اتنی اونچی نہ تھی کہ وہ کھڑے ہو کر بھی چھپ سکتے۔
اس لئے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نگراں کر رہے تھے۔ میجر میرس
اور اس کا ایک ساتھی جیسر دوسرے آنکھوں سے لگائے آئل ڈپو کے
اندرونی حصے کی نگراں کر رہے تھے۔ جبکہ ان کے دوسرے ساتھی
دوسریوں سے اس سڑک کو چیک کر رہے تھے۔ جو شہر سے آئل ڈپو
کی طرف آتی تھی۔

اس وقت سپرک کا وقت تھا۔ لیکن انہیں ابھی آئل ڈپو میں کوئی
خلاف معمول حرکت نظر آ رہی تھی اور نہ ہی سڑک پر کوئی ایسی گاڑی
نظر آئی تھی جسے وہ خلاف معمول سمجھتے۔ ہر چیز معمول کے
مطابق تھی۔

”یہ ایف۔ ڈی۔ والے آخر کس طرح رات کو اس آئل ڈپو کو تباہ
کر دیں گے۔ یہاں تو کوئی سرگرمی ہی نہیں ہے۔“
میجر میرس نے بڑا سامنا نہاتے ہوئے کہا۔

”باس۔ ایک کار آئل ڈپو کی طرف آ رہی ہے۔ یہ کوئی شہری
کار ہے۔“ اچانک دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

اور وہ دونوں بھی تیزی سے اس طرف بڑھ گئے۔ واقعی ایک
عام سی شہری کار۔ تیزی سے بیرونی چیک پوسٹ کی طرف بڑھ رہی
تھی۔ اور جب یہ ریسرڈیو چیک پوسٹ پر رکنے لگی۔
میں سے چند مرد اور ایک عورت باہر نکل آئے۔

”ارے۔۔۔ یہ تو فاسٹ ڈیوٹ کے آدمی گتے ہیں۔ ان کی
چال ڈھال بھی وہی ہے۔ اور کرنل نے بتایا تھا کہ ان کے ساتھ ایک

میجر ہیرس اپنے چار ساتھیوں کے ہمراہ آئل ڈپو
کی عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی عمارت کی دوسری منزل
پر موجود تھا۔ یہ عمارت آئل ڈپو سے غاصے فاصلے پر شمال مشرق
کے سمت میں تھی۔ شاید پہلے اس عمارت میں کوئی دفتر بنایا ہوا تھا۔
جسے بعد میں یہاں سے شفٹ کر دیا گیا تھا۔ اور عمارت چول کہ
پرانی اور خستہ تھی اس لئے اُسے دیسے ہی بے کار چھوڑ دیا تھا۔
اس عمارت میں میجر میرس نے اپنا اڈہ بنایا تھا۔ اور اس کی
نظروں میں اس عمارت کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس عمارت
کی کھیت سے جس کے گرد چار چار فٹ اونچی چار دیواری بنی ہوئی تھی۔
آئل ڈپو کے اندرونی حصے اور اس کی طرف آنے والی سڑک کو
چیک کرنے کے لئے بہترین سچویشن تھی۔ میجر میرس اور اس
کے چار ساتھی عمارت کے دو اطراف میں دیوار کے ساتھ چپے ہوئے

عورت بھی ہے۔ میجر میرس نے ہرجوش لہجے میں کہا۔
 وہ سب چوکی پر موجود سیکورٹی والوں کو کوئی کارڈ نکال کر
 دکھا رہے تھے۔ ادی میجر میرس نے جلدی سے دو رہین کی
 سائیڈ میں لگی ہوئی ٹاب گھائی شروع کر دی۔ اور اس کے ٹوکس
 میں موجود وہ کارڈ تیزی سے اس کی نظروں کے سامنے پھیلنا چلا
 گیا۔ کارڈ پر سیاہ رنگ کا ایک کمراس بنا ہوا تھا۔ اس
 کے نیچے بھاشا نہ کا سرکاری نشان اور صدر مملکت کے دستخط موجود
 تھے۔ چوکی پر موجود سیکورٹی والے اس کارڈ کو دیکھتے ہی
 تیزی سے مودب ہو گئے۔ ادی میجر میرس کے بوں پر مسکراہٹ
 پھیل گئی۔ اس کا خیال درست ثابت ہوا تھا۔ فاسٹ ڈنٹھ
 اس بار سرکاری اتھارٹی لے کر آئے تھے۔ اس سرکاری کارڈ کو
 دیکھ کر میجر میرس کو یقین ہو گیا کہ یہ فاسٹ ڈنٹھ کے ارکان ہیں۔
 اب وہ انہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہ بنے دیتا چاہتا تھا۔ لیکن
 ان کی کار چنٹہ ہی لمحوں بعد آئل ڈپو کے مین گیٹ کی طرف دوڑتی
 ہوئی نظر آئی۔

”جیبر۔ جلدی سے ایم سولہ راکٹ لانچر اٹھا لائے۔ جلدی
 کرو۔“ میجر میرس نے چیخ کر کہا۔ اور اس کا ساتھی جیبر
 تیزی سے اس چھت کے ایک طرف بنے ہوئے برآمدے کی طرف
 بھاگا۔ جس میں ان کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دو بڑے بڑے بیگ
 تھے۔ اس نے جلدی سے ایک بیگ کھولا اور اس میں ایک چوٹی
 نال کار اکٹ لانچر اٹھا کر واپس آیا۔

”ادہ دیر ہو گئی۔“ وہ گیٹ کے اندر چلے گئے ہیں۔ ورنہ بڑا
 اچھا موقع تھا۔ ایک ہی راکٹ سے پوری کار ہی اڑ جاتی۔
 میجر میرس نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔
 اور جیبر نے راکٹ لانچر نیچے رکھا اور گلی میں بڑی ہوئی دو رہین
 دوبارہ آنکھوں سے لگالی۔ واقعی کار سائیڈ میں روک کر وہ
 سب مین گیٹ کے اندر داخل ہو گئے تھے۔

اب وہ دوسری طرف آکر صرف ان کی کار کو دنگی چیک کرتے
 رہے۔ وہ سارے آئل ڈپو کے اندر بکھر کر ادھر ادھر گھوم رہے
 تھے۔ چیکنگ کر رہے تھے۔ چوں کہ وہ اکٹھے نہ تھے۔ اس لئے
 ان پر راکٹ لانچر کا فائر نہ کیا جاسکتا تھا۔

”باس۔ ایک اور شیٹن دیگن سڑک پر آ رہی ہے۔“
 اچانک سڑک کو چیک کرنے والوں کی طرف سے چیخ کر کہا گیا۔
 ”کس قسم کی شیٹن دیگن۔“ میجر میرس نے پوچھا۔

”سیکورٹی کمی سی ملتی ہے۔ ادہ۔ چیف سیکورٹی آفیسر
 ان کا استقبال کر رہا ہے۔ یہ بھی ایک گرڈ پ ہے۔ انہوں نے
 سیکورٹی کی مخصوص یونی فارم پہنی ہوئی ہے۔“ اُس آدمی
 نے جواب دیا۔

”کوئی سیکورٹی گرڈ پ آیا ہو گا۔“ میجر میرس نے
 لاپرواہی سے جواب دیا۔

ادیر پھر تھوڑی دیر بعد اُسے نیا آنے والا گرڈ پ آئل ڈپو کے
 اندر دکھائی دینے لگا۔ چیف سیکورٹی آفیسر ان کے

ہمراہ تھا۔ اور وہ سب آکل ڈپو کی اصل عمارت کے پاس موجود تھے۔
 "ارے۔۔۔ ایک اندر گھس گیا ہے۔ اودہ۔۔۔ بڑے تھکا ہوا انداز
 میں گیا ہے۔ جیسے وہ چوری کرنے گیا ہو۔۔۔ میجر میرس نے
 اونچی آواز میں کہا۔

"ماں باس۔۔۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ ان کا انداز بڑا ہراسنا
 ہے۔۔۔ جیپرنے کہا۔ چوں کہ ان کی نظریں مسلسل ان پر جمی
 ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں وہ ہکسکا ہوا آدمی نظر آ گیا تھا۔ اور چند
 لمحوں بعد وہ واپس آ گیا۔ اور اس نے بڑے مخصوص انداز میں
 اشارہ کیا۔ اور پھر دوسرا آدمی اسی انداز میں اندر چلا گیا۔ اس طرح
 وہ بارہی باری بڑے پراسرار انداز میں اصل عمارت کے اندر
 غائب ہوتے گئے۔

"یہ تو کوئی پراسرار چکر چل رہا ہے۔ اودہ۔۔۔ ارے میری عقل
 کو کیا ہو گیا۔ اودہ۔۔۔ یہ یقیناً ایف۔ ڈی کے ایجنٹ ہیں۔ یہ
 عمارت کے اندر کوئی بم وغیرہ رکھ رہے ہیں۔ چیف سیکورٹی آفیسر
 بھی انہی کا آدمی ہے۔ بہت خوب۔ بڑی دیدہ دلیری سے
 کام ہو رہا ہے۔۔۔ میجر میرس نے ہنستے ہوئے کہا۔
 "باس۔۔۔ اب وہ چیف سیکورٹی آفیسر اندر گیا ہے۔
 جیپرنے کہا۔

"ماں۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ میجر میرس نے
 جواب دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب دوبارہ مین گیٹ کی
 اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب دوبارہ مین گیٹ کی

طرف چل پڑے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے واپس جا رہے ہوں۔
 "اودہ۔۔۔ اب میں سمجھا یہ کوئی دائر لیس بم استعمال کریں
 گے۔ انہوں نے صرف یہاں بم رکھے ہیں۔ یہ اُسے آپریٹ کریں
 اور سہ کریں گے۔۔۔ میجر میرس نے کہا۔

"باس۔۔۔ یہ فاسٹ ڈیٹھ والے بھی مین گیٹ کی طرف
 جا رہے ہیں۔ ان کا انداز بتا رہے کہ وہ شاید ایف۔ ڈی والے
 کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں۔۔۔ جیپرنے کہا۔ اور میجر میرس
 نے سر ہلادیا۔

تھوڑی دیر بعد ایف۔ ڈی والوں کی شیشن دیگن مین گیٹ
 کراس کر چکی اور بمبیک گاڈ ہولڈر واپس آنے لگے۔ ان کے
 باقی ساتھی ایک بارہ دی نما عمارت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور چند
 لمحوں بعد میجر میرس یونک پڑا جب اس نے ان میں آخر تفریق کا
 عالم دیکھا۔۔۔ وہ ایک ریسٹ واچ کوکانوں سے لگے کھڑے
 تھے وہ کبھی اتنے سے لگتے اور کبھی کانوں سے۔

"اودہ۔۔۔ یہ تو انہی طرح کا آدمی ہے شاید۔ کاش ہم
 یہاں سے سن سکتے۔۔۔ میجر میرس نے کہا۔
 "باس۔۔۔ وہ مختلف سیکورٹی ڈھانڈے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔
 جیپرنے کہا۔

جھاک جاؤ۔۔۔ نیچے ہو جاؤ۔۔۔ انہیں شاید ہمارے متعلق
 اطلاع دی گئی ہے۔۔۔ میجر میرس نے ہنستے ہوئے کہا۔
 اور وہ سب تیزی سے دیوار کی اوٹ میں ہو گئے۔ سیکورٹی کے انہیں

اور جیسے نے جبکہ کراکٹ لائچر اٹھایا اور اس کی نال کو دیو۔ یہ
رکھ کر سیدھ کرنے لگا۔

”مجھے دکھاؤ۔ میں فائر کرتا ہوں۔“ اچانک میجر ہیرس
نے کراکٹ لائچر پر بھیستے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ دونوں
برقی طرے اچھٹے کر میجر ہیرس کے اچانک کراکٹ لائچر پر جھپٹنے کی
وجہ سے لائچر تیرس کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اور چوں کہ اس کی
نال کا کافی سے زیادہ ختمہ دیوار کے اوپر تھا۔ اس لئے وہ اُسے
پکڑتے ہی رہ گئے اور لائچر ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے
جھٹکیوں میں ایک دھمکے سے جا گرا۔ جھٹکیوں کی وجہ سے
ہی اس کے اندر رکنا جو اراکٹ بھی نہ پھٹ سکا۔ ورنہ شاید اگر
وہ سخت اور سپاٹ زمین پر اتنی بلند سی سے گرنا تو اراکٹ پھٹ
بھی سکتا تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا جو۔۔۔ اوہ یہ لوگ نکل گئے۔“ میجر ہیرس
نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ وہ بڑی چوکی سے نکل کر سدھے جا رہے ہیں۔
باس ایف۔ ڈی گریڈ ایک باقی روڈ پر ڈر گیا ہے۔“
دوسری طرف سے ایک کوچیک کرنے والے ساتھیوں نے کہا۔
”باقی روڈ کی طرف۔۔۔ اوہ شاید انہوں نے دیاں انہوں
کو آپریٹ کرنے کی نشین کی ہوگی۔ اب نکلواں۔۔۔ کسی
بھی لمحے اس علاقے پر ترقی مت ڈٹ سکتی ہے۔“ میجر ہیرس
نے جھپٹتے ہوئے کہا۔ ورنہ سب تیزی سے واپس مڑے۔

فطرت تھا کہ ٹاورز سے اگر دوسریں کے ذریعے مخصوص ٹارگٹ رکھ کر
اس عمارت کو دیکھا گیا تو پھر لازماً وہ نفروں میں آسکتے ہیں۔ چن۔
لمحوں تک وہ یوں ہی جھکے بیٹھے رہے۔ میجر ہیرس نے
ذرا سسر اوپر کو اٹھایا اور غور سے اس ٹاور کو دیکھنے لگا جس پر
بلیک کارڈ والوں کے دو آدمی چڑھے تھے۔ لیکن دوسرے
لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ وہ دوسریں سے دیکھنا ضرور رہے تھے۔
لیکن ان کی دوسریں کا رخ ان کی طرف ہونے کی بجائے سڑک کی
طرف تھا۔ اور پھر وہ ٹاور سے نیچے اتر گئے۔ میجر ہیرس اب
اطمینان سے دیکھنے لگا۔ اُسی لمحے اس نے ان سب کو تیزی سے
دوڑ کر مین گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان کا انداز
ایسا تھا جیسے وہ جلد از جلد مین گیٹ تک پہنچ جانا چاہتے ہوں۔

”باس۔۔۔ ان کی کار سڑک پر جا رہی ہے۔۔۔ دوسری
دیوار سے ان کے ساتھیوں کی آوازیں سنائی دیں اور میجر ہیرس
تیزی سے اس دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ واقعی وہ سب کا رہیں
بیٹھے کر خاصی تیز رفتار سی سے واپس جا رہے تھے۔

”یہ کیا جو رہا ہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ میرے خیال میں یہ ایف۔ ڈی
کا تعاقب کر رہے ہیں۔ انہیں ٹرانسمیٹر کال سے ان کے متعلق کچھ
بتایا گیا ہے۔“ میجر ہیرس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ کراکٹ لائچر فائر کروں۔“ بنجیر نے کہا۔
اور میجر ہیرس چونک پڑا۔ کیوں کہ ایک بار پھر انہیں موقع مل گیا تھا۔
”ارے ہاں۔۔۔ جلدی کرو۔“ میجر ہیرس نے جھپٹتے ہوئے کہا۔

مہاجر میرس نے کہا اور کارا گئے دوڑا ناگیا۔ ان کی کار ایک بار پھر نشیب میں اتر گئی۔ کیوں کہ وہ اونچی جگہ ایک مٹے لے گئے پل کی وجہ سے بن گئی تھی۔ ان کے دونوں اطراف میں کھیت تھیں۔ وہ گاڑی دوڑاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ اور پھر ٹھوڑی ہی دور جا کر راستہ مڑ گیا۔ یہ راستہ مڑ کر شہر والی سڑک سے جا ملتا تھا۔ اب وہ اس زرعی فارم کے تقریباً عقب میں آ گئے تھے۔ ایک ادبیل پر جیسے ہی کار پہنچی۔ جیپر جو دو دربین آنکھوں سے لگائے بیٹھا تھا۔ ایک بار پھر بچ پڑا۔

”باس۔ فاسٹ ڈیوڈ والوں کی کار۔۔۔ جیپر نے چمچ کر کہا۔

اور مہاجر میرس نے جلدی سے گلے میں لٹکی ہوئی دو دربین کو ایک ہاتھ سے آنکھوں پر جمایا اور دوسرے لمبے وہ بھی چونک پڑا۔ اس نے دو سڑک پر ایک درختوں کے جھنڈے کی پیچھے اس کار کی تھلک دیکھ لی تھی۔ جس میں فاسٹ ڈیوڈ والے گئے تھے۔ اُسی لمبے ان کی کار ایک بار پھر نشیب میں اتر گئی۔

”اس کا مطلب ہے۔ فاسٹ ڈیوڈ والے ایف۔ ڈی کے پیچھے ہیں۔ وہ یقیناً عقب سے اس فارم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ جیپر میرس نے ایک طرف کر کے کار کو روکے ہوئے کہا اور پھر دو درختوں کو وہ نیچے اتر آیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی باہر آ گئے۔

”اسلمو لے ہو۔۔۔ ہم نے اب فاسٹ ڈیوڈ کا شکار کرنا

میں رکھا ہوا سامان انہوں نے اٹھایا اور پھر سیرھیاں اترتے ہوئے وہ عمارت کے نیچے کیا ڈنڈ میں آ گئے۔ وہاں ایک شیڈ میں ان کی سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ جیپر نے بھاگ کر جھاڑوں میں پڑا ہوا رکٹ لائنچر اٹھایا اور پھر وہ بھاگ کر کاریں سوار ہو گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جیپر میرس خود تھا۔ جیپر اس کے ساتھ بیٹھا تھا جب کہ باقی تین ساتھی پچھلی سیٹ پر تھے۔ کار تیزی سے کیا ڈنڈ سے نکلی اور پھر کھیتوں کے درمیان موجود پگڈنڈی پر بچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ اس کا رخ سڑک کے مخالف سمت میں تھا۔ وہ آئے بھی ادھر سے ہی تھے۔ کیوں کہ سڑک پر آنے میں رسک تھا وہ نظروں میں آ سکتے تھے۔ یہ راستہ بڑی دور سے گھوم کر شہر والی سڑک پر جا ملتا تھا۔ وہ کار دوڑاتے آگے بڑھے جا رہے تھے۔

”باس۔ اس۔ وہ شیڈ دیکن۔۔۔ اچانک جیپر نے چنیتے ہوئے کہا۔ اور مہاجر میرس نے بھی چونک کر دیکھا۔ اس وقت وہ ذرا اونچائی پر تھے۔ اس لمبے ایک زرعی فارم میں کھڑی ہوئی شیڈ دیکن کی چھت انہیں صاف دکھائی دے رہی تھی۔

”اوہ ہاں۔۔۔ یہ ایف۔ ڈی والوں کی ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ یہاں موجود ہیں۔۔۔ جیپر میرس نے کہا۔ اس کی پیشانی پر چند لمبے شکنیں سی پھیلیں اور پھر صاف ہو گئیں۔

”ہم گھوم کر دوسری طرف سے آئیں گے ادھر وہ لوگ یقیناً جگرافیہ کر رہے ہوں گے۔ کیوں کہ اس طرف آکل ڈپو ہے۔

ہے۔ میجر میرس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
اور پھر انہوں نے کار کی پچھلی سیٹوں کے درمیان رکھے ہوئے
بگ بائر گھسیٹے۔ اور انہیں کھول کر ان میں سے اسلحہ باہر
نکالتے گئے۔

"لاٹچ بھی لے جائیں باس۔" جیبر نے پوچھا۔
"نہیں۔ اسے کار میں ہی رہنے دو۔ یہ تو کب اب بچھر کر
آگے بڑھیں گے۔ مشین گنیں اور بم لے لو جلدی کرو۔"
میجر میرس نے کہا۔

اور ان سب نے تیزی سے بم نکال کر جیبوں میں ڈالے اور
مشین گنیں ہاتھوں میں لے لیں۔ ایک مشین گن میجر میرس
نے بھی پکڑ لی۔ البتہ اس نے بم نہیں لئے تھے۔ کار کے دروازے
بند کر کے وہ تیزی سے کھینٹوں کے اندر سے ہوتے ہوئے اس
زمرعی فارم کی طرف بڑھنے لگے۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میجر میرس نے انہیں رکنے
کا اشارہ کیا اور پھر وہ خود تیزی سے ایک گھنے درخت پر چڑھتا
گیا۔ اونچی شاخوں میں پہنچے ہی وہ چونک پڑا۔ فاسٹ ڈیٹھ
کے افراد بھی انہی کی طرح فصلوں کی آڑ لیتے ہوئے فارم کی طرف
بڑھے جا رہے تھے۔ میجر میرس کچھ دیر تک ان کی تعداد
اور ان کے بڑھنے کا اندازہ چیک کرتا رہا۔ وہ نیم دائرے کی صورت
میں آگے بڑھ رہے تھے۔ چوں کہ فصلیں فارم تک پھیلی ہوئی
تھیں۔ اس لئے میجر میرس نے سوچا کہ اگر انہیں باہر نہ روکا گیا۔

تو پھر فارم کے اندر پہنچنے کے بعد ان کی پوزیشن زیادہ بہتر ہو جائے گی۔
اس طرح ان کی طرف سے فائر ہونے کی صورت میں فارم میں موجود
ایف۔ ڈی بھی چونک کر ہو جائے گی۔ اور وہ بھی ان پر فائر کھول دے
گی اور نتیجے میں دونوں اطراف سے پھینس جانے کی صورت میں ان
کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا۔ لیکن اس سارے معاملے میں صرف
ایک خامی تھی۔ کہ فائرنگ کی آواز دور دور تک پھیل جائے گی۔ اور
ہو سکتا ہے کہ یہ آوازیں آکل ڈپو کی سیکورٹی ٹیمک پہنچ گئیں تو وہ
ادھر آجائیں گے۔ اور اس کے بعد آکل ڈپو تباہ کرنے کا منصوبہ
یقیناً دھرا کا دھرا رہ جائے گا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس کی
تو خواہش تھی یہ فاسٹ ڈیٹھ بھی ماری جائے اور آکل ڈپو بھی تباہ
ہو جائے۔ آخر اس نے ایک اور فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا۔ کہ
فاسٹ ڈیٹھ کو وہ اپنی طرف متوجہ کرے۔ اور جیبر کو تیزی سے
فارم میں بھیج کر ایف۔ ڈی کو پیغام بھیجے کہ وہ جلد آکل ڈپو
کو اڑا دیں۔ اس طرح دونوں مسئلے حل ہو سکتے تھے۔ چنانچہ وہ
تیزی سے درخت سے نیچے اترا۔

"جیبر۔ وہ ابھی فارم سے کافی فاصلے پر ہیں۔ تم سائیڈ
سے ہو کر بھاگتے ہوئے فارم کی طرف جاؤ۔ اور دوسرے ریڈ آرمی
کو ڈیکار کر ایف۔ ڈی سے ملو۔ اور انہیں بتاؤ کہ فاسٹ ڈیٹھ کو
ریڈ آرمی کو روک کرے گی تم فوراً وہ آکل ڈپو اڑا دو۔" میجر میرس
نے جیسے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جیبر ہر ملتا ہوا تیزی سے مڑا
اور پھر بھاگتا ہوا سائیڈ کی فصلوں میں گھس گیا۔

عہوان سیریز میں ایک یادگار اور لازوال اضافہ

بلیک ڈیٹھ

مصنف
مفت کلیم احمد

و کیا فارٹ ڈیٹھ، میجر میرس کے گروپ کے ہاتھوں ختم ہو گئی یا۔؟
و اسرائیل کی ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل سمیرخ اور عمران کے ڈیمان دست بست
خونناک جنگ۔ عمران کرنل سمیرخ کے ایک ایسے دوامیں نہیں کی جس سے
زندہ بچ سکتا ہو۔ اور عمران کے حلق سے زندگی کی آخری خزاں بہت بلند ہوئی
و کیا واقعی مہاشا نے کاسب سے براہِ عمل ڈپلوموں سے اڑا دیا گیا۔ یا
فاسٹ ڈیٹھ کے لیڈر تنویر نے یہ شے ناکام کر دیا۔ حیرت انگیز موڑ۔
و کیا اسرائیل کی خونناک تنظیم نہیں آف ڈیٹھ اور ریڈ آرمی اپنے اہل مشن میں

کامیاب رہی۔
و کیا علی عمران کی بلیک ڈیٹھ اور تنویر اور جلیا کی فاسٹ ڈیٹھ تنظیمیں مہاشا
اور پاکیشیا کے تعلقات سببانے میں کامیاب رہیں۔ یا۔؟
و فیس آف ڈیٹھ اور فاسٹ ڈیٹھ۔ ریڈ آرمی اور بلیک ڈیٹھ کے درمیان
آخری اور فیصلہ کن خونناک جنگ۔ ایک ایسی جنگ جس میں موت ارزاں ہو گئی
کس کی موت۔؟

انتہائی خونناک انداز میں پھرا ہوا ایکشن، نوحہ کو بخند کر دینے والا ایکشن

یوسف براورز تاجران کتب پاک گیٹ ملتان

”ادھر ادھر درختوں پر چڑھ جاؤ اور پھر جیسے ہی میں فائر کروں
تم نے بھی فائرنگ شروع کر دینی ہے۔“ کوشش کرنا
کہ جلد از جلد ان کا خاتمہ ہو سکے۔ میجر میرس نے باقی تین
ساتھیوں سے کہا۔ اور وہ سب ارد گرد پھیلے ہوئے درختوں کی
طرف دوڑتے چلے گئے۔ میجر میرس دُوبارہ اُسی پہلے درخت
پر چڑھ گیا۔ اور پھر اس نے ایک طرف سے جیمز کو اور دوسری
طرف سے فاسٹ ڈیٹھ والوں کو تیز سی سے فائر م کی طرف بڑھتے
دیکھا۔ اب اُسے صرف جیمز کے فارم تک پہنچنے کا انتظار تھا۔
اس کے بعد اس نے فائرنگ شروع کر دینی تھی۔ اور اُسے پوری
طرح اطمینان تھا کہ فاسٹ ڈیٹھ والے جس طرح اس کے ادا اس
کے ساتھیوں کے ٹارگٹ میں ہیں۔ وہ پہلے برسٹ میں ہی
مارے جائیں گے۔

ختم شد

عمران سیریز

گلبرگ عظیم

ملک ڈیو



چند باتیں

محترم قارئین! — سلام مسنون! فیس آف دیتھ سے شروع ہونے والی عظیم کہانی اس کتاب میں آکر اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ کہانی ہر لحاظ سے پسند آ رہی ہوگی۔ اس کہانی میں میرے بہت سے قارئین کا یہ گلہ بھی دُور ہو جائے گا کہ سیکرٹ سروس کے ممبران زیادہ کام نہیں کرتے بلکہ سارا مشن عمران ہی بھگتا لیتا ہے۔ اس کہانی میں سیکرٹ سروس کے ممبران نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ان کی بہترین صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دراصل ہر کہانی کی اپنی امتحان ہوتی ہے۔ اپنے واقعات ہوتے ہیں اور اپنا ہی انداز ہوتا ہے اور عمران بہر حال سپر ماسٹر ہے اس لئے بعض کہانیاں اپنے مخصوص واقعات کی بنا پر صرف عمران کے گرد ہی گھومتی رہتی ہیں اور سیکرٹ سروس کے ممبران کو زیادہ دخل اندازی کا موقع نہیں ملتا۔ اور اگر ایسی کہانیوں میں بغیر کسی ضرورت کے سیکرٹ سروس کے ممبران کی دخل اندازی شروع ہو جائے تو کہانی کا ٹیپو سٹسٹ پڑ جائے اور اس میں جھول پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ جس کہانی میں سیکرٹ سروس کے ممبران کو حرکت میں لانا ضروری ہوتا ہے وہاں اکیلا عمران کام نہیں کر سکتا۔ موجودہ کہانی بھی ان کہانیوں میں سے ہے جس میں سیکرٹ سروس کے ممبران نے خوب دل کھول کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ مظاہرہ یقیناً آپ کو پسند آیا ہوگا۔ آخر میں ایک خط بھی پڑھ لیجئے۔ کیونکہ سب قارئین کا اصرار ہے کہ ان

کے خطوط کو پیش لفظ میں ضرور مگر دی جاتے۔

بھوان بازار فیصل آباد سے جناب ابو الحسن جابر صاحب نے آٹھ صفحات پر مشتمل ایک طویل خط لکھ کر جس میں انہوں نے عمران کی خصوصیات کو مختلف ڈسٹیکٹوں میں شائع کرنے والی سلسلہ وار کہانیوں کے کرداروں سے تشبیہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی لکھتے ہیں کہ کہانی کا چمکوتیز ہونا ہے اسے سست رکھا جائے اور عمران اور اس کے ساتھی اب تک جوان کیوں ہیں انہیں بوڑھا ہو جانا چاہیے اور آخر میں کہانیوں کی تعریف بھی کر کے توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

تو محترم ابو الحسن جابر صاحب! عمران تو ہر صفت موصوف ہے۔ آپ اس کی کس کس صفت کی دوسروں سے تشبیہ ڈھونڈتے رہیں گے اب رہ گئی یہ بات کہ کہانی کا چمکوتیز ہونا اور عمران اور اس کے ساتھی بوڑھے ہونے چاہئیں تو پھر شاید ایسا نقشہ پیش آجائے کہ عمران کی کرکمان کی طرح جھکی ہوئی ہو آنکھوں پر آتش شیشوں کی عینک باندھیں لالچی جو لکھنیا کے مرض کا شکار ہو کر جامہ دہوں اور کافوں میں اونچا سننے والا آلہ لٹکانے عمران آجہ امت لالچی ٹیکا ہو چلا رہا ہو۔ اس کے پوچھے بوڑھے جولیا اور باقی مہمان بھی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے لالچیاں ٹیکتے ایک قطاری صورت میں مجرموں کا تعاقب کر رہے ہوں۔ اگر آپ یہی نقشہ چاہتے ہیں اور تانہی سست چمکوتیز ہیں تو پھر وہ مجرموں کی بجائے حکیموں کا تعاقب کرتے پھر سگے۔ سچ بتائیے آپ کسی حکیم سے دوستی کی وجہ سے تو ایسا نہیں چاہ رہے۔ اگر ایسی ہی کوئی بات ہے تو آپ ہمیں لکھ دیجئے کہ صاحب کا پتہ عمران ملک بینا پور گے اس کے بعد اگر حکیم صاحب عمران کا تعاقب کرنے نظر آئیں تو ہمیں گلہ نہ لیجئے گا۔ والسلام منظر حکیم ایم۔ اے۔

عمران چند لمحے ستون کی آڑ میں کھڑا میجر شرفاعت کی جیب کو جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اسی لمحے اسے خیال آیا کہ تصویر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کیا جائے۔ چنانچہ وہ تیزی سے واپس مڑا۔ اور اس بار وہ بجائے سیکورٹی کے دفتر میں جانے کے اس سے ملحقہ کمرے میں گھس گیا۔ یہ ایک ڈسپنسری تھی جو اس وقت غلامی پڑھی ہوئی تھی۔ عمران تیزی سے ڈسپنسری کی سائیڈ میں بنے ہوئے ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ہاتھ روم تو سیکورٹی آفس میں بھی تھا۔ لیکن عمران جان بوجھ کر دہان سے کال نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے سیکورٹی آفس یا اس کے ہاتھ روم میں ایسے آلات تنکس کئے گئے ہوں جن کے ذریعے کال کی کچک کی جاسکتی ہو۔ اس لیے اس نے ملحقہ کمرے کا ہاتھ روم منتخب کیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی اس احتیاط

کا ایک اور مقصد بھی تھا۔ عمران کو اچانک خیال آیا تھا کہ اس مشن پر
 تنے کے بعد ایک ٹھوکی طرف سے ممبر زکو کو کوئی کال نہیں کی گئی۔
 دوسرے مشن میں تو عمران اس بات کا خیال رکھتا تھا۔ اور
 وقتاً فوقتاً ایک ٹھوکی طرف سے ممبر زکو کال کر لیتا تھا تاکہ ممبر ز
 نسباً فی طور پر اس خیال میں رہیں کہ ان کی کال کر دی گئی کو باقاعدگی سے
 چیک کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ ان کا لباس
 ان کا خیال بھی رکھتا ہے۔ اس طرح مشکل وقت میں ایک تعلق سا
 ان کے دل میں رہتا تھا۔ اور اس یقین و اعتماد کی وجہ سے وہ
 جرات سے کام لیتے تھے۔ لیکن اس بار وہ اس طرح اچھا تھا۔ کہ
 ایک ٹھو کے طور پر اس کا رابطہ ہی نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ اس
 نے فیصلہ کیا تھا کہ بجائے عمران کے وہ بطور ایک ٹھو بات کرے
 گا۔

بالآخر دم میں پہنچ کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر وارج ٹرانسمیٹر
 کا ونڈ بٹن کچھ کر اس نے حفا۔ رکھی فریکوئنسی سیٹ کی۔ لیکن
 بات نہ ہو سکی۔ کال کیج ہی نہ ہو رہی تھی۔ وہ حیران رہ گیا کہ کال کیوں
 نہیں مل رہی۔ جب کہ جلتا بھٹتا بلب بتا رہا تھا کہ کال دیاں تک
 پہنچ رہی ہے۔ لیکن دوسری طرف سے ریسو نہیں کی جا رہی۔
 اس نے ونڈ بٹن کچھ کر جو لیا کی فریکوئنسی سیٹ کی لیکن وہاں بھی
 وہی حال تھا۔ اب تو عمران گھبرا گیا کہ آخر یہ عکس کیا ہے۔ اس نے
 بارہی بارہی سب ممبر زکی فریکوئنسی سیٹ کیں۔ لیکن کال نہ مل سکی۔
 لیکن جب چوہان کی فریکوئنسی سیٹ ہوئی تو اس بار کال مل گئی اور

عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ چوہان سے بات کرنے پر اُسے ایک
 خیال آیا تھا اور اس نے چوہان سے اس خیال کی تصدیق کرائی اور
 تب پتہ چلا کہ ان کی ریسٹ وارج کا کنٹیکٹ پوائنٹ کو رگر چکا ہے۔
 اور پیسے کی وجہ سے وہ بٹن جو کال ٹرانسمٹ کر تا ہے کام نہ کر رہا
 تھا۔ پھر عمران نے چوہان سے مزید تفصیلات معلوم کیں تو پتہ
 چلا کہ وہ اس وقت آئل ڈپو میں موجود ہیں جہاں نظام سب ٹھیک
 ہے۔ لیکن پھر مزید گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہاں کوئی پیش
 سیکورٹی گروپ آیا ہے اور انہوں نے اُسے ایڑی ٹیک کیا تھا۔
 انہوں نے سمجھا تھا کہ شاید حکومت نے کوئی گروپ بھی بوجا لیکن
 عمران جانتا تھا کہ انہیں کارڈا شٹو کرنے کے بعد حکومت کی طرف سے
 ایسا کوئی گروپ نہیں آسکتا۔ یہ یقیناً ایف۔ ڈی والے ہی
 ہو سکتے ہیں اور ساتھ ہی اُسے معلوم ہوا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔
 اس پر عمران کو مزید شک ہوا۔ اُسے معلوم تھا کہ ایسی غارتیں
 وائرلین آپریٹک ہوں سے ہی تباہ کی جاتی ہیں۔ کیوں کہ اس طرح وہ
 لوگ خود بھی بچ جاتے ہیں اور شک و شبہ سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔
 چنانچہ اس نے چوہان کے وارج ٹرانسمیٹر پر تنویر کو بلا کر بات کی اور
 اُسے لھے اُسے باہر کسی جیب کے رکھنے کی مدد سے آواز سنائی دی۔
 تو اس نے جلدی سے تنویر کو ہدایت کی کہ وہ ٹاور پر چڑھ کر انہیں
 چیک کرے کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اُسے
 کال ختم کرنی پڑی کیوں کہ اس نے قزموں کی آوازیں اب ڈیسٹری
 میں سنی تھیں۔ ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ تیزی سے باہر دروازہ

زد میں آگیا۔

دوسری بار اچھلے ہی عمران کے خلق سے ایک تیز چیخ ابھری۔ اور عمران یوں فرخش پر گر جیسے اُسے گولی لگ گئی ہو۔ اور ابھی اس کی چیخ ختم نہ ہوئی تھی کہ پاس پڑے ہوئے میجر شفاعت کا جسم ایک زوردار دھکے سے بھٹ گیا، اور اس کے جسم کے ہزاروں ٹکڑے بارش کی طرح ارد گرد پھیل گئے۔ میجر کے جسم کے ٹکڑے ارد خون کے چھنٹے عمران پر بھی پڑے تھے۔ عمران کے چیخ مار کر نیچے گرتے ہی چیف انجینئر تیزی سے بھاگا اور اس کے بعد باہر دوپٹیاں ابھریں اور عمران کو محسوس ہوا کہ کچھ لوگ جیب میں سوار ہوئے ہیں۔ عمران اسی لئے چیخ مار کر نیچے گر اٹھا تاکہ چیف انجینئر اُسے گولی لگ جائے گا خیال کر کے اندر آئے گا۔ اور وہ اُسے مار گٹ کر لے گا۔ کیوں کہ دروازے سے باہر ہونے کی وجہ سے وہ اس پر چیخ نشا نہ بھی نہ لے سکتا تھا اور وہ مسلسل فائرنگ کر کے اُسے ریوا اور نکلنے کا بھی موقع نہ دے رہا تھا۔ لیکن چیف انجینئر بھی ضرورت سے زیادہ کا یاں تھا۔ وہ بھگتے اندر آئے کے باہر کی طرف بھاگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے یہی سمجھا ہو کہ اس کا ٹارگٹ ہٹ ہو چکا ہے۔ جب تک عمران اچھل کر باہر آتا باہر کھڑے ہوئے دو افراد کے جسم بھی دھماکوں سے پھٹے۔ اور جیب اس دوران انتہائی تیز رفتار سی سے مین گیٹ کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے ایک مےسے جوئے سپاہی کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹی۔ اور پھر اس نے انتہائی تیز رفتار سی

کھول کر بائیںکل آیا۔ ڈپنسری میں میجر شفاعت تھا۔ سر۔ میں اس رحمت حسین انجینئر کو دیکھنے آیا تھا۔ چیف انجینئر نے بتایا تھا کہ اس کی طبیعت خراب ہے وہ ڈپنسری میں گیا ہے۔ میجر شفاعت نے کہا۔ ”اوہ۔ تو اس کا بھائی کہاں ہے۔“ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔ ”اُسے میں لے آیا ہوں۔ چیف انجینئر خود بھی ساتھ ہے۔ وہ کمرے میں موجود ہیں۔ سپاہی ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔“ میجر شفاعت نے کہا۔ ”ان کی تلاشی لی ہے۔“ عمران نے کہا۔ ”تلاشی۔ تلاشی کیوں۔“ میجر شفاعت نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے عمران کو برہمنی دروازہ پر کسی کی جھلک نظر آئی۔ عمران تیزی سے اس کی طرف مڑا۔ اور دوسرے ہی لمحے عمران کسی بندر کی طرح اچھلا اور اس کے ساتھ ہی میجر شفاعت کے خلق سے چیخ منی نکلی اور وہ پہلو کے بل نیچے گرا۔ عمران ایک بار پھر اچھلا اور اس بار سپاہی کی تیز آواز سے کوئی چیز اس کے پاس سے گزرتی گئی۔ دروازے پر چیف انجینئر موجود تھا اس کے ہاتھوں میں ایک عجیب ساخت کا چپٹا سا ریوا اور نظر آرہا تھا۔ اور جب عمران پہلی بار اچھلا تھا تو اس نے اُسے ٹرک دہلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ تو اچھل کر پہنچ گیا۔ لیکن میجر شفاعت اس گولی کی

سے دوڑتے ہوئے جیب کے ٹانگوں پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔
لیکن نہ صرف اُسی لمحے جیب تیزی سے حرکت کی بلکہ سائیں کی تیز آواز
سے کوئی چیز مشین گن کی نال سے ٹکرانی اور مشین گن عمران کے
ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری۔ عمران نے بڑی پھرتی سے
جیب سے ریواور نکالنے کی کوشش کی مگر دوسرے لمحے اُسے
ایک لمبی چھلانگ لگا کر طویل برآمدے کے آخری ستون کی اوٹ
لینا پڑی۔ در نہ دوسرا فائر لازماً اس کے سینے میں لگتا۔

جیب مرگین گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اور موٹو ہونے کی وجہ
سے وہ عمران کی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔ عمران جیب
کے مٹنے ہی ستون کی اوٹ سے نکل کر تیزی سے مین گیٹ کی
طرف بھاگا۔ اُسی لمحے اُسے مین گیٹ سے ایک زوردار دھمکے
اور پھر فائرنگ کی آوازوں کے ساتھ چنچیں سنائی دیں۔ اور جب عمران
موٹر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ طاقت ور جیب مین گیٹ کا مارڈ توڑ کر
آگے نکل چکی تھی۔ اور وہاں موجود چار سیکورٹی والے زمین پر
پڑے تڑپ رہے تھے۔ جب تک عمران وہاں پہنچا ایک وقت چار دھماکے
ہوئے اور زمین پر پڑے تڑپتے ہوئے سیکورٹی والوں کے جسم ہزاروں ٹکڑوں میں

پھٹ گئے۔
ایک سیکورٹی جیب نے اس جیب کا پیچھا کرنا چاہا۔ لیکن دوسرے
لمحے وہ الٹ کر قلاباز می کھا گئی۔ اس کا فرنٹ ٹانگر برسٹ
کر دیا گیا تھا اور مجرموں کی جیب اب بیرونی چوکی کر اس کی بجلی تھی۔
وہاں بھی دھماکوں چنبیوں اور فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

عمران اب بجائے بیرونی چوکی کی طرف بھاگنے کے تیزی سے واپس
سمت کو مڑا اور اس قدر برقی رفتار سے بھاگنے لگا جیسے اس
کے پیروں میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ اُسے معلوم تھا کہ بیرونی چوکی
سے سڑک موڑ کاٹ کر درختوں کے جھنڈ کے قریب سے
گزرتی ہے اور پھر سیدھی شہر کی طرف مڑ جاتی ہے۔ عمران
جیب سے پہلے ان درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔
پاور ہاؤس میں سیٹیاں بچنے اور سائرن بجنے کی آوازیں سنائی دے
رہی تھیں۔ عمران کو معلوم تھا کہ وہاں افراتفری مچی ہوئی ہوگی۔
اور پھر ٹھوڑی سی دیر بعد وہ ان درختوں کے جھنڈ کے پاس پہنچ گیا۔
اُسی لمحے اُسے دور سے جیب آتی دکھائی دی۔ عمران نہیں
درخت کی آڑ میں رکا اور اس نے جیب سے ریواور نکال لیا۔ جیب
بالکل سیدھی اڑی علی آ رہی تھی۔ اُسی لمحے اُسے سیکورٹی کی دو گولیاں
بھی سائرن بجاتی ہوئیں اس جیب کے پیچھے آتی دکھائی دیں۔ سیکورٹی کی
کھلی چھت کی گولیوں میں دو افراد مشین گنیں لئے کھڑے تھے۔ اور
وہ مسلسل جیب پر گولیاں برسا رہے تھے۔ لیکن ان کے درمیان
فاصلہ اتنا تھا کہ جیب پر ان گولیوں کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا۔ سیدھی
دوڑتی ہوئی جیب اب قریب پہنچ چکی تھی۔ جب جیب قریب
آئی تو عمران کو شک سا ہوا کہ جیب کے سیڑنگ کو باندھ دیا گیا ہے۔
در نہ وہ اس انداز میں ناک کی سیدھ کبھی نہ دوڑتی۔ درختوں کے
جھنڈے سے ذرا پہلے سڑک پر ہلکا سا خم تھا اور عمران کی نظر اس
ساخت پر جمی ہوئی تھیں۔ اور دوسرے لمحے اس نے ایک

طویل سانس لیا۔ جب غم پر مڑنے کی بجائے سیدھی دوڑتی گئی اور
 رشتے سے نیچے اتر کر ایک درخت کے ساتھ ایک زوردار دھماکے
 سے ٹکرائی اور پھر تلابزایاں کھاتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک
 خوف ناک دھماکہ ہوا اور جب کے اکل ٹینک کو آگ لگ گئی جب
 کے ٹکڑے فضا میں بکھرتے چلے گئے۔ اور وہ آگ کا گولہ سا بن گئی۔
 اُسی لمحے سیکورٹی ٹیم کی دونوں جہیں بھی قریب آکر رکیں۔ اور
 ان میں سے سیکورٹی کے افراد ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے نیچے
 اتر آئے۔ اگلی جب میں کیپٹن بھی موجود تھا وہ سب تیزی
 سے اس آگ کا گولہ بنی ہوئی جب کی طرف بڑھ رہے تھے۔
 یہ خالی تھی کیپٹن۔ اس کے سیڑنگ کو باندھ کر اور ایک سیلٹر
 کو جامہ کر دیا گیا تھا۔ عمران نے درخت کی ادٹ سے نکلنے
 ہوئے کہا۔ اور کیپٹن اور اس کے ساتھی اُسے دیکھتے ہی جڑی
 طرح چونک پڑے۔

”آپ۔۔۔ سر آپ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ وہ سر۔۔۔ ٹینکر
 ہے آپ زندہ ہیں۔ ہمیں تو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔“ کیپٹن نے
 بوکھلائے ہوئے انداز میں اُسے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔
 ”تم کہاں سے اس جب کے چھپ گئے ہو۔“ عمران نے
 اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔
 ”تم۔۔۔ شارٹ کٹ کر کے پہنچے تھے۔ لیکن یہ جب پہلے
 نکل آئی تھی۔“ کیپٹن نے جواب دیا۔
 ”وہ لوگ شارٹ کٹ سے پہلے ہی اتر گئے۔ اور اب اس

دیر ان جنگل میں انہیں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے واپس لے چلو۔
 دہاں میری کار موجود ہے۔“ عمران نے جب پر چڑھتے
 ہوئے کہا۔ اور کیپٹن سر ہلاتا ہوا اوپر چڑھ آیا۔ باقی افریقی جہیوں
 پر سوار ہوئے۔ اور جہیں تیزی سے مڑ کر باؤس کی طرف
 بڑھ گئیں۔ عمران خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ منجر شفا عت کی معمولی
 سی غفلت کی وجہ سے یہ لوگ دہاں سے نکل جانے میں کامیاب
 ہو گئے تھے۔ اور عمران کو اب یقین ہو گیا تھا کہ کرنل ہمیرخ
 اور اس کے ساتھی نے اس شے میں وہ ہم فٹ کیا ہے۔ لیکن یہ
 شے ایسا تھا کہ اس کی کسی مشین کو روکا نہ جاسکتا تھا۔ کیوں کہ
 اس طرح پورے ملک میں ان کے ایک بریک ڈاؤن اس قدر خوفناک
 ہوتا کہ پوری معیشت ہی جام ہو کر رہ جاتی۔ اب تو صرف ایک
 ہی صورت رہ گئی تھی کہ اس آپریشننگ مشین پر قبضہ کر لیا جاتا جس
 سے یہ ہم تباہ کیا جانا تھا۔

”جیٹ پر پہنچتے ہی عمران تیزی سے نیچے اتر ا۔ اور پھر سیدھا اپنی
 کار کی طرف بھاگتا گیا۔ اس نے کسی سے بات کرنے کی ضرورت
 ہی محسوس نہ کی تھی۔ اور ظاہر ہے بات بھی کیا کرتا۔ کوئی بات کہنے
 کی وہ بھی نہ لگتی تھی۔ ان میں سے شاید کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ
 ہم کس مشین میں فٹ کیا گیا ہے۔ اب ایک سی صورت تھی کہ کرنل
 ہمیرخ کو تلاش کیا جائے اور اس سے آپریشننگ مشین کا پتہ چلا یا
 جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

”سر۔۔۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔“ جیسے ہی

عمران اپنی کار میں بیٹھنے لگا۔ کیپٹن بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا۔
 کچھ نہیں۔۔۔ بس اب لاشیں ٹھکانے لگاؤ۔ ملازم تو نکل
 گئے۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور کار کو موڑ کر
 تیزی سے شہر کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل مہیر خ اور
 اس کے ساتھی کو چپ چھوڑنے کے بعد خاصا فاصلہ پیدل اور چھپ
 کر لے کر ناپڑے گا۔۔۔ اس کے بعد ہی وہ کسی ٹیکسی کو پکڑ سکتے
 ہیں۔ اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا ہیڈ کوارٹر ذمی شان کالونی
 میں ہے۔ اس لئے وہ جا چلتا ہوا سینہ عادی شان کالونی کی طرف
 ہی جا رہا تھا۔۔۔ اس نے انہیں وہیں چپ کرنے کا منصوبہ بنایا
 تھا۔ اس کے خیال میں اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی انہیں
 چپ کرنے کی نہ تھی۔

مختلف سڑکوں پر سے انتہائی تیز رفتار سے کار دوڑاتے ہوئے
 عمران ذمی شان کالونی میں داخل ہوا۔ اور اس نے اپنی کار اس
 جگہ کے قریب روک دی جہاں چوہان نے اپنا موٹر سائیکل رکھا تھا۔
 اور پھر دیوار کو جیب میں چپ کر کے وہ کار سے باہر نکلا۔ اور گرد
 رہائشی کوشیاں موجود تھیں۔۔۔ اور سسکہ وہی تھا کہ کرنل مہیر خ کا
 اڈا ان میں سے کس کوٹھی میں ہے۔ عمران ادھر ادھر غور سے دیکھتا رہا
 اور پھر اچانک وہ چونک پڑا۔ اس کی نظر قریب ہی پینے رنگ کی
 کوٹھی کی بالائی منزل پر لگے ہوئے ٹیلی ویژن اینٹینا پر جم گئیں اور
 اس کے ہوں پر مسکراہٹ دوڑنے لگی۔۔۔ اینٹینا کے ساتھ ہی
 ایک تکنیو لیٹیٹ اس انداز میں نصب کی گئی تھی۔ جیسے لانگ رینج

نشریات کو در کرنے کے لئے عام طور پر اینٹینا کے ساتھ جست کی بڑی
 بڑی پلیٹیں لگائی جاتی ہیں۔۔۔ لیکن اس پلیٹ کی ساخت ملائی جلتی
 ہونے کے باوجود مخصوص قسم کی تھیں اور ایسی پلیٹیں انتہائی لانگ
 رینج ٹرانسمیٹر کال کے لئے لگائی جاتی تھیں۔۔۔ عمران نے سر ہلایا
 اور تیزی سے اس نیکی کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔ اس پلیٹ کو دیکھنے کے
 بعد اُسے یقین ہو گیا تھا کہ کرنل مہیر خ کا اڈا اس کوٹھی میں ہے۔ وہ
 تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے عقب میں آیا۔۔۔ اور پھر اس نے
 ادھر ادھر کس کوٹھی کو نیا کر ایک سی چھلانگ میں عقبی دیوار پر کر لی اور
 پائیں باغ کی باڑے پیچھے جاگرا۔۔۔ ابھی وہ نیچے گرنے کے بعد
 سنبھلا بھی نہ تھا کہ اچانک ایک سایہ سا اس پر چھوٹا۔ اور عمران کو
 یوں محسوس ہوا جیسے اس کی گردن پر تیز کھنٹے سے چھ گئے ہوں۔
 اس نے تیزی سے اپنے جسم کو جھکا دیا اور وہ سایہ اچھل کر پیچلی
 دیوار سے ٹکرایا اور عمران سنبھل گیا۔۔۔ اب وہ اچانک بیٹھنے والا
 سایہ داغ ہو گیا تھا وہ انتہائی خوف ناک اور خطرناک نسل کا جرمن
 شہپر ڈگتا تھا۔ جو اپنے شکار پر بغیر کوئی آواز نہ کالے اچانک جھپٹتا
 تھا۔۔۔ اور جب تک اس کا زفرہ نہ اڈھڑ ڈالے وہ کسی صورت
 پیچھے نہ ہٹتا تھا۔ یہ اس خوف ناک جس کی فطری خصوصیت تھی کہ
 نے پیچھے گرتے ہی ایک بار پھر عمران پر چھلانگ لگائی۔۔۔ اس
 کا حملہ انتہائی زوردار تھا۔ اس کے خوف ناک دانت باہر کو نکلے
 ہوئے تھے اور آنکھوں میں غصے اور دھشت کے چراغ جل رہے
 تھے۔ لیکن بچوں کہ اب عمران سنبھل گیا تھا اس لئے جیسے ہی

کتے نے اس پر حملہ کیا عمران نے تیزی سے قلابازی کھائی اور اس کے بازو انتہائی تیزی سے کتے کی گردن کے گرد جم گئے۔ ساتھ ہی کتے کا پچلا جسم اس کے جسم کے نیچے دب گیا۔ عمران نے گردن کے گرد بازو ڈالتے ہی اپنے دونوں بازوؤں کو ایک جھکے سے اونچا کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ادب والا دھڑکنے والی تیزی سے کمان کی طرح مڑا۔ اور عمران نے بازوؤں کو زوردار جھکا دیا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی کتے کے حلق سے پہلی بار غرغراہٹ کی تیز آواز نکلی اور کتے کا جسم جو عمران کے جسم کے نیچے دب جا رہا تھا برسی طرح پھرنے لگا۔ اور عمران نے ایک جھکے سے اپنے بازو کھول کر اپنے ٹیڑھے ہوئے جسم کو سیدھا کیا اور کتے کو پتے پھینک دیا۔ کتے کی گردن اس مخصوص داؤ کی وجہ سے ٹوٹ چکی تھی۔ اور وہ زمین پر پڑا ابھی طرح ٹرپ رہا تھا اس کے حلق سے غرغراہٹ کی تیز آوازیں نکل رہی تھیں۔ عمران نے چند لمحوں میں اس لئے اور پھر وہ نارمل ہو گیا۔ اس نے جس مخصوص داؤ سے اس خوف ناک کتے کی گردن ٹوٹی تھی اس میں عمران کو خود بھی اپنی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کا شدید خطرہ تھا۔ اور اگر ذرا سا وہ اور جھک جاتا تو کتے کے ساتھ وہ خود بھی زمین پر پڑا ٹرپ رہا ہوتا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اس خوف ناک کتے سے بچھا بچھڑانے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ یہ کہ اس قدر تیز رفتار اور وحشی ہوتا ہے کہ اپنے شکار کو اتنی جھلت بھی نہیں دیتا کہ وہ جیب سے ریوا لور بھی نکال سکے۔ اور اس کا پہلا حملہ ہی عام طور پر جان لیوا

ثابت ہوتا ہے۔ لیکن عمران پہلے حملے سے اس لئے بچ نکلا تھا کہ کتے اور اس کے درمیان بندری کی بارڈ کی جھڑپیں اٹھنی تھیں۔ اس کے باوجود اس کے بچوں کی غراشیں اس کی گردن اور بازوؤں پر آ گئی تھیں۔ آفرکار یہ خوف ناک کتا چند لمحوں کے بعد ختم ہو چکا تھا۔ اور عمران اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کتے کی بجائے اپنی موت سے نبرد آزما رہا ہو۔ عمران جانتا تھا کہ اگر اس کی جگہ کوئی اور آدمی ہوتا تو کتا چند ہی لمحوں میں اس کا زفرہ ادھیر دیتا۔ کتے کے ختم ہوتے ہی عمران نے ایک بار پھر جیب میں موجود ریوا لور کو چیک کیا۔ اور پھر تیزی سے عمارت کی سائینڈ میں سے ہوتا ہوا آگے بڑھا اور اُسی لمحے اس نے پچانک کھٹنے کی آواز سنی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ کرنل ہیرن اور اس کے ساتھی پہنچ گئے ہیں۔ اس نے ایک دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا یہ ریسٹ روم تھا۔ اس نے جلدی سے دروازہ کو دوبارہ بند کیا اور پھر قالین پر چلتا ہوا ایک بڑی سی الماری کی ادٹ میں ہو گیا۔ ریوا لور اس نے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اب راہ داری میں اس قدموں کی تیز آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیکن یہ ایک آدمی کے قدموں کی آواز تھی۔ شاید دوسرا آدمی ساتھ نہ آیا تھا۔ اور اُسی لمحے دروازہ ایک دھمکے سے کھلا

وہ ایک سایہ سا اندر داخل ہوا۔ اس نے یوں ناک سیکڑ کر ادھر ادھر سو گھٹا جیسے وہ کسی نامانوس سی خوشبو کو سونگھ رہا ہو۔ دوسرے لمحے اس نے انتہائی پھرتی سے جیب سے وہی چٹا سا ریوا اور نکال لیا۔ عمران خاموش کھڑا تھا وہ دراصل دیوار پر پڑنے والے سایے کی مدد سے اندر آنے والے کی حرکات کو چمک کر رہا تھا۔ اور آنے والے کے اس انداز سے ہی وہ سمجھ گیا کہ اس کی قوت شامہ بے حد تیز ہے۔ اور اس نے کمرے میں موجود عہدہ۔ ان کی بوسونگھ لی ہے۔

باس باس۔۔۔ شیعہ ڈمرا پڑا ہے۔۔۔ اچانک دور سے کسی کی چینی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اندر آنے والا چونک کر مڑا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکل کر راہ داری میں دوڑ گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ بھانک کھولتے وقت شیعہ ڈکٹ کے بند پھینکے کی وجہ سے وہ مشکوک ہو گئے ہیں۔ اور ایک آدمی اُسے چمک کرتے عقب میں گیا ہو گا۔ یہ آواز اُسی کی ہو گی۔

اس آدمی کے باہر نکلتے ہی عمران تیزی سے الماری کی اوٹ سے نکلا اور پھر تیزی سے دروازے کی سیڑھیں اُکراس کے کھلے پٹ کے پیچھے دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کا ریوا اور اس کے ہاتھ میں تھا اور کان ایک بار پھر رہا۔ یہی کی طرف گئے جوئے تھے۔ آخری دس منٹ بعد اچانک اس کی پٹھپی جس نے خطرے کا الارم سا بجایا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خطرہ اچانک اس کے قریب

پہنچ گیا ہو۔ اس نے بے چین ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ ادھر رہا داری میں قدموں کی آواز ایک بار پھر گونجنے لگی تھی۔ کب نکت پیدا ہوئے والی بے چینی کی وجہ سے عمران نے پہلو بدلا ہی تھا کہ شاخیں کی آواز کے ساتھ ہی عمران کے ہاتھ سے ریوا اور نکل کر تالین پر گرا۔ اگر عمران عین اُسی لمحے اندر وئی بے چینی کی وجہ سے پہلو بدلتا تو گوگی بجائے ریوا اور کی نال پر پڑنے کے اس کے پہلو میں ٹھس جاتی۔ عمران نے ریوا اور ہاتھ سے نکلنے ہی ایک نکت اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ اور جیسے اڑتا ہوا وہ سیڑھ کی دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اس نے اس سوراخ کو چمک کر لیا تھا جس سے گوگی چلائی گئی تھی۔ یہ اُسی دیوار کے اوپر بنے ہوئے چار بار ایک بار ایک سوراخ تھے۔ چونکہ ان سوراخوں کے پیچھے روشنی موجود نہ تھی اس لئے وہ عمران کو نفر نہ آتے تھے۔ لیکن ریوا اور پر پڑنے والی گوگی سے ایک لمحے کے بعد وہیں حصے میں اپنا زانو یہ عمران کو تبا دیا تھا۔ اور عمران کے لئے فوری طور پر پہنچے کا صرف یہی ایک راستہ تھا کہ وہ اُسی دیوار کے ساتھ جا کھڑا ہوتا۔ اس دیوار کے علاوہ پورا کمرہ ان سوراخوں سے چھلایا جانے والی گولیوں کی زد میں آتا تھا۔

اس کا ریوا اور جیسے ہی اس کے ہاتھ سے نکل کر تالین پر گرا۔ اور عمران نے چھلانگ لگائی۔ دروازے پر موجود آدمی اچھل کر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ وہ چیخ انجینئر تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ چٹا سا ریوا اور موجود تھا۔ چوں کہ عمران کے ہاتھ سے نکلنے والا ریوا اور ٹھیک دروازے کے سامنے جا کر اٹھا۔ اس لئے آنے والے کو

س کے انتہا ہونے کا پتہ چل گیا اور وہ فوری طور پر اندر آ گیا۔
 اندر آتے ہی چیف انجینئر نے ایک لمحہ صانع کے بغیر دیوار
 کا فائر عمران پر کیا جو دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ اس کے انداز
 میں اس قدر مہارت اور پھرتی تھی کہ عمران کے لئے بچنا مشکل ہو گیا۔
 لیکن یہاں عمران کی سنگ آرٹ میں مہارت اس کے کام آگئی اور
 اس نے بجلی کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی۔ اور کمرے میں موجود
 صوفے کے نیچے چھلانگ لگا دہی۔ دوسری گولی اس صوفے کے اوپر
 والے حصے سے ٹکرائی اور ایک کڑا کے سے صوفے کی اوپر والی
 کڑی کو بڑا سا ٹکڑا صوفے سے علیحدہ ہو کر دیوار سے جا لگرایا۔ مگر
 دوسرے ہی لمحے صوفہ ہوا میں اچھلا اور ایک زوردار دھماکے کے
 ساتھ آنے والے سے ٹکرایا اور وہ اُسے لیتا ہوا سلمنے والی دیوار
 سے ٹکرایا۔ اور اس کے منہ سے چیخ سی نکلی اور وہ صوفے کے
 نیچے ایک لمحے کے لئے دب سا گیا۔ مگر دوسرے لمحے صوفہ دوبارہ
 اچھل کر عمران والی سائیڈ سے اُٹھ گیا۔ مگر اس دوران عمران
 اچھل کر ایک دوسرے صوفے کی آڑ میں ہو چکا تھا۔ اڑتا ہوا صوفہ ایک
 زوردار دھماکے سے دیوار سے ٹکرایا اور پھر نیچے گر پڑا۔ عمران اوپر
 موجود آدمی کی گولیوں کی زد میں آ جانے کے خدشے کی وجہ سے آگے
 نہ بڑھ رہا تھا۔ چیف انجینئر صوفے کو واپس اچھال کر انتہائی تیزی
 سے اٹھا اُسی لمحے عمران نے دوسرا صوفہ بھی اس پر اچھال دیا۔ لیکن
 اس بار وہ سنبھل چکا تھا۔ اس لئے وہ تیزی سے ہٹا اور وہ اس
 کی پھپھی دیوار سے جا لگرایا۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران کو رابا رومی میں

ووڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اس آواز کو سنتے ہی عمران
 نے اپنی جگہ سے کسی عقاب کی طرح چھلانگ لگائی۔ چیف انجینئر نے
 انتہائی پھرتی سے اس پر سائیڈ ہٹ لگانے کے لئے اپنی جگہ بدل لی۔ لیکن
 عمران فضائیں ہی اپنا رخ بدل گیا۔ اور ہر سبک وقت و باتیں
 وقوع پذیر ہوئیں۔ عمران اس چیف انجینئر کے پہلو میں لے کر
 اس کے پہلو میں آیا اور اس کے ساتھ ہی وہ کسی لٹو کی طرح
 گھومتا۔ اور چیف انجینئر کی سائیڈ میں مڑتے ہوئے اس نے اس
 قدر مہارت سے ہٹ مارا کہ وہ چیف انجینئر کسی ٹینک کی طرح اڑتا
 ہوا دروازے کے باہر جا پڑا۔ اور عین اُسی لمحے باہر سے آنے
 والا دروازے کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ اس لئے وہ دونوں ایک
 زوردار دھماکے سے ٹکرا کر نیچے گرے۔ اور پھر اس سے پہلے کہ
 وہ اٹھتے عمران جو بجلی بنا ہوا تھا۔ صرف ان کے سر پر پہنچ چکا
 تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں وہ چپٹا سا دیوار بھی موجود تھا جو چیف انجینئر
 کے ہاتھ سے پہلے دھکے کی وجہ سے نیچے قابو لین پر گر رہا تھا اور جسے دروازے
 کے باہر چھلانگ لگاتے ہی عمران نے کسی مہر کے کس شعبہ گر کی طرح
 اتنی مہارت سے اٹھایا تھا کہ بیسے دیوار خود بخود اڑ کر اس کے ہاتھوں
 میں پہنچ چکا ہو۔

”اب اللہ کر کھڑے ہو جاؤ دوستو۔ اور سنو۔ غلط حرکت
 کی تو.....“ عمران نے دیوار کا رخ ان کی طرف کرتے
 ہوئے دوسرے دیوار کو جو باہر سے آنے والے کے ہاتھ سے نکل
 کر گرا۔ پیر کی ٹھوکر مار کر دوڑ پھینکتے ہوئے کہا۔ مگر اس چیف انجینئر

ساتھی شاید ضرورت سے زیادہ ہی گرم دماغ واقع ہوا تھا کہ عمران کے ہاتھ میں دیوا اور دیکھنے کے باوجود اس نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر عمران کے پیٹ میں گر مارنی چاہی۔ مگر دوسرے لمحے ایک زوردار دھکاک لگا کر وہ پیچھے الٹ گیا اور اس کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی عمران کے ہاتھ میں وجود چھوٹے دیوا اور سے نکلنے والی گولی اس کے سینے میں پڑی تھی جب کہ چیخ انجینئر نے بجلی کی سی تیزی سے دونوں ہاتھ سر سے بند کر لیے تھے۔ وہ شاید اپنے ساتھی سے زیادہ سمجھدار واقع ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ہمدردی طرح بگڑا ہوا تھا۔ آنکھوں سے جرمین نسل کے کتے کی طرح شدید وحشت اور نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے آپ کو اتنا ضرور کنٹرول میں رکھا ہوا تھا کہ اپنے ساتھی کی طرح حملہ کرنے کی حماقت کرنے کی بجائے دونوں ہاتھ اٹھالے تھے اور سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"مان تو....." عمران نے بات شروع ہی کی تھی کہ اچانک ایک خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور چیف انجینئر کے ساتھی کا جسم کسی ہم کی طرح پھٹ پڑا۔ اور جسم کے ٹکڑوں اور خون کے چھینٹوں نے عمران اور اس چیف انجینئر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ دھماکہ اس قدر اچانک تھا اور گوشت کے ٹکڑوں اور خون کے چھینٹوں کی بوچھاڑ اس قدر اچانک تھی کہ عمران بر وقت پیچھے نہ بٹ سکا۔ اور دوسرے لمحے اس کی کلائی پر زوردار ضرب لگی اور دیوا اور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور کہیں جا کر اُڑا۔ اس کے ساتھ ہی عمران کے پیٹ پر زوردار دھکا پڑا اور عمران اوہ کی آواز نکالتے ہوئے کمرے کے دروازے

کے عین درمیان میں پشت کے بل گرا۔ اس کا آدھا جسم کمرے میں اور آدھا راہ واری میں تھا۔

نیچے گرتے ہی عمران کی دونوں ٹانگیں تیزی سے اوپر کواٹھیں اور اس پر پھلانگ لگانے والا چیف انجینئر اڑتا ہوا اندر کمرے میں جا گیا۔ عمران نے بڑی مہارت سے دونوں پیروں کی مدد سے اُسے اچھال دیا تھا۔ اور دوسرے لمحے عمران تیزی سے قلابازی کھا کر سیدھا ہو گیا۔ ادھر چیف انجینئر بھی گرتے ہی عمران عیسیٰ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور اب وہ دونوں پہلی بار بغیر کسی ہتھیار کے ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"تو تم چیف انجینئر کے روپ میں آگئے تھے کرنل ہمیرخ خوب؟" عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ ایک بار پھر اس کی آنکھوں کی مدد سے اُسے پہچان گیا تھا۔ ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل ہمیرخ کی آنکھوں کی مخصوص بناوٹ عمران کی تیز نظروں سے بھلا کیسے چھپ سکتی تھی۔

"تو تم بلو خاں سے پیسے گئے تھے۔ کاش میں دیاں چیک کر لیتا۔" کرنل ہمیرخ نے دانت پیستے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ کرنل ہمیرخ عمران کی چیخ اور گرنے کے دھماکے سے یہی سمجھا تھا کہ اس نے عمران کو مار گرایا ہے۔ اسی لئے شاید اس نے خود ہی یاد دہاؤس سے نکلنے کی سوچی تھی۔

"اگر چیک کرنے رک جلتے تو یہاں تک صحیح سلامت نہ پہنچ سکتے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

اور دونوں ہی نفروں نظروں میں ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔
 "فائر مانیکل" اچانک کرنل ہمیرخ نے عمران کی پشت پر دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اس کا انداز اس قدر بے ساختہ تھا کہ جیسے وہ دروازے میں اور عمران کی پشت پر کسی سے بات کر رہا ہو۔ لیکن مقابل میں عمران تھا جو بھلا ایسے فرسودہ سے واؤ میں کہاں آتا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے عمران پیچھے ہٹ کر دیکھنے کی بجائے انتہائی تیزی سے وائیں طرف کوچہکا اور پھر پیٹے سے بھی زیادہ پھرتی سے اس نے اچھل کر بائیں طرف سے کرنل ہمیرخ پر چھلانگ لگا دی۔ عمران تو کرنل ہمیرخ کے فرسودہ واؤ میں نہ آیا تھا۔ لیکن کرنل ہمیرخ اس کے اس پرانے اور فرسودہ واؤ میں آگیا۔ دراصل عمران کے انداز میں اس قدر پھرتی تھی کہ لاشعوری طور پر عمران کے وائیں طرف جھکتے ہی کرنل ہمیرخ اپنے بچاؤ کے لئے بائیں طرف جھک گیا تھا۔ دوسرے لمحے عمران کا لفٹ ہک پوری قوت سے کرنل ہمیرخ کے پہلو پر پڑا۔ اور وہ اوخ کی آواز نکالتا ہوا بائیں پہلو پر گر گیا۔ لیکن نیچے گرتے ہی کرنل ہمیرخ کی دونوں ٹانگیں نیم دائرے میں بجلی کی سی تیزی سے گھومیں اور عمران اچھل کر سر کے بل کرنل ہمیرخ کے قریب ہی قابو ہو کر گیا۔ کرنل ہمیرخ نے داتھی مارشل آرٹ میں اپنی بے پناہ مہارت کا مظاہرہ کیا تھا کہ عمران جیسا آدمی بھی اس کے خوف ناک اور تیز داؤ سے بچ نہ سکا تھا۔ کرنل ہمیرخ نے عمران کے اپنے ساتھ گرتے ہی تیزی سے قلابازی کھائی اور عمران کے زیر ناف اپنا گھٹنا مارنا چاہا مگر عمران سر کے بل نیچے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی

سے ٹپا۔ اور اس نے کرنل ہمیرخ کے گھٹنے کو ایک پیر سے لٹکا اور دوسری لات اس نے کرنل ہمیرخ کے پہلو میں لٹک کر ایک لخت اُت سیدھا کیا سا تھی اس کے دونوں بازو کرنل ہمیرخ کی گردن میں جم گئے۔ عمران نے اپنے بازوؤں کو زوردار انداز میں اپنی طرف جھٹکا دے کر کھینچا۔ اور ساتھ ہی کرنل ہمیرخ کے پہلو میں رکھی ہوئی لات کو مخالف سمت میں جھٹکا دے کر پھیلایا تو کرنل ہمیرخ کے حلق سے کیرہم چیخ نکل گئی۔ عمران نے مزید دباؤ ڈالنے کی کوشش کی لیکن کسی لمحے عمران کے اپنے حلق سے اودھ کی آواز نکل گئی۔ کرنل ہمیرخ نے یک لخت ٹرپ کر دوسری ٹانگ کسی زبردست ہتھوڑے کی طرح عمران کی بندٹی پر ماری تھی۔ یہ ضرب اس قدر زوردار تھی کہ عمران کا واؤ ایک لخت ناکام ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرنل ہمیرخ نے یک لخت اپنے جسم کو موڑا۔ اور پھر وہ الٹی قلابازی کھا کر پلٹا تو اس کی دونوں ٹانگیں فضا میں گردش کرتی ہوئیں پچھلی دیوار سے جا ٹکرائیں اور اس کے دونوں ہاتھ عمران کے دونوں کانڈھوں کے نیچے سانپوں کی طرح گھس گئے۔ اور اس کا سر عمران کے سر کے ساتھ دھڑکھاتا ہوا دوسری طرف فرش پر ٹپک گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرنل ہمیرخ کا جسم یک لخت اڑ گیا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی روح پورے حکم سے کچھ کر اس کے گھگھے میں آگئی ہو۔ اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے سائیڈ کرنے کی کوشش کی لیکن کرنل ہمیرخ نے بڑے عجیب انداز سے اس کے دونوں کانڈھوں کو نیچے سے اس طرح حلقہا ہوا تھا۔ کہ وہ حرکت بھی نہ کر سکتا تھا اور آگے ہونہ سکتا تھا کہ آگے کرنل ہمیرخ

کا اپنا سر تھا جسے اس نے اٹھا ہو کر دیا اس کے ساتھ کھلی ہوئی ٹانگوں کی مدد سے پوری طرح مخالفت سمیت میں دبا رکھا تھا جیسے عمران اس لئے نہ ہٹ سکتا تھا کہ کرنل ہمیرخ کے بازوؤں نے اُسے فولادی زنجیروں کی طرح ایک جگہ جام کر رکھا تھا اور جیسے جیسے کرنل ہمیرخ اپنے جسم کو اکڑاتا گیا عمران کے جسم سے دوج ٹپھتی چلی گئی۔ اس قدر خوف ناک تکلیف تھی کہ عمران جیسے آدمی کی آنکھیں بھی باہر کو ابل آئیں چہرہ جگڑنے لگا پورا جسم تشنج کے سے انداز میں لرزنے لگا اُسے یوں لگ رہا تھا کہ چند لمحوں بعد اس کے جسم میں موجود تمام اعصاب پکے دھاگوں کی طرح ٹوٹتے چلے جائیں گے۔ کرنل ہمیرخ کا یہ داؤ جہاں عمران کے لئے بالکل نیا تھا وہاں اس قدر خوفناک تھا کہ عمران کو محاورے نہ نہیں بلکہ حقیقتاً واٹوں پسینہ آ گیا۔

کرنل ہمیرخ کا جسم کلف گئے ہوئے کپڑے کی طرح تیزی سے اکڑتا جا رہا تھا۔ اور عمران کے ذہن پر اندھیروں نے یلغار شروع کر دی۔ اُسے واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ اگر اس نے چند لمحوں میں اپنے بچاؤ کی کوئی ترکیب نہ سوچی تو وہ یقیناً ختم ہو جائے گا۔ اور پھر ترکیب اس کے اندھیروں میں ڈوبتے ہوئے ذہن میں آگئی۔ اس کے حلق سے یوں آواز نکلی جیسے مرتے ہوئے آدمی کے حلق سے آخری خرخر اہٹ نکلتی ہے۔ اور اس کے ساتھ عمران نے ایک لمحت اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس سے فوری فائدہ تو یہ ہوا کہ اکڑاؤ کی وجہ سے ہونے والی بے پناہ تکلیف میں قدرے فرق پڑ گیا۔ لیکن دوسرا فائدہ اس کی ترکیب کی کامیابی کی صورت

میں یوں نکلا کہ کرنل ہمیرخ کا اکڑتا ہوا جسم اس کے ڈھیلے ہوتے ہی ایک لمحے کے لئے اپنی جگہ رکا۔ کرنل ہمیرخ یوں کہ عمران کے چہرے اور جسم کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنے ہاتھوں سے ہی عمران کی موت یا زندگی کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ لیکن اس اندازے کے لئے بھی اُسے عمران کے کاندھوں کے نیچے سے ہاتھ نکالنے پڑتے اس لئے وہ چند لمحے صرف محسوس کرتا رہا۔ عمران نے مکمل طور پر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ رکھا تھا اور نہ صرف ڈھیلا چھوڑ دیا تھا بلکہ اس نے اپنا سانس بھی روک لیا تھا۔ اور پھر شاید کرنل ہمیرخ کو یقین آ گیا کہ اس کے داؤ میں پھنس کر عمران ختم ہو چکا ہے تو اس نے تیزی سے اپنے بازو عمران کے جسم کے نیچے سے گھسیٹے اور پھر انتہائی بھرتی سے جھٹکا کھاکر اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر اُسی لمحے عمران کی دونوں ٹانگیں اٹھی ہو کر فضا میں اٹھیں اور عمران کے دونوں بوٹ پوری قوت سے سیدھے کھڑے کرنل ہمیرخ کے چہرے پر اس قدر قوت سے پڑے کہ کرنل ہمیرخ کے حلق سے زوردار چیخ نکلی اور وہ لڑکھارہ کی طرح گرجا۔ عمران پلٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا سانس تیز تر چل رہا تھا۔ وہ واقعی موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ ورنہ کرنل ہمیرخ کے اس خوف ناک داؤ نے اُسے اس جبری طرح بے بس کر دیا تھا کہ شاید پوری زندگی عمران کبھی اس طرح بے بس نہ ہوا تھا۔ کرنل ہمیرخ کا چہرہ بوٹوں کی زوردار ضرب سے تقریباً کچلا گیا تھا کیوں کہ اس کے سر کے نیچے دیوار تھی۔ اس لئے زوردار ضرب کا پورا دباؤ چہرے پر ہی پڑا تھا۔

کرمل ہمیرخ نے نیچے گرتے ہی اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب عمران کے ذہن پر وحشت سوار ہو گئی اور دوسرے لمحے کرمل ہمیرخ کے حلق سے انتہائی زوردار پنج نکلی اور وہ پانی سے نکلنے والی پھلی کی طرح پھڑکنے لگا۔ عمران کے بوٹ کی ٹوپوری قوت سے اس کی کھوپڑی پر پڑی تھی۔ اس نے تیزی سے ہاتھ پھیلا کر عمران کی ٹانگ پر لڑنے کی کوشش کی لیکن جیسے پر لگنے والی ضربوں سے نکلنے والے خون نے اس کی آنکھوں کو بھر دیا تھا اس لئے اُسے کچھ سمجھائی نہ دے رہا تھا۔ اور وہ صرف اندھوں کی طرح مار رہا تھا۔ عمران نے اچھل کر دوسری ضرب لگائی اور پھر تو اس کی ٹانگیں کسی مشین کی طرح حرکت میں آ گئیں اور چند ہی لمحوں بعد کرمل ہمیرخ تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔

عمران رک گیا۔ پہلے تو وہ اپنے سانس برابر کرتا رہا۔ پھر اس نے جبک کر کرمل ہمیرخ کی کلائی پکڑ لی اور اس کی نبض چیک کرنے لگا۔ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ ختم ہی نہ ہو گیا ہو۔ لیکن کرمل ہمیرخ خاصا جاندار ثابت ہوا۔ وہ صرف بے ہوش تھا۔ اس کی نبض بتا رہی تھی کہ کم از کم ایک گھنٹے سے پہلے اُسے ہوش نہیں آ سکتا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر اس نے تیزی سے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کمرے سے نکل کر وہ دوسرے کمروں میں گیا۔ لیکن سوائے ایک لاناگ ریجن ٹرانسمیٹر کے اور مختلف قسم کے اسلحے کے اور کوئی خاص چیز نہ مل سکی۔ اور عمران واپس اُسی کمرے میں آ گیا۔ کرمل ہمیرخ اُسی طرح قایلین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

اس کا چہرہ بڑی طرح مسخ ہو چکا تھا۔ چہرے کی کھال ضربوں کی وجہ سے جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ عمران نے اُسے تیزی سے کھینچا اور اٹھا کر ایک صحنے پر ڈال دیا۔ اس نے وہ پیٹا سا دیوالورا اٹھا کر خیم میں ڈال لیا۔ یہ نئی ساخت کا دیوالورا تھا جو اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس نے وہ اسے اپنے ہمراہ لے جانا چاہتا تھا تاکہ بعد میں اطمینان سے اس کا تفصیلی تجزیہ کر سکے۔ اب مسئلہ تھا اس وائرلیس آپرٹنگ مشین کی تلاشی کا۔ جس سے پاور ہاؤس کا ہم آپریٹ کیا جانا تھا لیکن اس پوری کوٹھی میں اُسے ایسی مشین کہیں نظر نہ آئی تھی۔ چنانچہ عمران اس نتیجے پر پہنچا کہ اس ہم کو آپریٹ ریڈیو کی بجائے ایف ڈی بی کرے گی۔ لیکن پھر کرمل ہمیرخ اور اس کا ساتھی پاور ہاؤس کیا کرنے گئے تھے۔ اب یہ بات سوچنے کی ہو گئی تھی۔ اور یہ بات بھی عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ کرمل ہمیرخ جیسے لوگ تشدد کے سلسلے زبان کسی صورت بھی نہیں کھولا کرتے۔ اس لئے وہ کوئی ایسی ترکیب سوچنا چاہتا تھا جس سے اس آپرٹنگ مشین تک پہنچ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کرمل ہمیرخ کے ساتھی کہیں واپس نہ آجائیں۔ چند لمحے سوچنے کے بعد آخر عمران کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ گو اس میں سو فی صد رسک تھا۔ لیکن اب اس کے سوا اور کوئی صورت بھی نہ تھی۔ اس نے کرمل ہمیرخ کو اُسی طرح صوفے پر پڑا ہوا چھوڑا اور تیزی سے دوڑنا ہوا کوٹھی کے عقبی حصے سے ہو کر باہر آ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ کرمل ہمیرخ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہ آ سکے گا۔ اس لئے وہ اس ایک گھنٹے کو استعمال کرنا چاہتا

تھا۔ بابہ آکر اس نے اپنی کارٹھاٹ کی اور دوسرے لمحے وہ انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا باکامگر کی طرف بڑھتا گیا۔ جہاں فاسٹ ڈیٹھ کر اپنا ہمید کو ادرٹھنایا گیا تھا۔ اس کا بیگ وہیں تھا۔ اور اُسے اس بیگ سے ٹرانسمیٹر کال کیج کر اٹھا کر واپس آنا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ کی تیز ڈرائیونگ کے بعد وہ ہمید کو ادرٹھ پہنچ گیا۔ اس نے بیگ میں سے ٹرانسمیٹر کیج نکالا اور پھر اس نے انتہائی برق رفتاری سے اپنا مسلا ہوا لباس بدلاد اور تقریباً پھر اسی رفتار سے کار دوڑاتا ہوا واپس ذمی شان کالونی پہنچ گیا۔ اس نے کار کو مناسب خالصے پر ایک ایسی جگہ روک دیا جہاں اُس پر کسی کی نظرس نہ پڑ سکتی تھیں اور اس کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کال کیج کو سیٹ پر رکھ کر آن کر دیا۔ اب تقریباً دوسو میٹر کے دائرے میں ہونے والی ٹرانسمیٹر کال کو اس پر نہ صرف کیج کیا جاسکتا تھا بلکہ کال کرنے والی اور جس جگہ کال کی جا رہی ہو دونوں جگہوں کی نشاندہی کی جاسکتی تھی۔

عمران کا اندازہ تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد کرنل ہمیرخ شاید ایف۔ ڈی کو کال کرے گا۔ اس طرح وہ ایف۔ ڈی کے نئے ہمید کو ادرٹھ کا محل وقوع چیک کرے گا اور اگر اس نے کال نہ کی تو پھر وہ خود دیا جائے گا۔ دونوں ہی صورتیں عمران کے حق میں جاتی تھیں۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی صورت بھی نہ بنی۔ تو پھر آخری صورت یہی رہ جائے گی کہ عمران دوبارہ اُسے قابو میں کرے اس پر تشدد کرے۔ اور اس سے راز انگوٹے۔ یہ عمران کی

نظر میں ایسی صورت تھی جو انتہائی مجبوری کے تحت ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ عمران اس ٹائپ کے افراد کی فطرت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ خوف ناک تشدد کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ان سے جھٹ کر کوئی دوسری صورت اختیار کر کرنا چاہتا تھا۔

عمران ایسی جگہ موجود تھا جہاں سے وہ نیلی کو بھی پر بھی نظر رکھ سکتا تھا اگر کرنل ہمیرخ کو بھی سے نکلتا تب بھی عمران کی نظروں سے نہ بچ سکتا تھا۔ اور پھر اُسے دیاں بیٹھے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن ٹرانسمیٹر سے کوئی کال نہ ابھری۔ اس کے اندازے کے مطابق اب تک کرنل ہمیرخ کو ہوش آ جانا چاہیے۔ اس نے مزید انتظار کرنا مناسب سمجھا کہ ہو سکتا ہے کرنل ہمیرخ منہ ماتھ دھو کر اور چہرے کی ابتدائی مرہم پٹی کرنے کے بعد آگے بڑھے۔

اور پھر پندرہ منٹ مزید گزر گئے۔ لیکن ٹرانسمیٹر کیج پر خاموشی ہی طاری رہی تو عمران نے ایک بار پھر اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کیج کو اٹھا کر کوٹ کی سائیڈ جیب میں زبردستی ٹھونس دیا اور کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی اس نے قدم باہر نکالا ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر کیج سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اور عمران چونک پڑا۔ وہ دوبارہ جلدی سے کار کے اندر

بڑھ گیا۔ اور ٹرانسمیٹر کیج کو اس نے باہر نکھینچ لیا۔ اس پر کال آ رہی تھی۔ عمران نقشے کو غور سے دیکھتا ہوا کال جس فریکوئنسی سے کی جا رہی تھی وہ تو ظاہر ہے ذمی شان کالونی کا ایڈیا ہی تھا۔ لیکن دوسری طرف سے کال پہنچ نہ ہو پا رہی تھی۔ ادھر کوئی ریسیو ہی

نہ کر رہا تھا۔ چند لمحے کال کی کوشش کی جاتی رہی۔ اس کے بعد کلینٹ خاموشی طاری ہو گئی۔ اور ٹرانسمیٹر کیچر پر جلنے والا بلب بجھ گیا۔
 عمران سوچنے لگا کہ کرنل ہمیرخ آخر جسے کال کر رہا تھا۔ کیا ایف۔ ڈی کی کیا اپنے کسی اور ساتھی کو۔ اور دوسری طرف سے کال کیوں رسیو نہ کی جا رہی تھی۔ کہ اچانک ایک بار پھر ٹرانسمیٹر کیچر پر بلب جلنے لگا اور اس کے ساتھ ہی ٹوں ٹوں کی آوازیں انہیں عمران نے چونک کر نقشے پر نگاہ ڈالی۔ اور پھر ایک اور سائیڈ پر بلب جل اٹھا اور عمران چونک کر اس جگہ کو دیکھنے لگا۔ یہ شہر کا اندرونی حصہ تھا۔ ایسا حصہ جہاں کمرشل مارکیٹیں تھیں۔ عمران غور سے اس سپاٹ کو دیکھتا رہا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ کرنل ہمیرخ کا لنگ ایف۔ ڈی اور ٹرانسمیٹر کیچر پر آواز نکلی۔ آواز کرنل ہمیرخ کی تھی۔

”ہیں۔۔۔ کرنل چارلس اسٹنگ اور۔۔۔“ چند لمحوں بعد دوسری آواز بلند ہوئی۔ اور عمران کے چہرے پر مسرت بکھوڑے لینے لگی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے ایف۔ ڈی کے نیے بیڈ کو اسٹرکاکم از کم ایریا معلوم کر لیا تھا۔

”کرنل چارلس۔۔۔ وہ آئل ڈپو کے دھماکے کا کیا ہوا۔ کیا تمہاری ٹیم وہاں کامیاب ہو گئی ہے اور۔۔۔“ کرنل ہمیرخ کی آواز سنائی دی۔

”آئل ڈپو۔۔۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو اور۔۔۔“ کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”تم بتاؤ تو یہی ایک اہم مسئلہ ہے بعد میں بتاؤں گا اور۔۔۔“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”وہ پروگرام کے مطابق رات کو دھماکہ کریں گے۔ ابھی تو شام ہے۔ دھماکے کو ابھی کم از کم دو تین گھنٹے دیر ہوئے اور۔۔۔“

کرنل چارلس نے کہا۔

”تم اپنے گروپ کو کال کرو۔ کیا وہ جواب دے رہے ہیں سمجھو ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ تہاراپورا گروپ ہلاک کر دیا گیا ہے اور۔۔۔“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آئل ڈپو کا گروپ اس طرح آسانی سے ختم نہیں ہو سکتا۔ تمہیں کس نے اطلاع دی ہے اور۔۔۔“

کرنل چارلس نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔
 ”تم چپک تو کرو اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں۔ ہو سکتا ہے میری اطلاع غلط ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درست ہو اور۔۔۔“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ لیکن پہلے بتاؤ کہ تمہیں کس نے اطلاع دی ہے اور۔۔۔“

کرنل چارلس نے کڑخت لہجے میں کہا۔

”میں نے فاسٹ ڈیٹیکٹ لیسٹر کو پکڑ لیا ہے۔ اور جب میں نے اس پر تشدد کیا تو اس نے یہ اطلاع دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سے اس کی تصدیق کر دوں اور۔۔۔“

کرنل ہمیرخ نے بات نہتے ہوئے کہا اور عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا کہ کرنل ہمیرخ کس ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا ہے۔

"اودہ اچھا۔۔۔ تم تھوڑی دیر بعد کال کرو۔ میں چیک کر لوں۔
ادور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ
ہی ٹرانس میجر فاموش ہو گیا۔

عمران سمجھ گیا کہ جیک کچھ اور چل رہا ہے۔ آئل ڈیپو پر ریڈ آرمی
کے آدمی بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ اور پہلی کال شاید کرنل ہمیرن نے
اپنے انہی ساتھیوں کو کی تھی۔ لیکن وہاں سے جواب نہ ملنے کی
وجہ سے اس نے ایف۔ ڈی کو کال کر کے تصدیق کرنی چاہی تھی۔
لیکن اس طرح عمران کا کام ہو گیا تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح
ایف۔ ڈی کے نئے جیڈ کو آرڈر کو ٹریس کرے۔ اُسے معلوم
تھا کہ اگر وہ کرنل ہمیرن پر تشدد کرے اُسے مجبور کرے گا کہ وہ ایف۔ ڈی
کو کال کرے یا اس کی فریکوئنسی تب تک تو وہ مگر کبھی ایسا نہ کرتا۔
تھوڑی دیر بعد پھر ٹرانسمیٹر کچھ ایک بار پھر ٹوں ٹوں کرنے لگا۔
عمران نے دیکھا تو اسی جگہ کال کی جا رہی تھی۔
"مبیلو۔۔۔ کرنل ہمیرن کا لنگ اور۔۔۔ کرنل ہمیرن کی

آواز سنائی دی۔

"یس۔۔۔ کرنل چارلس بول رہا ہوں۔ کرنل ہمیرن۔ آرینڈ
کی طرف سے کال کا کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے سخت تشویش ہو
رہی ہے۔ میں میجر ہارلس کو فوری طور پر دیاں بھیج رہا ہوں۔ تاکہ
اصل صورت حال کا علم ہو سکے۔۔۔ تم ایسا کرو کہ اس لیڈر کو لے
کر میرے پاس آ جاؤ۔ تاکہ اس سے مزید پوچھ گچھ کی جاسکے اور۔
کرنل چارلس نے کہا۔

"سورنی۔۔۔ وہ تو مگر چک ہے۔ ذرا سا تشدد بھی برداشت نہیں
کر سکا۔ بہر حال میں اس کے دوسرے ساتھیوں کے پیچھے ہوں۔
جیسے ہی وہ مجھے یا تھ لگے میں لے آؤں گا اور۔

کرنل ہمیرن نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کے پاس لیڈر کہاں
موجود تھا جو اسے وہ لے کر کرنل چارلس کے پاس پہنچا۔ اس
لے اس نے یہ بہانہ کر دیا۔

"اودہ۔۔۔ اس کے ساتھی ابھی نہیں پکڑے گئے۔ مجھے بتاؤ کہ
وہ لوگ کہاں ہیں میں ان کا خاتمہ کر دوں اور۔۔۔ کرنل چارلس
نے طنز یہ بھیجے ہیں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کرنل ہمیرن کو
بالکل ناکارہ سمجھ رہا ہو۔

"مجھے شک ہے۔۔۔ تو سن لو کہ وہ سب مین پاؤر ہاؤس میں موجود
ہیں۔ اور دیاں تمہارا نصب کردہ مہم تلاش کیا جا رہا ہے اور۔
کرنل ہمیرن نے سخت الجھے ہیں کہا۔

"اودہ۔۔۔ وہ چاہے لڑے ہی کیوں نہ کھڑے ہو جائیں۔ انہیں
وہ ہم نہیں مل سکتا۔ یہ ان کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ تم اس طرف
سے لے فکر رہو۔ اور انہیں دیاں ڈھونڈنے دو۔ جب میں وہ ہم
آپریٹ کر دوں گا تو پاؤر ہاؤس کے ساتھ ان کی لاشیں بھی جل کر کوئلہ
ہو جائیں گی اور۔۔۔ کرنل چارلس نے خاتمانہ انداز میں کہا۔
"ٹھیک ہے۔۔۔ دیکھو کیا ہوتا ہے اور اینڈ آل۔"

کرنل ہمیرن نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے
ٹرانسمیٹر کچھ بند کیا اور اُسے ڈیش بورڈ کا خاتمہ قبول کرنا اندر رکھا۔ اور

ہر کار سے نیچے اتر کر وہ دوبارہ کوٹھی کی تختی سمیت بڑھ گیا۔ اس کا مقصد اصل ہو چکا تھا اور اب کوٹھل تعمیر بن کر موت ضروری ہو گئی تھی۔ وہ اُسے آزاد چھوڑ کر مزید پریشانیوں پیدا نہ کرنا چاہتا تھا۔ عقیبی دیوار کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک بار پھر چپ لگایا اور دیوار کو اس کر کے دوبارہ منہ نہری کی اس بار کے پیچھے جا کر اچھاں اس پر پہلے جوہن نسل کے کتے نے حملہ کیا تھا۔ کتے کی لاش ابھی تک وہیں پڑی ہوئی تھی۔ — عمر ان چند لمحوں میں دیکھا ہوا آج نہیں لیتا رہا لیکن جب اس نے نیچے کودنے کے شک سے دھمکے کا کوئی رد عمل نہ دیکھا تو وہ آہستہ سے اٹھا اور عمارت کی سایہ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جسے مختار انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر وہ جیسے ہی عمارت کے سامنے کے رخ پر پہنچا۔ اچانک ایک خوف ناک اور کان پھٹا دینے والا دھماکا ہوا۔ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے قدموں تلے سے اچانک زمین غائب ہو گئی ہو۔ — یہ دھماکا اس قدر خوف ناک تھا کہ وہ اچھل کر نیچے گرا اور دوسرے لمحے اس کے جسم پر جیسے بڑے بڑے پتھرؤں کی آتشباری گرنے لگی۔ عمران کو یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے اس کے جسم کی ساری ہڈیاں ایک لخت ٹوٹ گئی ہوں۔ پھر اس کا سانس رک گیا اور اس کے ساتھ وہ اندھیرے کی اتھاہ جھرائیوں میں ڈوبتا گیا۔ آخری احساس جو اس کے ذہن پر ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ بڈنگ ریزہ ریزہ ہو کر اس کے جسم پر آن گری ہے اور اس کے بعد اندھیرے تھے شاید موت کے اندھیرے۔

آرٹلڈ اور اس کے ساتھی شیڈن ویگن دوڑاتے ہوئے جلد ہی زرعی فارم کی ڈوٹی بیوٹی عمارت میں دوبارہ پہنچ گئے انہوں نے ایک شیڈ کے نیچے شیڈن ویگن روک دی۔ اس شیڈ کی چھت آدمی سے زیادہ غائب ہو چکی تھی۔ — لیکن اب انہیں اس بات کی پروا نہ تھی وہ سب شیڈن ویگن سے اتر کر تیزی سے دوڑتے ہوئے اس تہ خطہ نمے میں پہنچ گئے جہاں آکل ڈپو کے اندر نصب مینجمنٹ کے ڈول کی آپریشننگ مشین موجود تھی۔ آرٹلڈ نے مشین کو صحیح حالت میں لے لیا۔ ویگن نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔ تم سب باہر جا کر نگرانی کرو جیسے ہی رچرڈ آئے اُسے لے کر یہاں آجانا۔ اس کے آنے کے بعد ہی میں یہ فیصلہ کر دوں گا کہ ان بچوں کو کس وقت آیرٹ کیا جائے۔

”میں باس۔“ اس کے چھ ساتھیوں نے کہا اور پھر وہ

تیر تیر ترنم اٹھاتے تھے غامے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جلنے کے بعد آرملڈ نے مشین کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ وہ دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا آئل ڈپ کے اندر نصب بم کام بھی کریں گے یا نہیں۔ وہ مشین کے مختلف بٹن دباتا رہا۔ اور سکریں کے ایک کونے پر جتے بچھے بلب کو چیک کر کے اطمینان سے سہارا ملا رہا۔ وہ باہری ہیرم کے نمبر کے لحاظ سے بٹن دباتا اور جب اس بٹن کے دبنے کے بعد بلب جلنے بجھنے لگا تو اسے پتہ چل جاتا کہ بم کی کارکردگی درست ہے۔ سارے بم تعداد میں سات تھے۔ جب اس نے ساتوں بم چیک کر لئے تو پھر اس نے ان سب کو لنک کرنا شروع کر دیا تاکہ ایک ہی بٹن آپریٹ ہوتے ہی سبک دقت وہ سارے ہی آپریٹ ہو سکیں۔ یہ چون کہ بے حد احتیاط اور توجہ کا کام تھا اس لئے وہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اس کام میں لگ گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے اپنے ہاتھ روکے اور اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس نے تمام بم بڑی مہارت سے لنک کر دیئے تھے۔ اور اب صرف ایک بٹن دبائے کی دیر تھی۔ وہ ساتوں خود ناک بم سبک دقت پھٹ پڑتے اور اس کے بعد وہ خوف و تباہی بونی کہ بس کا تصور بھی لہزا دینے والا تھا۔

ابھی وہ بھول کو لنک کر کے اٹھا ہی تھا کہ اسے ریفریجیوں پر سے اترتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ چونکا کھڑا اور پھر چیخ سیکوڑی آغوش کی وردی میں پیچھے آتے ہوئے رچرڈ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تم آگے رچرڈ۔۔۔ کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی۔۔۔ آرملڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں باس۔۔۔ مشکل کیسی۔۔۔ میں نے بہانہ بنایا تھا کہ آپ لوگوں کے رجسٹر پر دستخط کرانے بھول گیا ہوں۔ اس لئے آپ کو بلانے آیا ہوں۔۔۔ رچرڈ نے ہنستے ہوئے کہا اور آرملڈ اس کے اس دل چسپ بہانے پر بے اختیار توجہ مار کر منہس پڑا۔

"اب کیا پروگرام ہے باس۔۔۔ رچرڈ نے سر سے مخصوص انداز کا جملٹ امارتے ہوئے کہا۔

"مشین آپریشن کے لئے تیار ہے۔ اور میں صرف ایک بٹن دبا کر مشن مکمل کر سکتا ہوں۔ لیکن چیف باس نے اس دھماکے کے لئے رات کا وقت مقرر کیا ہے۔ اور ابھی رات ہوئے میں بہت دیر ہے۔۔۔ آرملڈ نے کہا۔

"باس۔۔۔ میرا خیال ہے ہمیں فوراً مشن مکمل کر دینا چاہیے۔ مجھے وہ بلیک کار ڈیولڈر بے حد مشکوک لگتے ہیں۔ جو سکتا ہے وہ میری اچانک گمشدگی سے گھبرا جائیں۔ اور اس کے بعد کوئی مخصوص پیکنگ شروع ہو جائے اور ہمارا مشن ہی ناکام ہو جائے۔ رات اور شام میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔۔۔ مسٹر تو بہرحال مشن کی تکمیل سہجہ۔۔۔ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں رچرڈ۔۔۔ ہمیں یہ حال اندھا ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ یہ صرف ایک ٹارگٹ ہٹ کرنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ سیاسی مسئلہ ہے۔ اگر یہ دھماکہ دن کو ہو گیا۔ تو اسے

”اودھ آئی تھے باس اودھ یہاں سے ساف نظر آتا ہے۔“

ایک ٹوٹی ہوئی چھت کے ستون کی آڑ میں پیچے ہوئے اس کے ساتھی نے کہا۔ اور وہ تیزی سے چھت پر چڑھ گیا۔ دوسرے نے اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کی جھلکیاں ابھرائیں۔ پورٹ واقعی درست تھی۔ البتہ اب شمال کی طرف سے ایک آدمی ذرا سا چکر کاٹ کر فصلوں کے درمیان سے دوڑتا ہوا فارم کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

”اودھ۔۔۔ یہ ہمیں روکنے آرہے ہیں۔ میں ان کے یہاں تک پہنچنے سے پہلے سب کچھ تباہ کر دوں گا۔ سب کچھ۔ یہ مجھے نہیں روک سکتے۔ کبھی نہیں۔“ آرنلڈ نے غصے سے ہنکارتے ہوئے کہا۔ اودھ پر وہ تیزی سے نیچے اترا اور تباہ خانے کی طرف بھاگا۔ اس کے ساتھ سمجھ گئے کہ وہ مشین آپریٹ کرنے گیا ہے اور چند ہی لمحوں بعد آئل ڈپو اور اس سے ملحقہ عمارات پر خوف ناک قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

آرنلڈ بھاگتا ہوا سیڑھیاں اتر کر تباہ خانے میں پہنچا۔ اس کی آنکھیں غصے اور نفرت سے جھلکتی تھیں۔ وہ جھانکنا ہوا مشین کے قریب پہنچا۔ اور اس نے ایک لمحے مشین کو دیکھا۔

”و۔۔۔ دیکھو لو اپنی تباہی۔“ آرنلڈ نے غصے سے پریچٹتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک زوردار جھٹکے سے سمرخ رنگ کے لیڈر کو نیچے کر دیا۔ لیڈر نیچے پڑے ہی مشین میں سے گونج کی آواز پیدا ہوئی اور پھر ایک مہکا سا دھماکہ ہوا اور دوسرے

ایٹ ڈی کے کھاتے میں مڑا لایا جانے لگا اور اس طرح ہماری ساری کارروائی بے کار ہو سکتی ہے۔ آرنلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ٹھیک ہے باس۔ آپ جیتے سمجھتے ہیں۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو چھت باس سے بات کر لیں۔ پھر ڈنٹے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ آرنلڈ کوئی جواب دیتا۔ اچانک ایک آدمی تینوں کے دھڑتائی سے اپنے آپ اس کے پہرے پر بندھ گیا گھبراہٹ تھی۔ ”ب۔۔۔ باس۔۔۔ باس۔۔۔ باس۔۔۔“ باس نے گہرا جہٹ لیا۔ دو اطراف سے گھیرے جا رہا ہے۔ اس آدمی نے گھبراہٹ بھرے انداز میں جھکاتے ہوئے کہا۔

”گھیرا جا رہا ہے۔۔۔ ہمیں۔۔۔ کیا۔۔۔ غلب۔۔۔ کیا تم ہمارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ آرنلڈ نے ایک نکتہ غصے میں آتے ہوئے کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔۔۔ یہ تب سے تقریباً سات آٹھ افراد اس فارم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور شمال کی طرف بھی لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک درست پر چڑھ رہا ہے۔ ویسے وہ وہیں رگے ہوئے ہیں جب کہ عقب سے آنے والے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ باس آدمی نے کہا۔

”اودھ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ کون ہو سکتے ہیں۔“ آرنلڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا تباہ خانے کی سیڑھیاں چڑھتا اور پہنچ گیا۔ پھر ڈنٹے بھی اس کے پیچھے تھرا۔

مٹے مشین کے عقب سے گھرے رنگ کے دھوئیں کی کیرسی نکلی اور کسی چیز کے جلنے کی تیز بوکھڑے میں پھیل گئی۔ مشین کی گونج ایک سخت ختم ہو گئی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے مشین ناکارہ ہو گئی ہو۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ یہ تو مشین ہی بل رہی ہے۔“

آرنلڈ نے گہرا کردہ سرخ مینڈل اونچا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مشین پر لگا ہوا ایک بلب تیز سی سے سپارک کرنے لگا۔ چند لمحے سپارک کرنے کے بعد وہ بجھ گیا اور مشین ساکت ہو گئی۔ اسی لمحے اطلاع دینے والا بھی نیچے اتر آیا۔ اس نے جب مشین سے نکتے جوئے دھوئیں کو دیکھا تو وہ مبنی طرح اچھل پڑا۔

”کیا ہوا باس۔۔۔ یہ دھواں کیسا ہے۔“ آنے والے نے کہا۔

”غضب ہو گیا۔۔۔ جوش میں مجھ سے حماقت ہو گئی۔ میں نے ناک سوچ کر آن کئے بغیر آپریشن مینڈل نیچے کر دیا۔ اور ایک سخت لوڈ پڑ جانے کی وجہ سے اس کا آپریشن سرکٹ جل گیا ہے۔ اب اسے ڈائریکٹ کرنا ہو گا تب ہی آپریشن مکمل ہو سکتا ہے۔۔۔ مگر اس کے لئے کم از کم ادھا گھنٹہ چاہیئے۔۔۔ آرنلڈ نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔

”تو باس اس کی مرمت کون کرے گا۔۔۔ کیا آپ جانتے ہیں۔۔۔ آنے والے نے مایوس سے ہلچیں کہا۔

”جلدی کر۔۔۔ رچرڈ کو بلاؤ۔۔۔ اس کا ماہر ہے۔ وہ اسے ٹھیک کرے گا۔“ جلدی کر دہاؤ نے دانت سے۔ آرنلڈ نے پیٹتے ہوئے

کہا اور اس کا ساتھی تیزی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔ آرنلڈ دیاں کھڑا اس انداز میں دانت پیس رہا تھا۔ جیسے تصویریں اپنی ہی بوٹیاں فوج رہا ہو۔۔۔ اس سے اتنی بڑی حماقت ہوئی تھی کہ جس کا ازالہ اب اسے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور نذر آ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد رچرڈ دوڑتا ہوا نیچے آیا۔

”کیا ہوا باس۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ رچرڈ نے چیختے ہوئے کہا۔ اور جب آرنلڈ نے اسے بتایا کہ کس طرح اس سے حماقت ہوئی ہے۔ تو رچرڈ بھی بوکھلا گیا۔

”جلدی کرو اسے ڈائریکٹ کر دو جلدی۔۔۔ ادھر قہیلے میں مزدوری سامان موجود ہے۔ تم کام کرو میں باہر جا کر آنے والوں سے نپٹا ہوں۔ جلدی کر دو۔۔۔ آرنلڈ نے پیٹتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔ لیکن اس میں تو کافی دیر لگے گی پوری مشین کھولنی پڑے گی۔۔۔ رچرڈ نے ایک طرف پڑے ہوئے قہیلے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ تم تسلی سے کام کر دو۔ میں آنے والوں کو روک لوں گا۔ اگر وہ زیادہ سی سرچھ آئے تو میں انہیں مشین آپریٹ کرنے کی دھمکی دے کر بھی روک سکتا ہوں۔۔۔ آرنلڈ نے

کہا۔ اور رچرڈ سر ہلاتے ہوئے مشین کو کھولنے لگا۔ آرنلڈ تہ غلے کے کونے میں پڑی ہوئی مشین گن کی طرف لپکا اور پھر مشین گن اٹھا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ اس نے ایک ایسی جگہ اپنا مورچہ لگایا جہاں سے وہ دونوں اطراف پر نظر رکھ سکتا تھا۔ اب

آرنلڈ جپر کے جانے کے بعد تیزی سے واپس اپنے مورچہ پر گیا۔

”میرا خیال ہے باس ہمیں فارم سے آگے بڑھ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم مار کر پورا فارم ہی اڑا دیں۔“ آرنلڈ کے ایک ساتھی نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن باہر کھیتوں میں ہمیں کوئی اثر نہیں مل سکے گی۔ ہم یہیں سے ان کا مقابلہ کریں گے۔ اب تو ریڈ آرمی بھی ہماری حمایت میں آگئی ہے۔ اب ہم آسانی سے ان کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔“ آرنلڈ نے جواب دیا۔

”باس۔۔۔ اب وہ نزدیک آتے جا رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم ابھی سے فائر کھول دیں۔“ ایک اور ساتھی نے کہا۔

”نہیں ابھی نہیں۔۔۔ ابھی وہ ریخ سے دور ہیں۔ اور وہ ہونے کی وجہ سے ان کے بیچ نکلنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ انہیں نزدیک آنے دو۔ تم سب نے ایک ایک ٹارگٹ چن لینا ہے۔ اور اور اسی ٹارگٹ پر گولیاں برسائی ہیں۔ لیکن اس وقت تک فائر نہ کیا جائے جب تک میں فائر نہ کروں۔ میرے فائر کا انتظار کرو۔“ آرنلڈ نے باقاعدہ کسی سپہ سالار کی طرح انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ وہ دور رک گئے ہیں۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ صورت حال کا جائزہ لے رہے ہوں۔“ آرنلڈ کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ ادبھی اچھا ہے۔ ہمیں مشین بنانے کا بھی وقت مل جائے گا اور ریڈ آرمی بھی ان کے عقب میں پہنچ جائے گی۔“ آرنلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جپر اب واپس پہنچنے والا ہے باس۔۔۔ میں اسے چیک کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ ٹوٹی ہوئی پھٹ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔ اور آرنلڈ نے سر ہلایا۔ اس کی تیز نظریں دونوں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی خواہش تھی کہ اُسے کسی طرح زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے۔ تاکہ وہ اپنی حاکمیت کا ازالہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

”راس۔۔۔ اچانک آرنلڈ نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساتھی سے کہا۔

”بیس باس۔۔۔ راس نے جواب دیا۔
”نیچے جا کر چرڈ سے معلوم کر کہ اُسے مشین ٹھیک کرنے کے لئے مزید کتنا وقت چاہیے۔۔۔ آرنلڈ نے کہا۔ اور راس سر ہلاتا ہوا تیزی سے واپس مڑا اور تہہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بھاگ گیا۔

لیکن ابھی اُسے نیچے گئے ہوئے چند ہی لمحوں گزرے ہوں گے کہ اچانک تہہ خانے سے ایک تیز پہنچ کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے بجائے کسی کے گرنے کا دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے دو آدمی آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ اور پھر کیے بعد دیگرے چخوں کی سی آوازیں سنائی دیں اور آرنلڈ اور اس

طرح پھنس جائیں گے! — صفدر نے جواب دیا۔

”جوان! — تم پیچھے ہٹ کر شمال کی طرف چھب کر جاؤ۔ اور ان کے قریب جا کر دیکھو کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے؟“ تنویر نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ اور جوان سر ہلاتے ہوئے مڑا اور پھر تیزی سے واپس دوڑنے لگا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ کافی فاصلے سے مڑ کر شمال کی سمت جائے گا۔ تاکہ ان کے سامنے نہ پہنچ جائے بلکہ عقب میں پہنچے۔ اس طرح وہ آسانی سے ان کا پتہ چلا سکتا تھا۔

”میرا خیال ہے آپ لوگ آگے بڑھیں میں جنوب کی طرف سے گھوم کر اس فارم میں جاتا ہوں تاکہ اصل حالات کا پتہ چلایا جائے۔“
نجانے دماغ کتنے لوگ ہوں۔ اور وہ کس طرح کے اسلحے سے لیس ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم غلط فہمی میں مارے جائیں! — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”لیکن یہ بھی نہ ہو کہ ہم ترکیبیں ہی لڑاتے رہیں اور وہ آگے ڈپوہی اڑا دیں! —“ صفدر نے کہا۔

”کیپٹن شکیل کی بات درست ہے۔ ہمیں صحیح اندازہ ہونا چاہیے۔ کیپٹن! — دماغ پہنچ کر واپس ٹرانسپیر استعمال کرنا۔ اور اطلاع کے بعد وہیں رک جانا۔ اس طرح تم ہماری بہترین امداد کر سکتے ہو۔ ہم متبادری کال کا انتظار کریں گے! —“ تنویر نے کہا اور کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا تیزی سے سائیڈ میں مڑا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا جنوب کی سمت کو مڑ گیا۔ چونکہ اس کا قدر لبا تھا۔ اس نے

کے ساتھ جوان چھوڑا اور دھماکے کی آواز سن کر حیرت سے مت ہن کر چند لمحے کھڑے رہ کر گئے۔ تنویر نے آہ غصے کی طرف پلٹ کر اور اسی لمحے جیسے فارم سے باہر قیامت جاگ پڑی جو۔ بے سحاشا فائرنگ اور دھماکوں سے پورا ماحول گونج اٹھا۔



تنویر اور اس کے ساتھی تیزی سے فاصلوں کے درمیان آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ زرعی فارم اور ان کے درمیان ابھی خاصا فاصلہ تھا۔ کہ اچانک تنویر چلتے چلتے رک گیا۔ اور اس نے ہاتھ اٹھا کر ان سب کو روکنے کا اشارہ کیا۔

”صفدر! — میں نے شمال کی طرف کچھ لوگوں کی نقل و حرکت دیکھی ہے۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں! —“ تنویر نے کہا۔

”ہاں! — جھپک مجھے بھی نظر آئی ہے۔ جو سکتا ہے۔ یہ ان کا کوئی نگران گرد پ ہے۔ اگر یہ واقعی ان کے ساتھی ہیں تو ہم بڑی

وہ جھکے جھکے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ کافی فاصلہ سیدھا دوڑنے کے بعد اس نے اشارہ بدلا اور پھر وہ دوبارہ فارم کی طرف مڑ گیا۔ اب وہ محتاط لیکن تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ مشین گن اس کے ہاتھوں میں تھی۔ اور پھر تھوڑی سی دیر بعد وہ ندرعی فارم کی آئل ڈپو والی سمت میں اس سے کچھ فاصلے پر پہنچ گیا۔

وہ چند لمبے فصل میں بیٹھا صورت حال کو دیکھتا رہا۔ اس نے بڑی اچھی طرح فارم میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے مسلح افراد کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن ایک بڑا سا کمرہ اس کے لئے آڈینا ہوا تھا۔ وہ اس کمرے کی سیدھ میں تیزی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس فارم کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ بے حد محتاط ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس کی ڈراسی آہٹ بھی وہاں موجود مسلح افراد کو چونکا کر سکتی تھی۔

دیوار کے ساتھ لگ کر وہ چند لمبے دوسری طرف کی آہٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے مشین گن کو کاندھے سے لٹکایا اور اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ یہی تھا کہ اچانک اُسے شمالی سائیڈ سے کسی کے چپخنے کی آواز سنائی دی۔

”میں ریڈ آرمی کا جیپ ہوں۔“ ریڈ آرمی کا جیپ! — کوئی دور سے چنچ کر کہہ رہا تھا اور کیپٹن شکیل دیوار کے ساتھ چپٹ گیا۔

”آگے آ جاؤ جیپ۔ آگے آ جاؤ۔“ فارم کے اندر سے ایک اور آواز سنائی دی اور پھر کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ شمالی سمت کی دیوار کی طرف — جاتی ہوئی

تیز قدموں کی آوازیں وہ بخوبی سن رہا تھا۔

اور پھر ان کی باتوں سے اُسے معلوم ہوا کہ شمالی سمت ریڈ آرمی کا میجر جیپس اور اس کے ساتھی موجود ہیں۔ جب کہ فارم میں ایف ڈی کا چیف ڈائریکٹر آرنلڈ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود ہے۔ اور یہیں وہ مشین موجود ہے۔ جس سے انہوں نے آئل ڈپو کو تباہ کرنا ہے۔

”جیپ آرنلڈ سے مہارت لے کر واپس چلا گیا تو کیپٹن شکیل نے واپس مڑنے کی بجائے ایک اور فیصلہ کر لیا کہ وہ پہلے اس مشین کو ہی کیوں نہ تباہ کر دے تاکہ آئل ڈپو کی تباہی کا خوف دور ہو جائے۔

اس کے بعد صرف ان کی گرفتاری ہی باقی رہ جائے گی۔ وہ آہستہ سے اونچا ہوا۔ اور اس نے دیوار کے کنارے سے اندر نکلا۔ اس کی تیز نظروں نے کئی افراد کو ادھر ادھر چھپے ہوئے دیکھا۔ لیکن ان سب کی توجہ اس طرف تھی جدھر توپ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔

کیپٹن شکیل آہستہ سے دیوار پر چڑھا۔ اس نے مشین گن کو ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا تاکہ اس کی ضرب سے آواز پیدا نہ ہو۔ اور پھر وہ چند ہی لمحوں بعد دیوار کی دوسری طرف بے آواز طریقے سے اتر گیا۔ اب وہ ایک کونٹری کے کونے میں دیکھا ہوا تھا۔ آرنلڈ اور اس کے ساتھیوں کی آوازیں اُسے سنائی دے رہی تھیں۔

ابھی اُسے وہاں کونے میں دبکے ہوئے چند ہی لمبے گزرے ہوں گے کہ اُسے اس دیوار کے پچھلے حصے سے کسی سخت چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ کسی انسان کی بڑبڑاتی ہوئی آواز — کیپٹن شکیل نے چونک کر دیوار کی طرف دیکھا۔ اور

تھا۔ اور ادھر کیپٹن شکیل نے بھی بے حد احتیاط برتی تھی اس کی فوجی تربیت اس کے یہاں کام آ رہی تھی۔ اندر پہنچتے ہی کیپٹن شکیل نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو اوپر اٹھایا وہ بڑی احتیاط سے اس آدمی پر وار کرنا چاہتا تھا تاکہ باہر موجود افراد کو اس کا علم نہ ہو سکے اور وہ مشین تباہ کر کے باہر نکل جائے۔ اس نے وارچ ٹرائسیر کا ٹین پہلے ہی آن کر دیا تھا تاکہ ایمر جنسی کی صورت میں اس کے ساتھیوں تک پیغام خود بخود پہنچ جائے۔ ابھی اس نے ہاتھ اونچا کیا ہی تھا کہ اچانک اُسے کسی کے سیڑھیاں اترنے کی آواز سنائی دی۔ اور اُسی لمحے مشین کو سیٹ کرتے ہوئے چیف سیکورٹی آفیسر نے چونک کر دیکھا اور کیپٹن شکیل کو اس طرح اپنے سر پر کھڑے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شدید ترین ہیر کے آثار نمودار ہوئے مگر اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے مشین گن کا بٹ اس کی کھوپڑی پر جمادیا اور چیف سیکورٹی آفیسر ایک تیز پنج مار کر دھماکے سے مشین کے اوپر گرا مگر دوسرے ہی لمحے کو کئی سایہ سا اس پر کودا۔ کیپٹن شکیل تیزی سے گھوما مگر آنے والے نے اس کے سر پر زوردار ہک مار دی اور اُسے نیچے گرانے کی کوشش کی لیکن کیپٹن شکیل مگر کھانچنے کرنے کی بجائے الٹا سنبھل گیا اس نے انتہائی پھرتی سے گھٹنے کی ضرب اپنے اوپر دبا ڈالے حملہ آور کی زینات لگائی اور حملہ آور کے حلق سے تیز پنج نکلی وہ جھکا کھا کر تیجے کی طرف ہٹا ہی تھا کہ کیپٹن شکیل کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ہاتھ

پھر اس کی نظریں ایک چھوٹے سے سوراخ پر پڑ گئیں۔ اس نے سوراخ سے آنکھ لگائی تو دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اُسے نیچے ایک تہہ خانہ سا نظر آ رہا تھا۔ جس میں وہی چیف سیکورٹی آفیسر ایک بڑی سی مشین کو کھولے بیٹھا تھا۔ وہ شاید اس کی مرمت کر رہا تھا۔ اور دوسرے لمحے کیپٹن شکیل کے ذہن میں ساری بات واضح ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی مشین ان بھول کی آپرینٹنگ مشین ہوگی۔ اور چیف سیکورٹی آفیسر جو آرٹلڈ کا ساتھی تھا اسے سیٹ کر رہا ہے۔ یا شاید آپریٹ کرنے کے لئے اسے چیک کر رہا ہے۔ اُسے تہہ خانے کی سیڑھیوں کا بھی کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ اور یہ سیڑھیاں ان طرف سے جا رہی تھیں جدھر آرٹلڈ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ کیپٹن شکیل تیزی سے دیوار کے ساتھ لگ کر آگے کی طرف کھسکنے لگا۔ اور پھر دیوار کے اختتام پر رک کر اس نے ذرا سا سر کو آگے بڑھا کر دیکھا۔ اُسے اب وہاں موجود افراد واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر بے آواز انداز میں سائیڈ میں ہو کر اس درد زدے میں گھس گیا جہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ آہستہ سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اس نے مشین گن کو نال کی طرف سے پکڑ کھا تھا کیوں کہ وہ یہاں فائر نہ کر سکتا تھا۔ درنہ اُسے معلوم تھا کہ وہ چوہے دان میں پھنس سکتا تھا۔

آہستہ آہستہ اور بے آواز وہ سیڑھیاں اترتا ہوا تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ وہ چیف سیکورٹی آفیسر مشین میں پوری طرح منہمک

میں بڑی ہوئی مشین گن کا بٹ پوری قوت سے حملہ آور کی کینیڈا پر
پڑا۔ اور وہ چیخا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ چیٹ سیکورٹی آفیسر تو پہلے ہی
ختم ہو چکا تھا۔ پوری قوت سے سر پر پڑنے والی ضرب نے اس کی
کھوپڑی پاش پاش کر دی تھی۔ اب دوسرا آدمی بھی نیچے گر کر
میری طرح تر پڑنے لگا تھا۔ یہ تو شکر ہے کہ حملہ آور خالی ہاتھ تھا۔ ورنہ
وہ سیڑھیوں سے ہی کیپٹن شکیل پر فائر کھول سکتا تھا۔
”فائر کر دو۔“ میں پھنس گیا ہوں۔ کیپٹن شکیل نے
چیخ کر واپس ٹرانسمیٹر میں کہا۔ کیوں کہ اسے سیڑھیوں پر سے بہت
سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔
اس نے تیزی سے مشین گن سیدھی کی اور پھر جیسے ہی اُسے
سیڑھیوں پر ایک آدمی کی ٹانگیں نظر آئیں۔ اس نے فائر کھول دیا
اور ایک شخص چیخا ہوا لٹھک کر نیچے آگرا اور پھر تو باہر افراتفری
میں چمک گئی۔ اور کیپٹن شکیل کو تیز فائرنگ اور بھول کے
دھماکوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے ساتھیوں نے فائر کھول
دیا تھا۔
”ہم مار دو اندر ہم مار دو۔“ اڑا دو۔ اچانک باہر
سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔
”مگر باس۔ اندر مشین ہے۔“ ایک دوسری آواز
سنائی دی۔
”اوہ ہاں۔“ مگر اندر گھس جاؤ۔ مارا لو۔ اُسی آواز
نے چیختے ہوئے کہا۔ اُسی لمحے کیپٹن شکیل نے اپنی مشین گن کا

سے پیچھے کی طرف بھاگا۔ اس کا خیال تھا کہ اس پر فائرنگ ہوگی۔ اس لئے وہ فصل ہونے کے باوجود زنگ زنگ کے سے انداز میں بھاگ رہا تھا۔ لیکن جب کوئی فائرنگ نہ ہوئی تو وہ اٹھ کر تیزی سے سیدھا بھاگا اور پھر کافی دور آجانبے کے بعد اس نے اپنا رخ موڑا اور گھوم کر نایک بار پھر اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھتا گیا۔ زرعی فارم پر زبردست فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ فارم سے ہٹ کر بھی فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ پورا علاقہ میدان جنگ کی سی صورت اختیار کر گیا تھا۔ لیکن کیپٹن شکیل کو اطمینان تھا کہ اب کم از کم اکل ڈپو تو محفوظ ہو گیا تھا۔ دہ تیزی سے گھومتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھ مختلف جگہوں پر پھپھ کر مسلسل فائرنگ کئے جا رہے تھے۔ وہ اس جگہ سے ایک اڑخ بھی آگے نہ بڑھے تھے۔ جہاں کیپٹن شکیل انہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ نعمانی اور صدیقی شمال کی طرف سے ریڈ آرمی کے ساتھ فائرنگ کے تبادلے میں لگے ہوئے تھے۔

”کیا بات ہے۔ رک کیوں گئے ہو۔ آگے بڑھو۔ دباؤ صرف سات آٹھ آدمی ہیں جن میں سے تین ہلاک ہو چکے ہیں“ کیپٹن شکیل نے دد سے چیتے ہوئے کہا۔

”ادھ آگئے تم۔ ہم تہا رہی دجہ سے رکے ہوئے تھے۔ ہم نے سوچا تم پھنسے ہوئے ہو کہیں ہمارے حملے کی وجہ سے تم کو

نقصان نہ پہنچ جائے۔۔۔ دور سے توہینے اس کی آواز پہنچانے ہوئے جواب دیا۔

”آگے بڑھو۔ رش اپ۔۔۔ اسی لمحے صفدر کی آواز سنائی دی۔ اور پھر وہ سب فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ البتہ نعمانی اور صدیقی وہیں رکے رہے۔ وہ ریڈ آرمی کو نزدیکی نہ آنے دیتے تھے۔ انہوں نے یہی پلاننگ کی تھی کہ پہلے ایف۔ ڈی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد ریڈ آرمی سے بھی نیٹ لیا جائے گا۔ ریڈ آرمی کے افراد تعداد میں پانچ تھے۔ اور نیم دائرے کی صورت میں شے ہوئے تھے۔ اس لئے نعمانی اور صدیقی فائر کر کے فوراً ہی اپنی جگہ بدل لیتے تھے۔ ادھر توہیر اور اس کے ساتھی اب تیزی سے ایٹھ غاس کر رہے تھے۔ وہ زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالنا چاہتے تھے۔ اور پھر جیسے جیسے دباؤ بڑھتا گیا۔ فارم کی طرف سے فائرنگ اور دھماکوں کے دھماکوں کی شدت میں کمی آتی گئی۔ توہیر اور اس کے ساتھی انتہائی مہارت سے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ سب اس قدر تیزی اور پھرتی سے اپنی جگہیں بدل رہے تھے کہ ایف۔ ڈی کی کوئی گولی بھی ان پر اثر انداز نہ ہو رہی تھی۔ دور کی طرف نعمانی اور صدیقی نے بھی اب دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ انہیں صرف چوہان کی طرف سے فائرنگ کا انتظار تھا۔ بجائے وہ کیوں فائرنگ نہ کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ کیپٹن شکیل کے ساتھ ہی شمال کی طرف گیا تھا اور کیپٹن شکیل تو اہم ترین کارنامہ سرانجام دے کر واپس بھی آگیا تھا جب کہ چوہان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ تھی اور

اسی پریشانی کی وجہ سے نعمانی اور صدیقی دونوں نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ گو اس طرح وہ بھوں کی زندگی میں آ سکتے تھے۔ لیکن اب انہیں یہ تشویش لاحق ہو گئی تھی کہ کہیں چوہان کے ساتھ کچھ ہونہ گیا ہو۔

ابھی وہ ذرا سا آگے بڑھے تھے کہ اچانک صدیقی کے حلق سے بیچ نکلی اور وہ اچھل کر پشت کے بل فصل میں گرا۔ اور نعمانی نے اُسے ہٹ کرنے والے کو دیکھ لیا تھا اس سے پہلے کہ وہ دوسری بار فائر کھولتا نعمانی نے فائر کھول دیا اور وہ آدمی ایک سائیڈ کے درخت سے مردہ چھپکلی کی طرح نیچے آگرا۔ نعمانی فائر کھولتے ہی بجلی کی سی تیزی سے فصل میں گرے ہوئے صدیقی کی طرف لپکا۔ اور اس نے انتہائی پھرتی سے اُسے ایک سائیڈ پر پھینچ لیا۔ اس طرح وہ صدیقی کو مکمل برسٹ کے حملے سے بال بال بچا لینے میں کامیاب ہو گیا۔ ابھی وہ نعمانی کو گھسیٹ کر دور لے جا رہا تھا کہ اچانک شمالی سمت پر ایک سخت ایک خوف ناک سا بم پھٹا اور اس کے ساتھ دو تین انسان چینی سنائی دیں اور پھر مسلسل فائرنگ کی آوازوں کے بعد ایک سائیڈ پر سے ایک اور بیچ برآمد ہوئی۔ نعمانی اس بیچ سے ہی سمجھ گیا کہ چوہان مٹ ہو گیا ہے۔ وہ شاید نشانے پر بم پھینکنے کے چکر میں بالکل قریب چلا گیا تھا۔ نعمانی نے جیسے ہی چوہان کی آواز سنی وہ اٹھ کر زنگ زنگ انداز میں اس طرف بھاگنے لگا جہاں سے چوہان کو مٹ کیا گیا تھا پہلے تو نعمانی پتھرنگ برتی رہی۔ لیکن نعمانی مخصوص انداز میں بھاگنے کی وجہ سے گولیوں

سے برابر بیچ نکلتا۔ وہ ہر لمحے اپنے بھاگنے کا انداز بدل دیتا اس لئے اس کا نشانہ نہ کرنے والا اُسے ہٹ نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس طرح اس نے چوہان کو مزید فائرنگ سے بچا لیا تھا۔ ابھی وہ ٹاڈ گٹ سے کافی دور تھا کہ اچانک فائرنگ بند ہو گئی۔ اور نعمانی فائرنگ بند

ہوتے ہی بجلی کی سی تیزی سے فصل میں گرا اور پھر مسلسل تھلا بازیاں کھاتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اب اس پر بم پھینکا جائے گا۔ کیوں کہ وہ بم کی ریچ میں آچکا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے مسلسل خاموشی طاری رہی۔ اور ابھی نعمانی اٹھ کر دوبارہ بھاگنے کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اُسے دور سے پولیس کے چیتے ہونے سائرن سنائی دینے اور ان سائرنوں کی آوازیں سنائی دیتے ہی فائر کی طرف سے ہونے والی فائرنگ اور دھمکے بھی ایک سائیڈ سے بند ہو گئے۔

نعمانی اٹھ کر بھاگا اور جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں چوہان پڑا ہوا تھا تو اس نے دیکھا کہ گولی چوہان کی ناف پر لگی تھی اور وہ اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا۔ ادھر ادھر کئی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ نعمانی نے بجلی کی سی تیزی سے چوہان کو اٹھا کر کاندھے پر لاد اور پھر تیزی لیکن احتیاط سے واپس بھاگنے لگا۔ چوہان کی حالت بے حد غراب تھی۔ اگر اس کا فوری طور پر آپریشن نہ کیا گیا تو اس کی حالت کے پیش نظر اس کا بیچ جانا ناممکن تھا۔ ادھر صدیقی بھی لڑکھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کو گولی باز دپر لگی تھی۔ اور اس نے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو کو بندھال رکھا تھا۔ اس کے بازو سے بھی خون تیزی سے بہہ رہا تھا پولیس

گاڑیوں کے سائرن اب فارم سے بالکل نزدیک سنائی دے رہے تھے اور پھر تنویر اور اس کے ساتھی بھی اب فارنگ بند کر چکے تھے۔ وہ زرعی فارم کی عمارت کے اندر پہنچ گئے تھے۔ وہاں پانچ لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ دولاٹوں کے ٹکڑے تباہ شدہ تہ خانے کے بلے کے نیچے دبے نظر آ رہے تھے اور ایک لاش تہ خانے کے دروازے کے پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم کے بیشتر حصے بولڈ غائب تھے جیسے کسی قصائی نے چھری کی مدد سے جگہ جگہ سے گوشت اتار دیا ہو۔ اور دولاٹیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ پولیس کی گاڑیوں نے پورے زرعی فارم کو گھیر لیا۔ اور پھر مسلح پولیس انتہائی تیز رفتار سی سے دوڑتی ہوئی نہ صرف فارم کے اندر آگئی بلکہ پولیس کے افراد نے صدیقی اور نعمانی کے گرد بھی گھیرا ڈال دیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ادھر بھی گئے جہاں بم پھٹنے کا دھواں اب بھی فضا میں موجود تھا۔

”بینڈز اپ۔ اسٹیج ٹیک دد رن بھون ڈالیں گے“ پولیس کپتان نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے انتہائی خشونت بھرے لہجے میں کہا۔

”بلیک کارڈ بولڈر۔“ اچانک تنویر نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

”نہیں۔“ ہاتھ جیب میں مت لے جاؤ۔ تم چاہے ریڈ کارڈ بولڈر کیوں نہ ہو۔ اس وقت مجرم ہو۔“ پولیس کپتان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم خود ہماری جیبوں سے کارڈ نکال لو۔“ تنویر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ اور پولیس کپتان نے تنویر کی عقبی سمت میں آتے ہوئے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور دوسرے لمبے بلیک کارڈ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اس نے غور سے اس کارڈ کو دیکھا اور پھر وہ ایک نخت اٹن بشن ہو گیا۔ اُسے کارڈ اصل ہونے کی تصدیق ہوئی تھی۔

”آئی ایم۔ سوری سر۔“ حالات ایسے تھے سر۔“ پولیس کپتان نے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور تنویر اور اس کے ساتھیوں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ تھپتھپ کر لیے۔ ”باس۔“ چوہان کی حالت انتہائی غراب تھی۔ اس کی ناف میں گولی لگی ہے۔ اسے جلد ہی ہسپتال بھیجاؤ۔“ دد رن ہی نعمانی نے چیختے ہوئے کہا۔

چوہان کے زخمی ہونے کا سن کر وہ سب اچھل پڑے۔ اور تیزی سے دوڑتے ہوئے نعمانی اور صدیقی کی طرف بڑھے۔ جو اب فارم سے کچھ فاصلے پر پولیس کے رخسے میں کھڑے تھے۔ پولیس نے انہیں وہیں روک رکھا تھا۔ پولیس کپتان بھی ساتھ ہی جھاگتا ہوا آیا تھا۔ اور اس نے چوہان کی حالت دیکھتے ہی جلدی سے جیب لے آنے کے احکامات صادر کرنے شروع کر دیئے۔ اور چند ہی لمحوں بعد چوہان کو سیٹ پر لٹا دیا گیا۔ صدیقی بھی چوں کر زخمی تھا اس لئے وہ بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”باس۔“ میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں اسے سنبھال

کھول گا۔ درندہ زیادہ جھکولے سے اس کو نقصان ہوگا۔۔۔۔۔ نعمانی نے بھی بیپ پر سوار ہوتے ہوئے کہا اور تنویر کے سر ملانے پر جبپ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے تم۔۔۔۔۔ یہ کن لوگوں کی لاشیں ہیں۔ یہاں تو باقاعدہ جنگ ہوئی ہے۔ ہم بھی مارے گئے ہیں“ پولیس کپتان نے گھبرائے ہوئے پنجے میں تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جب تنویر نے اسے بتایا کہ کس طرح ایف۔ ڈی جو آج رات آئل ڈپو کو دھماکے سے اڑا چکا ہے وہی اسی آدمی نے آئل ڈپو کے اندر بم فٹ کر دیئے تھے۔ اور یہاں وہ دائیں آپریٹنگ مشین کے ذریعے پورا آئل ڈپو اڑا سکتی تھی۔ اور ہم اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور کس طرح ہم نے جان پر کھیل کر مشین کو تباہ کیا ہے اور آئل ڈپو کو بجا دیا ہے۔ تو پولیس کپتان کا پورا جسم پسینے سے بھیگ گیا۔ اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ سی گئیں۔ وہ یوں تنویر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ انسان نہ ہوں بلکہ کوئی مافوق الفطرت قسم کی چیزیں ہوں۔

”اب سیکرٹ سروس سے متعلق ہیں۔۔۔۔۔ پولیس کپتان نے جھکلاتے ہوئے پوچھا۔

”ارے نہیں۔۔۔۔۔ ہم صرف بلیک کارڈ ہولڈر ہیں۔ بہر حال تم اعلیٰ احکام کو بلا کر انہیں تفصیل بتا دینا اور آئل ڈپو کے اندر نصب شدہ بم بھی ہٹا لینا۔ اب ہم جارہے ہیں۔۔۔۔۔ تنویر نے کہا اور پولیس کپتان سر ملاتا ہوا تیزی سے اپنی جیب کی طرف

دوڑا جس میں لاگت رسنچ پولیس ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

جب کہ تنویر اور اس کے ساتھی فارم سے نکل کر اس طرف کوچل پڑے جہرہ ان کی کار موجود تھی۔ ان کے چہرہ رول پر فحش و کامیابی کی چمک تھی۔

”تنویر۔۔۔۔۔ بچانے ان لاشوں میں ان کے سر براہ آرنلڈ کی لاش بھی ہے یا وہ فرار ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ارے ہاں۔۔۔۔۔ لاشیں تو تھوڑی ملی ہیں مجھے تو خیال ہی نہیں آیا۔ اس کا مطلب ہے ہم جب یہ سمجھتے تھے کہ وہ بم مارنے کی وجہ سے خاموش ہو گئے ہیں تو اس وقت وہ فرار ہو رہے تھے۔۔۔۔۔ تنویر نے کہا۔

”میرا اندازہ ہے کہ آٹھ نو افراد تھے جن میں سے پانچ لاشیں ملی ہیں اس کا مطلب ہوا کہ تین چار افراد بھاگ نکلے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اور ریڈ آرمی میں بھی ایک آدمی یقیناً فرار ہو رہا ہے۔ کیوں کہ وہاں سے بھی چار لاشیں ملی ہیں جب کہ وہ پانچ افراد تھے۔ بہر حال ان کا مشن تو ناکام ہی رہا۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”خدا کرے جو ہاں صحت باب ہو جائے مجھے اس کی طرف سے بڑی فکر ہے۔۔۔۔۔ جو لیانے کہا۔ اور وہ سب سر ملانے لگے۔

کار کے پاس پہنچ کر انہوں نے یہی پروگرام بنایا کہ سب سے پہلے وہ جنرل ہسپتال چلیں گے جہاں جو ہاں اور صدیقی کو لے جایا گیا تھا۔ اور وہاں سے جو ہاں کے متعلق تسلی کر لینے کے بعد واپس سید کوادرثر جائیں گے۔

ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن کمرہ خالی تھا عمران جا چکا تھا۔ کرنل ہمیرخ کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔ یہ بات کسی طرح بھی اس کے ذہن کے کسی خانے میں نہ بیٹھ رہی تھی کہ عمران اُسے یوں زندہ اور ٹھیک ٹھاک حالت میں چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہے۔ اُس نے اُسے جس داؤ میں پھنسا دیا تھا۔ اس سے عمران کی موت یقین ہو گئی تھی اور وہ تو عمران کی اداکاری کی وجہ سے مار کھا گیا تھا۔ عمران نے ایک لمحت جس طرح اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ کرنل ہمیرخ نے اپنے طور پر پوری تسلی کر لی تھی کہ عمران مر چکا ہے۔ لیکن دراصل وہ اس کی بے داغ اداکاری تھی۔ اور اس اداکاری نے اس کی جان بچا لی تھی۔ اور پھر وہ کرنل ہمیرخ پر اس طرح چھا گیا کہ کرنل ہمیرخ اپلا پکا دہ کر سکا۔ اور خوف ناک حنزوں نے اُسے بے ہوش کر دیا تھا۔ لیکن پھر عمران اُسے فرش سے اٹھا کر صوفے پر ڈال کر کیوں چلا گیا تھا۔ بس یہی بات اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ اتنا تو وہ آسانی سے سوچ سکتا تھا کہ عمران نے کوئی چال چلی ہے۔ لیکن وہ چال کیا ہو سکتی ہے یہ بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر راہداری میں آیا جہاں مائیکل کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ اور پھر اس نے پوری کو بٹھی گھوم ڈالی لیکن عمران واقعی کو بھی سے جا چکا تھا۔

کرنل ہمیرخ چند لمحوں کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے یوں سر ہلایا جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ عمران اُسے اس لئے زندہ چھوڑ گیا ہے تاکہ وہ ہوش میں آنے کے بعد یہاں

”نجانے عمران نے کیا کیا۔ اصل ٹارگٹ تو یاد رہا اُس کا تھا۔“ جولیانے کار میں بیٹھے ہوئے کہا۔

”اس کی فکر نہ کرو۔ وہ کیسا ہی پوری ٹیم پر بھاری رہتا ہے۔“ معذرت کرنے کا اور تنویر نے بجائے کوئی تہہ نہ کرنے کے صرف منہ ملتے ہوئے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔



کرنل ہمیرخ کا شعور جب جاگا تو اس کے جسم میں درد اور تکلیف کی شدید ترین لہر بس دوڑنے لگیں۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دی گئی ہو۔ وہ آنکھیں کھول کر پہلے تو ادھر ادھر یوں دیکھتا رہا جیسے کسی اجنبی جگہ پر ہو۔ لیکن پھر اس نے آنکھیں پھلتی گئیں۔ کیوں کہ کمرہ وہی تھا جہاں عمران سے لڑائی ہوئی تھی۔ اور وہ صوفے پر بغیر بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ وہ

سے نکل کر کہیں جائے تو وہ اس کا تعاقب کر سکے۔ چوں کہ اس کی کوٹھی میں عمران کو اس کا کوئی اور ساتھی نظر نہ آیا ہو گا۔ اس لئے اس نے یہی سمجھا ہو گا کہ یہ ان کا مہیڈ کوادر ٹر نہیں ہے۔ اور لازماً کرنل ہمیرخ یہاں سے نکل کر اپنے مہیڈ کوادر ٹر جائے گا اور اس طرح عمران اس کا تعاقب کرتے ہوئے مہیڈ کوادر ٹر تک پہنچ جائے گا۔ اب یہ بات تو کرنل ہمیرخ ہی جانتا تھا کہ اصل مہیڈ کوادر ٹران کا یہی ہے۔ البتہ اس کے ساتھی آکل ڈپو پر گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کا پتہ کرنا چاہا۔ اس کا یہ منصوبہ تو قطعی ناکام رہا تھا کہ وہ مین یا دریاؤں میں ہی عمران یا فاسٹ ڈیٹھ کے ارکان کا خاتمہ کر سکے گا۔ وہاں تو صرف سیکورٹی والے ہی مارے گئے تھے۔ اور اب وہاں جانا حماقت ہی ہوتی۔ اب تو یہی ہو سکتا تھا کہ میجر ہمیرس سے بات کر کے وہ آئندہ کے پلاننگ کرے۔ چنانچہ وہ سیدھا ٹرانسمیڈ والے کمرے میں پہنچا۔ اس نے میجر ہمیرس کی فریکوئنسی ملا کر اُسے کال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب اُسے دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اُسے زبردست پریشانی لاحق ہو گئی کہ آخر میجر ہمیرس کی طرف سے کوئی جواب کیوں نہیں مل رہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کرنل چارلس سے کال ملانی۔ اور اس سے آکل ڈپو کے مشن کا معلوم کیا۔ لیکن کرنل چارلس نے اُسے بتایا کہ پروگرام کے مطابق دھماکہ رات کو ہو گا۔ ابھی تو شاہ ہے۔ اس پر کرنل ہمیرخ نے ایک اور داؤ ڈھکیلا اور کرنل چارلس سے کہا کہ اُسے اطلاع ملی ہے کہ ایف۔ ڈی کا پورا گروپ ہلاک ہو

لیکن دوسری طرف سے کرنل چارلس نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اطلاع کا ماخذ معلوم کرنے پر زور دیا تو کرنل ہمیرخ نے فاسٹ ڈیٹھ کے لیڈر کا ذکر کر دیا اور پھر کرنل چارلس چپکے کرنے پر رضامند ہو گیا۔ اور کرنل ہمیرخ کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر ایف۔ ڈی وہاں ٹھیک ٹھاک ہے تو پھر میجر ہمیرس بھی لازماً ٹھیک ہو گا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد کرنل چارلس نے جب بتایا کہ آرنلڈ سے بات نہیں ہو رہی اور وہ اپنے دوسرے ساتھی میجر ہارسن کو پتہ کرنے بھیج رہا ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے کرنل ہمیرخ پر زور دیا کہ وہ لیڈر کو لے کر اس کے پاس آجائے تاکہ وہ خود اس سے مزید پوچھ گچھ کر سکے۔ تو کرنل ہمیرخ کو اس کی موت کا بہانہ کرنا پڑا۔ اس کا مقصد تو حل ہو چکا تھا۔ آرنلڈ اور میجر ہمیرس دونوں کی طرف سے جواب نہ ملنے کا ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ دونوں ہی کسی مشکل میں پھنس چکے ہیں۔ چنانچہ کرنل ہمیرخ نے اب خود آکل ڈپو پر جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس کے ذہن میں اُسی وقت ایک اور بات آگئی کہ عمران ان کا یہ مہیڈ کوادر ٹر دیکھ چکے ہیں اور ہو سکتا ہے وہ اپنے ساتھیوں سمیت باہر گھٹات لگائے ہوئے ہو۔ اب کم از کم کرنل ہمیرخ واپس یہاں نہ آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس پوری کوٹھی کو ہی اڑا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ کسی کو یہاں سے بعد میں کوئی کلیو نہ مل سکے۔ اس کوٹھی سے ایک سرنگ دور ایک اور چھوٹی ٹی کوٹھی تک جاتی تھی۔ جہاں اس کے دو ممبر ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اور بیوسیدان کا رہ بھی اُسی کوٹھی کے گیراج میں بند تھی۔ اس نے سوچا کہ اب اُسی

لنک کو کھٹی کوہی اپنا نیا میڈ کو ارٹربنا یا جلے۔ چنانچہ اس نے سٹور میں جا کر دہاؤں مختلف بم اٹھائے۔ انہیں عمارت میں مختلف جگہوں پر نصب کر کے اس نے ان کے ہتھ کو لائیٹر سے آگ لگا دی اور خود لائٹ ریج ٹرانسمیٹر اٹھا کر سرنجک میں گھس گیا۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس کو کھٹی سے سولے بجے کے اوپر کچھ نہ مل سکے گا۔ وہ لائٹ ریج ٹرانسمیٹر اٹھائے تیز رفتاری سے سرنجک میں دوڑ رہا تھا۔ کیوں کہ دھماکہ ہونے سے قبل وہ سرنجک کو اس کر جاننا چاہتا تھا۔ اور پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا کیوں کہ جیسے ہی وہ سرنجک کو اس کر کے لنک کو کھٹی میں پہنچا۔ اُسے ایک خوف ناک دھماکہ سنائی دیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے کئی دھماکے ہوئے۔ لنک کو کھٹی حالانکہ فاصلے خاصے پر تھی۔ لیکن یہ دھماکے اس قدر خوف ناک اور شدید تھے کہ لنک کو کھٹی یوں کمزور ہو گئی تھی جیسے زبردست زلزلے کی زد میں آ گئی ہو۔

چند لمحوں بعد دھماکوں کی بازگشت ختم ہو گئی۔
”یہ دھماکے کیسے تھے باس۔“ اس کے ساتھی راجہ نے پوچھا۔

”میں نے اپنا میڈ کو ارٹربنا تباہ کر دیا ہے۔ اب یہی ہمارا نیا میڈ کو ارٹربنا ہو گا۔ دہاؤں سیکٹر مرس پینج گئی تھی۔“ کرنل سمیرخ نے ساٹ بجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور راجہ اور اس کا ساتھی بنی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے

تھے کہ باس خود اپنے ہاتھوں سے اپنا ہی میڈ کو ارٹربنا تباہ کر دے گا۔
”سمیر میرس کی طرف سے مجھے بے حد شوش ہے۔ وہ کال کا جواب نہیں دے رہا۔“ کرنل سمیرخ نے کہا اور لائٹ ریج ٹرانسمیٹر پر ایک بار پھر میجر میرس کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹرانسمیٹر آن کر تا کہ مرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور کرنل سمیرخ کے ساتھ ساتھ راجہ اور میں بھی اچھل پڑے کیونکہ دروازے پر میجر میرس کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اس کی حالت بے حد ابتر تھی کپڑے پھٹے ہوئے اور منہ سے خون نکلتا تھا جیسے کوئی طویل جنگ لڑ کر آ رہا ہو۔

”باس۔“ ہمارا میڈ کو ارٹربکس نے تباہ کیا ہے۔ میں پہلے ادھر گیا تھا مگر دہاؤں تو پولیس ہی پولیس تھی اور پوری کو کھٹی تباہ ہو چکی تھی پھر میں ادھر آ گیا۔“ میجر میرس ایک طویل سانس لیتے ہوئے آگے بڑھا اور ایک خالی کرسی پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے میلوں دڈ لگا کر آیا ہو۔
”پہلے تم بتاؤ کہ یہ ہتھارسی کیا پوزیشن ہے اور باقی ساتھی کہاں ہیں؟“ کرنل سمیرخ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔“ دہاؤں حالات الٹ گئے۔ فاسٹ ڈیٹھ والے انتہائی ٹرینڈ لوگ ہیں۔ انہوں نے بڑی مہارت سے سارا پانسہ ہی پلٹ دیا۔ میرے گروپ کے چاروں ساتھی مارے گئے۔ اور مجھے دہاؤں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ میرا خیال ہے ایف۔ ڈی کا گروپ جو آرٹڈ کی سرکردگی میں دہاؤں گیا تھا۔ یا تو وہ بھی مکمل طور پر ہلاک ہو چکا ہے یا پھر فاسٹ ڈیٹھ کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے۔“

میجر میرس نے شاید زندگی میں پہلی بار اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"یورپی تفصیل بتاؤ۔ مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا آدمی ایسی بات کہہ رہا ہے۔" کرنل ہمیرخ کے بہنے پر کڑھنگی سی چھا گئی۔ اور میجر میرس نے شروع سے لے کر آخر تک تمام تفصیل بتا دی۔ ۱۰۰ کرنل ہمیرخ کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہو گئیں۔ واقعی فاسٹ ڈیٹھ والے مافوق الفطرت لوگ لگ رہے تھے۔ ادھر کرنل ہمیرخ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا تھا کہ وہ موت سے بال بال بچا تھا۔ اس لئے وہ میجر میرس کو کیا دوش دیتا۔

"آپ کے مشن کا کیا ہوا باس؟" میجر میرس نے پوچھا۔ اور کرنل ہمیرخ نے پادرواؤس میں جنگ سے لے کر ہیڈ کوارٹر کی تباہی تک سب کچھ بتا دیا۔ میجر میرس ایسا آدمی تھا جس کے سامنے وہ کبھی راز نہ رکھتا تھا۔ وہ اس کا دست راست بھی تھا اور ہم راز بھی۔ البتہ تفصیل بتانے سے پہلے اس نے راجہ ادربینی دونوں کو یہ کہہ کر باہر بھیج دیا تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے بعد پولیس کا رد عمل معلوم کریں کہ ان لوگوں کا کیا خیال ہے۔ اس تباہی کے متعلق بہر حال اس کا اصل مقصد انہیں فی الحال بھٹانا تھا۔

"باس۔ حالات سراسر تباہی کے خلاف ہو گئے ہیں۔ پوری ریڈ آرمی تباہ ہو گئی ہے۔ آپ کے ادز میرے علاوہ اب صرف دو ممبر راجہ ادربینی ہی بچے ہیں۔ اور عمران اور اس کے ساتھیوں کا اب بھی کوئی پتہ نہیں کہ وہ کس وقت ہم پر چڑھ دوڑیں اب آپ خود

سوچیں کہ آخر آپ کے آنے سے قبل عمران ہیڈ کوارٹر میں کیسے پہنچ گیا ضرور ان لوگوں کے پاس کوئی مافوق الفطرت قوتیں موجود ہیں؟" میجر میرس نے کہا۔ اس کا اندازہ بتا رہا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے بری طرح مرعوب ہو چکا ہے۔

"لیکن ہم واپس بھی تو نہیں جاسکتے۔ اب میں نے تو آخری منصوبہ ہی تیار کیا ہے کہ ہم ایف۔ ڈی کے نئے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کریں۔ مجھے یقین ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی طرح اس نئے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا دیں گے۔ اور ہو سکتا ہے آرنلڈ یا اس کا کوئی ساتھی زندہ ان کے ہتھے چڑھ گیا ہو اور وہ اب تک ہیڈ کوارٹر کا پتہ بھی چلا چکے ہوں؟" کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"لیکن باس۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ براہ راست ہیڈ کوارٹر پر خود حملہ کرنے کے لئے پہلے کی طرح آخری موقع پر فوج کو آگے کر دیں؟" میجر میرس نے کہا۔

"نہیں۔ اس بار وہ ایسی حماقت نہیں کریں گے۔ ابھی تو پ کا پتہ ایف۔ ڈی کے ہاتھوں میں ہے۔ کرنل چارلس یقیناً پادرواؤس میں کوئی بم نصب کر چکا ہے۔ اور وہ کسی بھی لمحے دائر لیس آپریشن مشین کے ذریعے وہ پادرواؤس اڑا سکتا ہے۔ اس لئے پادرواؤس کو بچانے کے لئے لازماً گوریلا کارروائی کریں گے؟" کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"اے ماں باس۔ آپ نے واقعی درست اندازہ لگایا ہے۔ ہمیں فوراً ان کے نئے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی شروع کر دینی چاہیئے۔"

لیکن ہمارا منصوبہ کیا ہوگا کیا ہم ان کو بنیہ کوارٹرس سے باہر روک دیں یا انہیں اندر جانے دیں۔ اور بعد میں خود ایکشن لیں۔" میجر جہیرس نے کہا۔

تو یہ بات سوچنے کی ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ یہاں نہیں کیا جا سکتا۔ موقع محل، دیکھو کہ اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کرکٹر بھی بے خبر ہے۔ جواب دہ اور اسی لمحے دردانہ کھلا اور راجا اندر داخل ہوا۔

”باس — پوری کوٹھی مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ خاص طور پر درمیانہ حصہ بالکل ہی ڈھیر ہے۔ اور بائیں بائیں والے حصے ذرا ہٹ کر بلکے نیچے سے ایک زخمی نوجوان مر رہا ہے۔ اُسے

ہسپتال پہنچا یا گیا ہے۔ پولیس کا خیال ہے....." راجہ ابھی رپورٹ دے ہی رہا تھا کہ کرنل ہمیر خ۔ نے بے تابی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ زخمی نوجوان اور ہیڈ کوارٹر کے بلے سے۔ مگر ہیڈ کوارٹر تو خالی تھا۔ اگر مائیکل کی لاش کے ٹکڑوں کی بات کر رہے ہو تو وہ تو اندرونی حصے میں تھے۔ تم تو بیرونی رخ کی بات کر رہے

ہو۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ ادھ لازماً دہی ہوگا۔۔۔ کرنل ہمیشہ
ایک نحت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر زبردست ہجیان کے
ناتراٹ منماں ہو گئے تھے۔

میکون بائس — کس کی بات کر رہے ہیں؟ — میجر میریس بھی کرنل سمیرخ کے اس انداز پر پریشان ہو گیا۔

"دارڈ نمبر گیارہ کا کیا نمبر ہے؟" کرنل ہمیرخ نے پوچھا۔
 ادو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ کرنل ہمیرخ نے اد کے کہہ کر
 کرٹیل دیا۔ اس کے چہرے پر دبے دبے جوش کے آثار نمایاں
 تھے وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی عمران ہسپتال میں بے ہوش پڑا ہے
 تو اس حالت میں وہ بڑا اچھا شکار ثابت ہو سکتا ہے۔ دل میں گھسنے
 والی صرف ایک گولی اس شیطان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے
 گی اور اگر ایسا ہو جائے تو کرنل ہمیرخ کے نزدیک نہ صرف اب
 تک ریڈ آرمی کی ساری ناکامیاں کامیابیوں میں بدل جائیں گے
 بلکہ اسرائیل کے اعلیٰ حکام بھی اسے کرنل ہمیرخ کا سب سے بڑا
 کارنامہ قرار دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس نے جلد ہی جلدی
 دارڈ نمبر گیارہ کے نمبر گھٹائے۔

"رجسٹر دارڈ نمبر گیارہ" ایک آواز سیور پر
 سنائی دی۔

"پولیس کیتان بول رہا ہوں۔ ایمرجنسی وارڈ سے ایک زخمی پہنچو
 کے عالم میں آپ کے دارڈ میں بھیجا گیا تھا جو ذی شان کالونی کی
 ایک تباہ شدہ کوٹھی کے طبقے سے ملا تھا۔ اس کی کیا پوزیشن ہے؟
 کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"کمال ہے۔ پولیس کیتان تو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔
 اور آپ اپنے آپ کو پولیس کیتان کہہ رہے ہیں۔ یہاں دارالحکومت
 میں کتنے پولیس کیتان ہیں وہ بھی اس زخمی کی وجہ سے پریشان ہیں۔
 وہ غائب ہو چکے ہیں۔ اُسے جیسے ہی ہوش آیا وہ ریڈ سرکل کارڈ

اس کا خاتمہ ہو جائے تو سمجھو سب کا خاتمہ ہو گیا۔" کرنل ہمیرخ
 نے کہا۔ اور اس نے جلدی سے انکوائری کے نمبر ڈائل کئے اور پھر
 انکوائری آپریٹر سے اس نے جنرل ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کا نمبر
 معلوم کیا اور کرٹیل دیا کہ نمبر گھٹانے لگا۔

"ایس۔ ایمرجنسی وارڈ جنرل ہسپتال۔" چند لمحوں
 بعد رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

"ذی شان کالونی میں ایک کوٹھی تباہ ہوئی ہے۔ اس کے طبقے
 سے ایک زخمی نوجوان کو میں نے ہسپتال بھیجا تھا۔ میں پولیس کیتان
 بول رہا ہوں۔ اس زخمی کی کیا پوزیشن ہے؟" کرنل ہمیرخ نے
 پہلے کو کڑخت بولتے ہوئے کہا۔

"اس زخمی کو دارڈ نمبر گیارہ میں منتقل کر دیا گیا ہے جناب۔ اُسے
 کوئی شدید جسمانی چوٹ تو نہیں آئی تھی۔ البتہ اندرونی ذہنی چوٹ
 معلوم ہوتی تھی۔ ہو سکتا ہے اس کے دماغ کا آپریشن کرنا پڑے۔ دارڈ
 نمبر گیارہ مینٹل سرجیکل وارڈ ہے جناب۔" دوسری طرف
 سے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا گیا۔

"کیا وہ اب تک بے ہوش ہے؟" کرنل ہمیرخ نے اندازہ
 لگاتے ہوئے پوچھا۔

"جب وہ یہاں سے وارڈ نمبر گیارہ میں بھیجا گیا تھا تب تو ہوش
 تھا۔ اب کا معلوم نہیں جناب۔ آپ دارڈ نمبر گیارہ میں فون کر
 کے رجسٹرار سے معلوم کر سکتے ہیں جناب۔" دوسری طرف
 سے جواب دیا گیا۔

دکھا کر یہاں سے چلا گیا۔ اب سب پریشان ہیں۔ وزیر خارجہ بھی کئی بار
 فون کر چکے ہیں۔ انہیں بھی ریڈمرکل کے زخمی ہونے کی اطلاع مل
 گئی تھی۔ لیکن وہ بچانے کہاں ہے۔ ارے ہاں۔ آپ
 کون ہیں۔ نیچے پولیس کپتان صاحب سے خود ہی بات کر لیجئے۔
 رجسٹرار نے کہا۔

لیکن کرنل ہمیرخ کی چمکتی ہوئی آنکھیں یہ سنتے ہی کچھ گئی تھیں کہ
 عمران نہ صرف ہوش میں آچکا تھا بلکہ ہسپتال سے بھی غائب تھا۔
 ظاہر ہے اب وہ کیا بات کرتا۔ اس نے ایک جھٹکے سے رسیور
 کمریڈل پر پھینکا۔

”چلو میجر میرس چلو۔ ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کے سوا اب
 اور کوئی چارہ نہیں۔“ کرنل ہمیرخ نے منہ بندتے ہوئے کہا۔
 اوریج میجر میرس کے لبوں پر مسکراہٹ ریشنے لگی۔

عمران کی آنکھ کھلی تو چند لمحے وہ لاشعوری کیفیت میں پڑا
 رہا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن ذہن کی سلیٹ صاف تھی۔
 اس پر کوئی تاثر کوئی نقش موجود نہ تھا۔

”ارے مریض کو ہوش آگیا۔“ دیر سی گزشتہ۔۔۔ اچانک
 ایک نسوانی آواز عمران کے کانوں میں پڑی اور عمران کے ذہن نے
 ایک جھپکا دکھایا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں شعور کی
 چمک ابھر آئی۔ اس نے تیزی سے گردن موڑ کر اس طرف دیکھا جہر
 سے آواز سنائی دی تھی۔ اور دوسرے لمحے وہ مسکرا دیا۔ ایک
 خوب صورت سی نرس اس پر پھکی ہوئی تھی۔ نرس کے چہرے پر
 مسرت کے آثار اس طرح نمایاں تھے۔ جیسے عمران کے ہوش
 میں آجانے سے اسے دلی مسرت ہوئی ہو۔

”مریض کو ہوش آجائے تو پھر وہ پختہ نہیں ہو سکتا۔ اور خاص طور

کیا اطلاع ہے۔۔۔ عمران نے لیٹے بغیر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دونوں ڈاکٹروں کے چہروں پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے اب انہیں یقین آگیا ہو کہ عمران واقعی ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔
 "نرس۔۔۔ تم ذرا خیال رکھنا ہم ابھی آئے۔۔۔ دونوں ڈاکٹروں نے پیچھے کھڑی ہوئی نرس سے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئے۔

"دیکھا کیسے بھگایا ہے رقیبان کوٹ سفید کو۔۔۔ اب تو مانتی ہو۔ ویسے ایک بات ہے۔ بے چارے عقل سے پیدل ہی گلتے ہیں۔ اور شاید اسی لئے انہوں نے یہ پیشہ اختیار کیا ہے۔"
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ پلینز۔۔۔ زیادہ باتیں نہ کریں۔۔۔ ایک ڈاکٹر نے دروازے میں ہی رک کر مڑتے ہوئے عمران سے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ عمران مسکراتا ہوا اٹھ کر فرخ شریف پر کھڑا ہو گیا۔

"ارے ارے۔۔۔ آپ لیٹ جاتیں۔ ابھی آپ کو ریسٹ کرنا ہے۔۔۔ نرس نے کوکھلا کر کہا۔

"کمال ہے۔۔۔ یہ آپ کہہ رہی ہیں۔ پہلے خود ہی فرمائش کرتی ہیں کہ دودھ کی پھلکھو دو اور پھر خود ہی فرماتی ہیں ریسٹ کرو۔۔۔ عمران نے ڈھبٹ عاشقوں جیسے لہجے میں کہا۔ اور ایک سائیڈ میں لکھی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس الماری کے ادھ کھلے پٹ میں اسے خلع میں پڑا ہوا اپنا سامان اور لباس نظر آ رہا تھا۔ اس نے لباس کو

باہر نکالا تو لباس خاصا مسلا ہوا تھا لیکن کم از کم پھٹنے سے محفوظ تھا۔ اُسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک بھاری وجود اور ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔ دونوں نوجوان ڈاکٹر اس کے پیچھے مودبانہ انداز میں چل رہے تھے۔

"اُدھ۔۔۔ آپ تو نیچے اترے کھڑے ہیں۔ ارے آپ لیٹ جلیتے۔۔۔ ڈاکٹر نے اندر آتے ہی کہا۔

"لیٹ۔۔۔ ہاں واقعی پہلے ہی میں بہت لیٹ ہو گیا ہوں ڈاکٹر۔ عمران نے تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔ لیکن آپ کو چار گھنٹوں کے بعد ہوش آیا ہے اور ابھی ہم نے چیکنگ کرنی ہے۔۔۔ ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں میری چیکنگ کی بجائے اپنے ان شاگردوں کو تھوڑا سا علم پڑھا دیجئے۔ یہ سبھی اوصاف بات ہی نہیں سمجھتے۔ فرما رہے تھے سر۔۔۔ سر کے آپریشن کا فیصلہ کر چکے تھے۔ جس پر میں نے حیرت کا اظہار کیا تو فرما لے گئے لیٹ جلیتے۔ میں سر کو اطلاع دیتا ہوں۔ اب آپ خود سوچئے۔ لیٹے بغیر سر کو اطلاع نہیں دی جا سکتی۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اُدھ۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ آپ نے بات تو خوب صورت کہی تھی۔ دراصل آپ کی ذہنی ٹوٹ اور طویل بے ہوشی کے بحران طرح کی باتیں اچھے بھلے ڈاکٹر کو چیکنگ پر مجبور کر دیتی ہیں۔ بہر حال ابھی آپ آرام فرمائیں۔ آپ کو اچھی خاصی چوٹیں آئی ہیں۔ یہ تو شکر ہے کہ آپ کو ہوش آ گیا۔ لیکن بہر حال میڈیکل چیک اپ تو ضروری ہے۔"

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”سوری۔۔۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ اہم کام پینڈنگ پرے ہیں انہیں پٹالوں۔ پھر اگر چیک اپ کراؤں گا اطمینان سے۔“
عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا جناب۔۔۔ دوسری بات یہ کہ آپ کا کیس پولیس نے ریفیر کیا ہے۔ اس لئے پولیس کی اجازت کے بغیر آپ کو فارغ بھی نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ اس بارڈر نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اچھا یہ بات ہے۔ سوری ڈاکٹر مجھے ابھی اور اسی وقت جانا ہو گا۔“ عمران کا لہجہ بھی یک لخت سرد ہو گیا۔ اس نے باتیں یکے سے ہوتے اپنے کوٹ کی چھوٹی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریڈ سرکل کارڈ نکال کر ڈاکٹر کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ڈاکٹر ریڈ سرکل کارڈ کو دیکھتے ہی یوں اچھلا جیسے اس کے پردوں تلے بم پھٹ پڑا ہو۔

آ۔ آپ۔ ریڈ سرکل۔۔۔ اوہ۔۔۔ سوری۔۔۔ اوہ پہلے پتہ ہوتا آپ کو پینٹل وارڈ سر۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔۔۔ ڈاکٹر نے بری طرح بوکے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں ڈاکٹر۔ آپ نے علاج میں کوئی کمی نہیں رکھی۔ میں آپ کا مشکور ہوں اور میں آپ کی تعریف صدر مملکت سے خصوصی طور پر کروں گا۔ لیکن میں نے فوری طور پر جاننے سے اٹا اذایر جنسی۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ سر۔۔۔ ٹھیک ہے سر۔ اب میں آپ کو کیسے روک

سکتا ہوں سر۔۔۔ ڈاکٹر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی چہرہ اسی صدر مملکت سے مخاطب ہو۔ اور کمرے میں موجود نرس اور دونوں نوجوان ڈاکٹر یوں آنکھیں پھاڑ بھاڑ کر عمران کو دیکھ رہے تھے جیسے انہیں اچانک کوئی بھوت نظر آ گیا ہو۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ وارڈ نمبر گیارہ کا رجسٹرار جو اپنی اصول پسندی اور سخت مزاجی کی وجہ سے پورے ہسپتال میں مشہور تھا۔ یوں اچانک بھیگی ملی بن جائے گا۔

”شکر یہ۔ اب مجھے لباس بدلنا ہے۔“ عمران نے کہا اور ڈاکٹر اشارہ سمجھ کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑا۔ اس نے وہاں موجود ڈاکٹروں اور نرس کو بھی باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اور ان کے باہر جاتے ہی عمران نے مسکراتے ہوئے دروازہ بند کیا۔ اور پھر جلدی سے لباس تبدیل کرنے لگا۔ کمرے کی ایک سائیڈ میں لٹکے ہوئے آئینے میں وہ پہلے ہی اس بات کا اطمینان کر چکا تھا کہ اس کا میک اپ سلامت ہے۔ ظاہر ہے ڈاکٹروں نے ایک مریض کا علاج کیا تھا۔ انہیں تو میک اپ سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ اور پھر عمران کا میک اپ بھی سادہ پانی سے دھلنے والا نہ تھا اس لئے وہ محفوظ رہا۔

لباس بدل کر اس نے ہسپتال کا مخصوص لباس داپس الماری میں پھینکا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راستے میں وہی ڈاکٹر جو وارڈ کا رجسٹرار تھا۔ اس کے انتظام میں کھڑا تھا۔

”جناب۔۔۔ رجسٹریڈ دستخط فرماتے جلیتے تاکہ آپ کے ہسپتال سے فراغت کی سرکاری رسید بن سکے۔“ رجسٹرار نے محنت بھر

بچوں میں کہا۔

”ہاں ہاں ضرور!“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ جبڑار کی مجبوری سمجھتا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے جبڑار کے خانے میں اپنا نام عمران لکھا اور پھر سائیڈ پر دستخط کر دیئے۔ اور اس کے بعد وہ جبڑار سے مصافحہ کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا وارڈ سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ چار گھنٹے تک بے ہوش رہا ہے۔ اور نجانے اس دوران کیا کچھ نہ ہو گیا ہو۔ تنویر اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے بھی اُسے فکر تھی کیوں کہ کرنل ہمیر خ کی دونوں کالوں سے وہ سمجھ گیا تھا کہ کرنل ہمیر خ کے ساتھی بھی آکل ڈپو پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہاں سے جواب نہ ملنے کی صورت میں اس نے کرنل چارلس کو کال کیا تھا اور اُسے اس کے گروپ کی ہلاکت کی خبر دی تھی۔ اس خبر دینے سے وہ ساری صورت حال سمجھ گیا تھا اور شاید اسی وجہ سے اُسے زیادہ تشویش تھی کہ ریڈ آر می کہیں فاسٹ ڈیٹھ کے لئے اندھیرے کا تیر ہی ثابت نہ ہو۔

دارڈ سے نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا برونی گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر میں ایک طرف پارکنگ میں کھڑی ہوئی کار پر پڑیں اور کار کو دیکھتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کار فاسٹ ڈیٹھ کی بھی ادیر دہی کا رتی جس میں وہ آکل ڈپو گئے تھے۔ اس کار کی یہاں موجودگی کا مقصد تو یہی ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کچھ زخمی ہو کر یہاں پہنچے ہیں۔ وہ تیزی سے مڑا اور کار کی طرف بڑھتا گیا۔ کار خالی تھی۔ اُس نے اس کے انجن پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ انجن ابھی

تک گرم تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کار کو یہاں آئے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ وہ خاموش کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ اکیسویں وارڈ کے درمیان سے وہ خود گزر کر آیا تھا اس لئے اگر اس کا کوئی ساتھی وہاں موجود ہوتا تو لازماً اُسے نظر آ جاتا۔ اور باقی اتنے بڑے ہسپتال میں انہیں کہاں ڈھونڈھتا۔ چنانچہ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مڑا تڑا تار نکالا اور بڑے اطمینان سے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور نشست پر براجماف ہو گیا۔ اب اس کے علاوہ اور دوسری صورت بھی نہ تھی۔ ورنہ اس سے پہلے اس کا خیال ہی تھا کہ وہ یہاں سے سیدھا ہیڈ کوارٹر جاتا۔

ابھی اُسے کار میں بیٹھتے ہوئے پھر سات منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ اُسے دور سے اپنے ساتھی آتے ہوئے دکھائی دیئے صدیقی کے بازو پر ٹیپ بندھی ہوئی تھی۔ باقی ٹھیک تھے۔ البتہ جو مان ان کے ساتھ نظر نہ آ رہا تھا۔ اب یا تو جو مان زیادہ زخمی ہو گیا تھا یا پھر وہ یہاں آنے کی بجائے ہیڈ کوارٹر چلا گیا تھا۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اور اس کے ساتھی باتیں کرتے ہوئے کار کے قریب پہنچ گئے۔

”ہمیں اب سب سے پہلے عمران کا پتہ کرنا چاہیے۔“ جولیا کی آواز سنائی دی۔

”کہہ جو دیلے ہے اس کی فکر کیوں کرتی ہو۔ وہ شیطان ہے اور شیطانوں کا انسان کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“ تنویر نے جواب دیا وہ اب کار کے قریب پہنچ چکے تھے۔

”کیوں نہیں بگاڑ سکتے۔ ابھی لا حول پھد دوں تو تم بھل گئے نظر آؤ گے“
 عمران نے اندر بیٹھے بھٹے ادبچی آواز میں کہا۔ اور عمران کی آواز سن کر
 وہ سب یوں اچھلے جیسے کوئی آنہوئی بات ہو گئی ہو۔
 ”ارے۔۔۔ عمران تو اندر بیٹھا سو رہا ہے۔۔۔“ صفدر نے
 چونک کر کہا کہ اندر بیٹھے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے
 انچیس مسرت تھی۔

”عمران ہمیشہ ان رہتے ہیں۔ یہ ذہیر ہی ہے جس کے مقدس آؤٹ
 لکھ دیا گیا ہے۔ کیوں جولیا۔۔۔ عمران نے مسکرا کر کار سے باہر نکلتے
 ہوئے کہا۔ اور تنویر کے علاوہ باقی سب مہنس پڑے۔

”یہ تمہارے سر پر پٹیاں۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ ہسپتال سے
 نکلے ہو۔۔۔ جولیا نے بات کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔

”ارے سر پر پٹیاں اور ہسپتال یہ تو عشق کی کامیابی کی نشانیاں
 ہیں۔ یقین نہ آئے تو بے شک تنویر سے پوچھ لو۔“ عمران نے
 مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”بس بس۔۔۔ اب زیادہ بابک بابک کی تو منہ توڑ ڈالوں گا۔ میں
 تمہیں برداشت کر رہا ہوں اور تم سر پر چڑھے آ رہے ہو۔
 تنویر نے غصے سے پھینکارتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ نہ صبر شاید لرز
 ہو گیا تھا۔

”تنویر۔۔۔ مذاق کا جواب مذاق سے ہی اچھا لگتا ہے۔ ارے ہاں
 عمران صاحب۔۔۔ چوہان شدید زخمی ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں
 گولی لگی ہے۔ اُسی کا پتہ کر لے ہم ہسپتال آئے تھے۔ اس کے

آپریشن ہوا ہے۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔۔۔“ صفدر
 نے بات بدلنے ہوئے کہا۔

”ادہ۔۔۔ چلو اچھا ہے باہر ہو گئی ہے۔ آخر تنویر لیڈر ہے جو ہمیشہ
 باہر ہی رہتا ہے۔ بہر حال یہ بتاؤ اس مشن کا کیا ہوا۔“ عمران
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم نے آئل ڈپو بچا لیا ہے۔۔۔“ صفدر نے بڑے فاتحانہ لہجے
 میں کہا۔

”بچا لیا ہے۔۔۔ یہ تو ادبھی اچھا ہے۔ بکیت تو زندگی کا سنہرا
 اصول ہے۔ اور پھر آئل کی بکیت۔ واہ خالص زرمبادلہ کی بکیت۔ بلکہ
 زرمبادلہ کے ڈپو کی بکیت۔ لیکن کچھ سر پر لگانے کے لئے بھی آئے
 ہوں۔ تنویر کے دماغ کو برسی نکلی ہو گئی ہے۔۔۔“ عمران مستقل
 تنویر پر چوٹیں کئے چلا جا رہا تھا۔

”عمران صاحب۔۔۔ اب اگر آپ نے ہمارے لیڈر کے خلاف
 کوئی بات کی تو ہم نے برا کوئی نہیں جوگا۔ وہ ہماری دجسے خاموش
 ہے۔ ورنہ۔۔۔۔۔“ جولیا نے مصنوعی غصے سے آنکھیں نکالتے

ہوئے کہا۔ اور تنویر جس کا چہرہ عمران کی مسلسل کاٹ دار باتوں کی
 وجہ سے بڑھنا شروع ہو گیا تھا ایک لخت پھول کی طرح کھل اُٹھا۔
 جولیا کی حمایت تو اس کے لئے ہمیشہ آبِ حیات ثابت ہوتی تھی۔

”آپ سے برا پہلے کون ہے جس جولیا نافذ واٹر۔“ عمران
 نے منہ نہلاتے ہوئے کہا۔ اور جولیا اپنے ہی فقرے سے لگنے والی
 چوٹ پر بے اختیار بھینپ سی گئی۔

”اب چلیں یہاں سے۔ کیا یہیں پارکنگ میں ہی کھڑے کھڑے عمر گزار دینی ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور وہ سب سمر علاقے جوئے کار میں سوار ہو گئے۔ عمران کھلی سیٹ پر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سکرڈا ہوا بیٹھا تھا جب کہ تنویر ڈرائیونگ سیٹ پر اور اس کے ساتھ جو لیا بیٹھی ہوئی تھی۔ عمران انہیں مین پاؤر ہاؤس اور کرنل سمیر خ کے متعلق اپنے مقابلے کی تفصیل بتا رہا تھا۔ اور صفر اور کیپٹن شکیل سے آئل ڈیو پر ہونے والی جھڑپ کی تفصیلات سن رہا تھا۔ جب صفر نے انیسٹو کا ذکر کیا کہ اس نے اچانک کال کر کے انہیں ایف۔ ڈی سے چوکنہ کیا ورنہ وہ تو مطمئن ہو کر بیٹھے تھے تو عمران یوں چونکا جیسے اُسے اس خبر پر بے پناہ حیرت ہوئی ہو۔ اس کی آنکھوں اوپر چہرے سے بے پناہ حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کمال ہے۔ وہ جو پاکہیں بخومی تو نہیں کہ دیں بیٹھے بیٹھے زائچہ بنا کر سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔“ عمران کے بچے میں حیرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

”وہ سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ ہتھاری طرح گھیسارہ نہیں۔ اُسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔“ اچانک تنویر نے ایکسٹو کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

”گھیسارہ۔۔۔ اودھ اچھا پیشہ ہے ضرور اختیار کرو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تنویر نے اس کے بعد کوئی جواب نہ دیا وہ خاموشی سے کار چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ عمران نے وہاں پہنچے ہی سب سے پہلے اس ڈاکٹر سے بات کی جس کے ہسپتال میں ٹائپنگر جوانا اور جوزف داخل تھے۔ اور ڈاکٹر نے اُسے بتایا کہ وہ تینوں اب بالکل تندرست ہو چکے ہیں۔ تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُسے کہا کہ وہ ان تینوں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ وہ ہسپتال لالہ زار میں پہنچ کر وہاں لابی میں رہیں پرس انہیں وہیں ملے گا۔ اور، اکٹر نے جب پیغام پہنچانے کا وعدہ کر لیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”اب آئل ڈیو والامسکہ تو ٹھیک ہو گیا۔ لیکن وہ پاور ہاؤس کا کیا ہو گا۔“ صفر نے بیٹھے ہی کہا۔

”ہمیں فوراً ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ مارنا ہے۔ انہوں نے پاور ہاؤس میں کوئی خوف ناک بم نصب کر رکھا ہے۔ جہاں آپریٹنگ مشین لقیان کے ہیڈ کوارٹر میں ہوگی اور جیسے ہی انہیں آئل ڈیو کی ناکامی کا پتہ چلے گا ہو سکتا ہے وہ فوری طور پر انتقام لینے کے لئے پاور ہاؤس ہی اڑا دیں۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن یہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ مسئلہ تو اصل یہ ہے؟“ جو لیا نے کہا۔

”ہیڈ کوارٹر کا محل وقوع تو میں نے معلوم کر لیا ہے۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ کسی طرح ایف۔ ڈی کے چیف کرنل چارلس کے ساتھ کوئی ایسی گیم کھیلی جائے کہ وہ فوری طور پر پاور ہاؤس اڑانے سے باز رہ سکے۔ ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ہیڈ کوارٹر پر حملہ کریں اور

وہ بٹن دبا کر پاؤں پاؤں ہی اڑا دے۔ پاؤں دباؤں بھاشانہ کی معیشت کا سنگ میل ہے۔ اس کی تباہی پورے بھاشانہ کے لئے انتہائی خوف ناک ہو گی۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”نیکن کسی طرح کوئی تجویز۔۔۔ صفحہ نہ لے کہا۔

”اے ماں۔ ایک صورت ہو سکتی ہے۔ گواہ میں رسک ہے لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔“ عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”کون سی صورت ہے۔“ سب ممبر نے چونک کر کہا۔

عمران نے جیب سے ٹرانسمیٹر کی نکلانا اور پھر اس کا بٹن دبا کر اس نے نقشے والی پلیٹ کو جہاں دو نقطہ دو مختلف جگہوں پر چمک رہے تھے غور سے دیکھا اور پھر ایک اور بٹن دبا دیا۔ اب ایک نقطہ غائب ہو گیا جب کہ دوسرا نقطہ اُسی طرح چمکتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے تیزی سے سائیڈ میں لگی ہوئی ایک ناب گھمانی شروع کر دی۔ چلتا بھٹتا نقطہ چند ہی لمحوں بعد مسلسل چلنے لگا۔ اور عمران نے ہونٹوں پر انگلی لکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

اور پھر ٹرانسمیٹر آن کرنے کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے نقشے پر ایک اور نقطہ چل اٹھا۔ یہ نقطہ عمران والی جگہ کا اشارہ دے رہا تھا۔ جب کہ پہلے والا نقطہ ایف۔ ڈی کے میڈ کواریٹر کی نشاندہی کر رہا تھا۔

عمران نے اس طرح بڑے طریقے سے کرنل چارلس کی مخصوص فریکوئنسی تلاش کر لی تھی۔ کیوں کہ ٹرانسمیٹر کیج میں وہ کال محفوظ تھی جو کرنل مہیر نے کرنل چارلس کو کی تھی۔ اس نے کرنل مہیر نے والا نقطہ ختم کر

کے ایف۔ ڈی والا نقطہ میں رکھا اور ناب گھماتا رہا۔ جیسے ہی وہ مخصوص فریکوئنسی سیٹ ہوئی تو ایف۔ ڈی والا چلتا بھٹتا نقطہ مسلسل چلنے لگا۔ اس کا مطلب تھا کہ ان کے ٹرانسمیٹر سے لنک ہو گیا ہے۔

”ہیلو ہیلو۔“ چیف آف سیکرٹ سروس کیپٹن تمیزی آن دی لائن۔ ہیلو۔ ہم جنرل فریکوئنسی پر ایف۔ ڈی کے میڈ کواریٹر کو کال کرنا چاہتے ہیں۔ ہیلو چیف آف سیکرٹ سروس کا لنک ایف۔ ڈی۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اگر کوئی سن رہا ہو تو پلیز جواب دے۔ عمران نے بار بار اس قسم کے فقرے کہنے شروع کر دیئے۔ دوسرا نقطہ چل رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کال رسیو کی جا رہی ہے لیکن عمران جانتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے کال کا جواب نہ دیں گے۔ کیوں کہ ان کے ذہن میں بھی یہ خطہ ہو گا کہ کہیں اس طرح جواب دینے سے ان کے میڈ کواریٹر کی نشاندہی نہ ہو جائے۔ اسی لئے عمران نے جنرل فریکوئنسی کا لفظ استعمال کیا تھا کہ ان کی تسلی ہو جائے۔

جب اُسے یہ فقرہ دوہراتے تین چار منٹ ہو گئے تو اچانک ایک آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو۔“ آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں اور۔“

اور عمران بولنے والے کا بوجہ سنتے ہی سچو گیا کہ یہ کرنل چارلس کی آواز ہے۔

”میں چیف آف سیکرٹ سروس کیپٹن تمیزی بات کر رہا ہوں۔“

لڑا پ کا تعلق ایف۔ ڈی سے ہے تو پلیز بات کیجئے۔ ورنہ اپنا ٹرانسمیٹر بند کر دیجئے۔ پلیز۔ اور۔“ عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

ایف۔ ڈی کون ہے جس سے آپ بات کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”آپ ٹرانسمیٹر بند کر دیں۔ پلیز۔ یہ سرکاری راز ہے۔ اور اگر آپ ایف۔ ڈی کو نہیں جانتے تو پھر یقیناً آپ کا تعلق بھاشانہ سے نہیں ہے آپ بند کر دیجیے ٹرانسمیٹر پلیز اور ڈ۔ عمران نے اس بات پر سخت جواب دیا کہ ختم ہے میں کہا۔

”اور اگر ہم ٹرانسمیٹر بند نہ کریں تو پھر آپ کیا کریں گے اور دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران سمجھ گیا کہ کرنل چارلس یہ چپک کرنا چاہتا ہے کہ اُسے ٹریس تو نہیں کیا جاوے۔

”اگر یہ جنرل فریکوئنسی نہ ہوتی تو میں دیکھتا کہ آپ کس طرح بند نہیں کرتے۔ بہر حال پلیز میں درخواست کرتا ہوں آپ ٹرانسمیٹر بند کر دیں۔ ہم صرف ایف۔ ڈی سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سرکاری مسئلہ ہے پلیز اور ڈ۔ عمران نے لہجے کو بے بس بناتے ہوئے کہا۔ اب ٹیم کے باقی ممبر بھی سمجھ گئے تھے کہ عمران کیا حکم کر رہا ہے۔ اس لئے وہ بھی زیر لب مسکرا رہے تھے۔

”آپ ہمیں بتائیں کیا بات ہے۔ ہو سکتا ہے ہم آپ کا پیغام ایف۔ ڈی تک پہنچا دیں اور ڈ۔ اس بار کرنل چارلس کی آواز میں قدرے نرمی تھی۔

”سودی۔ اگر آپ بند نہیں کرتے تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ ہم بند کر دیں۔ کاش آپ معاملے کو سمجھیں یہ بھاشانہ کی قسمت کا معاملہ ہے اور ڈ۔ عمران نے پختہ بدلتے ہوئے کہا۔

”اچھا سنو۔ میں ایف۔ ڈی کا چیف کرنل چارلس بول رہا ہوں۔ بات کرو اور ڈ۔ اس بار کرنل چارلس کھل گیا۔

”اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ کرنل چارلس بات کر رہے ہیں اور ڈ۔ اب عمران نے اس پر شک کا اظہار کر دیا۔ وہ اُسے پوری طرح سیٹ کرنا چاہتا تھا۔

”اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم واقعی سیکرٹ سروس کے چیف ہو اور ڈ۔ دوسری طرف سے کرنل چارلس نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادھ ٹاں۔ ارے ٹھیک ہے میرے پاس آپ کے ٹیلی ویژن اور ریڈیو نشریے کا ٹیپ موجود ہے۔ چند لمحے ٹھہریے میں چیک کر لوں۔ پلیز اگر آپ واقعی کرنل چارلس ہیں تو پلیز ناراض نہ ہوں۔ یہ انتہائی اہم سرکاری مسئلہ ہے۔ اس لئے ایسا ضروری ہے۔ میں دو منٹ بعد دوبارہ جنرل فریکوئنسی پر کال کر دوں گا اور ریڈیو آل۔ عمران نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کرنے والا بٹن بند کر دیا۔ ”بڑا ہی مشکل کام تھا انہیں یقین دلانا کہ انہیں ٹریس نہیں کیا جاوے۔ اس لئے یہ ساری چکر بازی ضروری تھی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب ساتھیوں نے سر ہلادیا۔

”لیکن تم اس سے کیا بات کرنا چاہتے ہو۔ تنویر نے کہا۔

”میں اس سے درخواست کر دوں گا کہ وہ اپنی تنظیم کا نام بدل لے۔ ہلایہ کوئی طریقہ ہے کہ فیس آف ڈیٹھ بھی ایف۔ ڈی اور ہمارے ذریعہ کی تنظیم فاسٹ ڈیٹھ بھی ایف۔ ڈی۔ ایک پیام میں دو توالیں

اور ایف ڈی کو بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے یہ عمران کیوں کہہ رہا ہے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ سب عمران کی بے پناہ ذہانت پر ایمان لے آئے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں اچانک خیال آ گیا تھا کہ ایف ڈی سے لڑائی فاسٹ ڈیٹہ والوں نے لڑی ہے اور فاسٹ ڈیٹہ کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں جب کہ عمران سیکرٹ سروس کے چیف کے طور پر بات کر رہا تھا۔

”جو اس مدت کرو۔ تم ہمیں چکر دینا چاہتے ہو۔ ادھر تم بلیک کارڈ ہولڈر بھیج کر سمارٹ مقابلہ کرتے ہو ادھر کہتے ہو کہ ہم مطالبات تسلیم کرتے ہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب بھاشا نہ کو بہر صورت میں تباہ ہونا پڑے گا۔ اب تباہی بھاشا نہ کا مقدمہ بن چکی ہے اور کمرل چارلس نے غصے سے ڈاڑھتے ہوئے کہا۔

”بلیک کارڈ ہولڈر۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں کوئی بلیک کارڈ ہولڈر نہیں ہے۔ بلیک کارڈ آج تک کسی کو ایسوسی نہیں کیا گیا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہم نے خود چیک کیا ہے۔ تم بھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے فاسٹ ڈیٹہ کو بلیک کارڈ جاری کیے ہیں اور کمرل چارلس نے غصے سے کہا۔

”ادم۔ فاسٹ ڈیٹہ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کون سی فاسٹ ڈیٹہ۔ کیسی فاسٹ ڈیٹہ۔ پلے سیدھی بات کیجئے۔ خواہ مخواہ جکر نہ دیجئے۔ حکومت کا کسی فاسٹ ڈیٹہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کیسے رہ سکتی ہیں۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ اقتذیر اپنے احمقانہ سوال پر جھینپ گیا۔ جب کہ دوسرے بے اختیار ہنس پڑے۔

عمران نے دوبارہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ان سب کو خاموش ہونے کے لئے کہا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ میں چیف آف سیکرٹ سروس کیپٹن تمیزی بول رہا ہوں۔ جنرل فریکوئنسی پر اگر کرنل چارلس اسٹنڈ کر رہے ہوں تو پلیز اسٹنڈ کریں اور کمرل چارلس اسٹنڈ کر رہے ہوں۔

”یس۔ کرنل چارلس اسٹنڈ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سے کرنل چارلس کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے چیک کر لیا ہے۔ آپ واقعی ایف ڈی کے کمرل چارلس بات کر رہے ہیں۔ میں کرنل چارلس۔ میں حکومت کی طرف سے آپ سے بات کر رہا ہوں۔ حکومت نے آپ کے مطالبات تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حکومت آپ کی خوفناک دھمکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ پلیز رات کو ہونے والے دھماکے روک دیں۔ اور پاور ہاؤس بھی تباہ نہ کریں ورنہ بھاشا نہ مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا۔ ہم آپ کے تمام مطالبات تسلیم کرنے پر تیار ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کی بات براہ راست حکومت کے با اختیار نمائندوں سے کرائی جاسکتی ہے اور کمرل چارلس نے کہا۔ اور اس کے ساتھ عمران کی بات سن کر چونک پڑے کے نزدیک وہ توجہ نہ تھے کہ اب ایف ڈی آئل ڈپو والا دھماکہ نہ کر سکیں۔

کرنل چارلس نے جواب دیا اور عمران مسکرایا۔ وہ جس لئے یہ ساری جھگڑا بنی کر رہا تھا وہ مقصد یہ تھا کہ اس کا مقصد یہی تھا کہ کرنل چارلس کو مہلت ختم ہونے سے پہلے پادرواؤس اڑانے سے باز رکھا جاسکے۔

”شکریہ بے حد شکریہ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے باقاعدہ مذاکرات کر کے سرکاری اعلان کیا جائے کہ شرائط ہمارے ہی ہیں۔“

اور ڈ۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”کوئی شرائط نہیں مانی جائیں گی اور نہ ہی کوئی مذاکرات ہو سکتے ہیں پہلے ہمارے مطالبات سرکاری طور پر تسلیم کرو۔ ان کا اعلان کرو۔ اس کے بعد ہم غور کریں گے کہ کیا مذاکرات ہونے چاہئیں یا نہیں پہلے اپنے خلوص کا اظہار کرو اور ڈ۔ کرنل چارلس نے جواب دیا۔

”کیا آپ مہلت میں تھوڑا سا اضافہ نہیں کر سکتے صرف ایک ہفتے کا۔ آپ کے مطالبات تسلیم کرنے کے لئے ہمیں سیاسی طور پر بہت سے مراحل طے کرنے ہوں گے اور ڈ۔ عمران نے کہا۔

”نہیں۔ مہلت میں ایک لمحے کا بھی اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ جو کچھ بھی کرنا ہے اسی دوران کر لو۔ ابھی بھی تمہارے پاس بہت وقت ہے کل شام چار بجے تک کا وقت کم نہیں ہوتا اور ڈ۔“

کرنل چارلس نے کہا۔
”انچھامیں حکومت سے بات کرتا ہوں۔ بہر حال یہ بات طے سمجھیے

اور ڈ۔ عمران نے جواب دیا۔
”سفویٹن تمیزی۔ تم ہمارے مقابلے میں ابھی بچے ہو۔ تم ہمارے ساتھ جو چاہنا چاہتے ہو۔ ایسی چالیں ہم نے بہت دیکھی ہیں اس لئے اب کوئی بات نہیں ہو سکتی اور ڈ۔“

کرنل چارلس نے کہا۔
”پلیز آپ یقین کریں۔ میں سیکرٹ سرورس کا چیف ہوں مجھے حکومت کے براقدام کا علم ہے۔ فاسٹ ڈیٹھ نام کی کوئی تنظیم بھاشا نہ کی تنظیم نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو بلیک کارڈ آج تک جاری ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی اور نام معلوم تنظیم ہو کسی دور ملک کی۔ اور بلیک کارڈ انہوں نے اگر استعمال کئے ہیں تو وہ لازماً جعلی ہوں گے۔ اور سنیں اگر آپ نے پادرواؤس تباہ کر دیا تو پھر آپ سے آئندہ کوئی بات نہ ہو سکے گی۔ کسی طرح بھی۔ کیوں کہ پادرواؤس کی تباہی کے بعد بھاشا نہ کے پاس کچھ نہ بچے گا۔ پھر اس کا تباہ ہونا یا نہ ہونا ایک جیسا ہوگا۔ اس لئے پلیز میری بات سنیں اور ڈ۔“

عمران نے چھپی ہوئی دھمکی دیتے ہوئے کہا۔
”سنو۔ ٹھیک ہے ہم تمہاری بات پر اعتماد کرتے ہوئے رات دالادھماک ٹال دیتے ہیں۔ لیکن پادرواؤس کے لئے جو مہلت دی گئی ہے وہ قائم رہے گی۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو مہلت ختم ہونے سے پہلے ہمارے مطالبات تسلیم کرنے کا سرکاری طور پر اعلان کر دو اس کے سوا اور کوئی حل نہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو مہلت گزرتے ہی پادرواؤس اڑا دیا جائے گا۔ یہ مقدمہ جو چکا ہے اور ڈ۔“

کہ حکومت آپ کے مطالبات ملنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ ہم بھاشانہ کے پاور ہاؤس کی تباہی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے اور عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ہم مطالبات کا سرکاری طور پر اعلان سننے کے منتظر رہیں گے اگر ایسا نہ ہو تو پاور ہاؤس مہلت گزرتے ہی تباہ کر دیا جائے گا۔ اور سنو۔ آئندہ ہمیں کال نہ کیا جائے مطالبات تسلیم ہونے کے بعد ہم خود حکومت سے رابطہ قائم کر لیں گے اور اینڈ آل۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے تمام بٹن آف کر دیئے، اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ ریگ رہی تھی۔ وہ کرنل چارلس کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کہ وہ کل چار بجے تک پاور ہاؤس تباہ نہ کرے اور ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرنے کے لئے اتنی مہلت کافی تھی۔ وہ تو بس ان کے فوری انتقام سے بچنا چاہتا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ اور یہی بات اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی بتا دی۔

”وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اب ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کسے ہوگا؟“

جو لیلے کہا۔

”اس کے لئے ہمیں کوئی خاص پلاننگ کرنی ہوگی۔ ایسی پلاننگ جس سے ہم فوری طور پر اس آپریشنک مشین کو کوڑ کر سکیں۔ اور جہاں تک ہیڈ کوارٹر کا تعلق ہے مجھے اس کا محل وقوع معلوم ہے۔ لیکن اصل عمارت کا علم نہیں ہے پہلے ہمیں وہ عمارت ڈھونڈنی ہوگی۔“

عمران نے جواب دیا۔

”کس علاقے میں ہے یہ ہیڈ کوارٹر؟“ تنویر نے پوچھا۔
”یہ راج موتی نامی علاقے میں ہے۔ جہاں بھاشانہ کی سب سے بڑی کمزش مارکیٹیں ہیں۔ جہاں تک میرا آئیڈیا ہے یہ ہیڈ کوارٹر راج موتی کے شمالی حصے میں ہے۔ بہرحال میں اسے وہاں جا کر ڈھونڈھ لوں گا۔“ عمران نے کہا اور ایکٹو ٹھاس ہوا۔
”کیا مطلب۔ کیا تم اکیلے اسے ڈھونڈھنے جاؤ گے؟“

صفدر اور جولیانا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”تو اور کیا۔ میرا فاسٹ ڈیٹھ سے کیا تعلق۔ میں تو بلیک ڈیٹھ کا ممبر ہوں اور بلیک ڈیٹھ کا لیڈر جو انا ہے جو انا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی مزید بات کر تا وہ تیز قدم اٹھاتا بیردنی دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔ اور سب حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے جانا دیکھتے رہ گئے۔

کیپٹن تمیزی اپنے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر بھجلاہٹ اور اکناہٹ کے سے آثار نمایاں تھے۔ ابھی ابھی وزارت داخلہ کے انڈر سیکرٹری نے اسے جس انداز میں تھاپٹائی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کی بجائے کسی محکمہ کا چیپراسی بھی ہوتا تو اس طرح اس کی بے عزتی کبھی نہ کی جاتی۔ لیکن وہ کیا کرتا۔ موقع ہی ایسا آن پڑا تھا۔ اسے شہر سے دور طہری آئل ڈپو پر بلا گیا۔ تمام اعلیٰ حکام وہاں موجود تھے اور آئل ڈپو کے قریب ایک فارم میں لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ فارم سے تھوڑی دور درختوں کے درمیان بھی لاشیں موجود تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں زبردست اور خوف ناک جنگ ہوئی ہو۔ فارم کا ایک تہ خانہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ اور اس کے بلے میں سے بھی دو لاشیں اور ایک پچیدہ سی مٹین کے پرندے

بکھرے ہوئے ملے تھے۔ پولیس کمشنر اعلیٰ حکام کو تمام تفصیل بتا چکا تھا۔ کہ بلیک کار ڈیولڈر نے ایف۔ ڈی سے زبردست جنگ لڑ کر آئل ڈپو کو بجا یا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی شدید زخمی بھی ہوا تھا۔ اور پھر وزیر خارجہ کو جب اطلاع ملی کہ بلیک کار ڈیولڈر نے یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے تو انہوں نے اعلیٰ حکام کے زور دینے پر صرف اتنا بتایا تھا کہ حکومت نے اپنی مدد کے لئے ایک بریڈنی تنظیم کو بویا ہے۔ اس تنظیم کو بلیک کار ڈیولڈر جاری کئے گئے ہیں۔ پھر پولیس کمشنر کو حسیا کہ بلیک کار ڈیولڈر نے بتایا تھا کہ آئل ڈپو کے اندر بم نصب ہیں۔ آئل ڈپو کو ایسے فوجی ماہرین کی نگرانی میں کھلوا گیا جن کا تعلق بم ڈسٹرکٹ کے گروپ سے تھا اور جو بموں کے سلسلہ میں مخصوص ٹریننگ رکھتے تھے اور پھر آئل ڈپو کے اندر سے سات انتہائی خوفناک بم برآمد ہو گئے جو ایسی جگہوں پر نصب تھے کہ اگر ان میں سے ایک بھی پھٹ جاتا تو قیامت ٹوٹ پڑتی۔ اور اب فارم میں موجود مشینوں کے متعلق بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ تمیزی ان بموں کی آپرٹنگ مشینری تھی۔ اگر اسے بروقت تباہ نہ کر دیا جاتا تو پھر اس قیامت خیز تباہی کو کوئی نہ روک سکتا تھا۔ وزارت داخلہ کے انڈر سیکرٹری نے یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے کیپٹن تمیزی کو سب کے سامنے اس بری طرح بھڑا دیا تھا اور اس قدر سخت ست کہا تھا کہ کیپٹن تمیزی کا جی پا رہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی اور وہ زندہ دفن ہو جاتا۔ اور واقعی یہ اس کے لئے انتہائی شرم ناک مقام تھا۔ کہ بھاشانہ کی سیکرٹ سروس کا چیف وہ ہے حکومت سے تنخواہیں وہ

نے رہے ہیں اور کام دوسرے کر رہے ہیں۔ اگر یہ بلیک کارڈ ہولڈر کام نہ کرتے تو کیپٹن تیززی کے تو فرشتوں کو بھی اس ماری کا سروائی کا علم نہ ہوتا اور نتیجہ یہ خوف ناک تباہی بمقدور ہو چکی ہوتی۔

دوبارے دفتر پہنچنے کے بعد کیپٹن تیززی کی طبیعت سخت خراب ہو رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آفر دوسروں کو وہ کیوں کہاں سے مل جاتے ہیں جو اُسے نظر نہیں آتے۔ ایک لاش اس نے حکومت کے خولے کی تھی۔ اور اس کی قاصی داہ داہ ہوئی تھی۔ مہجنا دہا کی یہ لاش بھی اس کا اپنا کرڈٹ نہ تھا یہ بھی کسی نامعلوم پرنس کی طرف سے تھی۔ اس کے بعد خاموشی تھی۔ ناوہ بھی غائب ہو چکا تھا۔ اور کیپٹن تیززی اب تک اُسے ہی تلاش کرتا رہا تھا۔ لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چل سکے تھا۔ اور پھر یہ واقعہ پیش آگیا تھا۔ اب وہ اپنے دفتر میں بیٹھا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا تھا کہ کرنل شریف کے قاتلوں کا بھی کوئی پتہ نہ چل سکا تھا اور نہ کسی نے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی تھی بس یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ وہ الیف۔ ڈی کے کسی خاص کیو پتک پہنچ گیا تھا اس لئے الیف۔ ڈی نے اُسے اغوا کر کے قتل کر دیا لیکن کیپٹن تیززی ذاتی طور پر جانتا تھا کہ کرنل شریف کے پاس ایسا کوئی کیو نہ تھا۔ وہ خود اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ قتل ہو گیا تھا۔ کیپٹن تیززی نے بھی جان بوجھ کر اس کے قتل کو الیف۔ ڈی کے کھاتے میں ہی پڑا رہنے دیا تھا۔ کیوں کہ اگر وہ اس بات سے اختلاف کرتا تو پھر اُسے قاتل بھی تلاش کرنے پڑتے چنانچہ اُس نے اس معاملے میں خاموشی ہی بہتر سمجھی لیکن اب وہ گیا

کرتا کہاں جاتا۔ مجرم تو اس طرح غائب تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ پاور ٹاؤس کو وہ پہلے ہی چپک کر چکا تھا لیکن پاور ٹاؤس تو انسانوں کا ایک جنگلی تھا وہ کہاں سے ان میں مجرموں کو ڈھونڈتا اور ویسے بھی وہ طبری سیکورٹی کے تحت دے دیا گیا تھا اس لئے کیپٹن تیززی کا سرکارسی طور پر اس سے کوئی تعلق باقی نہ رہا تھا۔

ابھی وہ بیٹھا یہ سب باتیں سوچ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ اچانک دفتر کی چپ اٹھا کر ایک نوجوان تیززی سے اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹیپ ریکارڈر منہ چڑھتی اور آنکھوں میں بے پناہ چپک تھی یہ ہیڈ کوآرڈر انسپریکشن کا اپنا راج علی رضا تھا۔ اس کا چول کر براہ راست کیپٹن تیززی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے اُسے یوں اچانک اندر آنا دیکھ کر وہ پہلے تو چونک پڑا۔ پھر اس کے جھنجھلائے ہوئے چہرے پر غصے کے آثار پھیلنے لگے۔

”سر۔۔۔ آپ کے لئے ایک انتہائی حیرت انگیز خبر ہے“

علی رضے نے قریب آتے ہی تیز لہجے میں کہا۔

”تمہیں تیز ہے چیف کے دفتر میں آئے کی۔۔۔ یوفول۔ یہ کپڑے کی دکان ہے کہ جس کا جی چاٹا اندر گھستا آیا“

کیپٹن تیززی پھٹ پڑا۔ وہ اپنا سا رافعہ اُسی پر نکالنا چاہتا تھا۔

سودی سر۔۔۔ ویری سودی سر۔۔۔ خبر ہی ایسی ہے سر۔

کہ مجھے ان آداب کا خیال نہیں رہا۔ آپ کی کال ٹرانسمیٹر پر نشر ہوئی ہے سر۔۔۔ علی رضے نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں

رہ گیا تھا۔ ہو ہوا اسی کی آواز اسی کا جہ۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس نے ایسی کوئی کال نہیں کی پھر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
 ”یہ کال کس وقت ہوئی ہے۔“ کیپٹن تمیزی نے پوچھا۔
 ”ابھی دس منٹ پہلے جناب۔“ علی رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دوسری طرف سے کال کا جواب سن کر اور بھی زیادہ غمی طرح چونک پڑا۔ لیکن وہ بات جیت سن رہا۔ وہ بار بار چونک بڑتا۔ عجیب و غریب چکر تھا۔ اسے کوئی سرسری نظر آ رہا تھا۔ بلیک کارڈ کا بھی ذکر آیا تھا۔ لیکن کال کرنے والا شخص ان کے وجود سے یکسر کمر گیا تھا۔ جب کافی دیر بعد گفتگو ختم ہوئی تو علی رضا نے ٹیپ ریکارڈ کا بٹن آف کر دیا۔

”اوہ۔۔۔ یہ سب کچھ انتہائی حیرت انگیز بھی ہے اور خطرناک بھی۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کال کہاں سے کی جا رہی تھی اور کہاں سے جا رہی تھی؟“ کیپٹن تمیزی نے ہونٹ پیچھتے ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔ جیسا کہ آپ نے سنا ہے کہ کال جنرل فریکوئنسی پر کی جا رہی تھی اس لئے ظاہر ہے اس بات کا تو پتہ نہیں چلا یا جاسکتا کہ کال کہاں کی جا رہی ہے۔ البتہ میں نے اس بات کا پتہ چلا لیا ہے۔ کہ یہ کال کہاں سے کی جا رہی ہے۔“ علی رضا نے جواب دیا۔
 ”اے پتہ چلا لیا ہے۔ کمال ہے۔ اور اب تک خاموش بیٹھے ہو جلدی بتاؤ۔“ کیپٹن تمیزی بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

جواب دیا۔
 ”میری کال ٹرانسمیٹر پر۔ کیا مطلب؟“ کیپٹن تمیزی علی رضا کی یہ بات سن کر سارے غصہ بھول گیا۔ کیوں کہ اس نے تو ٹرانسمیٹر پر کوئی کال نہ کی تھی۔

”سر۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ دفتر میں موجود ہیں اور کال نہیں کر رہے اس لئے تو میں چونکا تھا۔ اور پھر میں نے وہ کال ٹیپ کر لی۔ دہی کال میں آپ کو سنوانے آیا ہوں۔“ علی رضا نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تم انتہائی حیرت انگیز خبر لے کر آئے ہو۔ میری کال بہر حال بیٹھو جلدی سنواؤ۔“ کیپٹن تمیزی اپنی کال کا سنتے ہی سب غصہ وغیرہ بھول گیا تھا۔

”شکر ہے سر۔۔۔ علی رضا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ میں کچڑا سوا ٹیپ ریکارڈنگ پر رکھا اور اس کا بٹن دبایا۔ چند لمحے گزر کر اس کی آواز سنائی دیتی رہی پھر اچانک کیپٹن تمیزی کی آواز گونج اٹھی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سر دس کیپٹن تمیزی آن دی لائن۔ ہیلو ہم جنرل فریکوئنسی پر الیف۔ ڈی کے ہینڈ کو آرڈر کو کال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر الیف۔ ڈی کا کوئی آدمی کال کچ کر دیا ہو تو پلین جواب دے۔ ہم ان سے ان کے فائدے کی بات کرنا چاہتے ہیں اور یہی فقرہ بار بار دہرایا جا رہا تھا اور کیپٹن تمیزی کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹی جا رہی تھیں۔ اس کا ذہن یک لمحہ تاؤں سا ہو کر

۱۰۸
پر بیٹھے بیٹھے یوں سر ملانے لگا جیسے کسی قوالی میں اُسے حال آگیا۔ اس کی کار کے پیچھے ایک سرکاری دیکھن موجود تھی۔ جس میں سکرٹ سروس
اور اس نے سر مارنا شروع کر دیا ہو۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی کہ پانچ مسلح میزمرز موجود تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جعفری بیٹھا ہوا تھا۔
وہ پرنس یقیناً بلیک کار ڈیوڈ ہارڈز کا سربراہ تھا اور چوں کہ وہ پرنس کیساتھ داجہ تھا باقی تین میزمرز کچھلی سیٹوں پر تھے۔
کار پہنچنے والا نہ تھا۔ اس لئے اس نے یقیناً نادر کی مدد حاصل کی تھی۔
ادری بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت وہ انجانے میں اس سے ٹکرا گیا ہو۔
اور اس نے اس کی گفتگو سن لی ہو۔ اب اُسے یہ کیسے معلوم ہوا۔
راشد نے یہ تمام کراہ کر اور دیکھ کر ہنسنے دو اور گھر آج سے

[illegible]

لیکن ان کی نگرانی کی جاسکتی ہے۔ اور پھر ان کے پیچھے چل کر ان کے بارے میں کوئی اہم کلیہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ خیال آ رہا تھا کہ آخر انہوں نے اس طرح ایف۔ ڈی کو کال کیوں کیا تھا۔ اور خاص طور پر کیپٹن تمیزی کا نام لینے اور یاد پاورس کو نہ ہونے کی بات کرنے سے آخر ان کا مقصد کیا ہوگا۔ وہ کھڑاسو چٹا ہار کا اسٹینٹ راشد تھا۔

”سب تیار ہیں۔“ راشد نے اندر داخل ہوا۔
 ”کیپٹن تیز می نے ایک جگہ پر آیا۔“ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ پاور ہاؤس میں بم نصب
 ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا و فرسے باہر آگیا۔
 ”جس کی آپرٹنگ مشین لازماً ایف۔ ڈی کے پاس ہو

راشد نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھ ہی لیا۔

”نہیں۔۔۔ وہ ذہین لوگوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ ایسے لوگوں کا ہیڈ کوارٹر جو ہم سے کہیں زیادہ ذہین ہیں۔“ کیپٹن تمیزی نے مکے کرتے ہوئے جواب دیا۔ پھر راشد حیرت سے کیپٹن تمیزی کو دیکھنے لگا۔ کیوں کہ وہ کیپٹن تمیزی کی عادت کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنے سامنے کسی کی تعریف ہوتے برداشت نہیں کر سکتا اور کجااب خود اپنے منہ سے دوسروں کی تعریف کر دیتا تھا۔ یہ واقعی انہونی بات تھی۔

”آپ کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں باس؟“ راشد نے حیرت

بھرے لہجے میں پوچھا۔
”میں کچھ لوگ۔“ کیپٹن تمیزی نے گول مول سا جواب دیا۔ اور راشد خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ کیپٹن تمیزی کے جواب سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ بتانا نہیں چاہتا۔

دونوں کا ریس ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہوئیں تھوڑی دیر بعد باکا نگر پہنچ گئیں اور پھر کیپٹن تمیزی کے کہنے پر راشد نے کار ایک چوک سے ذرا آگے کر کے ایک سائیڈ میں روک دی۔ یہاں ایک سیٹا گھر تھا۔ اس لئے پہلے ہی دباں کافی کایں پارک تھیں۔ وہ دیکھو۔۔۔ سامنے جو قلعہ نما کوٹھی نظر آ رہی ہے۔ ہم نے اس کی نگرانی کرتی ہے۔“ کیپٹن تمیزی نے سیٹا سے ذرا بیٹ کر مخافت سمیت میں ایک پرانی قلعہ نما کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
”صرف نگرانی باس۔“ راشد نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

گی۔ ایف۔ ڈی کو آئل ڈپو پر سخت ہزیمیت اٹھانی پڑی تھی۔ اس لئے شاید پرنس کو خطرہ ہو گا کہ کہیں انتقاماً ایف۔ ڈی والے اس بم کو زندہ آپریٹ کر دیں۔ چنانچہ اس نے اس طرح انہیں لاپرواہ کیا کہ حکومت ان کے مطالبات تسلیم کر رہی ہے۔ ان سے کچھ وقفے لیا ہے۔ اور اب اس کا دل بُری طرح میل رہا تھا کہ دیکھی طرح اس پرنس سے ملاقات کرے جس نے واقعی بے پناہ ذہانت سے کام لیا تھا۔ چنانچہ اب اس نے اُسی لمحے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ علیحدہ رہ کر کام کرنے کے ان سے مل کر کام کرے گا۔

اُسی لمحے دو پرائیویٹ گاڑیں اُسی راہداری سے برآمد ہوئیں جبکہ پہلی کار اور شیش دیگن کی کئی اور وہ دونوں کایں کیپٹن تمیزی کے سامنے آکر رک گئیں۔ پہلی کار کے سیٹرنگ پر راشد تھا۔ پچھلی سیٹ پر واجد بھی بیٹھا ہوا تھا۔ کیپٹن تمیزی نے جلدی سے سائیڈ کا دروازہ کھولا اور اچھل کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”کہاں چلنا ہے باس۔“ راشد نے غور سے کیپٹن تمیزی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جس پر اب گھرے اطمینان سے جھلکیاں نمایاں تھیں۔ جب کہ پہلے اس کے چہرے پر عجیب سی بے چینی تھی۔ اور وہ حیران تھا کہ کایں بدلنے کی دیریں کیپٹن تمیزی کی کابالیٹ کیوں ہو گئی ہے۔

”باکا نگر چلو۔“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔ اور راشد نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ دوسری کار بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔
”باس۔ کیا باکا نگر میں ایف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر ہے؟“

کہا۔ اب کوٹھی کے اندر سے نیگلوں سادھواں بلند ہوتا دکھائی دے رہا تھا اور کیپٹن تیزی سے سمجھ گیا کہ بے ہوش کر دینے والی گیس کے ہمہ تنے۔ اور اس کا خیال درست ثابت ہوا چند لمحوں بعد ان میں سے ایک آدمی پھاٹک کے اوپر چڑھتا ہوا اندر کود گیا۔ اور پھر پھاٹک کھل گیا اور کایرس شارٹ ہو کر اندر چلی گئیں تھوڑی دیر تک اندر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور اس کے بعد پھاٹک جو اندر سے بند کر لیا گیا تھا دوبارہ کھلا اور کایرس تیز رفتار سی سے باہر نکل کر دائیں طرف کو مڑتی چلی گئیں۔

”چلو راشدا ان کا تعاقب کرو۔ لیکن انتہائی احتیاط سے۔ انہیں شک نہ ہو سکے۔“ کیپٹن تیزی نے جج کو کہا اور وہ اس کے ساتھی تیزی سے کادوں میں بیٹھے۔ اور چند لمحوں بعد دونوں کایرس ان کادوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئیں۔ وہ بڑی احتیاط سے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

”باس۔ اگر یہ ایف ڈی والے ہیں تو کوٹھی کے اندر کون تھے۔“ راشدا نے کہا۔

”یہ ایک بیرونی تنظیم ہے جسے بھاشا نے حکومت نے خفیہ طور پر اپنی امداد کے لئے طلب کیا تھا۔“ کیپٹن تیزی نے جواب دیا۔ اور راشدا اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

ایف ڈی کی کایرس مختلف سطحوں پر مڑنے کے بعد ایک دہائشی کالونی میں داخل ہوئیں اور پھر وہ ایک کوٹھی کے گیٹ پر رک گئیں۔ کوٹھی کے گیٹ پر بڑا سالا لا نظر آ رہا تھا۔ اور سائیڈ میں

”ہاں۔ فی الحال نگراں ہی کرنی ہے۔“ کیپٹن تیزی نے جواب دیا۔ اور پھر وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی راشدا اور جعفری بھی باہر آ گئے۔ اور ان کو دیکھ کر پھلی کایرس موجود سیکرٹ سروس کے ممبر بھی کادوں سے باہر آ گئے۔ ابھی کیپٹن تیزی انہیں کوٹھی کے گرد پھیل جانے کی ہدایات دیتے ہی دالہ تھا کہ اچانک اس نے اس کوٹھی کے سامنے چار بڑی بڑی کادوں کو رکھتے ہوئے دیکھا۔ کایرس کہتے ہی ان میں سے آدمی باہر نکلے اور پھر ان میں سے کسی تیزی سے سائیڈ کی جگہوں میں دوڑتے چلے گئے۔ یہ غیر ملکی تھے اور ان کے کوٹوں کے اندر مخصوص ابھار بتا رہے تھے کہ وہ مسلح بھی ہیں۔

”یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ اوہ یقیناً یہ ایف ڈی کے ارکان ہوں گے۔“ کیپٹن تیزی نے کہا۔ اسی لمحے اس نے پھاٹک کے سامنے موجود چار افراد کے ہاتھ فضا میں اٹھتے ہوئے دیکھے۔ اور دوسرے لمحے ان کے ہاتھوں سے ہمہ ناکئی چیزیں نکل کر اڑتی ہیں کوٹھی کے اندر جا گئیں اس نے سائیڈ ٹگلیوں سے بھی ایسی ہی چیزوں کو اڑا کر اندر جلتے ہوئے دیکھا۔ وہ حیرت سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

”باس۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کون لوگ ہیں یہ۔“ راشدا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”دیکھتے جاؤ۔ میرا خیال ہے یہ ایف ڈی والے ہیں مہیں قدرت نے ایک چانس بخش دیا ہے۔“ کیپٹن تیزی نے

ایک چھوٹا سا بورڈ بھی موجود تھا جس پر کرائے کے لئے خالی ہے کے الفاظ واضح طور پر نظر آرہے تھے۔ کار میں سے اترنے والے نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر وہ تالا کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ تالا کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے دھکیل کر پھاٹک کھول دیا۔ اور خود تیزی سے واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی کار تیزی سے اندر داخل ہوئی اور اس کے پیچھے باقی کاریں بھی اندر چلی گئیں۔ اور پھر کسی نے ایک کار سے اتر کر پھاٹک بند کر دیا۔ کرائے کے لئے خالی ہے کا بورڈ اب بھی موجود تھا۔

بہت سی کوشش نہ ہونے دینے کے لئے اچھی ترکیب نکالی ہے۔ کیپٹن تمیزی نے کار سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی باہر گئے۔
”کیوں نہ ہم پھینک کر پوری کوشش ہی اٹا دی جائے“
راشد نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ اندر جا لے مہم درموجود ہیں اور دوسری بات اندر ایک ایسی مشین موجود ہے جس کا صرف ایک بٹن دبا کر یا دروازے اٹایا جاسکتا ہے اس لئے ایسا نہ ہو کہ ہمیں دھمکے ہوتے ہی وہ انتقامی کارروائی کے طور پر پادرمائوس ہی اڑا دیں۔“ کیپٹن تمیزی نے کہا۔

”تو بام کیوں نہ وہی حربہ ہم بھی استعمال کریں جو انہوں نے کیا ہے۔ کاروں میں بے ہوش کر دینے والی گیس کے ہم موجود

ہیں۔۔۔ راشد نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا دیری گڈ۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ نکالو ہم“

کیپٹن تمیزی اس خوش خبری پر بے اختیار اچھل پڑا۔ اور راشد نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ اور چند لمحوں میں انہوں نے کاروں کے اندر سیٹوں کے نیچے موجود باکسز میں سے بے ہوشی کی گیس والے مخصوص بم نکال لئے۔

کوشش کے گرد پھیل جا ڈا اور بیک وقت تمام بم اندر اچھال دو۔ میں گھٹ پر ہی رہوں گا۔ کیپٹن تمیزی نے کہا اور وہ سڑک کر اس کر کے اس کوشش کی سائیڈنگ میں ایک ایک کر کے گھستے چلے گئے۔ کیپٹن تمیزی اور راشد پھاٹک کی طرف بڑھے۔ اور چند ہی لمحوں بعد بے ہوش کر دینے والی گیس کے بم کوشش کے اندر اچھال دیئے گئے اور نیلے رنگ کی گیس کے بھبھکے سے اندر اٹھتے گئے۔ وہ کافی دیر تک اس کا رد عمل دیکھتے رہے۔ لیکن اندر خاموشی ہی طاری رہی۔

”چلو راشد۔۔۔ اب گیس نکل گئی ہوگی۔ اب اندر چلیں“

کیپٹن تمیزی نے کہا اور اس نے آگے بڑھ کر پھاٹک کو ذرا سا دھکیلا تو پھاٹک کھلتا چلا گیا۔

”ارے وہ کاریں کہاں گئیں۔“ راشد اور کیپٹن تمیزی نے بیک وقت چیختے ہوئے کہا۔ کیوں کہ سامنے پورچ میں کوئی کار بھی نظر نہ آ رہی تھی۔

”اوہ۔۔۔ دھوکہ ہوا وہ لوگ ہمیں ڈاج دے کر کسی نفیہ راستے

ان سب کے سروں پر جیسے ہم پھٹ پڑے۔ اور وہ سب وہیں دیوار کے ساتھ ہی فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ ایک ایک ضرب اور لٹکانی گئی۔ اودان سب کے ہاتھ پیر سیدھے ہو گئے۔

_____ جا کر ان کی کایں اندر لے آؤ اور انہیں ان کی کاروں میں ہی ڈال دو۔ یہ انہی کے ساتھی معلوم ہو رہے ہیں۔ اُسی انچارج نے کہا۔ اور پھر اس کے دو ساتھی دوڑتے ہوئے کوٹھی سے باہر نکلے گئے۔ جب کہ باقیوں نے انہیں کاندھوں پر اٹھا کر باہر پورچ میں لایھینکا اور پھر پھٹی سمت سے ان کی کایں بھی سامنے کے رخ پر آگئیں۔ چند لمحوں بعد کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھیوں کی کایں بھی اندر آگئیں۔ اور پھر ان سب کو کاروں کے اندر ٹھونس دیا گیا۔ سڑنک پر دو آدمی بیٹھ گئے۔ اور اس بار کوٹھی سے چار کاروں کی بجائے چھ کاروں کا قافلہ برآمد ہوا اور تیزی سے ایک طرف بڑھ گیا۔

سے نکل گئے ہیں۔ انہیں تعاقب کا پتہ چل گیا ہو گا۔ کیپٹن تیزی نے تیز بھجے میں کہا۔ اور اندر کی طرف دوڑ پڑا۔ راشد اس کے پیچھے تھا۔ اور اب سائیکل میں موجود سیکرٹ سروں کے ممبر بھی فرنٹ پر پہنچ چکے تھے۔ وہ بھی انہیں اس طرح دوڑ کر اندر چلے دیکھ کر ان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اندر گیس کی ہلکی ہلکی موجود تھی۔ لیکن اس قدر تیز نہ تھی کہ ان پر کچھ اثر کرے نہ وہ سب اکٹھے ہی پورچ میں پہنچے اور پھر بے دھڑک کوٹھی کے اندر گھستے گئے۔ راجا داری میں سے گزر کر جیسے ہی وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ اچانک جیسے دیواروں نے آدمی اگل دیئے ہوں۔ سٹین گنوں سے مسلح دس افراد نے مال نما کمرے کے مختلف دروازوں سے نکل کر انہیں گھیر لیا۔

”ہاتھ اٹھاؤ ورنہ۔۔۔ ایک آدمی نے چیخ کر کہا اور کیپٹن تیزی نے سب سے پہلے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن نیچے پھینک کر ہاتھ اٹھائے۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی سچویشن ہی ایسی بن چکی تھی کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔

”اس دیوار کی طرف چلو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ ہم فی الحال تو تمہارے ہاتھ باندھیں گے۔ لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو ایک لمحے میں چھلنی کر دیئے جاؤ گے۔“

پہلے آدمی نے چیخ کر کہا اور کیپٹن تیزی نے اور اس کے ساتھیوں نے جلدی سے دیوار کی طرف جا کر ادھر منہ کر لئے۔ انہوں نے خود ہی اپنے دونوں ہاتھ پشت کی طرف کر لئے تھے۔ لیکن چند لمحوں بعد

”پرنس نے کہا ہے کہ حوالے کے لئے ڈاکٹر کے پیغام کے الفاظ
کہہ دیں۔ میرا تعلق نادر سے ہے۔ نوجوان نے مطمئن ہوجا
میں کہا۔ اور ڈاکٹر اور نادر کے حوالے کے بعد ان کی آنکھوں میں
ابھرنے والی شکوک و شبہات کی پڑچھائیاں دور ہو گئیں۔

”کیا پیغام ہے؟“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”پرنس نے ڈاکٹر کے ذریعے آپ کو یہ پیغام دیا تھا کہ آپ ہوٹل
لالہ زار کی لابی میں رگ کران کا انتظار کریں۔ لیکن اب انہوں نے
پیغام بھیجا ہے کہ آپ میرے ساتھ ایک خفیہ ٹھکانے پر پہنچ جائیں۔
پرنس خود یہاں موجود کچھ لوگوں کی وجہ سے سامنے نہ آنا چاہتے
تھے۔“ نوجوان نے جواب دیا۔

”خفیہ ٹھکانہ کہاں؟“ ٹائیگر نے ہی چونک کر پوچھا جو زن
ادبوانا پرستور خاموش بیٹھ گئے۔

”میں آپ کو دو ٹاپ پہنچا دوں گا۔ میں کارلے آیا ہوں۔“
نوجوان نے سیدھے بچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ اچھا چلو۔“ ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ نادر
اور ڈاکٹر کے حوالے کے بعد اب شک و شبہ والی کوئی بات نہ رہ
گئی تھی۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ نادر کے ذریعے عمران نے کوئی اور خفیہ
ٹھکانہ حاصل کر لیا ہوگا۔

”آئیے۔“ نوجوان نے شرتے ہوئے کہا۔ اور وہ تینوں اٹھ کر
اس کے پیچھے چل دیئے۔ بل وہ پہلے ہی ادا کر چکے تھے۔ اس لئے
بل کے لئے رکنے کی ضرورت نہ تھی۔

ٹائیگر۔ جو زن اور جوانا ڈاکٹر رحمت اللہ کے
ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی سیدھے ہوٹل لالہ زار پہنچے۔ انہیں
ڈاکٹر رحمت اللہ نے پرنس کا پیغام دے دیا تھا کہ وہ ہوٹل لالہ زار
کی لابی میں اس کا انتظار کریں۔ چنانچہ اس وقت وہ اس عظیم الشان
ہوٹل کی لابی میں موجود تھے۔ لابی میں اکثر میزیں خالی پڑی ہوئی
تھیں۔ وہ تینوں ایک ہی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک
مقامی نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے پاس پہنچا۔ اور وہ تینوں اُسے
یوں اپنی میز کے قریب رکھتے دیکھ کر چونک پڑے۔

”آپ کے لئے پرنس کا ایک پیغام ہے۔“ نوجوان نے
ان کے قریب پہنچ کر صاف ہلچل میں کہا۔
”پرنس نے کون پرنس؟“ ٹائیگر نے جان بوجھ کر حیرت
کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

بار بار لنگ میں سفید رنگ کی ٹیوٹا موجود تھی۔ نوجوان نے دروازے کھول کر انہیں اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کی سیٹ سمجھا لی۔ اور چند لمحوں بعد ٹیوٹا کا تیزی سے آگے بڑھی اور میں دھڑپ کر اس کی رفتار خاصی تیز ہو گئی۔

”مہارانا ٹی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے پوچھ لیا۔ مجھے اکرم کہتے ہیں۔“ نوجوان نے مختصر سا جواب دیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کم گو قسم کا آدمی ہے۔ اور زیادہ بات چیت پسند نہیں کرتا اس لئے ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

کار مختلف سطحوں سے گزرنے کے بعد ڈی شان کا فونی میں داخل ہوئی اور پھر بائی روڈ پر گزرنے کے بعد وہ ایک کھٹی کے پھاٹک پر رک گئی۔ اکرم نے مخصوص انداز میں تین بار بلان بجایا تو پھاٹک خود بخود کھلتا گیا۔ اور اکرم کا راند لے گیا۔ پورچ اور برآمدہ خالی پڑا ہوا تھا۔ اکرم نے پورچ میں کار روکی اور نیچے اتر آیا۔

”آئیے۔۔۔۔۔ پرنس اندر موجود ہیں۔ میں نے آپ کو ان تک پہنچا کر واپس بھی جاملے۔“ اکرم نے کہا اور ٹائیگر جو زوت اور جانا کار سے نیچے اتر آئے۔ اور پھر اکرم کے پیچھے چلتے ہوئے وہ ایک راہ داری میں سے گزر کر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ اکرم نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

”یس۔ کم ان۔۔۔۔۔ اندر سے عمران کی آواز ابھری۔ اور ٹائیگر جو زوت اور جانا تینوں کے چہروں پر مزید اطمینان پھیل گیا۔

”تشریف لے جائیے۔۔۔۔۔ اکرم نے دروازے کو دھکیل کر کھولا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔ وہ تینوں اندر داخل ہوئے یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس کے ایک کونے میں میز اور کرسی پر کوئی موجود تھا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود ان کے پیچھے بند ہو گیا۔ اُسی لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی کمرے کے آدھے حصے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ اور پھر سرسرد کی تیز آوازیں کے ساتھ ہی ان کے عقب میں موجود دروازے پر فولاد می شیٹ چڑھ گئی۔ وہ اس عجیب و غریب انتظام پر ابھی حیرت سے چونکے ہی تھے کہ ایک لمخت باقی ادھو رے حصے میں بھی تیز روشنی پھیل گئی اور دوسرے لمحے وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کرسی پر ایک لمبا تڑنگا اجنبی بیٹھا ہوا تھا اور کمرے کے درمیان سے ایک شیشے کی دیوار فرش سے پھٹ ٹک چلی گئی تھی اس طرح کمرہ اس شیشے کی دیوار کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ دوسری طرف میز کرسی اور لمبا تڑنگا اجنبی تھا۔ جب کہ اس طرف وہ تینوں تھے۔ دروازہ بھی بلاک ہو چکا تھا۔ اُس لمحے دوسرے حصے میں ایک دروازہ کھلا اور وہی نوجوان اکرم جو انہیں لے کر آیا تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کے آثار نمایاں تھے۔

”گٹھارن۔۔۔۔۔ تم نے واقعی انتہائی ذہانت سے کام لیا ہے۔ کمرے میں اس لمحے تڑنگے آدمی کی آواز گونجی۔

”باس۔۔۔۔۔ آپ نے حوالے ہی ایسے دیئے تھے کہ بیڑے کے بچوں کی طرح سر جھکانے چلے آئے۔“ اکرم نے جواب دیا۔ اور اب اس کا اوجہ بھی بدل گیا تھا۔ اور پھر اس نے گردن کے پاس سے

مسکرا کر کہا جیسے وہ انہی کی تلاش میں یہاں تک آیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے گھوما اور اس نے اپنی پشت ٹائیگر کی طرف کر دی۔ اس کے دونوں ہاتھ ناکوں کی دسی سے بندھے ہوئے تھے۔ ٹائیگر نے بڑی تیزی سے اس کے ہاتھوں کی گانٹھ کھولنی شروع کر دی اور چند ہی لمحوں میں عمران کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ گانٹھ مخصوص تکنیک سے باندھی گئی تھی اس لئے آسانی سے کھل گئی۔

”اٹھا۔ کمرل ہمیرخ موجود ہیں۔ واہ۔“ عمران نے شیشے کی دوسری طرف موجود اس بلے توڑ گئے آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے چہک کر کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے بڑی مدت کے بعد وہ اپنے بچھڑے ہوئے عزیز سے ملا ہو۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کمرل ہمیرخ اس کی بات کا جواب دیتا دوسرے حصے میں ایک دروازہ کھلا اور ایک اور غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

”آؤ میجر میرس۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی اس شیطان کو لے آئے ہیں۔“ کمرل ہمیرخ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ یہ جیسے ہی ہوٹل لالہ زار پہنچا۔ میں نے ایک بیرے کی مدد سے اُسے مخصوص کمرے میں پہنچنے کا پیغام دیا خواہ نادری تھا۔ یہ خاموشی سے اس کمرے میں آگیا۔ اور باس حیرت انگیز بات یہ کہ اس نے دباں کسی قسم کی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ میں اور فینو کی شین انگوں کے سائے میں اس نے بڑے اطمینان سے اپنے ہاتھ بندھوا لئے اور پھر بڑی شرافت سے چل کر کار میں بیٹھ گیا اور اب یہاں موجود ہے۔“ میجر میرس نے

چنگی سی بھری اور دوسرے لمحے اس کی گردن چمکے اور سر سے ایک باریک سی جھلی اترتی چلی گئی۔ اب وہ قومیت کے لحاظ سے اسی غیر ملکی کا ساتھی لگا رہا تھا۔ اس نے ہاتھوں پر سے بھی اس طرح جھیلیاں اتار کر ایک طرف پھینک دی تھیں۔

”اب ان کا کیا کرنا ہے باس؟“ لارسن نے کہا۔

”انتظار کرو۔ ان کا سر براہ بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ میجر میرس اُسے لے کر آئے گا۔ اس کے بعد ان سب کا اٹھا ہی تماشا ہو گا۔“ باس نے زہر خند لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر۔ جوزف اور جوانا تینوں سمجھ گئے کہ انہیں ٹریپ کیا گیا ہے۔ اور واقعی حوالے ایسے تھے کہ انہیں معمولی سا شبہ بھی نہ ہو سکتا تھا اور سربراہ کا تو یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کی بات کر رہے ہیں۔ اور پھر واقعی دس منٹ بعد اچانک ان کے حصے کی ایک دیوار میں کھٹکے سے ایک دروازہ کھل گیا اور دوسرے لمحے عمران یوں لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا جیسے کسی نے اُسے اندر دھکیل دیا ہو۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ عمران کے اندر آتے ہی اس کے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اب دباں پہلے کی طرح سیاٹ دیوار بھی۔

”یار۔ تم لوگ خواہ مخواہ یہاں دوڑتے آئے۔ میں نے سوچا تھا لالہ زار ہوٹل میں بیٹھ کر ذرا عیاشی کریں گے۔ سنا ہے دباں ہر قسم کی شراب پیتی ہے۔ اب دیکھو تمہاری خاطر مجھے بھی وہ عیش مالی جگہ چھوڑ کر یہاں آنا پڑا۔“ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی یوں

جب ہمیں ہسپتال سے معلوم ہوا کہ تم وہاں سے چل چکے ہو تو اب ہمیں تلاش کرنے کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ ہم ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کریں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ میں اور میجر ہیرس کیفے گھستان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک سب مجھے خیال آیا کہ میں ایف۔ ڈی کے چیف کرنل چارلس سے بات کر دوں کیونکہ ہو سکتا ہے اس کے کسی آدمی نے ہتھارے گروپ کو چیک کیا ہو۔ چنانچہ میں نے کیفے کے کاؤنٹر سے فون کیا۔ لیکن ابھی میں نے آدھے ہی نمبر ملائے تھے کہ اچانک ہتھارے آواز میرے کان میں پڑی۔ امدین کھٹک گیا۔ لائسنس کی گڑبڑ کی وجہ سے ہتھارے ٹیلی فون کا ل اس کیفے کے فون سے مل گئی تھی۔ تم کسی ڈاکٹر رحمت اللہ سے بات کر رہے تھے۔ میں خاموشی سے گھٹکوستنار ہا۔ اور سادھی صورت حال میری سمجھ میں آگئی جب تم نے کال ختم کی تو میں نے بھی رسیور رکھ دیا۔ اور پھر میں وہاں نگرانی کرنے کی بجائے اپنے ساتھیوں کو لے کر ہوٹل لالہ نادر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ اور میرے ساتھی لارسن نے مقامی میک اپ کیا اور ڈاکٹر کے حوالے کے ساتھ ساتھ نادر کا حوالہ بھی دیا کیونکہ میجر ہیرس نے مجھے بتایا تھا کہ ہتھارے یہاں کے مقامی غنڈے نادر کے ساتھ بھی لٹکے ہیں۔ ان حوالوں کی وجہ سے ہتھارے آدمی بھیڑوں کی طرح سر جھکائے سیدھے یہاں پہنچ گئے اور اس کے بعد جب ہم وہاں پہنچے تو پھر میجر ہیرس ہمیں بھی ٹریپ کر کے یہاں لے آیا۔ اپنے آنے کے متعلق تو تم بہتر سمجھ سکتے ہو۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔

۱۲۴
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ چونکہ گھٹکوکا ہر لفظ تمہارے اس حصے میں پہنچ رہا تھا۔ اس لئے عمران اور اس کے ساتھی دماغ کھڑے سب کچھ سن رہے تھے۔

”میں سمجھ گیا یہ بہت بڑا شیطان ہے۔ اپنے ساتھیوں کو لالہ میں نہ دیکھ کر کھٹک گیا ہو گا۔ اور پھر یہ سب کچھ اس لئے خاموشی سے کرتا چلا آیا کہ اس طرح اُسے یقین تھا کہ اپنے ساتھیوں تک پہنچ جائے گا ورنہ یہ بھلا اتنی آسانی سے قابو میں آنے والا کہاں تھا“

کرنل ہمیرخ نے کہا۔
”واہ۔ کیا کہنے۔ اس کو کہتے ہیں عقل مندی کرنل ہمیرخ تمہیں تو سیکرٹ ایجنٹ کی بجائے کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہونا چاہیے تھا۔ واہ کیا خوب صورت نام بن جاتا۔ پروفیسر ہمیرخ“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ہتھارے زبان اب بولنے بولتے تھک گئی ہو گی عمران اب اس کے مستقل آرام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔“ کرنل ہمیرخ نے طنز آمیز انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا چلو۔ تم زبان ملاتے رہو میں سننا رہوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ بولوں گا نہیں۔ بس صرف اتنا بتا دو کہ تم نے ہمیں ٹریپ کیسے کیا اور پھر مکمل حوالے۔“ عمران نے کہا۔

”بس اسے اتفاق ہی سمجھ لو۔“ کرنل ہمیرخ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ بہر حال میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں تاکہ مرے وقت کوئی تجسس ہتھارے ذہن میں نہ رہے۔ ہتھارے متعلق

”یہ کیفے گلستان تو راج موتی میں ہے۔ مگر وہاں تو صرف کمرشل عمارتیں ہیں وہاں الیف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر کہاں سے آگیا۔ اس کا مطلب ہے۔ تم نے سچ نہیں بولا۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور کرنل ہمیرخ ہنس پڑا۔

”وہاں واقعی کمرشل عمارتیں ہیں۔ لیکن ان عمارتوں کے عقب میں رہائشی یونٹ بھی ہیں۔ اور راج موتی کمرشل سٹرک کے عقب میں تو اتنی بڑی جگہ ہے کہ پوری فوج وہاں رہ سکے۔“ کرنل ہمیرخ نے جواب دیا اور عمران نے یوں سر ہلادیا جیسے بات اس کی سمجھ میں آگئی ہو۔ اس نے بہر حال الیف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا لیا تھا۔

”باس۔ ان کا خاتمہ کریں۔ آپ بھی کیا باتیں شروع کر بیٹھے۔“ میجر میرس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ گئیں آن کرو۔“ کرنل ہمیرخ نے کہا۔ اور میجر میرس تیزی سے پچھلی دیوار کی طرف مڑا جہاں ایک سوچ بڑھ لگا ہوا تھا۔ اس کے مڑتے ہی عمران کا ماتھ جو اس کی کوٹ کی جیب میں تھا تیزی سے باہر نکلا اور دوسرے لمحے اس کا ماتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے ماتھ سے ایک چھوٹا سا بم نکل کر درمیانی شیشے کی دیوار سے ٹکرایا اور خوف ناک دھماکے کے ساتھ ہی شیشے کی درمیانی دیوار کی کڑیاں اڑ کر کمرے میں پھیل گئیں۔

میجر میرس دھماکے کی آواز سنتے ہی تیزی سے مڑا۔ اور پھر شیشے کی دیوار کی کڑیاں اڑتے دیکھ کر وہ حیرت کے مارے ایک لمحے کے بت بنے کھڑے رہے۔ اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے

ہی ایک لمحہ ہی کافی ثابت ہوا۔ ان سب نے اپنی جگہ سے چھلانگیں لگائیں اور جیسے بھوکے عقاب اپنے شکار پر چھپتے ہیں۔ اس طرح وہ سب کرنل ہمیرخ اور اس کے ساتھیوں پر جا پڑے۔ جو انا اور کرنل ہمیرخ کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ جب کہ جوزف نے میجر میرس کو سنبھالا تھا اور ٹائیگر لارسن کے سامنے جا کر کاٹھا۔ عمران نے جان بوجھ کر کرنل ہمیرخ کے ساتھ پڑی ہوئی اس میز پر طعن چھلانگ لگائی تھی جس پر پڑی ہوئی شین گن اسے دھت رہا نظر آ رہی تھی۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے شین گن پر قبضہ کیا۔ اور پھر وہ جیسے ہی مڑا۔ اس نے ٹائیگر کے حلق سے چیخ کی آواز نکلتے سنی۔ لارسن نے ٹائیگر کو اچھال کر پچھلی دیوار سے مارا تھا جب کہ کرنل ہمیرخ اور میجر میرس دونوں جوزف اور جوانا کے نیچے دبے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

”خبردار۔ ماتھ اٹھا دو ورنہ بھون ڈالوں گا۔ اور تم تینوں بھی پیچھے ہٹ جاؤ۔“ عمران نے شین گن کو سیدھا کاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اور اس کی آواز سنتے ہی جوزف اور جوانا تیزی سے پیچھے ہٹے۔ جب کہ ٹائیگر جو لارسن پر اتنی قلابازی کی صورت میں حملہ کر رہا تھا اچھل کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب لارسن، میجر میرس اور کرنل ہمیرخ تینوں شین گن کی براہ راست زدیں تھے۔

”کرنل ہمیرخ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اور میجر میرس تم اس کرسی کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ جلدی کرو۔ ورنہ ایک لمحے میں بھون ڈالوں گا۔“ عمران نے چیخ کر کہا اور کرنل ہمیرخ اور میجر میرس کچھ

نہ سمجھتے ہوئے مڑے اور کرنل ہمیرخ کسی پر بڑی گیا جب کہ میجر میرس اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ان کے چہرے پر ان عجیب و غریب احکامات کی وجہ سے حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ ان کے پیچھے سنتے ہی عمران نے انتہائی پھرتی سے ٹریگر دبایا۔ اور ساتھ ہی اس نے ہاتھوں کو تیزی سے گھما دیا۔ گولیاں علیحدہ کھڑے لارسن کے جسم کو چھلنی کرتی ہوئیں تیزی سے کسی کی طرف آئیں۔ لیکن کسی تک پہنچنے سے پہلے عمران ٹریگر پر سے اٹھی ہٹ چکا تھا۔ چنانچہ فائرنگ بند ہو گئی تھی البتہ اب وہ دونوں براہ راست فائرنگ کی زد میں تھے۔

”مہارمی میری کوئی دشمنی نہیں ہے کرنل ہمیرخ اور میجر میرس ہمارا بھگڑا ایف۔ ڈی ہے۔ صرف ایف۔ ڈی سے۔ اس لئے میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اسرائیل میں کبھی پھر تمہارا ہمارا کاروا ہو سکے۔ البتہ تمہیں ہلکا سا سبق دینا ضروری ہے۔ تم دونوں اٹھ کر کمرے کے درمیان میں آؤ اور اپنا لباس اتار دو۔ میں بھاشنا دالوں کو صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اسرائیلی ریڈ آرمی کے جسم کس قدر خوب صورت اور سڈول ہیں۔ جلدی کرو ورنہ...“ عمران نے عزائے ہوئے کہا۔ اور اس کی بات سنتے ہی کرنل ہمیرخ جھپٹ کر اٹھا اور پھر اس نے دو قدم آگے بڑھ کر جلدی سے لباس اتارنا شروع کر دیا۔ میجر میرس البتہ کہ کسی کی پشت پر کڑے کھڑا تھا۔

”اس کہ کسی کے پائے زمین میں دفن ہیں میجر میرس۔ اس لئے

تم اسے اٹھا کر میجر پر نہیں پھینک سکتے۔ اور دوسری بات یہ کہ مشین گن کی گولیوں کی رفتار تمہارا سے ہاتھوں کی حرکت سے زیادہ تیز ثابت ہو گی۔ میں تمہیں جو چاہوں دے رہا ہوں اسے غیبت سمجھو۔ یا زندہ صحبت باقی۔ اپنا تو حساب کتاب چلتا ہی رہتا ہے۔“ عمران نے تیز بولے میں کہا۔ اور میجر میرس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھ اکٹھے اور ایک طرف ہو کر اس نے بھی اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ تاہم اگرچہ دونوں اور جو ان ایک طرف کھڑے بڑی حیرت بھری نظروں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ان کے خیال میں عمران اپنی زندگی کی سب سے بڑی حماقت کرنے جا رہا تھا۔ ایسے لوگوں کو زندہ چھوڑنا حماقت کے سوا اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ عمران کے مقابلے میں بول نہ سکتے تھے۔ اس لئے خاموش کھڑے رہے۔

حیرت انگیز طور پر زندگی کی نوید ملتے ہی کرنل ہمیرخ اور میجر میرس کے ہاتھوں نے تیزی دکھائی اور انہوں نے اپنے لباس اتار دیئے۔ اب دونوں زیر جاسے میں کھڑے تھے۔

”واہ۔ کیا خوب صورت جسم ہیں۔ اسرائیلی روکیاں تو سر مٹی ہوں گی۔“ عمران نے بڑے تعریف بھرے لہجے میں کہا۔

”اب تم دونوں ہاتھ اپنے کر کے دروازے کی طرف چلو۔ میں چاہتا ہوں تم کچھ دیر تو سرٹک پر اسی انداز میں پریڈ کرتے رہو۔ اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جانا۔“ عمران نے کہا اور وہ دونوں سر پر ہاتھ رکھتے تیزی سے دروازے کی طرف مڑے۔ لیکن ابھی

تیزی سے ہوا میں اٹھے اور دوسرے لمحے میجر میرس چنیا ہوا کسی گیند کی طرح فضا میں اوپر کواٹھا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے فرش پر گرے۔ جوزف بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر نہ صرف کھڑا ہو گیا۔ بلکہ نیچے گرتے ہوئے میجر میرس کی سائیڈ پر اس کا لفٹ ہاب پونی قوت سے پڑا۔ اور میجر میرس کو نیاک چیخ مار کر سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس بار جوزف نے اُسے اٹھ کر کھڑے ہوئے یا سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے اس کے دونوں پیر اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے اور دھڑوہ اُسے گھسیٹا ہوا کمرے کے درمیان میں لایا۔ میجر میرس نے اپنے اوپر والے جسم کو گھما کر جوزف کی پنڈلیوں پر باک کرنے کی کوشش کی لیکن جوزف کا چہرہ غصے کی شدت سے بڑی طرح بگڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں وحشت کی چمک نمایاں تھی اس نے انتہائی خوں ناک داؤ کھیلنا۔ اس نے اپنا پیر میجر میرس کی ایک پنڈلی پر رکھ کر اور دوسری ٹانگ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے پورے قد کی حد تک مخالف سمت میں دھکیلتا چلا گیا اور میجر میرس کی خود ناک چھوٹوں سے کمرہ یوں گونجنے لگا جیسے ابھی چھٹ اڑ جائے گی۔ اس کی دونوں ٹانگیں تقریباً چھوٹ کی چوڑائی تک مخالف سمتوں میں پھیل گئی تھیں اور اس کا آدھے سے زیادہ پچلا جسم یوں چر گیا تھا جیسے کسی نے کھلونے کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں دھکیل کر اس کا جسم بھاڑ دیا ہو اور میجر میرس اس بڑی طرح پھوٹنے لگا کہ جیسے ذبح کی ہوئی بکری پھوٹتی ہے اور پھر اس کی چپٹیں گھٹتی گئیں۔ اور چند ہی لمحوں

بعد آخری خنراہٹ اس کے حلق سے نکلی اور اس نے دم توڑ دیا۔ جوزف نے محاذ دیا نہیں بلکہ حقیقتاً اس کی دونوں ٹانگیں پیر کر رکھ دی تھیں۔

”دیل ڈن جوزف۔ دیل ڈن ٹا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے کونسل میمرخ کے حلق سے بھی چیخ بلند ہوئی۔ اور وہ ایک دھماکے سے فرش پر سر کے بل گر ا۔ جو اُن نے اُسے ایک لمحوں اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا تھا۔ عمران دیکھ رہا تھا کہ کرنل میمرخ بار بار جوتا کو اُسی داؤ میں لے آنا چاہتا تھا جس میں اس نے عمران کو پہلے پھنسا دیا تھا۔ لیکن جوتا اپنی بھرپور طاقت کی وجہ سے اس کے داؤ میں نہ آ رہا تھا۔ کرنل میمرخ چون کہ لڑائی بھڑائی کے فن میں مہارت کا درجہ رکھتا تھا اور پھر اس کے جسم میں جیسے بیلیاں بھری ہوئی تھیں اس لئے وہ ہر بار جوتا کے ہاتھ سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

”جوتا۔ اتنی دیر میں تو ریفری مقابلہ برابر چھڑا دیا کہتے ہیں۔“ اچانک عمران نے طنز یہ لہجے میں کہا۔

”ماسٹر۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ یہ اچھی طرح کھیل لے۔ تاکہ اس کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ آپ کہتے ہیں تو۔“ جوتا نے کرنل میمرخ کی غلامیگ گک کو تیرہی سے کئی کاٹ کر بچاتے ہوئے بڑے طنز سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم حسرتوں کا شکار کرتے رہے تو قیامت آجانی ہے لیکن حسرتیں

ہوئی تھی۔ ٹائیکر کمرسی سے اٹھا اور عمران کو کمرسی پر بٹھا کر اس نے اس کے چہرے پر کمرنل ہمیرخ کامیک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ اس فن میں اس کی مہارت کا پتہ دے رہے تھے۔ اور بیوقوفی دیر بعد جب اس نے ہاتھ روکے تو جوزف اور جوانا دونوں نے سبک آواز ہو کر ٹائیکر کے فن کی داد دی۔

”اب چلو ایف۔ ڈی کے ہیڈ کو ارٹ چلتے ہیں۔ پہلے ہی ان کے لباس اتر دانے اور غلے میں کافی دیر ہو گئی ہے۔“ عمران نے میز پر رکھی ہوئی ٹین گن اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اب ٹائیکر سمجھ گیا۔ کہ عمران آخر کیوں ان دونوں کے لباس اتر دانے پر بند تھا۔ ظاہر ہے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کو ارٹ میں مسلا ہوا یا لپٹا ہوا لباس یا اس پر خون کے دھبے ہوتے تو میک اپ کے باوجود ان کی قلعی کھلنے میں کوئی دیر نہ لگتی۔ اور وہ عمران کی ذہانت اور پیش بینی کی دل ہی دل میں داد دینے لگا۔

”تم دونوں ہاتھ اٹھائے آگے چلو۔ ہم دونوں متہارے پیچھے چوں گے۔ باہر نجانے ان کے کتنے ساتھی ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور جوزف اور جوانا اس کی بات سمجھ کر ہاتھ اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ جوزف نے اس کی چٹنی کھولی اور پھر دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گئے۔ عمران اور ٹائیکر ان کے پیچھے تھے

بیڈ روم سے مال کمرے میں بے ہوش افراد کی بھڑپ سی لگی ہوئی تھی۔ ان سب کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے لوہے کے کڑوں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ بھی اور دونوں پیر بھی دیوار کے ساتھ نصب لوہے کے کڑوں میں جکڑے ہوئے یوں لگتا تھا جیسے ان کی نمائش لگائی گئی ہو۔ مال کمرے میں اس وقت تین مسلح افراد موجود تھے ان کے ہاتھوں میں ٹین گنیں تھیں اور وہ دود کی ٹولیاں میں مقابل کی دیوار کے ساتھ بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے جب کہ ایک آدمی ہاتھ میں ایک بوتل پکڑے اس کا ڈھکن کھول کر باہر باہر دیوار کے ساتھ بندھے ہوئے بے ہوش افراد کی ناکوں کے ساتھ لگا کر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اور جس جس کی ناک سے وہ بوتل لگتی چند لمحوں بعد اس کے جسم میں حرکت سی پیدا ہوتی اور اس کی آنکھیں کھل جاتیں۔ مال کی لمبی دیوار کے ساتھ ان کی طویل قطار لگی

ہوئی تھی۔ ان میں ایک عورت اور بارہ مرد تھے۔ عورت جو لیا جاتی۔ جب کہ اس کے پانچ ساتھی، صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر، صدیقی اور نعمانی تھے۔ چوٹان ان میں شامل نہ تھا۔ کیوں کہ وہ ابھی تک ہسپتال میں تھا۔ ان کے علاوہ کیپٹن تیزی اور اس کے چھ ساتھی تھے۔ تنویری دیر بعد ان سب کو ہوش آگیا۔ اور وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ انہیں ہوش میں لانے والا بوتل ایک طرف پھینک کر اپنے ایکلے ساتھی کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔
 ”یہ کیا ہو گیا صفدر؟“ اچانک تنویری کی آواز ابھری۔ وہ صفدر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔

”ہونا کیا ہے۔ ہم پرتقا بولپا گیا ہے۔ میں نے عمران کے جلنے کے بعد کہا تھا کہ ہمیں جلد از جلد حرکت میں آجانا چاہیے۔ کیوں کہ عمران ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کا محل وقوع بتا گیا تھا۔ لیکن تم سب بخوں میں الجھے رہے اور اس بحث نے ہمیں بے ہوش کر دینے والی گیس کے ابتدائی بموں کے گرنے کی آواز بھی نہ سنے دی۔“ صفدر نے بڑا سامنا بناتے ہوئے کہا۔

”یہ دوسرے لوگ کون ہیں؟“ کیپٹن شکیل نے کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”معلوم نہیں۔“ صفدر نے ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے جو شین گنوں سے مسلح تھے۔

”اوہ فاسٹ ڈیٹھ اتنی بڑی تنظیم ہے۔ تیرہ افراد۔“ لمبے طرح کے آدمی نے حیرت بھرے انداز میں دیوار کے ساتھ بندھی ہوئی طویل قطار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”باس۔“ ویسے یہ دوامہ عجیب ہوا، ٹرانسپیریکل کا پوائنٹ چیک کرنے کے بعد جب ہم نے اس پر ریڈ کیا۔ تو ہمارا خیال ہی تھا۔ کہ یہ مقامی سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ لیکن دہاں سے جب بے ہوش افراد کو دیکھا تو یہ سارے فاسٹ ڈیٹھ کے ممبران تھے۔ وہی ممبران جو ہمارے میں ہیڈ کوارٹر سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد اس عورت سمیت چھ تھی۔ لیکن بعد میں یہ دوسرا گروپ تعاقب کرتے ہوئے سامنے آیا اور پھر ہم نے اسے بھی ٹریپ کر لیا۔“ باس کے پیچھے آنے والے دو افراد میں سے ایک نے کہا۔

”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مارسن۔ کہ جب ہم نے فاسٹ ڈیٹھ پر ریڈ کیا تو اس وقت دوسرے گروپ نے مداخلت کیوں نہیں کی، حالانکہ یہ اس وقت آسانی سے نہ صرف مداخلت کر سکتے تھے بلکہ تمہیں شدید نقصان بھی پہنچا سکتے تھے۔ ان کے قوری تعاقب سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس پوائنٹ سے باہر موجود تھے۔“ باس نے کہا۔

”یس باس۔“ یقیناً یہ لوگ باہر موجود تھے۔ کیوں کہ باہر لکھتے ہی ہمیں تعاقب کا احساس ہو گیا تھا۔“ مارسن نے جواب دیا۔

”باس — میرا خیال ہے یہ دونوں علیحدہ علیحدہ گروپ ہیں۔ ایک تو یقیناً فاسٹ ڈیٹھ ہے۔ جب کہ دوسرے کی حیثیت کا تعین اس سے پوچھ کر کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے آدمی نے پہلی بار تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔“

”میں کیپٹن تیزی ہوں۔ مقامی سیکرٹ سروس کا چیف۔ ہمارا اس فاسٹ ڈیٹھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے ہم نے ان پر ریڈ ہونے وقت کوئی مداخلت نہ کی تھی۔ کیوں کہ ہم الٹ۔ ڈمی کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے تھے۔ اور میں تمہاری آواز پہچان گیا ہوں۔ تم کرنل چارلس ہوجس نے ٹرانسمیٹر پر مجھ سے بات کی تھی۔“

ایک نغمہ غانی کے قریب موجود فوجیوں نے خود ہی اوجھے لہجے میں کہا۔ اور وہ لمبا ترنگا آدمی جسے کرنل چارلس کہا گیا تھا۔ ایک جھپٹے سے اس کی طرف مڑا۔

”ہاں۔ تمہاری آواز میں پہچانتا ہوں۔ لیکن تم نے جس سپاٹ سے ٹرانسمیٹر کال کی تھی۔ اس پوائنٹ پر فاسٹ ڈیٹھ کا ہیڈ کوارٹر کیسے آگیا۔ ہم نے تمہاری کال کا سپاٹ تلاش کر لیا تھا۔ اور ہم نے اس پر چھاپے اس لئے مارا تھا تاکہ تمہیں یہاں لاکر حکومت پر مزید دباؤ ڈالا جاسکے۔“

”سو کرنل چارلس۔ سیکرٹ سروس احمقوں کا ٹولہ نہیں ہے کہ اپنے سپاٹ کو اس طرح ادین کر دیتی۔ ہمارے پاس ایسی مشینری موجود ہے کہ ہم سپاٹ تبدیل کر سکتے ہیں۔ اور ہم نے اندازہ سپاٹ بدلا تھا۔ اور پھر ہم صرف اس سپاٹ کی نگرانی کے لئے

دہاں پہنچے تھے تاکہ اگر سپاٹ چیک کر لیا جائے۔ اور تم اس پر چھاپہ مارو تو ہم تمہارا تعاقب کر کے تمہارا ہیڈ کوارٹر ٹریس کر سکیں۔ ہمارا مقصد دشمن نقصان پہنچانا نہ تھا بلکہ صرف تمہارا ہیڈ کوارٹر چیک کر کے مزید بات چیت آسنے سلسلے کی جانی مقصود تھی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ جو سپاٹ ہم نے اندازہ بدلا تھا۔ اس میں یہ فاسٹ ڈیٹھ والے موجود تھے۔“

”تمہارے دلائل بوسے ہیں کیپٹن تیزی۔“ ہم اہم نہیں کہ تمہارے چکر میں آجائیں۔ فاسٹ ڈیٹھ بھی بہر حال تمہاری حاضری تنظیم ہے۔ تم سب مل کر کام کر رہے تھے۔ بہر حال اب ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ تم دونوں کون ہو۔ آپس میں دوست بنو یا دشمن۔ تم سب ہمارے دشمن ہو اس لئے اب تم سب سے یکساں سلوک کیا جائے گا۔“

کرنل چارلس نے جس سپاٹ سے زیادتی ہے کرنل چارلس۔ اب جب کہ حکومت تم سے سمجھوتہ کر چکی ہے اب ہماری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔“

کیپٹن تیزی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم تمہیں شاید معیاد ختم ہونے تک زندہ رکھیں۔ لیکن اس فاسٹ ڈیٹھ کے متعلق کیا کہتے ہو۔“

کرنل چارلس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارا اوجھی چلے ہے ان سے سلوک کر دو۔“

کیپٹن تیزی نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔
ادھر تنویر ادا اس کے ساتھی کیپٹن تمیزی کی باتیں سن کر حیران ہو رہے تھے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ عمران نے کیپٹن تمیزی کے لہجے میں خود کرنل چارلس سے ٹرانسمیٹ پر بات کی تھی جب کہ کیپٹن تینڈا کہہ رہا تھا کہ بات اس نے کی ہے۔ اور نہ صرف کہہ رہا تھا بلکہ ایسے حوالے بھی دے رہا تھا جیسے واقعی بات اس نے کی ہو۔ ادھر پھر ان کا فاسٹ ڈیپتھ کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کرنا بھی عجیب تھا۔

”باس۔۔۔ خواہ مخواہ ذہنی دباؤ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان سب کا خاتمہ کر دیجیے۔ گولیوں سے چھلنی کر دیجیے۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ آرٹلڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

ادھر پھر اس سے پہلے کہ کرنل چارلس کوئی جواب دیتا۔ اچانک ایک طرف رکھی ہوئی چھوٹی میز پر بڑے ہونے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”اس وقت فون۔“ کرنل چارلس نے حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اس نے رسیو اٹھا لیا۔

”تیس۔“ کرنل چارلس نے سخت لہجے میں کہا۔
”باس۔۔۔ ریڈ آرمی کے کرنل ہمیرخ اور میجر میرس گیٹ پر موجود ہیں وہ فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔“
دوسری طرف سے کسی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کرنل ہمیرخ اور میجر میرس۔۔۔ لیکن انہیں ہمارے

اس ہیڈ کوارٹر کا پتہ کیسے چلا۔“ کرنل چارلس نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

”میں نے ہی سوال کرنل ہمیرخ سے کیا تھا۔ لیکن انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ریڈ آرمی یہاں وہ کسی چیز سے غافل نہیں رہ سکتی۔۔۔ بہر حال وہ کسی ایمر جنسی مسئلے کے سلسلے میں آتے ہیں اور فوری ملنا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔
”ٹھیک ہے۔۔۔ ان دونوں کو یہاں لاؤ آج تک قابو نہیں پاسکے۔ ایف۔ ڈی نے کتنی آسانی سے ان پر قابو پا لیا ہے۔“
کرنل چارلس نے فائنل انداز میں کہا اور رسیو کر رکھ دیا۔

اب وہ غور سے تنویر ادا اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو بے بسی سے بندھے ہونے کی وجہ سے خاموش کھڑے صرف اپنے ہونٹ کاٹنے میں مصروف تھے۔ انہیں اس طرح باندھا گیا تھا۔ کہ کسی طرح بھی رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ اور یہ بات وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان پر کسی بھی لمحے مشین گنوں کے فائر کھولے جا سکتے ہیں۔ اور وہ سوائے موت کو بے بسی سے گے لگانے کے اور کچھ نہ کر سکیں گے۔ اب صرف انہیں اگر امید تھی تو عمران کی طرف سے تھی۔ لیکن یہ امید بس امید کی حد تک ہی تھی۔ ظاہر ہے عمران کو یہ تو قطعی معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ انہیں اس طرح ٹریپ کر لیا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے

تیجھے تھا کیوں کہ اس سارے چکر کا روح رواں وہی ہے۔ اور تم نے میرے یہاں آنے کی تو وجہ پوچھی ہی نہیں۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔

اے ہاں۔ واقعی مجھے خیال ہی نہیں آیا پہلے تو تم ٹرانسپورٹ کال کرتے تھے اب خود آگئے ہو۔ کرنل چارلس نے چونکتے ہوئے کہا۔

کرنل چارلس۔ جو ہم تم نے یاد ملاؤ اس میں نصب کیا ہے وہ تو دہاں نصب ہے۔ لیکن اس کی دائر لیس آپریشننگ مشین سے وہ پرزہ غائب کر دیا گیا ہے جس کی مدد سے تم اس بم کو آپریٹ کر سکتے ہو اور یہ پرزہ جسے ماسٹر سیکشن کہتے ہیں غائب کرنے میں علی عمران کا ہی ہاتھ تھا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ کیشن تیزی کے لمحے میں تم

سے بات کرنے والا بھی وہی علی عمران تھا۔ اس کا مقصد یہ نہیں اس چکر میں الجھا کر ادھر وہ پرزہ غائب کرنا تھا۔ اور وہ کامیاب ہو گیا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ پرزہ غائب کر دینے کے بعد وہ فاسٹ ڈیٹھ کے ساتھ ہتھارے بمیڈ کو آرٹھر پریڈ کرے گا۔ اُسے ہتھارے

بمیڈ کو آرٹھر کے بارے میں بھی ساری تفصیلات معلوم ہیں۔ ہتھارے ایک آدمی اس سے ملا ہوا ہے اور یہ پرزہ اُسی نے اُسے پہنچایا ہے۔ یہ دیکھو یہ ہے وہ پرزہ۔ کرنل ہمیرخ نے زہر خنجرے میں کہا اور چہرے میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کی پتھیلی پر ایک پیچیدہ سا چھوٹا سا پرزہ موجود تھا۔

کیا کہہ رہے ہو کرنل۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ نہیں یہ ناممکن

ہے۔ کرنل چارلس کا چہرہ ایک نکتہ متغیر ہو گیا تھا۔ "سب کچھ ممکن ہے کرنل چارلس۔ علی عمران کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ اس پرزے کے بغیر ہتھارے ساری دھکی دھری کی دھری رہ گئی ہے۔ اور اگر میں بروقت عمران کو قابو میں نہ کر لیتا تو وہ اپنے معبران کی گرفتاری کے باوجود فوج کے ذریعے ہتھارے

بمیڈ کو آرٹھر پریڈ کر دیتا۔ اس لئے میں پرزہ ساتھ لے آیا ہوں تاکہ ہتھارے دھکی بے قرار رہے۔ تم یہ پرزہ دوبارہ اس مشین میں فٹ کر سکتے ہو۔ میجر میرس کو ہمراہ اس لئے لایا ہوں کیوں کہ یہ ایسی مشینری کا ماسٹر ہے۔ کرنل ہمیرخ نے کہا۔

"اوہ۔ آرنلڈ بھی اس مشینری کا ماہر ہے۔ وہ جیک کرے گا۔ لیکن یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ کیوں آرنلڈ۔ کرنل چارلس کی ساری شیخی اور فخرانہ انداز ایک نکتہ پریشانی میں بدل گیا تھا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے ایک نکتہ کسی گھبرے کنویں میں دھکا دے دے گیا ہو۔

"باس۔ جیک کر لینے میں کیا حرج ہے۔ آرنلڈ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں سب سے پہلے اسے چیک کر دوں گا۔ اس دقت ساری سوشن کی بنیاد یہی ہے۔" کرنل چارلس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ کرنل ہمیرخ اور میجر میرس بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ ان کے ساتھ آرنلڈ بھی تھا جب کہ ہارسن وہیں ہاں میں ہی

سے علیحدہ کر دیا۔ اس طرح اب مشین کسی صورت نہ چل سکتی تھی۔ اور پھر تو جیسے عمران پر دورہ سا پڑ گیا۔ اس نے مشین کے مختلف حصوں پر گولیاں برسائی شروع کر دیں۔ جب اس کے ریو اور سے ٹپرچ کی آواز ابھری تو مشین کے پچھے اٹھ چکے تھے۔ اب وہ کسی صورت میں بھی استعمال کے قابل نہ رہی تھی۔ عمران نے بڑے اطمینان سے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر گولیاں نکالیں اور ریو اور کے میگزین کو دوبارہ فل کر دیا۔

”عمران صاحب اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا ہے؟“
اچانک میجر میرس نے کرنل چارلس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ وہ ٹائیگر تھا۔
”وہ ہم بھی تو پاور ہاؤس سے برآمد کر لے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹائیگر سر ملانے لگا واقعی اُسے ہم کا تو خیال ہی نہ رہا تھا۔
عمران ایک کونے میں موجود ڈینی فون کی طرف بڑھا۔ اور اس نے رسیوڑ اٹھالیا۔

”یس۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔
”میں کرنل میرج میجر میرس اور آئلڈ مشین روم میں ہوں۔“
کوئی تفصیلی طور پر چیک کیا جا رہا ہے۔ اس میں کچھ دیر سے جی ریم بات نہ کر سکا۔ وہ اس دوران قیدیوں کا خیال رکھے۔ عمران نے کرنل چارلس کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔
”یس باس۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے

جلدی سے رسیوڑ کر دیا۔

”ٹائیگر۔“ تم کہیں اسرائیل میں تو پیدا نہیں ہوئے تھے؟“
عمران نے رسیوڑ کر رکھ کر مڑتے ہی ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔
”کیا مطلب باس۔“ میرا اسرائیل سے کیا تعلق؟“
ٹائیگر کی آنکھیں حیرت سے چوڑھی ہو گئیں۔

”متہاراد قدامت یہاں کے بیشتر افراد سے ملتا جلتا ہے اب دیکھو میجر میرس بھی تم بنے ہو اور اب کرنل چارلس بھی تمہیں ہی بننا ہو گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹائیگر تہقہ مار کر ہنس پڑا۔ اب اسے عمران کے اس فقرے کی سمجھ آئی تھی۔ پھر وہ تیزی سے فرسٹ پر پڑے ہوئے کرنل چارلس کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے اُسے بے باس کرنا شروع کر دیا۔ عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہی سپیشل میک اپ باکس نکالا جس کی مدد سے وہ پہلے بھی کرنل میرج اور میجر میرس کا روپ دھار چکے تھے۔

”ٹائیگر نے انتہائی چہرتی سے کرنل چارلس کا لباس اتارا۔ اور پھر اپنا لباس اتار کر اس نے کرنل چارلس کو پہنا دیا اور خود اس کا لباس پہننے لگا۔ جب وہ لباس کی تبدیلی سے فارغ ہو گیا تو عمران نے آگے بڑھ کر پہلے تو مختلف کیموں کی مدد سے اس کا پہلا میک اپ صاف کیا اور پھر اس پر کرنل چارلس کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ کرنل چارلس یوں توجوان ہی تھا لیکن اس کے چہرے پر ہمکنی ہمکنی جھریوں کی تعداد خاصی تھی اور میک اپ کے

فن میں اپنی تہذیبوں ہی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی تھیں۔ ان جھریوں کو ان کے اصل انداز میں بنانا ہی میک اپ کے فن کا اعلیٰ ترین معیار سمجھا جاتا تھا۔ اور انہی جھریوں کی وجہ سے ہی عمران کو میک اپ کرنے میں خاصی دیر لگ گئی اور شاید انہی جھریوں کی وجہ سے اس نے فن کر کے اس طرف کسی کے آنے کو روک دیا تھا۔

”لو بھی بن گئے تم کرنل چارلس۔۔۔ ایف۔ ڈی کے سربراہ۔ اب ذرا بول کر دکھاؤ۔“ عمران نے پیچھے مٹ کر ٹائیگر کے چہرے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”کرنل چارلس۔۔۔ اب بھاشنا کا دفا دار بن کر رہے گا۔“ ٹائیگر نے کرنل چارلس کے مخصوص ہلچے میں کہا۔

”بالکل ٹھیک۔۔۔ اب میں ذرا اسے میجر میرس بنا لوں۔“ عمران نے جھک کر فرش پر پڑے ہوئے کرنل چارلس کے قریب بیٹھ ہوئے کہا۔

”مگر بائس۔۔۔ یہ تو ہوش میں آجائے گا۔ درپھر سب پوچھیں گے کہ میجر میرس کو کیا ہوا۔ اس کے ساتھ آرنلڈ کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”جواب دینا مجھے آتا ہے۔ ساری زندگی یہی تو کام کیا ہے۔ تم بے فکر رہو۔“ عمران نے کہا۔ اور اس کے ہاتھ ایک بار پھر تیزی سے چلنے لگے۔ چند ہی لمحوں میں کرنل چارلس کی جگہ میجر میرس نے لی تھی۔ عمران نے اس کی نبض دیکھی اور پھر میک اپ باکس

بند کر کے واپس جیب میں رکھا اور جیب سے ریڈیو نکال کر اس نے اسے نالہ کی طرف سے پکڑا اور ہاتھ گھما کر ایک مخصوص انداز میں اس کی کینٹری پر ریڈیو کے دستے کی بھرپور ضرب لگا دی۔ ضرب گنت کے بعد اس نے دوبارہ کرنل چارلس کی نبض چپاک کی اور پھر اطمینان کا ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب یہ دو گھنٹوں سے پہلے کسی صورت ہوش میں نہیں آسکتا۔ اور دو گھنٹے اس آپریشن کے لئے بہت ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد ریڈیو اور جیب میں رکھ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”سنو ٹائیگر۔۔۔ اب تم نے میرے ساتھ سب سے پہلے اسی بال کمرے میں جانا ہے جہاں قیدی موجود ہیں۔ مار سن اگر پوچھے تو اسے ہی بتانا ہے کہ میجر میرس اور آرنلڈ دونوں مل کر مشین کو سیٹ کر رہے ہیں۔۔۔ اس کے بعد تم نے مار سن کو یہ حکم دینا ہے۔ کہ چون کہ ہم میں کوئی غذا موجود ہے۔ جس نے مشین سے وہ پرزہ اڑا کر عمران کو دیا تھا۔ اس لئے سید کو اور ٹرین موجود ہر فرد کو مل میں جمع کیا جائے کوئی آدمی باہر نہ رہ جائے۔ باقی کام میں خود سنبھال لوں گا۔“ عمران نے ٹائیگر کو ہدایات دیں اور ٹائیگر سر ہلکا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عمران اس کے پیچھے باہر نکلا اور اس نے دروازہ نہ صرف ہینڈل دبا کر بند کر دیا بلکہ جیب سے ایک مٹری ہوئی تار نکال کر اس نے لاک بھی بند کر دیا اب بغیر جابی کے لاک نہ کھولا جاسکتا تھا۔

تمہاری دم دیے کی دیسی ہی ٹیڑھی ہے۔۔۔۔۔ مارسن نے عزائے
ہوئے کہا۔ اور پھر وہ مانتھ میں پکڑی ہوئی شین گن اٹھائے تیزی سے
اس کے قریب آیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے شین گن سیدھی کی۔
اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بندھے ہوئے صفدر پر گولیوں کی بارش
کر دے گا۔ لیکن پھر اس نے ایک جھٹکے سے شین گن نیچے کر لی۔
اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ اس نے ابادہ بدل دیا تھا۔

”میرے ساتھ بات کرو مارسن۔ اسے کیلکیتے ہو۔ میں تمہیں
بتاتا ہوں کہ کتنا کسے کہتے ہیں۔ تم نے اپنی شکل دیکھی ہے کبھی آئینے
میں؟“ اچانک نعمانی بول پڑا۔ اور واپس ملٹ کر جاتا ہوا مارسن
ایک جھٹکے سے مڑا اور پھر وہ عقاب جیسی تیزی سے نعمانی پر چھپٹا۔
جبے اُسے کچا چبا جائے گا۔ اس نے قریب جا کر پوری قوت سے شین
گن کی نال نعمانی کے پیٹ میں گھسے دی۔ مگر دوسرے لمحے
جیسے بجلی سی چمکتی ہے۔ نعمانی کا جسم پلک جھپکنے میں جھکا اور مارسن دھچکا کھا
کر تشنگی کے بل گر ا اور اس کے ساتھ کمرہ شین گن کی ریٹ شیٹ کی
آوازوں سے گونج اٹھلا۔ اور ساتھ ہی کمرہ جیوں کی آوازوں سے
بھج گونج اٹھا۔ اُسی لمحے ایک اور شین گن چیخ اٹھی۔ اور نعمانی کے ساتھ
موجود سیکرٹ سروس کے دو ممبر ان دیوار کے ساتھ ہی بندھے
ہوئے بری طرح تڑپنے لگے۔ مگر دوسرے لمحے یہ شین گن بھی خاموش
ہو گئی اور پھر کمرے میں طلسمی سی خاموش چھا گئی۔ دیوار کے ساتھ بندھے
ہوئے سب لوگ حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے
تھے۔ انہیں یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔

”کسا ہم اسی طرح بے بسی کے عالم میں ختم ہو جائیں گے؟“
تذویر نے گرنل چارلس اور گرنل مہیر خ کے باہر جاتے ہی صفدر سے
کہا۔
”کیا کریں کوئی ترکیب ہی سمجھ میں نہیں آرہی؟“ صفدر
نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔
”خاموش رہو۔“ کہو اس کی تو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا؟
کمرے میں موجود مارسن نے عزائے ہوئے ان دونوں سے مخاطب
ہو کر کہا۔

”تمہارا نام مارسن ہے۔۔۔۔۔ سنو مارسن۔۔۔۔۔ تم شاید اپنی کامیابی
پر خوش ہو رہے ہو۔ لیکن اس بات کو یاد رکھنا کہ آخری فتح نہر حال
فاسٹ ڈیٹھ گئی ہوگی۔“ صفدر نے اونچی آواز میں کہا۔
”ہوں۔۔۔۔۔ اس طرح کتوں کی طرح بندھے ہوئے کے باوجود

کمرے میں مار سن سمیت اس کے چار ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور نعمانی کے دونوں ہاتھ نہ صرف لوہے کے کڑوں سے آزاد ہو چکے تھے بلکہ اس کے ہاتھوں میں موجود شین گن کی نال سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔

”حیرت ایجنز نعمانی حیرت ایجنز۔۔۔ تمہارے ہاتھ کیسے آزاد ہوئے۔۔۔“ تنویر اور صفدر نے ایک آواز ہو کر کہا۔
”مجھے بازی گردوں کی طرح جسم کو سمیٹنے کا فن آتا ہے۔“

نعمانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور دوسرے لمحے اس کا جسم ادپر کو اٹھ گیا۔ وہ پنجوں کے بل ادپر کو اٹھ رہا تھا۔ اور اس کی اڑیاں حیرت ایجنز طور پر اکٹھی ہو کر کڑوں کے درمیان سے نکل رہی تھیں۔ اور دوسرے لمحے اس کے آدھے پیر کڑوں سے باہر آ گئے اور نعمانی اچھل کر فرسش پر آکھڑا ہوا۔ اس کے پیر حیرت ایجنز طور پر کڑوں سے باہر آ چکے تھے۔

”ادہ۔۔۔ یہ تو انتہائی حیرت ایجنز صلاحیت ہے۔ انتہائی حیرت ایجنز۔۔۔ پہلے تو تمہاری یہ صلاحیت کبھی سامنے نہیں آئی۔“ نعمانی کے ساتھیوں نے شدید حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پہلے ایسا موقع ہی کبھی نہیں آیا۔“ نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر اس نے شین گن کی نال کو اٹھا کر صفدر کے ایک ہاتھ والے کڑے کی سائیڈ میں جانی اور ٹریگر دبا دیا دھماکا ہوا اور کڑے کے پزے بکھر گئے۔ اس نے جلدی سے دوسرے کڑے کا بھی

پہن حشر کیا اور صفدر کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ اس کے بعد پیروں کے کڑے بھی اس طرح ٹوٹ گئے اور صفدر آزاد ہو گیا۔ اور صفدر نے تیزی سے دوڑ کر ایک لاش کے ہاتھ میں پکڑ لی۔ شین گن جھپٹ لی۔ نعمانی اب یہ کارروائی تنویر کے ساتھ کر رہا تھا کہ چاکل شیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ صفدر نے ہاتھ اٹھا کر نعمانی کو روک دیا اور تیزی سے شیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھالیا۔

”ہیس۔۔۔ مار سن سیکنگ۔“ صفدر کے حلق سے مار سن کی آواز برآمد ہوئی۔

”جناب کرنل چارلس نے ہدایت کی ہے کہ آپ قیدیوں کے پاس ہی نگرانی کریں۔ شین سے واقعی بڑھ غائب تھا وہ اُسے سیڈ کر رہے ہیں اور اس میں کچھ دیر لگ سکتی ہے۔“ دوسری طرف سے موبو بانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ٹھیک ہے۔“ صفدر نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیا اور رسیور رکھ دیا۔

”بڑی اچھی نگرانی ہو رہی ہے قیدیوں کی۔ کرنل چارلس بالکل بے فکر ہے۔“ صفدر نے مڑ کر ہنستے ہوئے کہا اور نعمانی اور صفدر نے مل کر اپنے تمام ساتھیوں کو قید سے رہائی دلا دی۔ وہ اطمینان سے فائرنگ کر کے کڑے توڑ رہے تھے۔ کیوں کہ یہ بڑا مال تحمرہ مکمل طور پر سائنڈ پر دفن تھا۔ اور انہیں معلوم تھا کہ یہاں کی آواز کسی صورت باہر نہ جا سکے گی۔

”ہمیں بھی آزاد کر دو۔“ چاکل پیٹن تیزی سے کہا۔ اس

کے دوسا تھی ملاک جو چکے تھے اور اب اس سمیت پانچ باقی تھے۔
 "تمہیں تو کرنل چارلس ہی آکر کھولے گا۔ کیپٹن نے کس قدر
 اطمینان سے کہہ دیا تھا کہ فاسٹ ڈیٹھ کو بے شک گولی مار دوں
 صفدر نے زب زب خند لہجے میں کہا۔

اور ابھی اس کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ
 ایک جھٹکے سے کھلا اور دوسرے لمحے کرنل چارلس اور کرنل ہمیرخ
 اندر آ گئے۔ اُسی لمحے صفدر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت
 میں آیا اور آکھیں بھاڑے کرنل چارلس جیتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔
 صفدر نے اچانک اس کی کھوپڑی پر ضرب لگا دی تھی۔

"ارے یہ کیا کر دیا۔۔۔ دوسرے لمحے کمرے میں عمران کی
 آواز گونجی اور کیپٹن شکیل کی انجی جو شین کن کے ٹریگر پر حرکت
 کرنے والی تھی یک لمٹ علیحدہ ہو گئی۔ یہ آواز کرنل ہمیرخ
 کے حلق سے نکلی تھی۔

"عمران صاحب آپ۔۔۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کے منہ
 سے بیک آواز نکلا اور باقی ممبران بھی اب حیرت سے آنکھیں پھاٹے
 اُسے دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ کرنل ہمیرخ نے
 میک اپ میں عمران بھی ہو سکتا ہے۔

"اٹھو اٹھو ٹائگر۔۔۔ اس ضرب کو دوستانہ ضربوں کے کھاتے
 میں ڈال لینا۔ اور شکر کر دو کہ صرف ضرب ہی لگی ہے ورنہ اس کی جگہ
 گولی بھی لگ سکتی تھی۔۔۔ عمران نے فرش پر پڑے ہوئے
 کرنل چارلس کو ہاتھ سے پکڑ کر ادبہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور

کرنل چارلس سر کو پکڑے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹائیگر کے نام نے کمرے
 میں ایک اور دھماکہ کر دیا تھا۔

"تو کرنل چارلس کی سبائے ٹائیگر ہے۔۔۔ سب نے حیرت
 بھرے انداز میں کہا جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو۔

"بس اس میں یہی غامی ہے کہ اسے اسرائیلی بننے کا بہت شوق
 ہے کبھی میجر میرسن بن جاتا ہے اور کبھی کرنل چارلس۔۔۔ اور یہ
 تو کرنل چارلس کے ساتھ ساتھ بیک وقت کرنل ہمیرخ بھی بننا چاہتا
 تھا مگر میں نے بڑی مشکل سے اسے روکا ہے۔۔۔ عمران نے
 کہا اور اس کے ساتھیوں کے چہرے کھل کھلائے عمران تیزی
 سے ٹیلی فون کی طرف مڑ گیا۔ اس نے رسیووراٹھایا۔

"یس۔۔۔ دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی۔ جو
 اس سے پہلے عمران نے مشین روم سے فون کرنے پر سنئی تھی۔
 "سنو۔۔۔ ہیڈ کوارٹر میں موجود ہر شخص کو ایک جگہ اکٹھا کرو۔

مشین سے واقعی پرزہ غائب ہو چکا تھا اور کرنل ہمیرخ کی بات
 سچ نکلی ہے کہ ہم میں کوئی ایسا غدار موجود ہے جو فاسٹ ڈیٹھ کا
 حمایتی ہے۔ میں اس غدار کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔" عمران
 نے کرنل چارلس کے لہجے میں غراتے ہوئے کہا۔

"ادھ باس۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ غدار ہی کا تو سوال ہی پیدا
 نہیں ہوتا۔۔۔ دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔
 "جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ میں غدار کو پاتال میں سے بھی ڈھونڈ
 نکالوں گا۔۔۔ عمران کا لہجہ اور زیادہ سخت ہو گیا۔

"میں باس۔ میں سب کو بڑے مال میں اکٹھا ہونے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔" دوسری طرف سے بوکھلائے چمکے ہوئے بچے میں جواب دیا گیا۔
 "ماں۔ کوئی شخص باہر نہ رہ جائے۔ اور سب کو غیر مسلح ہونا چاہیے۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا۔" عمران نے کہا۔

"میں باس۔ میں سمجھ گیا باس۔ ایسا ہی ہو گا باس۔" مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"آرٹھ اور یو جی برنس مشین روم میں کام کر رہے ہیں۔ انہیں قطعاً ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اور یہاں مارن اور چار افراد موجود ہیں۔ انہیں چیک کر لیا گیا ہے وہ صاف ہیں۔ اس لئے وہ یہیں رہیں گے قیدیوں کے پاس۔ باقی تمام افراد بڑے مال میں پہنچ جانے چاہئیں۔ جب سب پہنچ جائیں تو مجھے فون پر اطلاع دینا۔ میں اور کرنل ہمبرخ آئیں گے اور اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ وہ غدار کیسے چھپ سکتا ہے۔ لیکن سنو۔ تمہارے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ انہیں کیوں بڑے مال میں اکٹھا کیا جا رہا ہے؟ عمران نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی ہو گا۔ دیسے ہیڈ کوارٹر میں آپ کو تو معلوم ہے مجھے سمیت صرف دس افراد ہیں۔ چار آپ کے پاس ہیں باقی پچھہ گئے ہیں۔ ہم بڑے مال میں پہنچ جاتے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری کال کا منتظر ہوں۔" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ان بے چاروں کا کیا تصور ہے انہیں کیوں لٹکا رکھا ہے۔ کھول دو انہیں۔ ارے ماں۔ آخر یہ تم آہنی کڑوں سے آزاد کیسے ہو گئے۔ یہ سچو کشن بدلی کیسے؟" عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور جب اُسے نعمانی کی جسم سمیٹ لینے والی صلاحیت اور جس تیزی اور پھرتی سے اس نے مارن کے ہاتھ سے سین گن چھین کر مارن سمیت چاروں افراد کو لقمہ اجل بنا دیا تھا۔ تو عمران کے چہرے پر تحسین کے آثار پھیل گئے۔

"بہت خوب نعمانی۔ بہت خوب۔ یہ تو ایسی باکال صلاحیت ہے کہ اب تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بس ایک سرکس بناتے ہیں۔ تمہیں کڑوں اور زنجیروں میں جکڑ دیا اور جب تم جسم سمیٹ کر نکل آؤ گے تو لوگ پیسوں کا مینہ برسا دیں گے۔ داہ داہ۔ کیا آسان روزی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب ہنس پڑے۔

"انہیں کھولو یا۔ یہ بھی اپنے ہی بھائی بند ہیں۔" عمران نے کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور پھر صفدر اور نعمانی نے آگے بڑھ کر کیپٹن تیزی اور اس کے چار زندہ ساتھیوں کے کڑے توڑ ڈالے اور وہ لوگ آزاد ہو گئے۔ "آپ برنس ہیں۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ کی شاگردی اختیار کروں گا۔ آپ نے جس ذہانت سے

میری آذان میں کرنل چارلس کو فوری طور پر پاؤں اور ہاؤس اڈانے سے کال کر کے روکا تھا۔ اس نے مجھے آپ کا گرویدہ کر دیا ہے۔
کیپٹن تیزی نے آگے بڑھ کر عمران سے زبردستی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ غالی خولی شاگردی نہیں چلے گی۔ پوری رسمیں نبھانی پڑیں گی۔ تیس گز کی چوڑی۔ دو من تھانی۔ اور ایک گھنٹے تک مرغابنا پڑے گا۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور کیپٹن تیزی کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

”یہاں سے باہر جاتے ہی آپ کی پہلی دو نوں شرطیں تو پوری کر دوں گا۔ البتہ آخری شرط۔۔۔ کیپٹن تیزی نے سنتے ہوئے کہا۔
”دائم۔ وہی تو اصل شرط ہے۔ اس کے بغیر تو شاگردی جو
ہی نہیں سکتی۔“ عمران نے آگھٹیں نکالتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن صاحب یہاں کی سیکورٹ سروس کے چیف ہیں۔“
صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔۔۔ جب پاکیشیا سیکورٹ سروس کا چیف میرے
سلنے گھنٹوں مرغابنا کھڑا رہتا ہے تو یہ کس باغ کی مولیٰ ہیں؟“
عمران نے کہا۔

”نٹ اپ۔۔۔ اگر اب مزید بکواس کی تو میں منہ توڑ دوں گی۔“
جولیا جو اب تک خاموش کھڑی تھی۔ ایک سٹو کے سلسلے میں توہین آمیز
الفاظ سنتے ہی پھٹ پڑی۔

”اے اے۔۔۔ میں نے تمہیں تو مرعی بننے کے لئے نہیں

کہا۔۔۔ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے اچھل کر
ایک طرف ہو گیا۔ ورنہ جولیا کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سین گن کا دستہ
اس کا منہ واقعی توڑ دیتا۔
اُسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران نے تیزی سے آگے
بڑھ کر سیور اٹھا لیا۔

”یس۔۔۔ عمران نے کرنل چارلس کے بلے خراتے ہوئے
کہا۔
”باس۔۔۔ ہم بڑے ہال میں اکٹھے ہو چکے ہیں۔“

دوسری طرف سے کہا گیا۔
”مگر اتنی دیر کیوں لگائی تھی؟“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
”باس۔۔۔ آپ کے فون کے بعد مجھے اجانک خیال آگیا تھا کہ
باہر نگرانی پر موجود آٹھ ممبرز کو بھی بلا لوں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے
کوئی غدار نکلتے آئے۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
”جگڈ۔۔۔ تم نے اچھا کیا۔ ٹھیک ہے میں اور کرنل ہمیر خ آ
رہے ہیں۔“ عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔
”آؤ ٹائیگر۔۔۔ اب متباہار کرو اور شروع ہو گا۔“ عمران نے
ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تذمیر۔۔۔ تم لوگ دس منٹ بعد یہاں سے باہر نکلنا۔ اور پھر
پورے بیٹھ کو انٹر میں پھیل جانا۔ صرف تذمیر۔ صفر اور شکیل
اس بڑے ہال میں آئیں گے۔ کیپٹن تیزی اور اس کے آدمی
بھی پہرے میں متباہارے ساتھ شامل ہوں گے۔ تم لوگوں نے صرف

یہ چیک کرنا ہے کہ مال میں موجود افراد کے علاوہ تو میہ کو ادر میں ادر کوئی فرد نہیں ہے اگر ہو تو اُسے فوراً ہی طور پر ہلاک کر دینا۔
 عمران نے انہیں ہدایات دیں اور پھر وہ دونوں دروازہ کھول کر باہر راہداری میں آ گئے۔ ٹائیگر کنٹرل چارلس کے روپ میں آگے آگے تھا جب کہ عمران کنٹرل سمیرخ کے میک اپ میں اس کے پیچھے تھا۔ عمران کے ہاتھ میں شین گن تھی۔ ٹائیگر خالی ہاتھ تھا۔ راہداری کے سرے پر پہنچنے کے بعد وہ دائیں طرف کو مڑ گئے۔ کیوں کہ ادھر ایک کمرے سے باتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور پھر وہ دونوں دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اندر سے تیرہ چودہ افراد کی آپس میں باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

عمران نے ٹائیگر کو اشارہ کیا اور ٹائیگر نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ کھلتے ہی آوازیں ایک نحت بند ہو گئیں اور ٹائیگر اور عمران اچھل کر اندر داخل ہوئے۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ بڑی طرح چونک پڑے۔ کیوں کہ کمرہ خالی تھا۔ دہاں ایک بھی آدمی موجود نہ تھا۔ عمران یہ دیکھتے ہی تیزی سے دروازہ کی طرف مڑا مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ ایک لمحہ پہلے جس جگہ دروازہ تھا اب دہاں سب پاٹ دیوار تھی۔ یہ دیوار بے آواز طریقے سے مل گئی تھی کہ انہیں احساس بھی نہ ہو سکا تھا۔ کمرے کا صرف یہی ایک دروازہ تھا۔ جواب دیوار میں بدل چکا تھا۔ اس کے علاوہ پورا کمرہ خالی تھا۔

اُسی لمحے کمرے کی ایک دیوار کے اندر نصب مائیک سے آواز ابھری۔

”ہیلو باس۔ کیا تم میری آواز پہچانتے ہو۔ بولنے والے کے بچے میں طنز نمایاں تھا۔
 ”یہ کیا بکواس ہے۔“ ٹائیگر نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے دہاؤ کر کہا۔

”غصہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم میرا نام بتا دو۔ تو میں اب بھی تمہیں اپنا باس مان لوں گا۔“ دوسری طرف سے بولنے والے نے سٹاٹ بچے میں کہا۔
 ”آخر تم چاہتے کیا ہو۔ اب میں سمجھ گیا غدار تم خود ہو۔“ ٹائیگر نے چیختے ہوئے کہا۔ اب نام تو اسے معلوم نہ تھا کہ وہ نام لے دیتا۔ عمران بھی خاموش کھڑا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ بازاری الٹ گئی ہے۔

”ابھی فیصلہ ہو جائے گا کہ غدار کون ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے تم پر شک کیسے ہوا۔ پہلی بات یہ کہ تم نے دوبار مجھے فون کیا۔ اور میرا نام نہ لیا۔ پہلی بار تو میں چپ ہو گیا کہ شاید مشین کی وجہ سے ہتھار اذین پریشان ہوگا۔ لیکن دوسری بار جب تم نے پھر میرا نام نہ لیا تو میں سمجھ گیا کہ کوئی گروڈ بڑبڑ رہے۔ کیوں کہ باس ہمیشہ میرا نام لے کر بات کرتے تھے۔ اس کے بعد میں نے ٹسٹ کرنے کے لئے چھ افراد کا نام لیا تو تم فوراً مان گئے کہ واقعی چھ افراد باقی رہ گئے ہیں۔ حالانکہ باس ابھی طرح جلنٹے تھے کہ باقی ہیں افراد ہیں۔ چنانچہ میں نے چیکنگ شروع کی اور پھر لاگت دم کا سارا حال میں

بھی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ خاموش کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کہ اب مائیکل کیا اقدام کرتا ہے۔ اس کے ان الفاظ سے کہ تمام کو اکٹھا ختم کیا جائے گا تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فوری طور پر ان کا خاتمہ نہیں کرے گا۔

تقریباً دس منٹ بعد اچانک وہ چونک پڑے جب کہ کمرے کے اس آدھے حصے کا فرش جو ان سے دور تھا۔ اچانک نیچے بیٹھتا گیا۔ اور اب دلوں خلا سپیدا ہو گیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے کھڑے دیکھتے رہے۔ چند ہی لمحوں بعد فرش دوبارہ اوپر کواٹھ آیا۔ اور ان دونوں نے یہ دیکھ کہ ایک طویل سانس لیا۔ کیوں کہ اب فرش پر تئویر۔ اس کے ساتھ کیپٹن تیز می اور اس کے ساتھی بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے تھے اور ان کے چہرے بترابہ تھے کہ انہیں کسی گیس کی مدد سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ اُسی لمحے عمران کو خیال آیا کہ یہ کام مائیکل نے پہلے کیوں نہ کیا وہ اس طرح گیس پھیلا کہ ان سب کو لاٹک آدمی میں ہی بے ہوش کر سکتا تھا۔ تو کیا مائیکل جانتا ہے کہ عمران سانس روک سکتا ہے یا اس کے ذہن میں کوئی ادب بات ہے۔

”مسٹر علی عمران۔“ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے ساتھی تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اور یقیناً تم نے یہ ضرور سوچا جو گا کہ اسی طرح میں تم دونوں کو بھی وہیں ساتھ ہی بے ہوش کر سکتا تھا۔ لیکن تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم کافی دیر تک

نے سکین پر دیکھ لیا۔ اور دلوں میں تہا رہی باتیں بھی سن لیں۔ میں چاہتا تو لاٹک روم کو کم سے اڑا دیتا۔ لیکن جا رہا یہ جیڈ کو اڈر شہر کے وسط میں ہے۔ یہاں ہونے والے دھماکے کے بعد ہمیں ڈراگھیر لیا جاتا۔ اس لئے میں خاموش رہا اور اسی لئے ہم نے متہین علیہ کہ لیا۔ باس جلتے تھے کہ اس جیڈ کو اڈر میں بڑا مال کہاں ہے۔ لیکن میں نے مائیکر سے گفتگو نشتر کر کے تمہیں اس کمرے کی طرف ٹریپ کیا۔ اور تم ہماری چال میں آ گئے اور سیدھی اپنی قبر کی طرف بڑھ آئے۔ مجھے معلوم ہے کہ کرنل چارلس کے میک اپ میں ٹائیگر ہے اور کرنل ہمبرج کے میک اپ میں پائیکٹ ما کا علی عمران ہے۔ مزید یہ بھی بتا دوں کہ میجر ہیرس کے میک اپ میں کرنل چارلس اور آرٹلڈ کی لاشیں بھی جہنے دیانت کر لی ہیں۔ اب تمہیں اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنا ہوگا۔ پھر تم سب کو اکٹھے ہی موت کے پیندرے میں کس دیا جائے گا اور آخر میں یہ بھی بتا دوں کہ میرا نام مائیکل ہے۔ چوں کہ کرنل چارلس۔ آرٹلڈ اور مارسن ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے الیف۔ ڈی کا سربراہ اب میں ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی آواز آنی بند ہو گئی جیسے کسی نے مائیک آف کر دیا ہو۔

”بڑی حماقت ہوئی۔ میں نے تو سوچا تھا کہ سب کا اکٹھا ہی کر یا کروم کموں لیکن۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ شین گن ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی لیکن شین گن کی گولیاں اب وہ دیوار پر مار کر ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں سے نکلنے کی

سانس روک سکتے ہو۔ میں ایف۔ ڈی میں آنے سے پہلے اسرائیل کی ایک ادنیٰ خفیہ تنظیم میں شامل تھا اور ہمارا ٹھکانہ ہے پاکبشتیا میں جو چکا ہے۔ وہاں بھی ہم نے اسی حربے سے کام لے کر آخری لحظات میں بازئی الٹ دی تھی۔ اس لئے میں کوئی رسک نہ لینا چاہتا تھا۔ اب ہم سب میرے رحم و کرم پر ہو۔ اور اب سن لو کہ ہم سب کی موت کس طرح واقع ہو گئی۔ میں نے تمہارے لئے انتہائی عبرت ناک موت تجویز کی ہے۔ اس حکم سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ ہی یہاں سے مہرباری چھین باہر نکل سکتی ہیں۔ اس لئے میں اپنے ساتھیوں سمیت یہ جیڈ کوآرڈ فوری طور پر خالی کر کے دوسرے پوائنٹ پر جا رہا ہوں۔ جہاں سے ہم حکومت سے ٹکر لینے کے لئے ایک نئی پالیسی اپنائیں گے۔ کنٹرل چارلس کی پالیسی قطعاً غلط رہی تھی۔ اور یہ بھی مجھے یقین ہے کہ ریڈ آرمی بھی تمہارے ہاتھوں ختم ہو چکی ہے۔ ورنہ تم اور تمہارا ساتھی کنٹرل جمپیرنخ اور میجر میرس کے روپ میں کبھی یہاں نہ آتے۔ ہم اس وقت تک خاموش رہیں گے جب تک اسرائیل سے ہمیں نئی ہدایات نہیں مل جاتیں۔ بہر حال ہم بھی جی کریں گے وہ ہمارا اپنا معاملہ ہوگا۔ ہم سب اس حکم سے میں بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے۔ میں چاہتا تو تھا کہ یہاں گولیاں مار کر ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ میں نے کوئی راستہ کھولا۔ یا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا تو تمہارا شاہر ذہن اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لے گا۔ اس لئے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ

میرا فیصلہ درست ثابت ہوگا۔ اس خالی عمارت میں مہرباری لاشیں تک لگ کر مٹ جائیں گی۔ تب بھی کوئی اس عمارت میں داخل نہ ہوگا۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ تمہارے پاس سین گن ہے۔ اور اس میں یقیناً اتنی گولیاں موجود ہوں گی کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے بچا سکتے ہو۔ بہر حال یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا کہ تم کس طرح مرنا چاہتے ہو۔ خودکشی کر کے یا بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ آخری سلام قبول کر دو۔ مائیکل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی کھٹک کی آواز سنائی دی ادا آواز آنی بند ہو گئی۔ عمران کھڑا ہوئی طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ مائیکل عجیب و غریب مجرم ثابت ہوا تھا۔ اس نے ان سب کے لئے واقعی اذکی موت تجویز کی تھی۔ اب تک عمران کو امید تھی کہ مائیکل ان کے خلعے کے لئے کچھ نہ کچھ کرے گا تو وہ یہاں سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی حل نکال لے گا۔ لیکن مائیکل کے عیار ذہن نے واقعی ایک ایسی ترکیب استعمال کی تھی کہ اس کی ساری امیدیں دھری کی دھری رہ گئی تھیں۔ اور اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی تقریباً ذلیل ہو کر رہ گئی تھی۔ اب یہ اتفاق تھا یا مائیکل کی خوش قسمتی کہ یہاں آتے وقت ٹرانسمیٹر اس نے جیب سے نکال دیا تھا۔ اُسے خیال آیا تھا کہ شاید ایف۔ ڈی کے جیڈ کوآرڈ میں داخلے کے وقت ان کی تلاشی لی جائے۔ اور ٹرانسمیٹر ایک ایسی چیز تھی جسے کسی خفیہ جیب میں چھپایا نہ جاسکتا تھا۔ یو اور اور میک اپ باکس تو وہ لے آیا تھا۔

سکوں کہ ان کے لئے خفیہ حبیب موجود تھیں۔ حالانکہ اب اُسے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا کیوں کہ داخلے کے وقت ان کی تلاشی نہ لی گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس ٹرانسپیر ہو تا تو وہ سر و اجہ یا نادر کو کال کر کے یہاں سے نکل سکتا تھا۔ لیکن اب یہ ذریعہ بھی نہ رہا تھا۔ سیکرٹ سروس کے ممبران کے ہاتھوں پر سے بھی ٹرانسپیر و اجہ غائب تھیں۔ شاید بے ہوش کرنے کے بعد ان کی تلاشی لی گئی تھی۔ البتہ عمران حیران تھا کہ آخر مائیکل کس قسم کا آدمی ہے۔ وہ چاہتا تو انہیں بے ہوش کر دینے کے بعد آسانی سے ان کے گھرے کاٹ سکتا تھا۔ لیکن شاید وہ تشدد پسند طبیعت کا مالک تھا۔ اس لئے اس نے انہیں اس طرح قتل کرنے کی بجائے پر تشدد انداز میں مارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

”اب آپ کیا سوچ رہے ہیں باس۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچنی چاہیے۔“ ٹائیگر نے اس بار اصل آواز میں کہا۔

”میں ذرا اپنی ریڈی میٹ کھوپڑی کی بیڑی چارج کر رہا ہوں۔ بڑی کمزور ہو گئی ہے۔ اس لئے تو سامنے کی بات ہی نہیں سوچ سکتی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سامنے کی بات۔“ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ یہ سامنے کی بات تھی کہ مائیکل ہمیں چکر دے رہا ہے اس نے چھ افراد کو اکٹھے کرنے پر جو دیر لگا لی تھی اُسی بات سے مجھے

سجھ آ جانی چاہیے تھی کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ لیکن میں باتوں میں مصروف رہا۔ بہر حال ذرا میری بیڑی چارج ہو جائے پھر دیکھنا میری ریڈی میٹ کھوپڑی کیا گل کھلاتی ہے۔“ عمران نے کہا اور اُسی لمحے اچانک ایک نیٹال ہتھی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن پر لپکا۔ اس نے سوچا کہ مائیکل اگر تشدد پسند طبیعت کا آدمی ہے تو پھر یقیناً وہ انہیں اس طرح چھوڑ کر یہاں سے بھاگے گا نہیں بلکہ اس نے لازماً کوئی ایسا خفیہ انتظام کیا ہو گا جس کی مدد سے وہ اس کمرے میں ان پر گزرنے والی ہر واردات آنکھوں سے دیکھ سکے۔ اسی طرح ہی اس کی تشدد پسند طبیعت کو تسکین مل سکتی ہے۔ یہ خیال آتے ہی عمران نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور غور سے دیوار کے ایک ایک حصے کو دیکھنے لگا۔ وہ ایک ایک پچے کو چیک کر رہا تھا۔ لیکن پھر وہ یوں سا ہو گیا کیوں کہ وہاں اُسے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی تھی۔ چپٹ کا بھی اس نے غائر نظر سے جائزہ لیا تھا۔ لیکن چھت بھی بالکل سیاہ تھی۔

”ٹائیگر۔“ تم ان سب کو ہوش میں لے آؤ۔ ان کی ناک اور نہ بند کر دو۔ یہ ہوش میں آجائیں گے۔“ عمران نے دیواروں کا جائزہ لیتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔ اور جب عمران نے جائزہ مکمل کیا تو اس کے سارے ساتھی ہوش میں آچکے تھے۔ البتہ کیپٹن تیزی اور اس کے ساتھی ابھی تک بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔

”یہ کیا ہو گیا ہے۔“ صفدر نے سب سے پہلے زبان کھولی

اور پھر عمران نے ساری تفصیل انہیں بتا دی تاکہ صحیح صورت حال کا ان سب کو علم ہو جائے۔ تنویر سمیت سب ساتھیوں کے چہروں پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔ یہ انتہائی عجیب و غریب سزا تھی جو ان کے لئے مقدر کی گئی تھی انتہائی خوف ناک اور دل ہلا دینے والی سزا۔

عمران اب خاموش کھڑا تھا۔ لیکن اس کی نظریں بار بار ادھر اُدھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے اس بات کو بھی چیک کیا تھا کہ شاید فرشتے نیچے جانے کا کوئی سسٹم اندر سے بھی ہو۔ اس لئے اس نے دیواروں کو خوب ٹھونک بجا کر بھی چیک کیا تھا لیکن بے سود۔ بالکل نئے واقعی عجیب و غریب کمرے کا انتخاب کیا تھا۔ جس کا تمام سسٹم باہر سے تھا۔ اندر سے وہ بالکل سیاہ تھا۔ دیواریں بھی اتنی ٹھوس تھیں کہ ان میں نقب بھی نہ لگائی جاسکتی تھی۔ اور نہ انہیں کسی طرح گرایا جاسکتا تھا۔ یہ واقعی ان سب کے لئے خوف ناک قبر تھی ٹھوس اور سنگین قبر۔

جوزف اور جووانا عمران اور ٹائیگر کے ایف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر کے اندر چلے جانے کے بعد وہیں قریب ہی ایک بار میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ عمران نے انہیں بتایا تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر پر قابو پالینے کے بعد انہیں خود ہی بلا لے گا۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ کسی طرح بھی کسی کام میں مداخلت نہ کریں۔ اس لئے جوزف اور جووانا دونوں بڑی بے فکر سی سے بیٹھ ہوئے تھے۔ بار کی تمام میزیں بھری ہوئی تھیں اور دباؤ زیر زمین دنیا کے افراد کی تعداد زیادہ نظر آ رہی تھی جن کی سرستیاں اور اکڑ سی بنا رہی تھی کہ بڑے عمدہ خودہ اپنے آپ کو بھاشا نہ کے سب سے بڑے دادا سمجھ رہے ہیں۔ جوزف اور جووانا کو چوں کہ ایک خالی میز آسانی سے مل گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے کسی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ جوزف نے بیٹھتے ہی خالص دھسکی

کی دو بوتلوں کا آرڈر دے دیا۔ اور پھر جوانانے ایک ہی بوتل پی لی کہ جوزف دیش سے منگو کر چار بوتلیں چٹھا چکا تھا۔ جوانانہ خود بلا نوش تھا اور دس بیس بوتلیں ایک ہی وقت میں پی جانا اس کے لئے معمولی بات تھی۔ لیکن نجانے کیا بات تھی کہ جب سے وہ عمران کے پاس آیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر اس کی شراب نوش ختم ہو کر گئی تھی۔ یہ بات نہیں تھی کہ عمران نے اُسے پینے سے منع کیا تھا۔ بلکہ جب اس نے عمران کو کبھی ایک بوند بھی چکھتے ہوئے نہ دیکھا تو اس نے ایک بار عمران سے اس بارے میں پوچھ لیا۔ کیوں کہ جوانا کا خیال تھا کہ شراب انسان کے اعضا میں طاقت کے خزانے بھر دیتی ہے۔ لیکن عمران کے متعلق اُسے عملی تجربہ تھا کہ عمران کے جسم میں ہزاروں جوانا جیسی طاقت بھری ہوئی تھی۔ اس کے باوجود عمران شراب نہ پیتا تھا۔ اور جب عمران نے اُسے بتایا کہ شراب پینا دراصل اپنی طاقت کو محضت میں ضائع کرنے کے مترادف ہے تو جوانانے شراب چھوڑ دی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ جب اس کا ماسٹر شراب نہیں پیتا اور پھر بھی اس سے ہزاروں گنا زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ تو اُسے بھی شراب نہیں پینی چاہیئے تھی۔ اس نے جوزف کو بھی یہی فلسفہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شراب تو جوزف کی زندگی بن چکی تھی۔ اس کے نزدیک شراب نہ پینے والے مردہ تھے۔ اس لئے اس نے جوانا کی بات کو ہنس کر ٹال دیا تھا۔ اور جوانانے بھی اصرار مناسب نہ سمجھا تھا۔ جوانانے شراب سے توبہ نہ کی تھی اور کبھی موڈ آجاتا تو پی بھی

لیتا تھا لیکن بہت کم۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اچھی ایک ہی بوتل پی لی تھی کہ جوزف چار چٹھا گیا تھا۔ اور پھر جب جوزف نے دیش کو دو بوتلیں اور لٹانے کا آرڈر دیا تو دیش ٹھٹک گیا۔ یہ کہ دیش بھی خاص طاقت و جسم کا مالک تھا اور مکمل دعوت سے نرمی گرمی غنڈہ لگ رہا تھا۔ ایسی باروں میں بار کے مالک ایسے ہی دیش رکھتے تھے۔ کیوں کہ ہمت شرابی اور بدعزم خود اپنے آپ کو دادا سمجھنے والے گاہک ایسے ہی دیشوں کے قابو میں آسکتے تھے۔

”جب میں رقم بھی ہے۔“ دیش نے طنز یہ لہجے میں جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”رقم کی کوئی کمی نہیں ہے دوست۔ تم بس شراب لے آؤ۔“ جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پہلے دکھاؤ۔“ تم جیسے لوگ بعد میں دانت نکال دیتے ہیں۔ اور ہمیں تمہارے دانت نہیں رقم چاہیئے۔ پہلے ہی پانچ بوتلوں کا خالص بل بن چکا ہے۔“ دیش نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”اوکھی کی اولاد۔ تم سے جو کہا جا رہا ہے وہ کرو۔ جاؤ۔“ اس بار جوزف کی بجائے جوانانے یوں ہاتھ ملا کر کہا جسے کان پر سے مکھی اڑا رہا ہو۔ شاید دیش کے انداز پر اُسے غصہ آ گیا تھا۔

”پانچو کھٹا۔“ ہا کہ دمشر کسی غلط فہمی میں نہ رہنا میرا نام شایبہ ہے۔ ماسٹر شایبہ۔ میں بڑے سے بڑے سورتگو میوں کی طرح نچوڑ کر پھینک دیتا ہوں۔“ دیش نے آنکھیں نکالتے

ہوئے کہا۔

”ادہ۔ تمہاری یہ جرأت پدری کی اولاد کے تم جوانا کو دھمکی دے۔ اس جوانا کو جن کا نام سن کر دہشت سے دھڑکن بھی کانپ اٹھتی ہے۔“
جوانا بھڑک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”جوانا پلیز بیٹھ جاؤ۔ غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

جوزف نے جدی سے اٹھ کر اُسے بٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا وہ شاید اپنے شراب پینے کے مزے میں کوئی رخنہ انداز ہی نہ چاہتا تھا اور ادھر شابو بھی جوانا کا ٹیل دڈول دیکھ کر قدمے جھبک گیا تھا۔ لیکن بہر حال اُسے اعتماد تھا کہ وہ اپنے لوگوں میں ہے۔

”دہشت سے نہیں تمہارے انجام پر کانپ اٹھتی ہوگی۔ میں نے بہت دیکھے ہیں تم جیسے خیر۔“ شابو نے مذاق اڑانے کے لیے بچے میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے اس کی چیخ سے پورا بار گونج اٹھا۔ جوانا کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا اور شابو تھپڑ کھا کر چپٹا ہوا یوں فضا میں بلند ہوا جیسے وہ انسان کی بجائے کوئی گیند ہو۔ اور وہاں سے کافی فاصلے پر موجود کاؤنٹر کے ساتھ ایک دھماکے سے جا ٹکرایا۔

”تھپڑ کی آواز کے ساتھ ساتھ چیخ اور پھر کاؤنٹر سے شابو کے ٹکرنے کا دھماکہ تقریباً بیک وقت ہی پیدا ہوئے تھے۔“ ادہ ان آوازیں کے سنتے ہی ایک لمحے کے لیے تو ہال میں جھپک سکتا

چھ گیا۔ مگر دوسرے لمحے کیا ہوا کیا ہوا کی آوازیں کے ساتھ ہال میں موجود ہر شخص اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”شابو کاؤنٹر سے ٹکرا کر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کا گال پھٹ گیا تھا اداس میں سے خون کی ٹیکریں سی بہ رہی تھیں۔ اس کی گردن تک پہنچ رہی تھیں۔ لیکن شابو کی آنکھیں دھکتے ہوئے انگاروں کی طرح چمک اٹھی تھیں۔“

”تم نے شابو پر ہاتھ اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ اب تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔“ شابو نے عزائمے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے پتلون کی کچھلی جیب میں چھپا ایک تیزخبر یاہ نکال لیا۔

”کیا ہوا شابو۔ کیا بات ہے۔“ اچانک کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے غنڈے نے تیزی سے باہر آ کر شابو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”جوری۔“ اس بد بخت نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اداس اب دیکھو اس کی آنتیں کیسے اس کے پیٹ سے باہر آتی ہیں۔“
شابو نے کاؤنٹر میں کو بازو سے ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ اور خود تیزی سے منجھڑا ہوا جوانا کی طرف بڑھا۔ جو بڑے مضبوط انداز میں کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر معمولی سی پریشانی کے آثار تک نہ تھے۔ جوزف بھی اب اس کے ساتھ کھڑا بڑے چوکنا انداز میں اپنی طرف بڑھتے ہوئے شابو کو دیکھ رہا تھا۔
”اس جنگی کے پچھ کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ یہ کچھ ضرورت سے زیادہ

ہی اچھل رہا ہے۔ جو زون نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔۔۔ اس نے جوانا کو لٹکا رہا ہے۔ اور جوانا اپنے دشمن
 کی بیٹیاں اپنے ہاتھوں سے ہی پھینکوڑا ہے۔“ جوانا نے ایک
 ہاتھ سے اُسے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا اور خود دو قدم آگے بڑھ آیا۔
 اس کی آواز میں کوئی ایسی بات تھی کہ مال میں جو وجود ہر شخص کے جسم
 میں سرمدی کی ایک لہر سی اپنے آپ دوڑتی چلی گئی۔
 ”شابو بھی جوانا کی آواز میں کہ ایک لمحے کے لئے ہٹھکا لیکن پھر وہ
 خنجر لہرا تا ہوا آگے بڑھا۔ اور دوسرے لمحے کسی بھیانک عفریت
 کی طرح چیخا ہوا جوانا پر حملہ آور ہو گیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ
 خنجر زنی میں ماہر ہے۔ لیکن جوانا نے اس کے خنجر کی ذرا بھی
 پردہ نہ کی۔ بلکہ شابو کے قریب آتے ہی اس نے انتہائی پھرتی سے
 اپنا پایاں ہاتھ لہرا لیا اور شابو کے ہاتھ سے خنجر اڑتا ہوا کہیں دور جا
 گرا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور
 اس پر حملہ آور شابو توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح اڑتا ہوا
 کاؤنٹر کے قریب ایک راہدار سی کے سر پر جا کر مارا۔ اس
 کے اڑ کر گرنے کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ اس کے حلق سے نکلنے والی
 تیغ بھی اس دقت سنائی دی جب وہ نیچے فرش پر جا کر اٹھا۔ بار
 میں موجود لوگوں کو یہی محسوس ہوا تھا جیسے گرانڈیل شابو کوئی رپڑ کا
 گڈا ہو جسے کسی دیونے اچھال کر پھینک دیا ہو۔ اس با مضرب
 شابو کی پسلیوں پر لگی تھی اور شابو نیچے گرتے ہی چنبلے پھڑکتا
 رہا پھر اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے گئے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

پسلیوں پر پڑنے والی شدید ترین ضرب نے اس کا سانس روک دیا تھا۔
 بار میں موجود ہر شخص دم بخود رہ گیا تھا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا
 تھا جیسے جوانا کوئی انسان نہ ہو بلکہ انسان کے روپ میں عفریت ہو وہ
 تصور ہی نہ کر سکتے تھے کہ بھاری بھر کم شابو ایک ہی ضرب سے اچھل
 کر اس قدر دور جا کر گر سکتا ہے اور پھر بے ہوش بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ
 شابو زیر زمین دنیا کا ماحول رکھتا تھا۔ اور اس کی مڑائی بھڑائی کے
 فن نے اپنے اچھوں پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔“ اچانک راہدار سی کے عقب سے ایک
 آواز گونجی اور دوسرے لمحے ایک لمبا ترنگ ٹیٹو جوانا نمودار ہوا۔ وہ
 حیرت سے مال کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس کی نظریں جیسے
 ہی جوانا اور جوں پر پڑیں وہ برسی طرح اچھل پڑا۔

”ارے تم۔۔۔ تم دونوں یہاں کیسے۔۔۔ پرنس کہاں ہے؟
 آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پرنس کا نام سن کر
 جوں اور جوانا بھی چونک پڑے۔ وہ اُسے غور سے دیکھ رہے
 تھے۔ لیکن آنے والے کا چہرہ ان کے لئے شناسنا نہ تھا۔ لیکن
 اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نہ صرف انہیں جانتا ہے بلکہ وہ عمران
 سے بھی واقف ہے کیوں کہ عمران ہی اپنے آپ کو پرنس کہلاتا
 تھا۔

”تم کون ہو؟“ جوانا نے غور سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ تم مجھے نہیں پہچانتے۔ کیوں کہ جب
 میں نے تمہیں پرنس سے وصول کیا تھا اس وقت تم زخمی اور

بے ہوش تھے۔ بہر حال میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ نرم اور دوستانہ تھا۔

”نہیں پہلے تم اپنا تعارف کراؤ۔“ جو انہوں نے کہا۔

”میرا نام نادر ہے۔ اور خولے کے لئے آنا ہی کافی ہے کہ تمہیں میرے ہی کہنے پر ڈاکٹر رحمت اللہ کے ہسپتال پہنچا یا گیا تھا۔ باقی باتیں اندر چل کر ہوں گی۔ میں پرنس کا دوست ہوں۔“

نادر نے کہا۔

”نادر۔ ڈاکٹر رحمت اللہ اور ہسپتال کا حوالہ جو انا اور جوزف دونوں کے لئے کافی تھا۔ ان کے چہروں پر چھائی ہوئی سختی ایک لمختہ دور ہو گئی۔“

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ ہم سمجھ گئے۔ بہر حال اگر یہ تمہارا ساتھی ہے تو اسے بتا دینا کہ جو انا کون سے۔“ جو انہوں نے فرخش پر پڑے ہوئے شاہوکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”جوری۔ اس حرام نادے کی عقل یقیناً ٹھکانے لگ گئی ہو گی۔ اسے ہوش میں لے آؤ اور اسے کہہ دو کہ ہر شخص کے ساتھ نہ الجھ پڑا کرے۔“ نادر نے اس بار کاؤنٹرین سے غلطی ہو کر غصے لہجے میں کہا اور پھر جو انا اور جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور راہ داری کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ دفتر کے سے انداز میں سجا ہوا تھا۔

”بٹھو۔ تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بے حد حیرت ہو رہی ہے۔“ نادر نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ نادر نے میز کی دوسری طرف کرسی بٹھال لی۔

”حالاں کہ کوئی حیرت دلی بات نہیں ہے۔ یہاں آنا بیٹھنا کوئی جرم تو بہر حال نہ ہو گا۔“ جو انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ارے نہیں یہ بات نہیں۔ دراصل یہ علاقہ شہر کا وسطی علاقہ ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہاں پرنس کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر ہے پرنس کے بغیر تم یہاں نہیں آ سکتے۔ مجھے ڈاکٹر رحمت اللہ نے بتایا تھا کہ پرنس نے تم دونوں اور تمہارے تیسرے ساتھی کو ہوٹل لالہ زار کی لابی میں پہنچنے کا پیغام دیا تھا۔ اس کے بعد میں نے پرنس کو ڈھونڈنے کی بے حد کوشش کی۔ کیوں کہ میں اُسے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا تھا۔“ نادر نے کہا۔ اور ہوٹل لالہ زار کی لابی کا حوالہ ایسا تھا کہ جوزف اور جو انا دونوں کو یقین ہو گیا کہ نادر واقعی عمران کا دوست ہے۔

”کیسی اطلاع۔“ جوزف نے اس بار پوچھا۔

”تم اس کے ساتھی ہو اس لئے تم سے کیا چھاننا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اسرائیل کی ریڈ آرمی کا کرنل سمیرخ پرنس کی تلاش میں ہے۔ اس نے میرے ہی ایک آدمی سے اُسے تلاش کرنے کے لئے کہا۔ اور میرا یہ آدمی کسی زمانے میں اسرائیل میں رہ چکا ہے۔“

اور وہ کرنل ہمیرخ کو اچھی طرح جانتا ہے وہ دماغ کی خفیہ پولیس میں رہ چکا ہے۔ نادرنے اپنی طرف سے بڑا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کی بات سن کر جوڈ اور جو نادر دوں کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

”تم مسکرا رہے ہو۔ ارے میرے آدمی نے بتایا ہے کہ ریڈ آدمی دنیا کی انتہائی خوف ناک تنظیم ہے۔ اور کرنل ہمیرخ تو شیطان ہے پورا شیطان۔ نادرنے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”تم پھر سن لو نادر۔ کہ ریڈ آدمی باس کے ہاتھوں میک آئی بن کر جنم داخل ہو چکی ہے۔ اور اگر کرنل ہمیرخ شیطان ہے تو اس وقت پرنس اسی شیطان کے روپ میں الیف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ جو نادر نے ہنستے ہوئے کہا اور نادر کی آنکھیں حیرت سے پھلتی چلی گئیں۔

”کک۔ کک۔ کک۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ریڈ آدمی کا خاتمہ ہو چکا ہے اور پرنس کرنل ہمیرخ کے روپ میں الیف۔ ڈی کے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ اور پرنس واقعی گریٹ ہے بہت گریٹ ہے۔ لیکن تمہاری یہاں موجودگی بتا رہی ہے کہ الیف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر یہیں کہیں قریب ہی ہے۔“ نادر نے کہا۔

”ہاں۔ کیفے کے سامنے راج موتی کمرشل سنٹر ہے۔ اس کے عقب میں ایک رہائشی عمارت ہے۔ وہی الیف۔ ڈی کا ہیڈ کوارٹر

ہے اور باس اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اندر گیا ہے۔ لیکن اُسے گئے ہونے کافی دیر ہو گئی ہے۔“ جو نادر نے کہا۔

”ادہ۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ میرا خیال ہے ہمیں پتہ کرنا چاہیے۔“ نادر نے کہا۔

”نہیں۔ باس اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ ہمارے جانے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ دماغ کوئی گڑبڑ ہو جائے۔ باس نے کہا ہے کہ جب ضرورت ہوگی وہ خود بلانے لگے۔“ جوڈ نے کہا۔

”ادہ ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی میں اپنے آدمی دماغ تعینات کر دیتا ہوں۔ وہ مجھے کسی بھی گڑبڑ کی صورت میں اطلاع دے دیں گے۔“ نادر نے کہا اور اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹر کام کا ریسیور اٹھایا اور ایک نمبر پر پریس کر دیا۔

”یس۔ کھنہ سپیکنگ۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”کھنہ۔ میرے دو دوست راج موتی سنٹر کے عقبی حصے میں گئے ہوئے ہیں۔ یہ جگہ ایک خوف ناک تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ تم اپنے دو خاص آدمی اس جگہ کی نگرانی پر لگا دو۔ کسی بھی گڑبڑ کی صورت میں مجھے فوری اطلاع ملنی چاہیے۔“ نادر نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس باس۔“ کھنہ نے جواب دیا اور نادر نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے ویٹر کو بلا کر ان دونوں کے لئے دیہن شراب کی دو بوتلیں منگوا دیں۔ اور خود ان سے باتوں میں مصروف

ہو گیا۔
ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔ نادرنے چونک کر سیوڑ اٹھالیا۔
”یس۔۔۔۔۔ نادرنے کہا۔

”کھنڈ بول رہا ہوں جناب۔۔۔۔۔ جس عمارت کا آپ نے بولا تھا۔ وہاں کچھ گڑبڑ ہو چکی ہے۔ بوبی نے اطلاع دی ہے کہ اس میں موجود کچھ لوگ بڑی افراتفری کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ اور اس نے شاید اندر گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سنی ہیں۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو اندر سن گن لی جائے۔۔۔۔۔ کھنڈ نے کہا۔
”نہیں۔۔۔۔۔ تم نے کوئی مداخلت نہیں کرنی۔ میں خود چیک کر لوں گا۔۔۔۔۔ نادرنے کہا اور سیوڑ کھدیا۔

”اندر کچھ گڑبڑ ہے۔ کیا خیال ہے اندر کی سن گن لی جائے۔ گولیاں بھی چل رہی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پرنس کسی مشکل میں پھنس گیا ہو۔۔۔۔۔ نادرنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے ہمیں ضرور چیکنگ کرنی چاہیے۔ فی الحال صرف چیکنگ۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو مداخلت بھی ہو سکتی ہے۔
جوزف نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تو آئیے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔۔۔۔۔ نادرنے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو ہمراہ لئے دفتر سے باہر نکلا اور مقوڑی دیر بعد وہ کیفے سے باہر آگیا۔ راج موتی کمرشل سنٹر کی بڑی عمارت سامنے ہی تھی۔ نادرنے جوزف اور جوانا تینوں تیز تیز قدم

اٹھاتے ابھی آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک ایک دکان سے ایک نوجوان نکل کر اس کی طرف بڑھا۔
”کیا پوزیشن ہے بوبی۔۔۔۔۔ نادرنے اس نوجوان سے محنت طلب ہو کر کہا۔

”باس۔۔۔۔۔ اندر کافی دیر افراتفری سی رہی ہے۔ ہمیں قریب افراد میں غیر ملکی لگتے ہیں۔ لیکن اب وہ لوگ ایک کمرے میں موجود ہیں۔ میں نے ساتھ دالی عمارت کے خالی کمرے سے چیک کیا ہے۔ وہاں سے عمارت کا اندرونی حصہ صاف نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ بوبی نے کہا۔
”مجھے دکھاؤ۔۔۔۔۔ میں خود دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ دہ

نے کہا۔
”آئیے میرے ساتھ۔۔۔۔۔ بوبی نے کہا اور پھر وہ ان تینوں کو ہمراہ لئے ایک بڑی سی عمارت میں گھس گیا۔ لفٹ کے ذریعے وہ چھٹی منزل پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ایک راہداری میں ہوتے ہوئے وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کی کھڑکی راج موتی کمرشل سنٹر کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔ راج۔۔۔۔۔ دتی سنٹر کا عقبی حصہ خاصا نیچا تھا۔ کھڑکی کو باہر سے فولادٹی پٹیوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ایک جھری ایسی بن چکی تھی۔ جہاں سے سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ نادرنے جھری سے آنکھ لگا دی۔ وہ کچھ دیر دیکھا رہا پھر چونک کر تپچھ بٹھا۔

”مسٹر جوانا۔۔۔۔۔ حالات واقعی گڑبڑ ہیں۔ میں نے ایک آدمی

درمیان میں سیاہ رنگ کی ایک انتہائی باریک ڈورسی تھی جو لمبا نیں خاص نظر آرہی تھی۔ دوسرے سرے پر ایک چھوٹا سا سیورسا بنا ہوا تھا۔ نادرنے جلدی سے ڈورسی کو کھولا اور پھر اس بٹن کو جھری سے گزار کر دوسری طرف نیچے کھسکا تا گیا۔ ڈورسی تیزی سے کھل کر جھری سے غائب ہوتی جا رہی تھی۔ ابھی آدھی سے زیادہ ڈورسی کھلی تھی کہ ڈورسی کا کھسکا بند ہو گیا۔ بٹن شاید کسی کمرے کی چھت یا پھر فرش سے جالنگا تھا۔ لیکن اب وہ مزید نیچے نہ جاسکتا تھا۔ نادرنے ڈورسی کو ذرا سا جھکا دیا تو ڈورسی دو گز تک مزید نیچے کھسک گئی۔ لیکن اس کے بعد اس نے مزید کھسکنے سے یکسر انکار کر دیا۔ اور نادرنے سیورس کے کونے میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ایک آواز سیورس سے نکلی کہ کمرے میں گونجی۔

”باس۔ کیا یہ بہتر نہ تھا کہ ان سب کو ہلاک کر دیا جانا ہو سکتا ہے یہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ بنا لیں؟“ بولنے والے کا لہجہ مؤدبانہ تھا۔

”نہیں آرک۔“ اس کمرے سے ان کا نکلنا ناممکن ہے اب انہیں وہیں ایڑیاں رگڑ کر گریہ کرنا ہو گا۔ ہمارے سکرین پر دیکھا نہیں کہ عمران نے کس طرح ایک ایک دیوار کو ٹھونک بجا کر دیکھا ہے۔ لیکن وہ کوئی راستہ پیدا نہیں کر سکا۔ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ کر مزہا بہر حال ان کا مقدمہ بن چکا ہے۔ ایک اور آواز سنائی دی اور اس بار نادرسیمیت جوزف اور جو انا بھی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عمران کا ذکر اور پھر ایڑیاں رگڑ کر

کوئی شین گئیں اٹھائے ایک کمرے میں گھستے دیکھا ہے؟ نادرنے کہا۔

”لیکن باس تو ان کے اپنے آدمی کے روپ میں اندر گیا ہے۔ اب کیسے پتہ چلے کہ گڑ بڑ کیا ہے۔ اور کیا باس کو کوئی مشکل پیش ہے یا نہیں؟“ جو انا نے کہا۔

”بونی۔ بھاگ کر جاؤ۔ اور ڈکٹا فون لے کر آؤ۔ جلدی کرو۔ اس سے ہم آسانی سے ان کی باتیں سن سکیں گے۔ پھر اصل صورت حال سامنے آئے گی۔“ نادرنے مٹر کر بونی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور بونی سر ملاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

”سنو۔“ نادرنے اُسے دودانے میں ہی رد کرتے ہوئے کہا۔

”یس باس۔“ بونی نے مٹر کر پوچھا۔

”تین شین گئیں اور فالتو میگزین بھی لے آنا۔ مگر آؤ جلدی بھاگ کر۔“ نادرنے کہا اور بونی اثبات میں سر ہلا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

اب جو انا اس جھری سے جھانک رہا تھا لیکن اُسے وہاں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی سی طاری تھی۔

تھوڑی دیر بعد بونی اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر بریف کیس کھول کر اس نے ایک عجیب ساخت کا ڈکٹا فون نکال کر نادری طرف بڑھا دیا۔ اس کے ایک سرے پر ایک چھوٹا سا بٹن تھا۔

نکل کر باہر سرٹک پر آگئے۔

”بونی۔۔۔ تم یہ بریف کیس مجھے دو اور کیسے سے جا کر اپنے ساتھیوں کو بلاؤ۔ انہیں پوری طرح مسلح کرنا چاہیے۔۔۔ نادرنے بونی کے ہاتھ سے بریف کیس لیتے ہوئے اُسے حکم دیا۔

”مگر باس۔۔۔ اس وقت تو صرف میرے سمیت چار افراد موجود ہیں۔ باقی لوگ تو پوائنٹ پر گئے ہوئے ہیں وہ کل واپس نہیں آئیں گے“ بونی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جو ہیں انہیں لے آؤ جلدی کرو۔۔۔ نادرنے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے راج موتی کمرشل سنٹر کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ جوزف اور جونا بھی اس کے ساتھ تھے۔ جونا اور جوزف دونوں کے چہرے انتہائی سخت ہو رہے تھے۔ وہ بار بار ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ انہیں اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ باس اور اس کا ساتھی تو مشکل میں پھنسے رہے اور وہ کیسے میں بیٹھے شراب نوشی کرتے رہے۔ اگر نادرنے ان کی ملاقات نہ ہوتی تو شاید وہ کبھی بھی ہیڈ کوارٹر کے اندر دنی کا پتہ نہ چلا سکتے۔ راج موتی کمرشل سنٹر کے عقبی حصے میں پہنچ کر نادرا ایک آدمی سے کہنے میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے جلدی سے بریف کیس کھولا۔ اور اس کے اندر موجود تین گنوں کے پارٹس کو جوڑنا شروع کر دیا۔ تینوں تین گنوں کو جوڑ کر اس نے ان میں میگنٹین فٹ کیا اور ایک ایک گن جوزف اور جونا کے حوالے کر دی اور ایک خود روک لی۔ اُسی لمحے بونی اپنے تین مزید ساتھیوں کو ہمراہ لے کر دبل پہنچ گیا۔

مرزا یہ سب کچھ بتا رہا تھا کہ عمران کسی مشکل میں پھنس چکا ہے۔ اُسے شاید کسی کمرے میں قید کر دیا گیا ہے۔

”وہیے باس۔۔۔ وہ سب لوگ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم ہیڈ کوارٹر خالی کر کے چلے گئے ہیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم کہ ہم ان کی حالت سکریٹ پر دیکھ رہے ہیں۔۔۔ ایک اور آواز ابھری۔

”اسی وجہ سے تو منظر خوب صورت ہو جائے گا یہ لوگ سیکورٹ

ایجنٹ ہیں۔ انتہائی تربیت یافتہ لوگ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ انہیں دیکھا جا رہا ہے۔۔۔ تو یہ لوگ مرنے لگیں گے۔ لیکن ایریاں نہیں رگڑیں گے۔ اب جب کہ انہیں معلوم ہے کہ انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو یہ فطری انداز میں ایریاں رگڑ رگڑ کر ہی مرنے لگیں اور یہی سب سے خوب صورت منظر ہو گا۔ انتہائی شاندار منظر۔ جب کہ تیرہ چودہ افراد بھوک پیاس سے ایریاں رگڑ رگڑ کر ختم ہوں گے۔

باس کی آواز سنائی دی اور نادرنے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ ساری صورت حال سمجھ گیا تھا۔ اب ٹینک دشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی تھی۔ اس نے ریسور کا بٹن آن کر دیا اور ڈوری کو ایک زوردار جھٹکا دے کر واپس کھینچا ڈوری کچھتی چلی آئی۔ نادرنے کے ہاتھ انتہائی تیزی سے چل رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں اس نے ڈوری پیٹ لی اور پھر بٹن اور سب کو جب میں ڈال کر وہ تیزی سے مڑا۔

”آؤ جونا اور جوزف۔ اب ہمیں ہیڈ کوارٹر پر پھر پور حملہ کرنا

ہے۔ پرنس شدید خطرے میں ہے۔۔۔ نادرنے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے

یہ منوں خاصے بلے تھکے اور لڑائی بھڑائی کے ماہر نظر آ رہے تھے۔
 ”ہم ٹھوٹے سے ہم بھی لے آئے ہیں باس۔“ بونی
 نے اپنی جیبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ آؤ۔ اب ہم نے ڈائریکٹ ایکشن کرنا ہے۔
 انتہائی تیز رفتار ایکشن۔ جو بھی نظر آئے اُسے اڑا دو۔“ نادر
 نے کہا۔

”لیکن باس۔ یہ سوچ لیں کہ یہ شہر کا انتہائی گنجان علاقہ
 ہے۔ یہاں ہوں اور گولیوں کے دھماکے سن کر پولیس فورس پینچ
 جائے گی۔“ بونی نے جواب دیا۔

”کچھ بھی ہو۔ ہم نے اپنے آدمیوں کو بچا نا ہے۔ پولیس کے آنے
 پر ہم سب نے تیزی سے فرار ہو جانا ہے۔“ نادر نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے باس۔“ بونی نے کہا۔ اور پھر وہ سب تیز

تیز قدم اٹھاتے اس کے عقبی بڑے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔
 فولادی دروازہ بند تھا۔ نادر نے اشارہ کیا تو بونی نے جیب سے
 ایک بم نکالا اور اس کی پن منہ سے کیچنے کر اُسے دروازے
 کی طرف اچھال دیا۔ دوسرے لمحے ایک خوف ناک دھماکہ
 ہوا اور فولادی دروازے کے پرنچے اڑ گئے۔ دروازہ ٹوٹتے
 ہی وہ سب اچھل کر اندر داخل ہوئے۔ لیکن ابھی ان کے
 قدم دروازے کے اندر پہنچے ہی تھے کہ اچانک تین اطراف سے
 ان پر شدید فائرنگ شروع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی
 تین افراد کی چیخیں بلند ہوئیں۔

جوزف اور جوآنہ نے اندر داخل ہوتے ہی تیزی سے ایک
 چھوٹی دیوار کی آڑ لی اور پھر انہوں نے بھی فائر کنٹرول دیا۔ دوسرے
 لمحے عمارت کے اندر فائرنگ اور انسانی چیخوں کا جیسے طوفان سا برپا
 ہو گیا۔ جوزف اور جوآنہ اکٹھے ہی تھے۔ وہ فائرنگ کرتے ہوئے
 تیزی سے آگے کی طرف کھسکے اور اچھل کر ایک برآمدے میں
 پہنچ گئے۔ اُسی لمحے ہوں کے خوف ناک دھماکے سنائی
 دیئے۔ اور فائرنگ کی آواز قدرے مدھم پڑ گئی۔ لیکن دوسرے
 لمحے فائرنگ میں دوبارہ شدت آگئی۔ دو چیخیں بلند ہوئیں۔ اور
 اس کے ساتھ ہی دروازے کی طرف سے ہونے والی فائرنگ
 یک لخت بند ہو گئی۔

جوزف اور جوآنہ البتہ مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے برآمدے
 میں آگے بڑھے جا رہے تھے۔ اب اوپر سے ہونے والی فائرنگ
 کا رخ انہی کی طرف ہو گیا تھا۔ ان کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ عمارت
 کا اندر دنی حد درجہ نہ جانتے تھے اور نہ ہی انہیں یہ معلوم تھا
 کہ دشمن کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ عمران اور اس کے
 ساتھی کہاں ہیں۔ بس وہ مختلف آڑیں لے کر اندھا دھند فائرنگ
 کرتے ہوئے اندر دنی حصے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک
 برآمدے کا اختتام ہو گیا۔ لیکن ابھی انہوں نے چند ہی قدم
 اٹھائے تھے کہ یک لخت انہیں ٹھکنا پڑا۔ کیوں کہ اس راستے
 کے دونوں اطراف میں سنگین دیواریں فرش سے چھت تک
 پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ چوہے دان میں پھنس گئے تھے۔ اُسی

لحے انہیں اپنے قدموں میں زمین لوندتی ہوئی محسوس ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے اچانک فرشتے ان کے قدموں تلے سے غائب ہو گیا اور وہ اندھی گہرائی میں بھاری بوروں کی طرح گرے جلے گئے۔ انہوں نے ہاتھ پیر مار کر کسی سہارے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن ان کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ انہیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ پاتال میں جا گریں گے اور چند ہی لمحوں بعد زوردار دھماکوں سے وہ زمین سے جا ٹکرائے۔ یہ ٹکراؤ قدر زوردار تھی کہ ان کے ذہنوں پر اندھروں نے یلغار کر دی۔ سرسبز گنگنے والی چوٹیوں نے انہیں ہوش کی ہر حدوں سے دور پھینک دیا تھا۔

عمرانؑ اور اس کے ساتھی اور ان کے ساتھ کیپٹن تمیزی اور اس کے ساتھی سب ہی اس عجیب و غریب کمرے میں تقریباً بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ ان سب کے پاس لے دے کے صرف ایک شیٹین گن موجود تھی۔ لیکن اس شیٹین گن کا بھی کوئی مہرٹ نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ وہ بار بار یہاں سے ٹککنے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا لیکن کوئی ترکیب ہی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ عمران کے ساتھیوں کی نظریں عمران پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ ان سب کی آنکھوں میں ایسے تاثرات تھے جیسے عمران کوئی جادوگر ہو جو ابھی کوئی منتر پڑھے گا اور کمرے کی دیواریں غائب ہو جائیں گی۔

”مہاراجا تو دعویٰ تھا کہ تم ہر قسم کی سچویشن سے نمٹ سکتے ہو اب لڑاؤ کوئی ترکیب ڈالو۔ تنویر نے دانت پھینچ کر کہا۔

" لڑتے تو جینٹھے میں یا پھر بیڑے۔ مرے۔ ساند اور عورتیں لڑتی ہیں۔ لیکن یہاں تو عورت ایک ہی ہے۔ ماں اگر تم عارضی طور پر عورت بن جاؤ تو میں ابھی جو لیا کو تم سے لڑا سکتا ہوں؟ " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تنویر نے غصیلے انداز میں نہ پھر لیا۔

عمران کی تیز نظریں بار بار فرش کے اس حصے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جہاں سے فرش نیچے چلا گیا تھا اور اس کے ساتھیوں کو لے کر واپس آیا تھا۔ اس نے اس فرش کو دوبارہ نیچے کرنے کے لئے لگا کر ترکیبیں لڑائیں لیکن فرش تو واقعی فرش بنا ہوا تھا اس سے مس نہ ہوا۔ اس کے علاوہ عمران نے اس جگہ پر بھی بڑی مغز ماری کی جہاں پہلے دروازہ تھا۔ لیکن سنگین دیوار واقعی دیوار کی طرح اپنی جگہ پر جمی ہوئی تھی۔ کوئی صورت۔ کوئی ترکیب نظریں نہ آتی تھی اور عمران سوچ رہا تھا کہ اس سے زیادہ بے بسی تو اس نے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اب تو واقعی ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی بجائے شیٹنگن ت پہلے یہاں موجود تمام افراد کا خاتمہ کر دے اور آخر میں اپنے سر میں گولی مار کر خود کشی کر لے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عمران آخری لمحے تک جدوجہد کرنے کا قائل تھا۔ مایوسی اس کی نظریں گناہ عظیم تھی۔ لیکن کوئی صورت کوئی ترکیب بھی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

اسی طرح سوچتے سوچتے کافی دیر گزر گئی۔ اور وہ سب تھک بار کمر میں فرش پر ہی بیٹھ گئے۔ ظاہر ہے کھڑے رہنے کا تو کوئی

فائدہ ہی نہ تھا۔ عمران کی نظریں بار بار اس دیوار پر جم جاتیں جہاں پہلے دروازہ تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ فردوں کی طاقت سے اس دیوار میں سے دوبارہ دروازہ پیدا کر لے گا۔ لیکن دیوار اپنی جگہ قائم تھی کہ اچانک وہ سب گھر گڑا جٹ کی تیز آواز سن کر بڑی طرح الجھے۔ یہ آواز انہیں چھت کی طرف سے سنائی دی تھی۔ دوسرے لمحے چھت کا ایک چوکور حصہ غائب ہو گیا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے۔ دوسرے سے اس خلا سے نیچے گرے۔ اور ان کے سامنے فرش پر ایک دھماکے سے آگرمے۔ چھت کا خلا دوبارہ برابر ہو چکا تھا۔ فرش پر گرنے والے ایک دو لمحے ملا تھے مارنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ اور وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھنے لگے۔ یہ جوفت اور جوان تھے۔ جو اس طرح پر اسرار انداز میں اوپر سے نیچے آگرمے تھے اور فرش سے ان کے سر ٹکرنے کی وجہ سے بے ہوش ہو چکے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی تیزی سے ان کی طرف پئے۔ عمران اور صفہ رنے ان بدنوں کو سیدھا کیا وہ واقعی بے ہوش تھے۔ عمران نے جلدی سے انہیں ہوش میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ وہ دونوں ہی کمراتے ہوئے اٹھ بیٹھے تھے۔ اور حجب آنکھیں کھولتے ہی انہیں اپنے ارد گرد عمران اور دوسرے ساتھی نظر آئے تو وہ حیرت سے آنکھیں جھپکانے لگے۔ انہوں نے عمران اور دوسرے ساتھیوں کو پہچان لیا تھا۔ البتہ ٹائیکر کو وہ نہ پہچان سکے تھے۔ ظاہر ہے ٹائیکر

ان کے سامنے قومی جہیز کے میک اپ میں جیلہ کو اڑھیں گیا تھا۔
لیکن اب وہ کرنل چارلس کے میک اپ میں تھا۔
”اے تم دونوں کو شاید جنت سے زمین پر دھکیل دیا گیا ہے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ باس۔۔۔ آپ کو چھڑانے کے لئے ہم نے جملہ کیا۔
لیکن عمارت کے اندرونی فعل وقوع سے لاطینی کی وجہ سے مارکما
گئے۔۔۔ جو اٹھنے اپنی ٹانگیں اور بازو بیک وقت ہلاتے
ہوئے کہا۔ وہ شاید یہ چیک کر رہا تھا کہ کہیں اتنی بلندی سے
گرنے کی وجہ سے کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی۔۔۔ اسی طرح جوزف
بھی لاشعوری طور پر اپنے جسم کی چیکنگ میں مصروف تھا۔ اور
چند لمحوں بعد ان کے چہروں پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔
کیوں کہ اتنی بلندی سے پختہ فرش پر گرنے کے باوجود ان کی
بڑیاں سلامت ہی تھیں۔“

”ہمیں چھڑانے کے لئے۔۔۔ لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم
یہاں قید ہو گئے ہیں۔۔۔“ عمران نے حیرت جبرے لہجے میں کہا۔
اور جو اٹھنے کی صف میں ہونے والے جھگڑے سے لے کر فرش پر
گر گرنے تک کے تمام واقعات تفصیل سے بتا دیئے۔

”اوہ۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے میرا خیال درست تھا۔ یہ
لوگ یہاں سے گئے نہیں بلکہ سکرین پر ہمارا نظارہ کر رہے ہیں۔
لیکن نادر اور تمہارا یہ اندھا دھند اقدام قطعاً غیر مناسب تھا تمہیں
چاہیے تھا کہ تم خاموشی سے اندر داخل ہوتے۔ وہ لوگ یقیناً لگائی

کر رہے تھے۔ اس لئے تمہارے اندر آتے ہی تم پر نیکس گیا۔
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور جوزف اور جو ناخوش رہے
وہ جواب بھی کیا دیتے۔ ان سے اندھا دھندہ قدر کی محنت تو
بہر حال جو بھی تھی۔

”جیلہ منسٹر عمران۔۔۔ میں چیف مائیک بول رہا ہوں۔ آپ کے
دوست تھی آپ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ان کی قسمت میں شاید تم لوگوں
کے ساتھ مرنا لکھا گیا تھا۔ اس لئے وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے
انہیں یہیں پھینکا جاسکتا تھا۔ درنہ اگر وہ ادھر نہ آتے تو یقیناً اب
تک گولیوں سے پھینک ہو چکے ہوتے۔ جسے کہ تمہارے اور ساتھی ہو
چکے ہیں۔ ان کی لاشیں ہم نے برقی بیٹی میں جلادی ہیں۔ بڑا خوفناک
اور شدید جملہ کیا تھا انہوں نے۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ جملے
جگران چوکنے تھے۔ اور شاید اب تم سوچ رہے ہوں گے کہ فائرنگ
کی آوازوں کی وجہ سے پولیس یہاں آئی ہوگی اور وہ شاید پوری
عمارت کی تلاشی لے اور اس طرح تم بھی آزاد ہو سکو تو یہ بات
بھول جاؤ۔ پولیس آئی بھی تھی اور جلی بھی گئی۔ ہم نے پولیس
انجمن کو ڈاکوؤں کی کہانی سنائی کہ وہ کمرشل سفر کوٹنے
کی غرض سے آئے تھے۔ لیکن بروقت دفاع کی وجہ سے وہ
زخمی ہو کر فرار ہو گئے ہیں اور ساتھ ہی جیسے یہاں کا رواج ہے۔
پولیس انسپکٹور کو نذرانہ بھی دے دیا گیا چنانچہ پولیس مطمئن ہو کر
چلی گئی ہے اس لئے تم بھی مطمئن ہو تمہیں بہر حال اس کمرے
میں ایڑیاں رکھ کر گورنر کا ہے۔ یہی تمہارا مقدر ہے۔ اٹل مقدر۔“

مانیکھ نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ اس کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔ اور عمران نے ایک طویل سانس لیا۔
نادر اور اس کے چاروں ساتھی ملاک ہو چکے تھے۔

لیکن یہی سوچتے سوچتے اچانک عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
اس کے ذہن میں ایک خیال آ گیا تھا۔ اور وہ حیران رہ گیا کہ کیا واقعی اس کی کھوپڑی کی بیڑی نیل ہو چکی تھی کہ اس سے پہلے اس بات کا اُسے خیال نہ آیا تھا۔ اس نے اس دیوار کے ساتھ موجود جس سے مانیکھ کی آواز سنائی دے رہی تھی ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر جیسے ہی اس کے ساتھی ایک طرف بٹھے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شین گن کا رخ عین اس جگہ کیا جہاں سے چند لمحے پہلے مانیکھ کی آواز سنائی دے رہی تھی اور ٹیگر دبا دیا۔ فائرنگ کی تیز آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ اور دوسرے کمرے گولیوں کی بوچھاڑ نے دیوار کے اس حصے کا پلستر اکھاڑ دیا۔ اب اندر ایک چوکور ڈبہ صاف نظر آ رہا تھا جو برسی طرح ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ یہ وہ رسیور تھا جس سے آواز کے ساتھ ساتھ شاید یہاں کا منظر بھی کسی سکرین پر چیک کیا جاتا تھا۔

جوانا ادھر آؤ یہاں کھڑے ہو جاؤ۔ عمران نے جوانا سے کہا اور جوانا اس ڈبے کے عین نیچے کھڑا ہو گیا۔ ڈبہ کافی بلندی پر تھا۔

عمران تیزی سے اچھلا اور پھر وہ جوانا کے کاندھوں پر چڑھتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب ڈبہ اس کے سینے کے سامنے تھا۔ عمران

نے مشین گن کی مال اس ٹوٹے ہوئے ڈبے کے اندر دیکھ کر ایک بار پھر فریغ مچا دیا۔ اس کے بعد کچھ زور دے چکے تھے۔ لیکن نزدیک سے فائرنگ کا یہ فائدہ ہوا کہ توٹے ہوئے ڈبے کے مزید نیچے اڑ گئے۔ اور اب وہاں چوکور ڈبے جتنا خلا سا بن گیا۔ جس کی دوسری طرف آسمان نظر آنے لگا گیا تھا۔ لیکن یہ جگہ اتنی تنگ تھی کہ وہاں سے ملی کا بچہ تو گزر سکتا تھا۔ انسان بہر حال نہ گزر سکتا تھا۔ عمران نے ہاتھ آگے بڑھایا اور شین گن کو باہر نکال کر اس نے اس کا ٹیگر دبا دیا۔ گولیاں فضا میں بلند ہونی شروع ہو گئیں۔ لیکن اُسی لمحے شین گن کے اس حصے پر جو باہر تھا۔ ایک زوردار دھچکا لگا اور دوسرے لمحے شین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر باہر کہیں جا گئی۔ ملے سے دھچکے کی آواز سنائی دی اور اس نے بعد خاموشی سی چھل گئی۔ عمران چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ باہر کی طرف بڑھایا۔ اس کا ہاتھ دیوار کے اس خلا کے چاروں طرف ٹیٹھلنے لگا اور چند لمحوں بعد اس کی آنکھیاں کسی موٹی سی تار سے ٹکرائیں۔ عمران نے اپنے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ اس کے ناخنوں سے بلیڈ باہر کو نکل آئے۔ اور اس نے ان بلیڈوں کی مدد سے اس موٹی سی تار کو کاٹنا شروع کر دیا۔ ابھی اُسے یہ حرکت کرتے ہوئے ایک ہی لمحہ گزرا ہو گا کہ اس کے جسم کو اس قدر زوردار جھٹکا لگا کہ وہ سنبھل نہ سکا اور نیچے گرا۔ لیکن قلابازی کھاکر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”کیا ہوا؟“ سب نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

سے مائیکل کی چھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک لمحے کے لئے فائرنگ بند ہو گئی۔۔۔ عمران ابھی ذرا سا آگے کی طرف کھسکا تھا کہ اچانک کوئی چیز اڑتی ہوئی دروازے سے اندر آئی۔ اُسی لمحے عمران کی سائیڈ میں کھڑا ہوا چوہان بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بجلی کوندی ہو۔ دروازے سے اڑ کر اندر آنے والی چیز ایک لمحے کے لئے چوہان کے ماتھے میں نظر آئی۔ دوسرے لمحے چوہان جیسے اڑتا ہوا مقابل کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور پک بھینکے میں دروازے کے باہر ایک خون ناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی جیسے جنوں کا طوفان سا برآمد ہوا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ چوہان نے حیرت انگیز پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیا ہے اور اڑ کر اندر آتے ہوئے ہم کو نہ صرف کچھ کر لیا بلکہ نپک بھینکے میں اُسے واپس باہر بھی بھینک دیا تھا۔۔۔ یہ پھرتی۔ تیزی اور مہارت کی ایسی شاندار مثال تھی۔ کہ عمران جیسے آدمی کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

دھماکہ ہوتے ہی عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر اس نے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ چار افراد کی لاشوں کے ٹکڑے اڑ چکے تھے۔ عمران باہر نکلتے ہی کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا سامنے ایک برآمدے کے ستون کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ اڑتے ہوئے اس کے جسم نے ذرا سا جھکوا لکھا یا کھٹا۔ اور اس جھکاوے میں وہ ایک لاش کے پاس پڑھی ہوئی شین گن اٹھا کر ستون کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اور پھر اس نے کسی لٹو کی طرح

گھوم کر شین گن کے فائر تینوں اطراف میں کئے اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک زوردار چھلانگ لگائی اور انیس کر ایک اور ستون کی آڑ میں جا گیا۔ اس بار دائیں طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجیں اور گولیاں عین اس ستون پر پڑیں جہاں ایک لمحہ پہلے عمران موجود تھا۔ اُسی لمحے عمران نے دوبارہ فائرنگ اور دائیں طرف سے دوپچیں بلند ہوئیں۔ اور پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں بائیں اور دائیں دونوں اطراف سے بلند ہوئیں۔ لیکن اُسی لمحے کچھ فاصلے پر فائرنگ کی آوازیں بلند ہوئیں اور ایک بار پھر انسانی پنجوں سے عمارت گونج اٹھی۔ اب عمران کے ساتھ بھی باہر آچکے تھے۔ صفر رادکر پشیمیل نے بھی ہم سے ملاک ہونے والوں کی طین گنیں اٹھالی تھیں۔ اور عمران فائرنگ کرتا ہوا تیزی سے اس طرف بڑھا جہر ت اب بھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔

”پرنس۔۔۔ تم کہاں ہو۔ میں نادہوں۔ ہم نے کئی آدمیوں کو مار گرایا ہے۔“ اور عمران نے آواز پہچان لی یہ اس کے دوست نادر کی بھتی۔

”میں پرنس بول رہا ہوں۔ ہم ادھر ہیں۔“ عمران نے اونچی آوازیں کہا۔ اور دوسرے لمحے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ادھر آئی سنائی دیں۔ چند ہی لمحوں بعد عمران نے نادر کو ماتھے میں طین گن پکڑے ایک برآمدے سے منودار ہوتے

"میں پرنس ہوں نادار۔" عمران نے چیخ کر کہا اور ستون کی آڑ سے باہر آگیا۔ اس نے جان بوجھ کر یہ فقرہ کہا تھا۔ کیوں کہ اس وقت وہ کرمل ہیمیرخ کے میک اپ میں تھا۔ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں نادار اُسے نہ پہچانتے کی وجہ سے اُسے بھی ایف۔ ڈی کا آدمی سمجھ کر گولی چلا دے۔

اور پھر نادار دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

"آپ بخیریت میں پرنس۔ ہم نے تقریباً دس آدمیوں کو مار کر مایا ہے۔ اس بار میں تھپ کر اندر آیا تھا۔ پھر میں نے ادھر فائرنگ کی آواز سنیں اور اس کے بعد تقریباً دس افراد کو بھاگ کر اپنی طرف آتے دیکھ تو میں نے اور میرے ساتھیوں نے فائر کھول دیا۔ اور افراد فز میں بھاگتے ہوئے دسوں کو مار کر مایا نادار نے قریب آ کر کہا۔

"تم اپنے خلع میں بیچ گئے تھے۔ میں تو سمجھا تھا کہ برقی بھٹی میں پہنچ گئے ہو گے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں پرنس۔ میرے ساتھی جیسے ہی مرے مجھے اپنے احمقانہ اقدام کا احساس ہو گیا۔ میں تیزی سے مرکز پر نکل گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے دو ساتھی۔۔۔ اے۔۔۔ یہ تو موجود ہیں۔" نادار نے چونکتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ اس کی نظروں نے عین اُسی لمحے جوزف اور جوانا کو دیکھ لیا تھا۔

"سب پھیل جاؤ۔ اور چیک کر دو کی مجرمہ تو نہیں گیا۔"

عمران نے مرکز پر اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ سب تیزی سے دوڑ کر عمارت میں پھیل گئے۔ اُسی لمحے باہر سے پولیس کی سیٹیوں اور کٹریوں کے رنوں کی آوازیں گونجیں۔

"پرنس۔ نکل چلو۔ پولیس آگئی۔" نادار نے یہ آوازیں سنتے ہی تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔

"رک جاؤ مسٹر نادار۔" میں کیپٹن تمیزی یہاں موجود ہوں پولیس کو میں سنبھال لوں گا۔" اچانک کیپٹن تمیزی نے ایک طرف سے نکلتے ہوئے کہا۔ اور نادار کیپٹن تمیزی کو دُعا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیوں کہ اُسی کی وجہ سے وہ اپنا اڈہ چھوڑ کر اس علاقے میں آچھا تھا۔

"فکر نہ کرو۔ کیپٹن صاحب اب میرے شاگرد ہو چکے ہیں۔" عمران نادار کی الجھن سمجھ گیا تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ دبا کر اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اور نادار مسکرا کر رگ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

دوسرے لمحے پولیس کے بے شمار سپاہی اندر داخل ہوئے۔ اور انہوں نے ان سب کو ہینڈز اپ کرنے کا حکم دیا اور انھیں ان سب کی طرف تان دیں۔

میں مقامی سیکرٹ سروس کا چیف کیپٹن تمیزی ہوں۔ ہتھارا انچارج کون ہے۔ کیپٹن تمیزی نے جیتے ہوئے

کہا۔ اور سپاہی اس کی آواز سنتے ہی ٹھٹھک گئے۔ دوسرے لمحے ایک پولیس انسپکٹر تیزی سے کیپٹن تمیزی کی طرف بڑھلا۔ قریب آکر اس نے جب کیپٹن تمیزی کو پہچانا تو اس کی ایڑیاں سچ گھسیں اور ہاتھ سیلوٹ کے لئے اٹھ گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے بھی اپنی رائفلیں نیچی کر لیں۔

دوسرے روز جب اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے چیخ چیخ کر اسرائیل کی خوف ناک تنظیم فیس آف ڈیٹھ کے مکمل خاتمے کی خبریں عوام تک پہنچائیں۔ تو بھاشانہ کے سہمے ہوئے عوام کے ہر دل پر مسرت کے بے شمار رنگ بکھر گئے۔ اور بھاشانہ کے عوام رقص کرتے ہوئے اپنے گھروں سے باہر آگئے۔ پورے ملک میں اچھے بھٹن کا سماں پیدا ہو گیا۔ وزیر خارجہ سر داہد حسین نے عمران کے کہنے پر ایف۔ ڈی کے خاتمے کی کارکردگی کا تمام سہ ماہی سیکرٹ سروس کے چیف کیپٹن تمیزی کے سر ہاندھ دیا تھا۔ اور اپنے ہی ملک کی سیکرٹ سروس کی اس شاندار کارکردگی پر بھاشانہ کے عوام اور بھی زیادہ خوش ہو گئے۔ ٹیلی ویژن پر تمام تفصیل بتائی گئیں کہ ایف۔ ڈی نے کس طرح آئل ڈپو تباہ کرنے کا پلان بنایا تھا اور سیکرٹ سروس

نے کس طرح اپنی جانوں پر کھیل کر یہ پلان ختم کیا اور کچھ طرح سیکرٹ
سردس نے ٹرانسمیٹر کال کی مدد سے ایف ڈی کے ہیڈ کو آرڈر
کا سراغ لگایا۔ اور پھر خوف ناک جنگ لڑ کر انہوں نے اس
مشین کو تباہ کر دیا جس کے ذریعے پاور ہاؤس کو اڑا کر بھاشا نہ
کو محاشی طور پر مفلوج کر دینا چاہتے تھے۔ آئل ڈپو کے قریب
زرعی فارم سے ملنے والی ایف ڈی اور ریڈ آرڈی کے افراد کی
لاشوں کے ساتھ ساتھ راج موٹی کمرشل سٹرکی عبقری عمارت سے
ملنے والی لاشوں اور اس عمارت کے اندر دنیٰ حصیوں کو پوری
تفصیل سے ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔ ہیڈ کو آرڈر سے ایسی
دستاویزات بھی مل گئی تھیں جن سے صاف ظاہر تھا کہ یہ
سازش اسرائیل اور کافرستان کی مشترکہ سازش تھی۔ اور
اس کا مقصد بھاشا نہ اور پاکیشٹیا کی کنفیڈریشن کے منصوبے کو
سبوتاژ کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کا خاتمہ تھا۔ اور اپنی
مرضی کی حکومت لے آتی تھی۔ اس دستاویز میں بھاشا نہ کے
ان سیاست دانوں کے نام بھی موجود تھے جنہیں وہ برسرِ اقتدار
لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان سیاست دانوں کو بھی ملک
کے خلاف سازش اور غدارسی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔
ہیڈ کو آرڈر سے مائیکل زخمی حالت میں ایک طرف پڑا ہوا ملا تھا۔
اور ڈاکٹروں نے سر توڑ کوشش کر کے اس کی زندگی بچا لی تھی۔
اور مائیکل اب ہوش میں آچکا تھا۔
اُسے ایک خصوصی ہسپتال کے پیشل وارڈ میں رکھا گیا تھا۔

پوری ایف ڈی میں سے صرف وہی نمبر بچا تھا۔ وہ نہ باقی سب جو
جو گئے تھے۔ ریڈ آرڈی کے ہیڈ کو آرڈر سے ہی کمرشل سمیرن در
میجر میریس کے ساتھ ساتھ اس کے دو اور ساتھیوں کی لاشیں بھی برآمد
کی جا چکی تھیں۔

اس وقت پرینڈیٹ ہاؤس کے خصوصی کمرے میں عمران اور
تنویر اور اس کے تمام ساتھی خصوصی طور پر مدعو تھے۔ ان سب
کا تعارف صدر مملکت سے پائیشٹیا کی ایک خفیہ تنظیم فاسٹ ڈیٹھ
کے طور پر کیا گیا تھا۔ کیوں کہ عمران نہ چاہتا تھا کہ وہ بطور ممبر
سیکٹ سردس سامنے آئیں۔ تنویر بطور لیڈر فاسٹ ڈیٹھ سینہ
پھلائے بیٹھا تھا۔ کیپٹن تیزی جو اب میجر ہو چکا تھا۔ وہ بھی دیاں موجود
تھا۔ وزیر خزانہ سردا جہ حسین کا چہرہ مسرت سے گل مار رہا
تھا۔ وہ بار بار عمران اور فاسٹ ڈیٹھ کے ارکان کو یوں دیکھ
رہے تھے جیسے وہ انسانوں کی بجائے مافوق الفطرت لوگ ہوں۔
چند لمحوں بعد صدر مملکت تشریف لائے اور انہوں نے بھی
فرداً فرداً عمران، تنویر اور اس کے ساتھیوں کا بے حد شکریہ ادا
کیا۔ اور ان کی کارکردگی کی اس حد تک تعریف و توصیف
کی کہ انہیں شرم سی آنے لگ گئی۔
”جناب۔ آپ تو جا رہی تعریف اس طرح کر رہے ہیں جیسے
ہم میں مارغاں سے بڑھ کر پیاس ما دغاں بن گئے ہوں۔“
عمران نے شرمیلے لہجے میں کہا۔ اور وزیر خزانہ کے ساتھ ساتھ
صدر مملکت بھی جنس پڑے۔

”آپ حضرات کی کارکردگی ہی ایسی ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو یہیں روک لوں۔ پانچ شہزاد افعی ایک خوش قسمت ملک ہے جسے آپ جیسے جیلے میسر آگئے ہیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”جناب۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میجر تمیزی صاحب میرے شاگرد بن چکے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک نہ مٹھائی کھلائی ہے اور نہ ہی مجھے تیس گز کی گڑھی بندھوائی ہے۔ اس کے باوجود میں نے انہیں اپنا شاگرد تسلیم کر لیا ہے۔ ادا آپ کو تو معلوم ہے کہ آج کل شاگرد استادوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پانچ شہزاد جاتے ہی میں اپنے کانوں کا بیمہ کرا لوں گا۔ اور دوسری بات یہ کہ جلد ہی کنفیڈریشن کے ذریعے پانچ شہزاد بھاشا نہ ایک ہو جائیں گے تو ہم بھی گھر کی مرغی بن جائیں گے۔“ عمران نے کہا اور صدر مملکت جو شاید پوری زندگی میں کبھی اس طرح کھل کھلا کر نہ منبے ہوں گے بے اختیار آجھڑیوں پر تھپتھپا کر کہتے رہے اور سر ملاتے رہے۔ ان کے مننے کا انداز بالکل بچوں جیسا تھا جسے اچانک اپنا پسندیدہ ترین کھلونا تھپتھپ میں مل گیا ہو۔

”سر۔ ایک بات اور ہے۔ کافرستان نے اپنی فوجیں ہماری سرحدوں پر ڈالی ہوئی ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ وہ اپنی اس سازش کے ناکام ہوتے ہی کہیں ہم پر حملہ نہ کر دے۔“ اچانک میجر تمیزی نے کہا۔

”نہیں میجر۔ ہم نے اس خطرے کا سد باب کر لیا ہے۔“ ایف۔ ڈی کی ناکامی کی تفصیلات کا اعلان کرنے سے پہلے ہم نے اپنے حلیف ممالک اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو ان دستاویزات کے بارے میں آگاہ کیا۔ اور ان سے اس خدشے کا اظہار کیا تو اقوام متحدہ اور ہمارے حلیف ممالک نے کافرستان کو کھل کر دھمکی دے دی کہ اگر بھاشا نہ پر حملہ کیا گیا تو یہ حملہ بھاشا نہ پر نہیں بلکہ شوگرگان۔ پانچ شہزاد اور تمام اسلامی ممالک کے خلاف سمجھا جائے گا۔ اور کافرستان کے حکام نے تحریری حلف نامہ داخل کر دیا ہے کہ ان کا حملہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس لئے اب ان کی طرف سے کسی حملے کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ ہم جلد ہی حالات درست ہوتے ہی کنفیڈریشن کا بھی اعلان کر دیں گے۔ اور اس کے بعد یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ ویسے مزید احتیاط کے طور پر شوگرگان نے بھی فوری طور پر اپنی فوجیں کافرستان کی سرحدوں پر ڈال دی ہیں۔ جس سے کافرستان دباؤ میں رہے گا۔“ صدر مملکت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ ایک اور اہم بات باقی رہ گئی ہے۔ ایف۔ ڈی کی طرف سے نصب کردہ ہم اچھی تک پادشاہ کو س کی کسی مشین میں نصب ہے۔ گو ہم نے اس کی آپریٹنگ مشین تباہ کر دی ہے۔ پھر بھی اس خوف ناک بم کو اس مشین سے علیحدہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔“ عمران نے یک لخت سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور اس کی بات سنتے ہی وزیر خارجہ، صدر مملکت کے ساتھ ساتھ باقی سب

کے چہرے بھی ایک لذتِ سنجیدہ ہو گئے۔

”ادھ۔ ہم تو اس اہم ترین مسئلے کو بھول ہی گئے تھے۔ ادھ یہ تو انتہائی خطرناک ہے۔ پورے پاور ہاؤس کو تو روکا نہیں جاسکتا۔ اگر کس طرح وہ ہم ٹریس کیا جائے گا اور علیحدہ کیا جائے گا؟“
صدر مملکت کا ہجو یک لذتِ انتہائی سنجیدہ اور تشویش انگیز ہو گیا تھا۔

”یہ تو بہر حال آپ کو کرنا ہوگا۔ ورنہ کسی بھی لمحے ہو سکتا ہے مشین کی کسی مخصوص گردش کی بنا پر یہی وہ ہم بیٹھ جائے۔“ عمران نے کہا اور اس کی یہ بات سن کر تو صدر مملکت اور وزیر خارجہ دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ اب انہیں خطرے کا صحیح احساس ہو رہا تھا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس خیال نے بھی ان کے جسموں سے خون نچوڑ لیا ہو۔ ایف۔ ڈی تو ختم ہو چکی تھی لیکن یہ ہم والا خطرہ تو تو اس کی طرح ان کے سردوں پر لٹک رہا تھا۔

”میجر تمیزی۔“ آپ بتائیں کس طرح اس ہم کو نکالا جائے۔
آپ سیکرٹ سروس کے چیف ہیں۔“ صدر مملکت نے میجر تمیزی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سہ۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ پاور ہاؤس کو جھگمی طور پر بند کیا جائے اور پھر اس کی ایک ایک مشین کو کھول کر چیک کیا جائے۔“ میجر تمیزی نے الٹ الٹ کر کہا۔

”آپ کے جو اس درست ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ پورے

بھاشانہ کو کبھی اسی پاور ہاؤس سے سپرد نہ ہو۔ یہی ہے۔ ورنہ تو اسے بند نہیں کیا جاسکتا۔ اور پھر آپ کہہ رہے ہیں تم مشین کھولی جائیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ماہ تک پاور ہاؤس بند رہے۔ اور اس کی مشینیں بھی کھل کر تباہ ہو جائے۔ کمرہ دواں ربون روپے کا نقصان اٹک نہیں۔ اس سے بڑا احمقانہ اقدام اور کیا ہو سکتا ہے۔“ صدر مملکت نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا اور میجر تمیزی نے شرمندہ سے لہجے میں سر جھکا لیا۔

”عمران صاحب۔ آپ ہی کوئی حل نکالیں۔“
وزیر خارجہ نے کہا۔

”جناب۔ فاسٹ ڈیٹھ اور اس کے ذہین لیڈر یہاں موجود ہیں۔ ان کے سامنے میری کیا بساط ہے کہ میں کوئی ترکیب سوچ سکوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تنویر اور جولیا اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے۔

”ارے ارے۔ مجھے کیوں گھورتے ہیں آپ۔ کوئی تجویز بتائیں۔“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”ماں مسٹر لیڈر۔“ آپ فاسٹ ڈیٹھ جیسی تنظیم کے لیڈر ہیں۔ آپ یقیناً اس کا کوئی حل سوچ لیں گے۔ پلیز یہ بھاشانہ کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔“ صدر مملکت نے اس بار تنویر سے مخاطب ہو کر کہا اور تنویر خاموش بیٹھا بے بسی سے ہونٹ کاٹتا رہا۔ اُسے بھلا کیا ترکیب سمجھ میں آئی تھی۔

”ایک حل ہے۔ وہ مائیکل ابھی زندہ ہے۔ اُس سے معلوم کیا جائے۔“ اچانک صفدر نے کہا۔

”لیکن مائیکل کی حالت انتہائی تشویش ناک ہے۔ اگر اس پر تشدد کیا گیا یا دباؤ ڈالا گیا تو وہ یقیناً ختم ہو جائے گا۔“ اور دوسری بات یہ کہ مائیکل تو صرف تمام لیڈروں کے ختم کے بعد ایف۔ ڈی کالیڈرین جیٹا تھا۔ وہ نہ میرے خیال میں تو اس کی اتنی حیثیت بھی نہ تھی کہ اُسے کمرل چارلس نے اس اہم ترین راز کے متعلق کچھ بتایا بھی ہو۔“ عمران نے فوراً کہا اور اس کی بات کا وزن محسوس کرتے ہی سب کے چہرے ٹپک گئے۔

”پلیئر۔ عمران صاحب۔ آپ ہی کچھ سوچئے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔“ اب صفدر مملکت نے عمران سے مخاطب ہو کر بڑے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔

اور ساتھ ہی وزیر خارجہ نے بھی لجاجت آمیز لہجے میں درخواست کرنی شروع کر دی۔ پیپر پریزی کے ساتھ ساتھ تنویر جو لیا اور باقی ساتھی بھی امید بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگے۔ جیسے عمران ابھی جیب سے بم نکال کر صفدر مملکت کے سامنے رکھ دے گا۔

”جناب صفدر صاحب۔ آپ تو خواہ مخواہ پریشان ہو گئے یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ اس کا تو بڑا سیدھا سا دھسا حل ہے۔“ عمران نے کہا۔

اور سب کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں ابھرائیں۔ وہ جس

مسئلے پر اس قدر پریشان ہو رہے تھے۔ عمران سے بڑا حسان کہہ دیا تھا۔

”کیا حل ہے۔“ صفدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ سب کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کے چہرے پر شہادت آمیز مسکراہٹ رنگ رہی تھی۔

”استغناء کرنا پڑے گا کہ کس مشین میں وہ بم فٹ کیا گیا ہے۔ بس اس مشین کو چند لمحوں کے لئے روک دیجئے اور بم باہر نکال لیجئے۔“ عمران نے بڑے محصوم سے لہجے میں کہا۔ اور صفدر مملکت یوں ہونٹ کھٹکے گئے جیسے وہ بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کر رہے ہوں۔

”شٹ اپ۔ تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ یہ کس قدر اہم مسئلہ ہے۔ اور تم مذاق کر رہے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے۔“ جو لیا نے نہ مایا گیا تو وہ غصے سے پھٹ پڑی۔

”آ رہی ہے۔ بہت آ رہی ہے۔“ عمران نے منہ بند کرتے ہوئے کہا۔

”کیا آ رہی ہے۔“ جو لیا نے چونک کر کہا۔

”شرم پہلے تو شاید اتنی نہ آتی۔ لیکن اب تمہارے کسے کے بعد تو بہت آ رہی ہے۔“ عمران نے بڑے محصوم سے لہجے میں کہا۔

”پلیئر۔ عمران صاحب۔ یہ درست ہے کہ آپ نے ایف۔ ڈی کا خاتمہ کر کے ہم پر احسان کیا ہے لیکن.....“

صدر مملکت نے انتہائی سخت لہجے میں کہا، اور غصے کی شدت سے وہ اپنا فقرہ بھی پورا نہ کر سکے۔ اس قسم کے مذاق کے وہ شاید کبھی عادی نہ رہے تھے۔

جناب۔۔۔ آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ میں نے استخارہ بھی کر لیا ہے۔ وہ فاضل منگو ایسے جو الیف۔ ڈی کے جیڈ کو آرٹریس دستیاب ہوئی ہے۔۔۔ عمران نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

فاضل۔۔۔ اس فاضل میں کیا ہے۔۔۔ صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔

اس میں وہ منتر لکھا ہوا ہے جس کو پڑھنے سے ہم خود بخود باہر آجائے گا۔۔۔ عمران نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔ اب اس کا لہجہ بھی بے حد سنجیدہ تھا۔

اور صدر مملکت نے ایک جھنگے سے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کار سیور اٹھایا اور پی۔ اے کو وہ فاضل بھیجے گا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان نے بڑے مزہ دبانے انداز میں فاضل لا کر صدر مملکت کے سامنے رکھ دی۔ اور سلام کر کے واپس چلا گیا۔

”یہ لیجئے فاضل آگئی۔۔۔ صدر مملکت نے فاضل عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے فاضل اٹھائی اور اُسے کھول کر پڑھنے لگا۔ سب کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ اور عمران یوں اطمینان سے

فاضل پڑھنے میں مصروف ہو گیا تھا جیسے اس نے صبح س فاضل کے سلسلے میں امتحان دینا ہوا۔ وہ کافی دیر تک فاضل کو دیکھتے رہا۔ اور پھر اس نے فاضل بند کر کے واپس میز پر رکھ دی۔

”سوری جناب۔۔۔ اس میں تو ہم کا کوئی نولہ نہیں ہے۔۔۔ عمران نے منہ جاتے ہوئے کہا۔ اور سب کے چہرے یک لخت لٹک گئے۔

”تو اب کیا ہوگا۔۔۔ صدر مملکت نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ سخت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

عمران چند لمحوں خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا پھر یک لخت ہنس پڑا۔

”کمال ہے جناب۔۔۔ آپ تو واقعی بے حد پریشان ہو گئے ہیں جناب ایسی تو کوئی بات نہیں۔ اگر ہم الیف۔ ڈی اور ریڈاری جیسی تنظیم کا خاتمہ کر سکتے ہیں تو اس ہم کو باہر نہیں نکال سکتے۔۔۔ عمران نے مسکرتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیسے۔۔۔ آخر کیسے۔۔۔ صدر مملکت نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

”جناب۔۔۔ آپ کی فوج کے ہم اسکو اڈے پاس ایک آلہ ہوتا ہے۔ جسے عرف عام میں ٹریسر کہتے ہیں۔ یہ انفارمیڈیز کی مدد سے ہم کو ٹریس کر لیتا ہے۔ اس آلہ کو لے جا کر پاور ہاؤس میں آ کر دیں تو وہ خود بخود بتا دے گا کہ ہم کہاں موجود ہے۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ ہم باہر آ سکتا ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور صدر مملکت یوں حیران ہو گئے جیسے عمران نے واقعی کوئی منتر بتا دیا ہو۔

”اوه۔۔۔ اوه۔۔۔ اگر ایسا ہے تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔“ صدر مملکت نے جھپٹ کر ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر انہوں نے ہم اسکوڈ کے کمانڈر سے بات کرانے کا پی۔ اے کے حکم دیا۔ چند ہی لمحوں بعد کمانڈر بلائن پروا گیا۔ اور جب صدر مملکت نے ان سے اس آلے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ آلہ ہم اسکوڈ کے پاس موجود ہے صدر مملکت نے انہیں فوری طور پر حکم دیا کہ وہ ہم اسکوڈ کو لے جا کر یاد ہاؤس میں اس ہم کو ٹریس کریں اور اسے اس مشین سے باہر نکال کر ضائع کر دیں۔ لیکن ہم اسکوڈ کمانڈر نے جب انہیں بتایا کہ اس میں ایک خفہ رہتا ہے کہ الفاریڈرین کو بے کار کرنے کے لئے نصب ہم مخصوص نوعیت کے بنائے جاتے ہیں۔ کہ جیسے ہی ان پر الفاریڈرین پڑتی ہیں تو وہ ہم بھٹ جاتا ہے۔ اس لئے جب تک ہم کی ساخت کے متعلق پوری طرح علم نہ ہو۔ اس آلے کا استعمال انتہائی خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ اور صدر مملکت کا چہرہ ایک بار پھر بھگ گیا۔ اور وہ عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران کے چہرے پر یہ مخصوص سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

”جناب۔۔۔ کمانڈر صاحب سے فرمائیے کہ وہ اس آلے کے ساتھ انٹی میگنٹم ریز بھینکنے والا آلہ اپنیج کر دیں۔ اس طرح انٹی میگنٹم ریز بھی الفاریڈرین کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ایسا کوئی خفہ

باقی نہیں رہتا۔۔۔“ عمران نے کہا۔ اور صدر مملکت چند لمبے تک یوں حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے جیسے انہیں اس کے دماغ کی کارکردگی پر حیرت ہو رہی ہو۔ اور پھر انہوں نے یہی بات کمانڈر سے کہہ دی۔

”اوه سر۔۔۔ میں سر۔۔۔ واقعی سر۔۔۔ اس طرح تو خطرہ دور ہو جاتا ہے۔“ کمانڈر نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”آپ ہم اسکوڈ کے کمانڈر ہیں۔ آپ کو اس کے علم کیوں نہیں تھا۔“ صدر مملکت نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”سر۔۔۔ یہ جدید ترین تحقیق ہے۔ مجھے سرخیال نہیں آیا تھا سر۔“ کمانڈر نے شرمندہ منہ لہجے میں کہا۔

”جلدی کرو۔۔۔ اس ہم کو ٹریس کر کے اور اسے باہر نکال کر مجھے فوری اطلاع دو۔“ صدر مملکت نے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

حیرت انگیز۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز۔۔۔ عمران صاحب آپ واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ آپ اتنا کچھ جانتے ہیں۔“ صدر مملکت نے رسیور رکھتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔۔۔ میرے باورچی نے مجھے مونگ کی دال کھلا کھلا کر پورا سائنس دان بنادیا ہے۔ کیوں کہ اس نے کسی کتاب میں پڑھ لیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا سائنس دان نیوٹن مونگ کی دال کھایا

عمران کو داد دے رہی ہو۔ جس نے بھاشا نہ کے صدر سے بتی اپنے آپ کو منوالیا تھا۔

صدر مملکت نے ہنستے ہوئے ایک بار پھر فرخندہ اسب کہ شکریہ ادا کیا۔ اور پھر وہ اپنے لئے مخصوص دروازے کی طرف مڑ گئے۔

”نچ۔ جناب۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو۔۔۔۔۔“
ایٹانک عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صدر مملکت بے اختیار ٹھٹھک کر مڑ گئے۔

”فرمائیے۔ فرمائیے۔ کیا بات ہے؟“
صدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”نچ۔ جناب۔ مجھے شرم آتی ہے۔“ عمران نے منہ نیچے کرتے ہوئے کہا۔

”شرم۔ شرم کس بات کی۔“ آپ کھل کر بات کیجیے۔
صدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”عمران۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ چلو باہر۔“

ایٹانک جولیانے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اُسے شاید غطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ عمران جب عادت کوئی بکواس اُسی کے متعلق کرے گا۔
”کمال ہے۔ یہ بکواس ہے۔ میری ٹانگوں میں اتنا دم نہیں

ہے کہ اس قدر طویل فاصلہ پیدل طے کریں۔“ عمران نے منہ ناتے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب عمران صاحب۔ پیدل چلنے کا کیا مطلب؟“

”عمران نے مصحوم سے لہجے میں کہا اور صدر مملکت ایک بار پھر کھل کھلا کر ہنس پڑے۔“

اور جب تھوڑی دیر بعد ہم اسکو اڈکھاڈر نے فون کر کے بتایا کہ ہم کو نہ صرف ٹریس کر لیا گیا ہے۔ بلکہ مشین سے باہر نکال کر ناکارہ بھی کر دیا گیا ہے۔ تو صدر مملکت اس قدر خوش ہوئے کہ اگر انہیں اپنی حیثیت کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً وہ اٹھ کر رقص کرنا شروع کر دیتے۔

”بہت بہت شکریہ عمران صاحب۔“ بھاشا نہ آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھے گا۔“ صدر مملکت نے اپنی کمرسی سے اٹھ کر باقاعدہ عمران کے ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے اور بے اختیار اُسے چوم لیا۔

”ارے ارے جناب جولیا کے سامنے۔ جناب اگر کاش جولیا بھی۔۔۔۔۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
اور جولیانے یوں آنکھیں نکالیں جیسے ابھی پرس اس کے سر پر مار دے گی۔

”جناب۔ مجھے اب اجازت دیجیے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“
مس جولیا اب مسنہ والا انداز اپنانے ہی والی ہیں۔“ عمران نے اٹھ کر دروازے کی طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ اور جولیانے شرمندہ انداز میں منہ پھیر لیا۔ صدر مملکت کی وجہ سے وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو رکھے ہوئی تھی۔ لیکن ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر عجیب سے مسرت کے آثار بھی موجود تھے۔ جیسے

اس طرح پیسے مانگنے کی — کمرے سے بہتے ہی جو یہ نہ
آگئیں نکالتے ہوئے کہا۔

”میں نے سوچا چلو اس پہلے نہتے میں چیونگم کھنڈے کیے
تو بن ہی جائیں گے۔“ یقین کر دیا جو یہ — کتنے عرصہ جو یہ نہتے
چیونگم کی شکل تک نہیں دیکھی۔ — عمران نے منہ ہنستے ہوئے
کہا۔

”یہ تو میں دیتا ہوں تمہیں چیونگم کے پیسے“ — اچانک
تذویر نے کہا۔ اور اس نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر عمران
کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ — اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ عمران پر
چوٹ کر رہا ہو۔

”ادہ۔۔۔ ادہ۔۔۔“ — شکر یہ تذویر صاحب۔ بے حد شکریہ۔
دیکھا جویلا۔ کنجوسوں کی جیب سے رقم اس طرح نکلائی جاتی
ہے۔ اب تو مانتی ہو مجھے۔ — عمران نے کہا اور جویلا کے
ساتھ ساتھ سارے ساتھی ہنس پڑے۔ اور تذویر کٹ کر رہ گیا۔
کیونکہ واقعی پوری ٹیم میں وہ کنجوس مشہور تھا۔

”عمران صاحب۔ ایک سوال میرا بھی ہے۔“
اچانک حفصہ نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سوال۔۔۔ ادہ معاف کرو۔ بڑی مشکل سے تو تذویر کی جیب
سے ایک نوٹ نکلا ہے۔ اب میں وہ تمہیں کیسے دے سکتا ہوں؟“
عمران نے منہ ہنستے ہوئے کہا۔

”میں آپ سے خیرات نہیں مانگ رہا۔ یہ کام آپ کو ہی مبادک۔“

صدر مملکت عمران کی بات سن کر اور زیادہ حیرت زدہ رہ گئے۔
اب تو جویلا بھی حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھنے لگی۔ بات
اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

”جج۔۔۔ جناب۔۔۔ پہلے وعدہ کریں آپ ناراض نہیں ہوں
گے۔“ — عمران نے کہا۔

”پہیز۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ آپ فرمائیں۔ یقین رکھیں میرے
تو کیا بھاشا نہ کے آٹھ کروڑ عوام کے بس میں جو ہو گا آپ کی خاطر ضرور
پورا کریں گے۔ آپ بھاشا نہ حکومت کے ہی نہیں بلکہ اس کے
آٹھ کروڑ عوام کے محسن ہیں۔ آپ کھل کر بات کریں۔“

صدر مملکت نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جج۔۔۔ جناب۔۔۔ دایسی کی فکٹ کسے پیسے مل جائیں تو۔
دیے اگر آپ ناراض ہوں تو میں پیدل چلا جاؤں گا۔“ — عمران
نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور صدر مملکت بے اختیار
ہنس پڑے۔

”کیوں ہمارے بے عزتی کراتے ہو۔ چلو باہر چلو۔“
جویلا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بس جناب۔۔۔ اب کام ہو گیا۔ آپ تکلیف نہ کریں میں جویلا
کے ساتھ تو میں دنیا کے دو کمرے تک بھی پیدل جا سکتا
ہوں۔“ — عمران نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ
گیا اور صدر مملکت ہنستے ہوئے واپس مڑ گئے۔

”میں ایک ٹو سے تمہاری شکایت کروں گی۔ کیا ضرورت تھی

میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنی آسانی سے ہم ٹریس ہو کر ناکارہ ہو سکتا تھا۔ اور آپ کو معلوم بھی تھا تو یہ کام آپ پہلے بھی کر سکتے تھے۔۔۔۔۔ صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔

”خیر جانتے ہو صفدر کسے کہتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے انطاعیب سا سوال کر دیا۔

”خیر۔۔۔۔۔ ہاں خیر نسکی کو کہتے ہیں اور بڑائی کو شہر۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔“

صفدر نے اٹھتے ہوئے بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو جناب صفدر سعید صاحب۔۔۔۔۔ خیرات خیر کی جمع ہو گئی۔ تو اگر خیرات یعنی نیکیاں مانگنا مجھے مبارک تو تم اپنے ثمرات یعنی برائیاں مانگ لیا کرو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

عمران نے جواب دیا اور صفدر کے ساتھ ساتھ اس کی اس عجیب و غریب توجیہ پر سب ساتھی ہنس پڑے۔ وہ سب اب ٹیمٹ کے قریب پہنچ چکے تھے جہاں ان کے لئے سرکاری کالیں پہلے سے موجود تھیں۔

”اچھا چلو۔۔۔۔۔ خیرات کا معنی نیکیاں ہی سہی۔ مگر میرے سوال کا جواب۔۔۔۔۔ صفدر نے جنتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ تمہارے سوال کے جواب کے لئے مجھے تمہیں بھی مونگ کی دال کھلانی پڑے گی۔ اور تم جنتے ہو آج کل دال کے لئے بڑا مال چلبیتے اور تو میرے دیا بھی ہے تو یہ دنا سا نوٹ۔ اب تم خود سوچو اس نوٹ میں تو دال جیسی گران قیمت چیز میسر نہیں آسکتی۔ بہر حال تم بھی کیا یا ذکر د گئے کہ میں نے سوال کیا اور

مجھے خیرات نہ ملی۔ تو جناب شہر مبارک صفدر سعید صاحب۔۔۔۔۔ وقت اس ہم کو دائر لیس آپریشننگ مشین کے ساتھ کیا گیا۔ اور تم جانتے ہو کہ دائر لیس لہروں کی موجودگی میں غریبیت نہ گم اس ہم پر ڈالی جاتی تو نتیجہ پاؤ لاؤس کی بجائے مونگ کی دال کے ڈھیر کی صورت میں ہی نکلتا۔۔۔۔۔ عمران نے بہر کھڑی کار کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔ اور صفدر کے چہرے پر شہر خیرات کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش سیکرٹ سروس میں آنے سے پہلے وہ بھی سائنس میں ڈاکٹریٹ کر لیتا تو کھم از کھم ایسا سوال تو اس کے ذہن میں نہ ابھرتا۔

”وہ ہم اسکا ڈکمانڈر تو کہہ دیا تھا کہ یہ جدید ترین تحقیقات ہے۔ آخر تم کیسے جدید ترین تحقیقات سے واقف ہو جاتے ہو۔“

جولیانے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”راز کی بات ہے جولیان۔ کسی اور کو نہ بتانا۔ دراصل میری ہی تحقیقات کو جدید تحقیقات کہا جاتا ہے جس طرح شاعر شاعری میں اپنے لئے تخلص رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح سائنس میں میرا تخلص جدید ہے۔۔۔۔۔ عمران نے نہ گوشہ باند سے انداز میں کہا۔ اور جولیان تو صرف ہنس پڑ ہی جب کہ باقی ساتھیوں کے حلقے سے بے اختیار قہقہہ نکلی گیا۔ اور عمران یوں آنکھیں میھاڑ بھاڑ کر ان سب کو دیکھنے لگا جیسے ان کے اس طرح ہنسنے کی وجہ اسے سمجھ نہ آتی ہو۔ اور اس کے اس انداز پر ایک بار پھر قہقہہ گونج اٹھے۔

ختم شد

عمران سے نہیں مل سکی، انتہائی دلچسپ اور محرک کنیز یادگار ناول



بلیک ورلڈ

مصنف مظہر کلیم ایم اے

بلیک ورلڈ شیطان کا دنیا، شیطان اور اس کے کائناتوں کی دنیا جہاں سیاہ قوتوں کا راج ہے۔ جہاں انسانیت کے خلاف ہر سطح پر شیطانی انداز میں کام جاری رہتا ہے۔ پروفیسر البرٹ شیطانی دنیا کا ایک ایسا کردار جو شیطان کا نائب تھا اور جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے خاتمے کے لئے ایک خوفناک شیطانی منصوبہ پر کام شروع کر دیا۔ یہ منصوبہ کیا تھا۔؟

ریمیس ایک ایسا جادوئی زیور جو صدیوں پہلے ایک شیطانی معبد کے پجاری کی ملکیت تھا اور پروفیسر البرٹ کو اس کی تلاش تھی۔ کیوں؟ وہ اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا

جہوتی ایک شیطانی قوت جو انتہائی خصوصیت عورت کے روپ میں عمران سے ٹکرائی اور اس کا دعویٰ تھا کہ عمران اس کی شیطنت سے کسی صورت بھی نہ بچ سکے گا۔ کیا واقعی ایسا ہوا۔؟ کیا جہوتی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔؟

بلیک ورلڈ جس کے مقابل عمران مجوزف، جو انور ٹائیگر سمیت جب میدان میں اترتا تو عمران کو پہلی بار احساس ہوا کہ بلیک ورلڈ کی شیطانی قوتیں کس قدر طاقتور اور خوفناک قوتوں کی مالک ہیں

بلیک ورلڈ ایک ایسی پراسرار، محرک کنیز اور دلچسپ دنیا جس کا معنی ہم سے بہت دور تھا۔

بلیک ورلڈ جس کی پراسرار اور انوکھی قوتوں کے متعلق ہم کو بہت کم علم تھا۔

جدوجہد کرنی پڑی۔ انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی جدوجہد۔ وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کے خوفناک چیلنج میں پھنس کر رہ گئے اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی۔ یہ عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کا شکار ہو گئے۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف طویل جدوجہد کے بعد آخر کار ناکامی ہی عمران کا مقدر رہی۔ کیوں اور کیسے؟ کیا واقعی عمران ناکام ہو گیا تھا۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف کام کرتے ہوئے عمران کو عام دنیاوی اسلحے کی بجائے قطعی مختلف انداز کی طاقت کا سہارا لینا پڑا۔ وہ طاقت کیا تھی؟

قطعی مختلف انداز کی کہانی۔ انتہائی منفرد انداز کی جدوجہد
تجیر اور محرک کی فسون کاریوں میں لپی ہوئی ایک پراسرار دنیا کی کہانی
ایک ایسا ناول جو اس سے قبل صفحہ قرطاس پر نہیں ابھرا

آج ہی اپنے تفریحی بک سٹال سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور یادگار ایڈیٹر کہانی

ڈیزرٹ کمانڈوز

(مصنف مظہر کلیم لہے)

ڈیزرٹ کمانڈوز خوفناک صحرا میں موجود یہودیوں کی اہم ترین لیبارٹری کے محاذ پر۔
ڈیزرٹ کمانڈوز جنہیں خاص طور پر علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتے
کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

کرنل اباجر ڈیزرٹ کمانڈوز کا چیف۔ جو چاہتا تھا کہ ایک بار عمران اپنے ساتھیوں
سمیت اس کے مقابل آجائے اور جب اس کی خواہش پوری ہوئی تو؟

ڈاکٹر درانی پاکیشیا کا قاتل فخر سائمنڈن جسے یہودیوں نے غوا کر کے صحرا میں موجود
اپنی لیبارٹری میں پہنچا دیا کیوں؟

ڈیٹھ آف فیوچر ایک ایسا خوفناک تصحیر جو اس لیبارٹری میں تیار کیا جا رہا تھا اور
جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت اس لیبارٹری کو تباہ کرنے نکلا تو؟

وہ لمحہ جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت طوفانی صحرا میں اس طرح پھنس گیا
کہ زندگی بچانا ناممکن ہو گیا۔؟

وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھیوں کے سروں پر کرنل اباجر قبر بن کر
ٹوٹ پڑا۔

ڈیزرٹ کمانڈوز اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ہونے والی ایک
ایسی جنگ کہ ریت کے ذرے بھی خوف سے اپنی جگہ کھو بیٹھے۔

عمران جب اپنے ساتھیوں سمیت ڈیزرٹ کمانڈوز کے مقابلے پر آیا تو پھر
ریت کے ٹیلوں پر ایک ایسی ہولناک، ذہنی اور جسمانی جنگ کا آغاز ہو گیا جس کا

انجام انتہائی عبرت ناک تھا۔؟

وہ لمحہ جب اسرائیل کا صدر عمران کا نام سنتے ہی دہشت سے بے ہوش
ہو گیا۔ کیوں؟

ڈیزرٹ کمانڈوز اور عمران کے درمیان ہونے والی اس خوفناک جنگ کا کیا
انجام ہوا۔؟

کیا عمران، ڈاکٹر درانی کو چھڑانے اور لیبارٹری کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا
یا

اس کی اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ریت میں دفن ہو
کر رہ گئیں۔

انتہائی تیز رفتار ایکشن

اعصاب شکن سنس

لمحہ بہ لمحہ تیزی سے بدلتی ہوئی پھولیں

ایک یادگار ایڈیٹر کہانی

شائع ہو گئی ہے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز کا ایک اور سنسنی خیز ناول

مکمل ناول

گنجابھکاری

مصنف مظہر کلیم ایم اے

بھکاریوں کی دنیا جہاں جرائم پرورش پاتے ہیں۔

گنجابھکاری جس نے عمران کو بھی بھکاری بننے پر مجبور کر دیا۔

کیپٹن کلیل، صدر، جولیا اور تویر بھکاریوں کے روپ میں۔

عمران بھکاری بن کر سلیمان سے بھیک مانگتے جاتا ہے۔

تہقہ، ہی تہقہ

وہ گنجابھکاری جاسوس تھا، مجرم تھا یا صرف بھکاری؟

ایک حیرت انگیز، سنسنی خیز اور ایکشن سے بھرپور جاسوسی ناول

شائع ہو گیا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک شال یا
براہ راست ہم سے طلب کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

"سلور گرل" کے بعد عمران سیریز میں ایک اور خصوصی پیشکش

تمام نسخے

شلماک

مصنف مظہر کلیم ایم اے

شلماک جسے پوری دنیا میں سب سے زیادہ خوفناک اور ناقابل تسخیر مجرم سمجھا جاتا تھا۔

شلماک جو حکومت اور انٹیلی جنس کے سامنے کھلے عام زندہ مٹا پھرتا تھا مگر کسی میں

اس کی طرف نیزھی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہ تھی۔

شلماک جو بات کرنے سے پہلے گولی چلانے اور انگلی اٹھنے سے پہلے ہاتھ کاٹ

دیتا تھا۔

شلماک وہ خوفناک مجرم جس نے علی عمران اور کرنل فریدی جیسے دو عظیم جاسوسوں

کو اپنے منہ نوچنے پر مجبور کر دیا۔

شلماک جو عمران اور کرنل فریدی کی ذہانت اور وقار کے لئے کھلا چیلنج بن گیا۔

شلماک جس نے کرنل فریدی کو شکست دینے کے لئے قاسم کو اپنا آلہ کار بنایا اور

قاسم شلماک کی شہ پر فریدی سے ٹکرا گیا۔

کیا واقعی شلماک کے مقابلے میں کرنل فریدی اور علی عمران نے شکست تسلیم کر لی؟

شلماک، علی عمران، گرانڈیل قاسم، کرنل فریدی، کیپٹن حمید، زیرو سروس اور

پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خوفناک اور لرزہ بہ اندام ٹکراؤ

شائع ہو گیا ہے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان